

# فتاویٰ علم ساریہ

جلد - ۹

— تیار کردہ —



منتخب علماء ہند



— زیر سرپرستی —

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

— زیر نگرانی —

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم السدوی

— باہتمام —

منظمۃ السلام العالمیۃ

مہمانی۔ الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	فقاویٰ علماء ہند (جلد-۹)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	اگست ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضا اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الہند

یہ کتاب ”منظمة السلام العالمية“ کی  
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے  
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com

Mob. : +91-7303 7076 05

# کتاب الصلاة

۶۰	--	۳۹	دوران نماز اذکار و دعا
۲۳۶	--	۶۱	سلام کے بعد اذکار و دعا
۲۶۴	--	۲۳۷	امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت
۲۷۶	--	۲۶۵	حافظ اور غیر حافظ کی امامت
۲۷۸	--	۲۷۷	مؤذن کی امامت
۲۸۶	--	۲۷۹	امام کے انتخاب کا حق
۲۹۲	--	۲۸۷	قاضی نکاح اور سید کے لئے استحقاق امامت
۳۳۴	--	۲۹۳	امامت میں وراثت
۳۵۴	--	۳۳۵	فاسق کی امامت
۳۶۶	--	۳۵۵	جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے
۳۷۲	--	۳۶۷	انتہا پسند، کمیونسٹ و انگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت
۳۸۲	--	۳۷۳	شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت
۳۸۶	--	۳۸۳	جاہلانہ اور غلط رسم و رواج کرنے والے کی امامت
۴۰۸	--	۳۸۷	بدگو کی امامت
۴۱۴	--	۴۰۹	فتنہ پرداز کی امامت
۴۲۰	--	۴۱۵	نسبندی کرانے والے کی امامت
۴۳۴	--	۴۲۱	عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت
۴۷۴	--	۴۳۵	مہتمم کی امامت
۴۸۶	--	۴۷۵	غلط نکاح خواں کی امامت
۵۴۰	--	۴۸۷	ڈاڑھی اور امامت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال الله عز وجل:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً

وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾

(سورة الأعراف: ٢٠٥)

عن علي بن أبي طالب رضى الله عنه

أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا استفتح الصلاة يكبر ثم يقول:  
”وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفاً وما أنا من  
المشركين، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين، لا  
شريك له، وبذلك أمرت وأنا أول المسلمين، اللهم أنت الملك لا إله  
إلا أنت وأنا عبدك ظلمت نفسي واعترفت بذنبي فاغفر لي ذنوبي جميعاً  
لا يغفر الذنوب إلا أنت، اللهم اهدني لأحسن الأخلاق لا يهدي لأحسنها  
إلا أنت، اصرف عني سيئتها لا يصرف عني سيئتها إلا أنت، لبيك  
وسعديك والخير كله في يديك والشر ليس إليك أنا بك وإليك  
تباركت وتعاليت استغفرك وأتوب إليك“.

(مسند الإمام أحمد، مسند علي بن أبي طالب رضى الله عنه، رقم الحديث: ٨٠٣)

## فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

### فہرست مضامین (۵-۳۰)

- (الف) کلمۃ الشکر از انجینئر شمیم احمد صاحب خادم منظمۃ السلام العالمیۃ، مومبائی انڈیا ۳۱
- (ب) تاثرات از مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، دارالعلوم اسلامی مرکز، ملیر کوئلہ، پنجاب ۳۲
- (ج) تاثرات از غلام احمد مرتضیٰ، معماری، بردوان، مغربی بنگال ۳۳
- (ہ) کلمات دعا از پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یو پی) ۳۴
- (و) پیش لفظ از مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، ممبئی، انڈیا ۳۵
- (ذ) ابتدائیہ از مولانا انیس الرحمن قاسمی، ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۳۷

### دوران نماز اذکار و دعا (۳۹-۶۰)

- (۱) فرض نیت سے پہلے ”اِنِّی وَجَّهْتُ“ پڑھنا کیسا ہے ۳۹
- (۲) نماز شروع کرنے سے پہلے ”اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَی، الخ“ پڑھنا ۳۹
- (۳) ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿اِنِّی وَجَّهْتُ﴾ پڑھنا ۴۰
- (۴) نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ”وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“ پڑھنا ۴۰
- (۵) نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا ۴۱
- (۶) ثنا سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ ۴۲
- (۷) بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں ۴۳
- (۸) نماز میں غیر ماثور دعائیں ۴۴
- (۹) قومہ اور سجدہ کے اذکار مسنونہ ۴۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰)	قومہ و جلسہ میں دعاء ماثور	۴۶
(۱۱)	قومہ و جلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا	۴۶
(۱۲)	قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم	۴۹
(۱۳)	دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم	۵۰
(۱۴)	دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل	۵۱
(۱۵)	دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق	۵۳
(۱۶)	قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں	۵۵
(۱۷)	سجدہ نماز میں دعا	۵۶
(۱۸)	سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا	۵۸
(۱۹)	سجدہ میں دعا کی ہیئت	۵۹
(۲۰)	حالت نماز میں درود کے اندر ”ذریات و أزواج“ کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے	۶۰
(۲۱)	قعدہ نماز میں مختلف دعا	۶۰
سلام کے بعد اذکار و دعا (۶۱-۲۳۶)		
(۲۲)	نماز کے بعد ”استغفر اللہ“ پڑھنا	۶۱
(۲۳)	نماز کے بعد ”یا قوی“ ”یا نور“ پڑھنا	۶۲
(۲۴)	بعد نماز ”یا رسول اللہ“ کہنا	۶۲
(۲۵)	فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں	۶۳
(۲۶)	فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ”بسم اللہ الذی لا الہ الا ہو الرحمن، الخ“ پڑھنا	۶۴
(۲۷)	سلام کے بعد انگلیاں آنکھوں پر پھیرنا	۶۵
(۲۸)	سلام کے بعد دعا کے لیے بیٹھنے کی مقدار	۶۵
(۲۹)	نماز کے بعد ”اللہم أنت السلام“ میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا	۶۶
(۳۰)	فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ”اللہم أنت السلام“ کی مقدار کا حکم	۶۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۱)	نمازوں کے بعد ”سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إله إلا اللہ“ پڑھنا	۶۷
(۳۲)	بعد نماز ”لا إله إلا اللہ“ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے	۶۸
(۳۳)	ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا	۶۸
(۳۴)	فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا	۶۹
(۳۵)	نماز کے بعد لا إله إلا اللہ پڑھنا	۶۹
(۳۶)	ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام	۷۰
(۳۷)	نمازوں کے بعد اذکار وغیرہ کا حکم	۷۱
(۳۸)	نمازوں کے بعد کے اذکار	۷۲
(۳۹)	فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا	۷۴
(۴۰)	ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا	۷۵
(۴۱)	نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد	۷۷
(۴۲)	تسبیحات فاطمی کی فضیلت	۷۸
(۴۳)	تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا	۷۸
(۴۴)	نمازوں کے بعد تسبیح	۷۹
(۴۵)	کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں	۸۰
(۴۶)	فرائض و سنن کے درمیان وظیفہ	۸۱
(۴۷)	تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد	۸۲
(۴۸)	بعد فجر و عصر تسبیحات و دعائیں ترتیب	۸۳
(۴۹)	نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا	۸۳
(۵۰)	تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے	۸۴
(۵۱)	نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے	۸۴
(۵۲)	بچ وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا	۸۵
(۵۳)	فرض کے بعد آیۃ الکرسی	۸۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۴)	نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت	۸۶
(۵۵)	عصر کے بعد ذکر و دعا کا اہتمام	۸۷
(۵۶)	بعد فرائض کے اوراد و وظائف	۸۸
(۵۷)	نمازوں کے بعد طویل دعائیں	۸۸
(۵۸)	فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے	۸۹
(۵۹)	جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے	۹۰
(۶۰)	فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے یا نہیں	۹۰
(۶۱)	نماز کے بعد دعا کا ثبوت	۹۱
(۶۲)	فرض نمازوں کے بعد دعا	۱۰۰
(۶۳)	فرض نماز کے بعد دعا اور آمین	۱۰۱
(۶۴)	بعد نماز پجگا نہ دعا سنت ہے	۱۰۲
(۶۵)	ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا	۱۰۳
(۶۶)	ہر نماز کے بعد دعا	۱۰۴
(۶۷)	ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام	۱۰۵
(۶۸)	نماز کے بعد دعائیں	۱۰۵
(۶۹)	زبدۃ الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوات؛ فرائض کے بعد دعا	۱۰۷
(۷۰)	کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے، یا وقفہ کے ساتھ	۱۱۴
(۷۱)	دعا نماز کے بعد، یا خطبہ کے بعد	۱۱۵
(۷۲)	وتر کے بعد دعا	۱۱۵
(۷۳)	وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم	۱۱۶
(۷۴)	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز	۱۱۶
(۷۵)	پجگا نہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام	۱۱۹
(۷۶)	نماز کے بعد دعائے ثانیہ	۱۲۲



نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۷۷)	دعائے ثانیہ و ثالثہ	۱۲۴
(۷۸)	فرض نمازوں کے بعد سنن و نوافل سے فارغ ہو کر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی)	۱۲۵
(۷۹)	ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے	۱۳۶
(۸۰)	دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے	۱۳۷
(۸۱)	فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم	۱۴۲
(۸۲)	نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید	۱۴۲
(۸۳)	سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے	۱۵۳
(۸۴)	مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جاسکتا ہے	۱۵۳
(۸۹)	فجر اور عصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا	۱۵۴
(۹۰)	فجر و عصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا	۱۵۵
(۹۱)	دعا میں امام کی اقتدا کا حکم	۱۵۵
(۹۲)	دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط و تفریط سے بیزار ہیں	۱۵۶
(۹۳)	فرض و سنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے	۱۵۷
(۹۴)	علماء احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتر لی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں	۱۵۸
(۹۵)	دعا بعد السنن اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے	۱۵۹
(۹۶)	سننوں کے بعد اجتماعی دعا	۱۵۹
(۹۷)	سننوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے	۱۶۰
(۹۸)	ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں	۱۶۱
(۹۹)	دعاء مروج کا تجزیہ	۱۶۲
(۱۰۰)	اجتماعی دعا کے آداب	۱۶۳
(۱۰۱)	نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا	۱۶۴
(۱۰۲)	فجر اور عصر بعد ”اللھم أنت السلام“ پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے	۱۶۵
(۱۰۳)	دعا کا ایک مخصوص طریقہ	۱۶۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰۴)	”اللھم أنت السلام“ کے وقت ہاتھ اٹھانا	۱۶۷
(۱۰۵)	امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا	۱۶۷
(۱۰۶)	دعا کس طرح کی جائے، بلند آواز سے یا آہستہ	۱۶۸
(۱۰۷)	دعا زور سے مانگنا	۱۶۸
(۱۰۸)	نماز کے بعد جہر دعا	۱۶۹
(۱۰۹)	نماز کے بعد ذکر جہری	۱۷۱
(۱۱۰)	ہر نماز کے بعد دعا جہری کا التزام	۱۷۲
(۱۱۱)	امام بآواز بلند دعا مانگ سکتا ہے	۱۷۲
(۱۱۲)	بآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم	۱۷۳
(۱۱۳)	امام کی دعا پر ”آمین“ کہے یا اپنی دعا مانگے	۱۷۳
(۱۱۴)	دعا ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم	۱۷۴
(۱۱۵)	امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے	۱۷۴
(۱۱۶)	نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر با جہر کرنا	۱۷۵
(۱۱۷)	کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تبلیغی نصاب پڑھنا	۱۷۶
(۱۱۸)	نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا	۱۷۶
(۱۱۹)	دعا کی ابتدا و انتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے	۱۷۷
(۱۲۰)	نماز کے بعد دعا ”الحمد“ سے شروع کرنا	۱۷۷
(۱۲۱)	فجر کی دعا میں ”الفتاحہ“ پڑھنا	۱۷۸
(۱۲۲)	دعا میں ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ“ پڑھنے کا التزام	۱۷۸
(۱۲۳)	”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ پڑھ کر دعا ختم کرنا	۱۷۹
(۱۲۴)	دعا کی قبولیت کے لیے اوّل و آخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے	۱۸۳
(۱۲۵)	دعا کے قبول ہونے کا مطلب	۱۸۴
(۱۲۶)	تعریف و توصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں	۱۸۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۲۷)	بعد فراغ دعا میں آمین وغیرہ کا حکم	۱۸۶
(۱۲۸)	فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہیے	۱۸۶
(۱۲۹)	دعا کا مسنون طریقہ	۱۸۷
(۱۳۰)	دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے	۱۸۷
(۱۳۱)	دعا کے آداب	۱۸۸
(۱۳۲)	دعا کس نیت سے مانگی جائے	۱۸۸
(۱۳۳)	نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا	۱۸۹
(۱۳۴)	مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت ”اللھم آمین“ کہنے کا پابند بنانا	۱۹۰
(۱۳۵)	مؤذن کا دعا کے شروع میں ”اللھم آمین“ اور آخر میں ”برحمتک“ الخ کہنا	۱۹۰
(۱۳۶)	دعاے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ	۱۹۰
(۱۳۷)	دعا ماثورہ میں اضافہ	۱۹۱
(۱۳۸)	مذکورہ فتوے پر اشکال اور اس کا جواب	۱۹۱
(۱۳۹)	نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں	۱۹۲
(۱۴۰)	نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا	۱۹۳
(۱۴۱)	مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی و اخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم	۱۹۳
(۱۴۲)	کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے	۱۹۶
(۱۴۳)	دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا	۱۹۶
(۱۴۴)	دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں	۱۹۷
(۱۴۵)	دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے	۱۹۸
(۱۴۶)	وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل	۱۹۸
(۱۴۷)	دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے	۱۹۸
(۱۴۸)	سوال مثل بالا	۱۹۹
(۱۴۹)	دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے	۲۰۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۵۰)	دعا کے لیے لائٹ بند کرنا	۲۰۵
(۱۵۱)	اعمال کے وسیلہ سے دعا	۲۰۵
(۱۵۲)	ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا	۲۰۶
(۱۵۳)	درازی عمر کی دعا	۲۰۶
(۱۵۴)	تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا	۲۰۷
(۱۵۵)	نا جائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے	۲۰۸
(۱۵۶)	نماز بجا گانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ	۲۰۹
(۱۵۷)	دعائے سریانی	۲۰۹
(۱۵۸)	”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی دعا کا اثر	۲۰۹
(۱۵۹)	انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر	۲۱۱
(۱۶۰)	دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا	۲۱۱
(۱۶۱)	رسالة استحباب الدعوات عقب الصلوات	۲۱۲
(۱۶۲)	رسالة غنية الطالب في الدعاء بعد المكتوبات والرواتب	۲۲۶
<b>امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت (۲۳۷-۲۶۴)</b>		
(۱۶۳)	امامت کی فضیلت کا ثبوت	۲۳۷
(۱۶۴)	امام کا مرتبہ	۲۳۸
(۱۶۵)	نفل حج کرنا افضل ہے یا امامت	۲۳۹
(۱۶۶)	کیا امام، امامت سے استاذ بن جاتا ہے	۲۳۹
(۱۶۷)	نماز اور شرائط امامت سے متعلق مختلف سوالات	۲۴۰
(۱۶۸)	اہلیت امامت کی شرطیں	۲۴۱
(۱۶۹)	جوارکان اسلام نہیں جانتا وہ لائق امامت ہے یا نہیں	۲۴۱
(۱۷۰)	امام بننے کے لیے کیا شرائط ہیں	۲۴۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۷۱)	امامت کی شرائط	۲۴۲
(۱۷۲)	امامت کے لیے سند کی ضرورت ہے	۲۴۲
(۱۷۳)	امام کس کو بنایا جائے	۲۴۳
(۱۷۴)	مسجد میں امامت کا حق کس کو ہے	۲۴۴
(۱۷۵)	امام راتب الحق بالا امامت ہے	۲۴۴
(۱۷۶)	امامت کا مستحق کون	۲۴۴
(۱۷۷)	مقتدی کے ناپسند کرنے کے باوجود جبراً امامت کا حکم	۲۴۵
(۱۷۸)	امامت میں ترجیح	۲۴۵
(۱۷۹)	افضل کو امام بنایا جائے	۲۴۶
(۱۸۰)	زیادہ علم والے اور کم علم والے میں سے افضل کون ہے	۲۴۶
(۱۸۱)	جس کا علم زیادہ ہو، اسے امام بنانا افضل ہے	۲۴۷
(۱۸۲)	نمازیوں میں جس کی قرأت بہتر ہو، اس کو امام بنانا اولیٰ ہے	۲۴۷
(۱۸۳)	جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے	۲۴۸
(۱۸۴)	چند امام کی صورت میں زیادہ حق دار کون ہے	۲۴۸
(۱۸۵)	امامت کا حق کس شخص کو ہے	۲۴۹
(۱۸۶)	احق بالا امامت کو مقدم کرنا سنت مؤکدہ ہے، یا مستحب اور غیر احق کو مقدم کرنے کا حکم	۲۵۰
(۱۸۷)	جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت	۲۵۳
(۱۸۸)	قاری خوش آواز کی امامت	۲۵۳
(۱۸۹)	اگر امام قرأت بہتر نہ کر سکے تو قاری کا انتظار مناسب ہے	۲۵۴
(۱۹۰)	استاذ کی موجودگی میں امامت	۲۵۴
(۱۹۱)	کم علم امام بڑے عالم کے باوجود امامت کرے گا	۲۵۵
(۱۹۲)	عالم اور معمولی خواندہ میں سے کس کو امام بنانا افضل ہے	۲۵۶
(۱۹۳)	مفت یا مشاہرہ لے کر نماز پڑھانے والوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے	۲۵۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۹۴)	تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں	۲۵۶
(۱۹۵)	مقررہ امام اور عالم مقتدی میں کون مستحق امامت ہے	۲۵۶
(۱۹۶)	جو پرہیزگار نہ امامت کرے، نہ اقتدا کرے وہ گناہگار ہے	۲۵۷
(۱۹۷)	نواد عالم کی امامت اور دواہرے فرش پر نماز کا حکم	۲۵۸
(۱۹۸)	جماعت میں عالم کی موجودگی کے باوجود متولی کی امامت	۲۵۹
(۱۹۹)	مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی	۲۵۹
(۲۰۰)	عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامۃ کون ہے	۲۶۰
(۲۰۱)	متقی جس کی قرأت صحیح نہیں اور غیر متقی جس کی قرأت صحیح ہے؛ ان میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہے	۲۶۰
(۲۰۲)	زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے	۲۶۱
(۲۰۳)	پابند اور غیر پابند شریعت میں سے کس کی امامت افضل ہے	۲۶۲
(۲۰۴)	امامت کے لیے بہتر کون شخص ہے	۲۶۲
(۲۰۵)	پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے	۲۶۲
(۲۰۶)	مسائل سے ناواقف اور غیر حاضر رہنے والے کی امامت	۲۶۳
(۲۰۷)	ریش دراز اور خشکی داڑھی والے میں سے امامت کیلئے کون بہتر ہے	۲۶۳
(۲۰۸)	ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور دوسرے نے حدث کا تو ان میں کس کی امامت افضل ہے	۲۶۴
<b>حافظ اور غیر حافظ کی امامت (۲۶۵-۲۷۶)</b>		
(۲۰۹)	مولوی احق بالامامت ہے یا حافظ قرآن	۲۶۵
(۲۱۰)	حافظ قرآن اور عالم دین میں امامت کس کی زیادہ بہتر	۲۶۶
(۲۱۱)	نیک صالح حافظ قرآن امامت کا زیادہ حقدار ہے	۲۶۶
(۲۱۲)	حافظ دیندار اور نیم ملا فاسق میں سے احق بالامامۃ کون ہے	۲۶۷
(۲۱۳)	حافظ مسائل نماز سے ناواقف اور ناظرہ خواں واقف مسائل میں سے لائق امامت کون ہے	۲۶۷
(۲۱۴)	جو مسائل سے ناواقف ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں	۲۶۷
(۲۱۵)	مسائل سے ناواقف غیر دیندار کی امامت کیسی ہے	۲۶۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۱۶)	مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم	۲۶۹
(۲۱۷)	امام کو قرآن کم یاد ہو	۲۶۹
(۲۱۸)	نماز کے مسائل سے ناواقف حافظ کی امامت کا شرعی حکم	۲۷۰
(۲۱۹)	حافظ وقاری میں سے امامت کیلئے قاری کو ترجیح دیجائے	۲۷۰
(۲۲۰)	صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدا	۲۷۱
(۲۲۱)	مشکوٰۃ کے طالب علم کے ہوتے ہوئے ایک حافظ غیر نمازی کا امامت کرنا	۲۷۱
(۲۲۲)	ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز	۲۷۲
(۲۲۳)	مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کئے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم	۲۷۲
(۲۲۴)	تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے	۲۷۳
(۲۲۵)	تراویح میں قرآن سننے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ عوامی چندہ کر کے ہو	۲۷۴
(۲۲۶)	تنخواہ دار کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں	۲۷۴
(۲۲۷)	علم تجوید سے ناواقف حافظ کو امام مقرر کرنے کا حکم	۲۷۵
(۲۲۸)	حافظ قرآن ناظرہ خواں امام سے افضل ہے	۲۷۵
(۲۲۹)	ناظرہ خواں یا ناخواندہ کی حافظ قرآن کا امامت کرنا	۲۷۶
مؤذن کی امامت (۲۷۷-۲۷۸)		
(۲۳۰)	اذان اور تکبیر کہنے والے کی امامت درست ہے	۲۷۷
(۲۳۱)	مؤذن کی امامت	۲۷۷
(۲۳۲)	اذان و امامت ایک شخص انجام دے سکتا ہے	۲۷۷
(۲۳۳)	شخص واحد کا اذان و امامت انجام دینا کیسا ہے	۲۷۸
(۲۳۴)	خادم مسجد اور مؤذن کی امامت	۲۷۸

### امام کے انتخاب کا حق (۲۷۹-۳۸۶)

(۲۳۵)	امام کے انتخاب کا حق	۲۷۹
-------	----------------------	-----

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۳۶)	مسجد کمیٹی کو امامت کے انتخاب کا حق	۲۷۹
(۲۳۷)	امام کا انتخاب نمازیوں کے ذریعہ	۲۸۰
(۲۳۸)	قوم کی مرضی کے خلاف امام بنانا	۲۸۰
(۲۳۹)	امام کی تعیین کا مسئلہ	۲۸۱
(۲۴۰)	کیا نائب امام ضروری ہے	۲۸۱
(۲۴۱)	زبردستی امام نہیں بننا چاہیے	۲۸۲
(۲۴۲)	جو متعین امام کو زبردستی ہٹا دے اور خود دعویٰ امامت کرے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں	۲۸۲
(۲۴۳)	باقاعدہ امام مقرر نہ ہونے والی مسجد میں استحقاق نہ رکھنے والے کو امام مقرر کرنے کی باز پرس کس سے ہوگی	۲۸۳
(۲۴۴)	اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو امام بنانا	۲۸۳
(۲۴۵)	جس کا استحقاق نہ ہو امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے امام، منتظمین یا مقتدی	۲۸۴
(۲۴۶)	امام کے علاوہ دوسرا شخص امامت کرے	۲۸۴
(۲۴۷)	متولی کی اجازت سے امامت کی جائے	۲۸۵
(۲۴۸)	اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لیے آگے بڑھتا ہے، اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھیں، یا نہیں	۲۸۵
<b>قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت (۲۸۷-۲۹۲)</b>		
(۲۴۹)	قاضی نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں	۲۸۷
(۲۵۰)	قاضی نکاح کو امامت کا کوئی شرعی استحقاق نہیں	۲۸۷
(۲۵۱)	پہلی سند قضا اس وقت کارآمد نہیں ہے	۲۸۸
(۲۵۲)	شیخ اور سید کی موجودگی میں دوسرا امام بن سکتا ہے، یا نہیں اور تاجر کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۲۸۸
(۲۵۳)	یہ غلط ہے کہ سادات ہی مستحق امامت ہیں	۲۸۸
(۲۵۴)	فقیر و سید میں سے احق بالا امامت کون ہے	۲۸۹
(۲۵۵)	جولہ ہے کاسید کی امامت کرنا	۲۸۹
(۲۵۶)	سید اگر وعدہ خلافی کرے تو اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۲۸۹



نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

(۲۵۷) حق نکاح خوانی اور امامت عیدین ۲۹۰

(۲۵۸) عید گاہ کی امامت ۲۹۲

### امامت میں وراثت (۲۹۳-۳۰۰)

(۲۵۹) امامت میں وراثت نہیں ۲۹۳

(۲۶۰) امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں ۲۹۴

(۲۶۱) منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم ۲۹۵

(۲۶۲) امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے، یا جس کو لوگوں نے مقرر کر دیا ۲۹۵

(۲۶۳) کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے ۲۹۶

(۲۶۴) کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے ۲۹۷

(۲۶۵) کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں ۲۹۸

(۲۶۶) حق امامت کسے حاصل ہے ۲۹۹

(۲۶۷) امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار ۳۰۰

### امامت میں اختلاف (۳۰۱-۳۰۶)

(۲۶۸) حکم نزاع در امامت ۳۰۱

(۲۶۹) امامت میں اختلاف ہو تو ترجیح کس کو دی جائے ۳۰۲

(۲۷۰) مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے ۳۰۲

(۲۷۱) متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم ۳۰۳

### امام کے لباس (۳۰۷-۳۲۸)

(۲۷۲) کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں ۳۰۷

(۲۷۳) پیٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا ۳۰۷

(۲۷۴) تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا ۳۰۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۷۵)	شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم	۳۰۸
(۲۷۶)	پتلون والے کی امامت	۳۱۰
(۲۷۷)	شلوار قمیص پہن کر امامت	۳۱۱
(۲۷۸)	کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا	۳۱۱
(۲۷۹)	چھ گرہ چوڑا پاجامہ پہننے والے کی امامت	۳۱۳
(۲۸۰)	دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے	۳۱۳
(۲۸۱)	صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں	۳۱۴
(۲۸۲)	چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم	۳۱۴
(۲۸۳)	سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتدا کا حکم	۳۱۴
(۲۸۴)	امامت کے لیے عمامہ باندھنا	۳۱۵
(۲۸۵)	عمامہ کے رہتے ہوئے بغیر عمامہ امامت کرنا کیسا ہے	۳۱۶
(۲۸۶)	عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا	۳۱۶
(۲۸۷)	بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے امامت کرنا	۳۱۷
(۲۸۸)	بلا عمامہ امامت کا حکم	۳۱۷
(۲۸۹)	بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی و فتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ	۳۱۸
(۲۹۰)	بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز	۳۱۸
(۲۹۱)	بلا عمامہ امامت کرنا	۳۱۸
(۲۹۲)	حکم نماز امام بلا عمامہ	۳۱۹
(۲۹۳)	ٹوپی سے امامت اور اس میں بحث	۳۲۰
(۲۹۴)	عمامہ کی مقدار	۳۲۰
(۲۹۵)	بلا ٹوپی و عمامہ امامت	۳۲۲
(۲۹۶)	ٹوپی اور عمامہ سے نماز	۳۲۲
(۲۹۷)	رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں	۳۲۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۹۸)	امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں	۳۲۷
(۲۹۹)	امامت بغیر عمامہ	۳۲۷
(۳۰۰)	عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں	۳۲۸
(۳۰۱)	سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں	۳۲۸
<b>فاسق کی امامت (۳۳۵-۳۵۴)</b>		
(۳۰۲)	فاسق و فاجر کی تعریف اور اس کی امامت	۳۳۵
(۳۰۳)	فاسق کی تعریف اور اس کی امامت کا حکم	۳۳۶
(۳۰۴)	فاسق کی امامت	۳۳۷
(۳۰۵)	فاسق کی امامت اور دیوث کی تعریف	۳۳۷
(۳۰۶)	امام کی نماز کی کراہت سے مقتدی کی نماز کی کراہت	۳۳۹
(۳۰۷)	فاسق کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے	۳۳۹
(۳۰۸)	اقتداء فاسق مکروہ تحریمی یا تنزیہی	۳۴۰
(۳۰۹)	فاسق امام اور اس کے حمایتی متولی کا حکم	۳۴۲
(۳۱۰)	فاسق معلن کی امامت کا حکم	۳۴۲
(۳۱۱)	ظلم و فسق کا مرتکب لائق امامت نہیں ہے	۳۴۳
(۳۱۲)	ظالم کی امامت	۳۴۴
(۳۱۳)	جس کے فسق کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے	۳۴۴
(۳۱۴)	امام کے فاسق ہونے کی صورت میں جماعت علاحدہ کی جائے، یا نہیں	۳۴۵
(۳۱۵)	فاسق پیر کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۳۴۵
(۳۱۶)	حافظ فاسق کی امامت	۳۴۶
(۳۱۷)	مرتکب کبائر کی امامت	۳۴۷
(۳۱۸)	مرتکب کبائر شخص کی امامت	۳۴۹
(۳۱۹)	معاصی متعدده کے مرتکب کی امامت	۳۵۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۲۰)	مرتبہ مکروہ کی امامت	۳۵۴
(۳۲۱)	ہندو تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت	۳۵۴
	جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے (۳۵۵-۳۶۶)	
(۳۲۲)	طوائف کی دعوت کھانے والے کو امام بنانا درست ہے یا نہیں	۳۵۵
(۳۲۳)	جس کی لڑکی طوائف کا پیشہ کرتی ہو، اس کی امامت کیسی ہے	۳۵۵
(۳۲۴)	امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا	۳۵۵
(۳۲۵)	امام کو سو دھکھانا اور اس کے پیچھے نماز	۳۵۶
(۳۲۶)	کوئی دن متعین کر کے موت کا دعویٰ کرنے والے کی امامت	۳۵۷
(۳۲۷)	جو امام جذامی کی گڑی ہوئی لاش کو نکال کر جلانے کا حکم دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۳۵۷
(۳۲۸)	جو امام حق کی تبلیغ سے روکے اس کو امام بنانا کیسا ہے	۳۵۸
(۳۲۹)	جو نو مسلم کو عید کی نماز میں شریک نہ ہونے دے وہ کیسا ہے اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۳۵۹
(۳۳۰)	قرآن یاد کر کے بھولنے والے اور جماعت کے تارک کی امامت کیسی ہے	۳۶۰
(۳۳۱)	دھوکہ دینے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں	۳۶۱
(۳۳۲)	بیوہ کے نکاح میں خلل ڈالنے والے کی امامت	۳۶۲
(۳۳۳)	فاسق امام کے پیچھے نماز کے جواز اور حالت اضطرار میں مکروہ نہ ہونے کا حکم	۳۶۲
(۳۳۴)	فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم	۳۶۳
(۳۳۵)	فاسق امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کی تحقیق	۳۶۳
(۳۳۶)	بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے	۳۶۴
(۳۳۷)	توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں	۳۶۵
(۳۳۸)	بلاشبہ شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا حکم نہیں دیا جاسکتا	۳۶۶
	انتہا پسند، کمیونسٹ و انگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت (۳۶۷-۳۷۲)	
(۳۳۹)	انتہا پسند سیاسی جماعت سے جڑے امام کے پیچھے نماز	۳۶۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۶۷	(۳۴۰) آنریری مجسٹریٹ کی امامت	
۳۶۹	(۳۴۱) انگریز کے مخالف کو کافر سمجھنے والے کی امامت	
۳۶۹	(۳۴۲) انگریزوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے والے کی امامت	
۳۷۰	(۳۴۳) انگریزوں کے خانساموں کی نماز اور امامت درست ہے یا نہیں	
۳۷۰	(۳۴۴) کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت	
۳۷۱	(۳۴۵) ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں	
۳۷۲	(۳۴۶) امن سبھا کے ممبر کی امامت	

### شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت (۳۷۳-۳۸۲)

۳۷۳	(۳۴۷) غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتدار کا حکم	
۳۷۳	(۳۴۸) شریعت کو حکم نہ تسلیم کرنے والے کی امامت	
۳۷۴	(۳۴۹) شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والے کی امامت و تولیت	
۳۷۵	(۳۵۰) جرگے کا فیصلہ مقدم ہے یا باجماعت نماز	
۳۷۶	(۳۵۱) فتویٰ کی خلاف ورزی کرنے والے کی امامت	
۳۷۶	(۳۵۲) مسئلوں کا جو انکار کرے، اس کی امامت	
۳۷۷	(۳۵۳) شرعی مسئلہ کو نہ ماننے والے کی امامت کا حکم	
۳۷۸	(۳۵۴) غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت	
۳۷۸	(۳۵۵) احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم	
۳۷۹	(۳۵۶) فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت	
۳۸۱	(۳۵۷) لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت	
۳۸۱	(۳۵۸) مسئلہ تنبیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے	

### جاہلانہ اور غلط رسم و رواج کرنے والے کی امامت (۳۸۳-۳۸۶)

۳۸۳	(۳۵۹) بارات میں باجہ لے جانے والے کی امامت	
-----	--	--

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۶۰)	اولاد کی شادی میں ڈھول بجوانے والے کی امامت	۳۸۳
(۳۶۱)	غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنے والے کی امامت	۳۸۴
(۳۶۲)	وہمی کا امام بنانا کیسا ہے	۳۸۵
(۳۶۳)	قومیت بدلنے و دیگر گناہ کرنے والے کی امامت	۳۸۵
(۳۶۴)	سہرا باندھنے والے کی امامت	۳۸۵
(۳۶۵)	جن کے گھر غلط رسمیں کی جاتی ہوں اور وہ منع نہ کریں ان کی امامت	۳۸۵
(۳۶۶)	شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے	۳۸۶

### بدگوئی امامت (۳۸۷-۴۰۸)

(۳۶۷)	کلمات بد بولنے والے کا امام ہونا کیسا ہے	۳۸۷
(۳۶۸)	امام اعظم کو برا بھلا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم	۳۸۷
(۳۶۹)	صاحب ہدایہ کو مشرک کہنے والے کی امامت	۳۸۹
(۳۷۰)	عالمگیری کو گرنٹھ کہنے والے کی امامت	۳۸۹
(۳۷۱)	امام کو برا بھلا کہنے والے کا حکم	۳۹۰
(۳۷۲)	جو امام جاہلانہ جواب دے، اس کی امامت کیسی ہے	۳۹۰
(۳۷۳)	اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے تو اس کی امامت کیسی ہے	۳۹۱
(۳۷۴)	گالی دینے والے کو امام بنانے کا حکم	۳۹۱
(۳۷۵)	گالی جتنے والے کی امامت	۳۹۲
(۳۷۶)	گالی کے عادی کی امامت	۳۹۲
(۳۷۷)	کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت	۳۹۳
(۳۷۸)	مسجد میں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت	۳۹۳
(۳۷۹)	فحش گو اور نقال کی امامت درست ہے یا نہیں	۳۹۴
(۳۸۰)	فحش بولنے والے کی امامت	۳۹۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۸۱)	امام کا مقتدی کو کتنا کہنا	۳۹۶
(۳۸۲)	ناواقف شخص کا وعظ کہنا اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنے والے کی امامت	۳۹۷
(۳۸۳)	جو شخص امام سے عقیدت نہ رکھے اور وقت آنے پر امام سے جھگڑا کرے، باوجود اس کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اس کی نماز ہوگی یا نہیں	۳۹۷
(۳۸۴)	امام کی دودھ سے تواضع کرنا اور مقتدی کا امام کو مارنے دوڑنا کیسا ہے	۳۹۷
(۳۸۵)	نماز قضا ہو جانے پر امام کا یہ جواب کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی تھی“	۳۹۸
(۳۸۶)	امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت	۳۹۹
(۳۸۷)	”میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا“ کہنے والے کی امامت کا حکم	۳۹۹
(۳۸۸)	یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں	۴۰۰
(۳۸۹)	غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ”میں توحید بیان نہیں کروں گا“	۴۰۱
(۳۹۰)	”جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو“ کہنے والے کی امامت	۴۰۱
(۳۹۱)	”اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے“ کہنے والے کی امامت	۴۰۲
(۳۹۲)	بڑوں کی توہین کرنے والے کی امامت	۴۰۳
(۳۹۳)	مسجد کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں	۴۰۳
(۳۹۴)	عالم امام کا حکم، جو دوسرے عالم کی توہین کرے	۴۰۴
(۳۹۵)	جو امام مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کیسی ہے	۴۰۴
(۳۹۶)	جو مقتدی کو منافق بتائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۰۵
(۳۹۷)	گنہگار کی امامت بعد تو بہ کیسی ہے	۴۰۶
(۳۸۹)	گناہ سے تو بہ کے بعد امامت کا حکم	۴۰۶
(۳۹۰)	رقص و سرور سے تو بہ کرنے والے کی امامت درست ہے	۴۰۶
(۳۹۱)	امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز	۴۰۷
(۳۹۱)	امام کی برائی کرنے والے کا اسی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا	۴۰۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

### فتنہ پرداز کی امامت (۴۰۹-۴۱۴)

- ۴۰۹ (۳۹۲) فتنہ پرداز کی امامت جائز ہے، یا نہیں
- ۴۰۹ (۳۹۳) فسادِ شخض کی امامت
- ۴۱۰ (۳۹۴) فراڈی شخض کی امامت
- ۴۱۱ (۳۹۵) مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت
- ۴۱۲ (۳۹۶) جھگڑالو اور فساد کی امامت
- ۴۱۲ (۳۹۷) جس کی وجہ سے گروہ بندی ہو، اس کی امامت
- ۴۱۳ (۳۹۸) خلافت کے مخالف کی امامت
- ۴۱۳ (۳۹۹) غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم

### نس بندی کرانے والے کی امامت (۴۱۵-۴۲۰)

- ۴۱۵ (۴۰۰) نس بندی کرنے والے کی امامت
- ۴۱۵ (۴۰۱) نس بندی کرانے والے کی امامت
- ۴۱۶ (۴۰۲) نس بندی کرائے ہوئے شخص کی امامت
- ۴۱۶ (۴۰۳) کثرتِ اولاد کے خطرے سے نس بندی کرنا شرعاً درست نہیں
- ۴۱۷ (۴۰۴) بیوی کا آپریشن کرانے والے کی امامت
- ۴۱۸ (۴۰۵) فیملی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت
- ۴۱۹ (۴۰۶) حمل ساقط کرانے والے کی امامت

### عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت (۴۲۱-۴۳۴)

- ۴۲۱ (۴۰۷) تارکِ صلوٰۃ کو امام و پیشوا بنانا
- ۴۲۲ (۴۰۸) نماز چھوڑنے والے کی امامت
- ۴۲۲ (۴۰۹) مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں
- ۴۲۲ (۴۱۰) تارکِ نماز فجر کی امامت



نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۱۱)	نماز میں کوتاہی کرنے والے کی امامت	۴۲۳
(۴۱۲)	پابند نماز شخص کے غیر پابند نماز کی اقتدا کا حکم	۴۲۴
(۴۱۳)	نماز چھوڑنے والے اور اس کی امامت کا حکم	۴۲۴
(۴۱۴)	کاروبار کی وجہ سے تارک جماعت کی امامت	۴۲۵
(۴۱۵)	جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اس کو امام مقرر کرنا	۴۲۶
(۴۱۶)	باری باری نماز پڑھانے والے امام جو درمیان کی نماز نہ پڑھیں	۴۲۷
(۴۱۷)	مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت	۴۲۷
(۴۱۸)	جو امام سنت نہ پڑھے اس کی امامت	۴۲۸
(۴۱۹)	تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت	۴۲۹
(۴۲۰)	کیا غیر روزہ دار، روزہ دار کی امامت کر سکتا ہے	۴۳۰
(۴۲۱)	جو صوم و صلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور ظلم کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۳۰
(۴۲۲)	جس پر حج فرض ہو اور نہ ادا کرے، اس کی امامت	۴۳۱
(۴۲۳)	جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں، یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت	۴۳۲
(۴۲۴)	وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت	۴۳۳
(۴۲۵)	فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت	۴۳۴

### مہتمم کی امامت (۴۳۵-۴۷۳)

(۴۲۷)	زنا کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ ہے	۴۳۵
(۴۲۸)	زانی امام کی اقتدا	۴۳۵
(۴۲۹)	زانی کی امامت	۴۳۶
(۴۳۰)	اس شخص کی امامت کا حکم جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے	۴۳۷
(۴۳۱)	زانی کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۳۸
(۴۳۲)	زانی اور بیڑی پینے والے کی امامت	۴۳۸
(۴۳۳)	زنا کرنے والے کی امامت	۴۳۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۳۴)	زنا کا ردھو کہ باز کی امامت	۴۴۰
(۴۳۵)	زانی اور لوطی کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۴۰
(۴۳۶)	زانی کی امامت درست ہے یا نہیں	۴۴۱
(۴۳۷)	زانی توبہ کرنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۴۴۱
(۴۳۸)	اس زنا کار کی امامت جو توبہ کر چکا ہو	۴۴۱
(۴۳۹)	بدکار و فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے	۴۴۲
(۴۴۰)	اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کی امامت	۴۴۳
(۴۴۱)	اگر عورت کہے فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا، اس کی امامت	۴۴۴
(۴۴۲)	زانیہ کے شوہر کے پیچھے نماز کا حکم	۴۴۵
(۴۴۳)	متعہ کرنے والے کی امامت	۴۴۵
(۴۴۴)	بے نکاحی عورت رکھنے کی ترغیب اور اس کی امامت	۴۴۶
(۴۴۵)	غیر کی منکوحہ سے شادی کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۴۶
(۴۴۶)	شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق و نکاح کے، بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت	۴۴۶
(۴۴۷)	غیر کی منکوحہ سے جو نکاح کرے، اس کی امامت کیسی ہے	۴۴۷
(۴۴۸)	بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم	۴۴۸
(۴۴۹)	بے نکاحی عورت کو رکھنے والے کی امامت درست ہے	۴۴۹
(۴۵۰)	بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سنیما دیکھنے والے کی امامت	۴۴۹
(۴۵۱)	غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے شخص کی امامت	۴۵۰
(۴۵۲)	مطلقہ عورت کو رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۴۵۱
(۴۵۳)	جو مطلقہ مغلطہ عورت کو بلا حلالہ رکھے اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۵۲
(۴۵۴)	مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے رکھنے والے کی امامت	۴۵۲
(۴۵۵)	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ	۴۵۳
(۴۵۶)	اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے والے کی امامت	۴۵۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۵۷)	سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت	۴۵۶
(۴۵۸)	غیر محرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت	۴۵۷
(۴۵۹)	نوجوان بیوہ سے پاؤں دبوانے والے کی امامت	۴۵۹
(۴۶۰)	متہم کی امامت	۴۵۹
(۴۶۱)	جس کو متہم کیا جائے اس کی امامت	۴۶۰
(۴۶۲)	متہم فاسق کی امامت	۴۶۰
(۴۶۳)	جس پر عورت تہمت لگائے اس کی امامت	۴۶۱
(۴۶۴)	غلط تہمت جس پر لگائی جائے اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۶۱
(۴۶۵)	بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کے پیچھے نماز کا حکم	۴۶۱
(۴۶۶)	مشتبہ اور بدنام کو امام بنانا کیسا ہے	۴۶۲
(۴۶۷)	جس امام پر شبہ ہو کہ اس نے زنا کیا	۴۶۲
(۴۶۸)	بغیر ثبوت جس امام پر تہمت لگائی جائے اس کی امامت	۴۶۲
(۴۶۹)	جس پر زنا کی تہمت لگائی دی جائے مگر گواہ کوئی نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے	۴۶۳
(۴۷۰)	بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگانے والے کی امامت	۴۶۴
(۴۷۱)	لواطت کے مرتکب کی امامت کا حکم	۴۶۴
(۴۷۲)	جس سے اغلام کرے اس کی اقتدا درست ہے یا نہیں	۴۶۵
(۴۷۳)	بدکردار اور مفعول کی اقتدا کا حکم	۴۶۵
(۴۷۴)	لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت	۴۶۶
(۴۷۵)	جو امام لڑکے کا بوسہ لے اس کی امامت	۴۶۷
(۴۷۶)	کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت	۴۶۷
(۴۷۷)	اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت	۴۶۸
(۴۷۸)	اغلام بازی کرنے والے کی امامت	۴۷۰
(۴۷۹)	اغلام بازی کی امامت	۴۷۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۸۰)	اغلام باز کی بعد توبہ امامت	۴۷۲
(۴۸۱)	لواطت سے تائب کی اقتدا کا حکم	۴۷۲
(۴۸۲)	ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں	۴۷۳
	غلط نکاح خواہ کی امامت (۴۷۵-۴۸۶)	
(۴۸۳)	منکوحہ کے نکاح پڑھوانے والے کی اقتدا کا حکم	۴۷۵
(۴۸۴)	شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۷۶
(۴۸۵)	منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۷۶
(۴۸۶)	شوہر والی عورت کا جو دوسرے سے نکاح کر دے، اس کی امامت	۴۷۶
(۴۸۷)	غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۷۷
(۴۸۸)	غیر مطلقہ سے نکاح خواہ کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۴۷۷
(۴۸۹)	عورت کے حلیہ بیان پر نکاح پڑھا دینا جرم نہیں	۴۷۸
(۴۹۰)	صرف عورت کے کہنے پر جو نکاح پڑھا دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۷۹
(۴۹۱)	مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ نکاح کرنے والا اور شرح وقایہ اٹھا کر پھینک دینے والا اور اس کی امامت	۴۷۹
(۴۹۲)	حرام نکاح خواہ کی امامت	۴۸۰
(۴۹۳)	عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۸۰
(۴۹۴)	عدت پوری ہونے سے قبل نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۸۱
(۴۹۵)	خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۸۲
(۴۹۶)	سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۸۳
(۴۹۷)	زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت	۴۸۵
(۴۹۸)	اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرتا ہے	۴۸۵
(۴۹۹)	غلطی سے نکاح درج کر دینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم	۴۸۶
	داڑھی اور امامت (۴۸۷-۵۴۰)	
(۵۰۰)	داڑھی کی شرعی حیثیت	۴۸۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۰۱)	داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق چند مسائل	۴۸۹
(۵۰۲)	داڑھی منڈانے کو جائز سمجھنا	۴۹۷
(۵۰۳)	حدیث کے مقابلے میں ڈھٹائی کر کے داڑھی کتروانے والا امام سخت ترین مجرم ہے	۴۹۸
(۵۰۴)	داڑھی منڈایا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت	۴۹۹
(۵۰۵)	بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم	۵۰۰
(۵۰۶)	داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں	۵۰۱
(۵۰۷)	مخلوق المحیۃ کی امامت	۵۰۱
(۵۰۸)	داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں	۵۰۱
(۵۰۹)	جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے، اس کی امامت	۵۰۲
(۵۱۰)	تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت	۵۰۳
(۵۱۱)	بغیر داڑھی والے کی امامت	۵۰۴
(۵۱۲)	داڑھی منڈانے یا کٹوانے والے کی اقتدا کا حکم	۵۰۷
(۵۱۳)	داڑھی کٹانے والے کی امامت	۵۰۸
(۵۱۴)	داڑھی منڈے کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۵۰۹
(۵۱۵)	داڑھی کے خلاف قولاً و عملاً مظاہرہ کرنے والے کی امامت	۵۰۹
(۵۱۶)	داڑھی منڈے کی امامت	۵۱۰
(۵۱۷)	داڑھی منڈے کے پیچھے تراویح درست ہوگی یا نہیں	۵۱۰
(۵۱۸)	داڑھی منڈنے اور انگریزی بال والے کی امامت	۵۱۱
(۵۱۹)	ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت	۵۱۱
(۵۲۰)	داڑھی منڈے صاحب علم کے ہوتے ہوئے کم علم باریش کی امامت	۵۱۲
(۵۲۱)	جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے	۵۱۲
(۵۲۲)	بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم	۵۱۴
(۵۲۳)	امام و مقتدی سب داڑھی منڈے ہوں	۵۱۵
(۵۲۴)	بہ مجبوری بغیر داڑھی والے کے تجھے نماز اکیلے پڑھنے سے بہتر ہے	۵۱۶
(۵۲۵)	انگریزی بال اور چھوٹی داڑھی والے کی امامت	۵۱۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۲۶)	داڑھی کے بارے میں موؤ و دی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب	۵۱۷
(۵۲۷)	خشخی داڑھی والے کے پیچھے نماز	۵۲۴
(۵۲۸)	چھوٹی چھوٹی داڑھی کے ساتھ امامت	۵۲۴
(۵۲۹)	ایک مشیت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم	۵۲۵
(۵۳۰)	داڑھی کتروانے والے کی امامت	۵۲۶
(۵۳۱)	مذہب اربعہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کے کاٹنے والے پر فسق کا حکم	۵۲۷
(۵۳۲)	عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم	۵۳۰
(۵۳۳)	ایک مشیت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے	۵۳۱
(۵۳۴)	سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت	۵۳۲
(۵۳۵)	بغیر داڑھی والا قرآن پاک درست پڑھتا ہو اور داڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے	۵۳۲
(۵۳۶)	داڑھی کتروانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا	۵۳۳
(۵۳۷)	داڑھی کتروانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم	۵۳۴
(۵۳۸)	داڑھی کٹانے سے توبہ کر لے تو کب امام بنایا جائے	۵۳۵
(۵۳۹)	داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ	۵۳۵
(۵۴۰)	بڑی مونچھ والے کی امامت	۵۳۶
(۵۴۱)	جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز	۵۳۷
(۵۴۲)	جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں، اس کی امامت	۵۳۷
(۵۴۳)	داڑھی کے سفید بال اکھڑوانے والے کی اقتدا کا حکم	۵۳۸
(۵۴۴)	سر اور داڑھی کو خضاب لگانے والے کی امامت	۵۳۸
(۵۴۵)	سیاہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت	۵۳۹
(۵۴۶)	تعزیرہ دار اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت	۵۳۹
(۵۴۷)	مہندی کا خضاب لگانے والے اور تارک جماعت کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۵۴۰
(ح)	اردو کتب فتاویٰ	۵۴۱
(ط)	مصادر و مراجع	۵۴۳



# کلمۃ الشکر

الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم وبارك على رسوله محمد ، أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى اله وصحبه أجمعين ، وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين .  
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

یہ عاجز ۲۶ جولائی ۲۰۱۷ء سے ۲۸ اگست ۲۰۱۷ء تک کے لیے افریقہ کے سفر پر ہے، اسی دوران منظمۃ السلام العالمیہ کے اراکین کے ذریعہ سے یہ خبر موصول ہوئی کہ فتاویٰ علماء ہند کی نویں جلد تیار ہو گئی ہے۔ (الحمد للہ) یہ خبر باسعود و مسعود بندہ کے لیے نہایت گراں قدر اور قیمتی ہے۔ اس جلد میں نماز کے اندر اور باہر کی دعاؤں کے اور امامت کے مسائل مذکور ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ یہ محض اللہ ہی کا فضل و احسان ہے کہ اس نے اس نویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ جو بھی علمی فقہی کام ہو رہا ہے، یہ محض اللہ کے کرم اور اسی کے فضل و احسان سے ہو رہا ہے۔ یہ عاجز بندہ کبھی بھی اس کا اہل نہیں تھا، بس اسی کا احسان ہے کہ وہ نبھا رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ یہ عاجز دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ تمام بقیہ جلدوں کے جلد از جلد تکمیل تک پہنچنے کی سبیل پیدا کر دے؛ اس لیے کہ زندگی کتنی وفا کرے، یہ کہنا مشکل ہے۔ ابھی اس کے عربی اور انگریزی ترجمے کا کام بھی ہے، ان تمام کاموں میں سینکڑوں زندگیاں لگی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونین و ناصرین کو قبول فرمائے اور سب کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرماوے۔  
کام بڑا معیاری ہے اور ہم بڑے کمزور ہیں، اللہ اس کو نبھا دے۔ (وما توفیقی إلا باللہ)

مع السلام

بندہ شمیم احمد محمد عیسیٰ

خادم منظمۃ السلام العالمیہ

ناشر فتاویٰ علماء ہند

بتاریخ: ۲۱/۸/۲۰۱۷ء



## تأثرات

قانون شریعت ہر طرح مکمل ہو چکا ہے، یہ قانون ابدی ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ پائیدار اور مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ قانون چلک دار بھی ہے اور زمانہ کے تغیرات اور تبدیلی میں رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، اگر قانون مستحکم اور پائیدار نہ ہو تو وہ پگھلے ہوئے مادہ کی طرح ہر سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اس کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور اگر قانون چلک دار نہ ہو تو زمانہ کے تغیرات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اسلامی قانون میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں، اس کے اصول مستحکم اور ناقابل تغیر ہیں، جیسے نکاح میں بیک وقت چار بیویوں کی حد مقرر ہے، اس کو بدل نہیں جاسکتا۔ میراث میں ہر ایک وارث کا حصہ متعین اور مقرر ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، یہ قانون چلک دار بھی ہے، مثلاً تعبیر احکام میں اہل علم کی رائے کا اختلاف پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا، اس سے قانون میں غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور اجتہاد کے ذریعہ تغیر احکام کی مخفی اور لطیف شکلیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

اسلامی قانون اپنی ان خصوصیات کے ساتھ خطہ ارض میں پھیلے ہوئے ممالک اسلامیہ کی رہنمائی کرتا رہا، ہمارے فقیہان عظام اور مفتیان کرام کا ملت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے ایک دن کے لیے بھی اسلامی معاشرے کی رہنمائی کے بغیر نہیں چھوڑا اور پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی کرتے رہے، علمائے ہند نے اس مملکت میں علم کے جو چراغ روشن کئے ہیں، وہ ہمارا قابل فخر سرمایہ ہے۔

”فتاویٰ ہندیہ“ جو عالمگیری کے نام سے معروف ہوا، اس کے بعد ”فتاویٰ علماء ہند“ کا یہ عظیم الشان منصوبہ نہ صرف یہ کہ ایک تاریخ ہے؛ بلکہ آنے والے مسائل میں معاشرے کی رہنمائی کا قابل قدر ذریعہ ہے۔

میں اپنے برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد انیس الرحمن قاسمی صاحب دامت برکاتہم اور مولانا مفتی محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ العالی کو اس وقیع علمی خدمت کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے، پوری ملت کی طرف سے یہ ہمارے محترم حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

دارالعلوم اسلامی مرکز، ملیر کوٹلہ، پنجاب

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ





محترم و مکرم جناب مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

”فتاویٰ علماء ہند“ کی چھٹی جلد موصول ہوئی، جو ہمارے لیے بے حد باعث خوشی و مسرت ہے، فتاویٰ کی اہمیت و عظمت کسی بھی صاحب ایمان سے مخفی نہیں ہے، ہر زمانے میں علما نے پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل قرآن و حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں تلاش کیا ہے اور اس کے لیے مخلصانہ جدوجہد کیا ہے، جس کے نتیجے میں فتاویٰ کی بے شمار کتابیں وجود پذیر ہوئیں، جن سے مات آج تک استفادہ کر رہی ہے، فتویٰ نویسی ایک نہایت اہم اور نازک فریضہ ہے، جس میں قرآن و حدیث اور سلف کے عمل کو سامنے رکھنے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانے کے احوال اور اونچ نیچ کو سامنے رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے، اسی وجہ سے اصول فتاویٰ کی کتابوں میں ہمیں یہ قاعدہ ملتا ہے: ”من لم یعرف عرف اهل زمانه فهو جاهل“ (جو مفتی اپنے زمانے کے عرف اور حالات کو نہ جانے وہ جاہل ہے)۔ عربی زبان میں ’الموسوعة الفقهية‘ کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک ضخیم کتاب کویت سے شائع ہو چکی ہے، جو ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہے؛ لیکن اردو زبان میں موسوعہ کی شکل میں کوئی مفصل و مدلل کتاب اب تک نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی صاحب اور مولانا اسامہ شمیم صاحب ندوی کو، جنہوں نے اس جوہم بھرے عمل کا بیڑا اٹھایا، یہ ان حضرات کے اخلاص اور محنت کا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیش بہا ذخیرہ کو امت کے لیے نافع بنائے اور دونوں حضرات کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

غلام احمد مرتضیٰ

معماری، بردوان، مغربی بنگال

یکم جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

”فتاویٰ علماء ہند“ کی جلد: ۵ موصول ہوئی، اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں، فتاویٰ علماء ہند کا یہ منصوبہ طویل المیعار ہے، مگر جس خوش اسلوبی سے کام ہو رہا ہے، اس سے توقع ہے کہ علمی و فقہی سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔ یوں تو فتاویٰ کی اردو زبان میں کثرت ہے، مگر موجودہ ترتیب کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں مسائل کی وجاحت کے ساتھ دلائل (منصوص و مجتہد فیہ) کے ذکر کا اہتمام کیا گیا ہے، نیز اختلافی آراء میں رائج فتاویٰ کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ کام لائق تحسین ہے، مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی علمی و فقہی بصیرت مسلم ہے، ان کی تحریر میں اعتدال بھی ہے، امت کے لیے یہ کام نافع ہو، اس کی اور دعا کرتا ہوں اور اس علمی کام کی خوبصورت اشاعت کے لیے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

والسلام

(پروفیسر ڈاکٹر) محمد سعود عالم قاسمی

فکلٹی آف تھیولوجی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یو پی)



## پیش لفظ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه وبعد!

باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے محض اپنے لطف و کرم سے فتاویٰ علماء ہند جلد نہم کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد (نہم) بھی نماز کے علاوہ امامت اور دعاء کے مسائل پر مشتمل ہے، اس جلد میں سوال و جواب کو من و عن نقل کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کے اضافے کے ساتھ ساتھ قدیم عربی فقہی کتابوں کی عبارتوں اور قرآن و سنت کے حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”الدعاء مخ العبادة“ (ترمذی: ۱۷۱۳۳) دعاء عبادت کا مغز ہے؛ اس لئے اسلام میں جن جن کاموں کو عبادت کا نام دیا گیا ہے، ان سب کی بنیاد از اول تا آخر دعاؤں پر رکھی گئی ہے۔ نماز جو اسلام کا ستون ہے اور جس کے ادا کئے بغیر کسی مسلمان کلمہ گو کو چارہ نہیں، زاول تا آخر دعاؤں کا ایک بہترین گلدستہ ہے۔ روزہ، حج کا بھی یہی حال ہے۔ زکوٰۃ میں بھی لینے والے کو دینے والے کے حق میں نیک دعاء سکھلا کر بتلایا گیا ہے کہ اسلام کا اصل مدعا جملہ عبادات سے دعا ہے۔

جب انسان رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں قرار پاتا ہے تو وہ اسی وقت سے حاجتوں اور ضرورتوں کا غلام بن جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کا یہ لامتناہی سلسلہ اس کی حیات میں آخری سانس تک باقی رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی دوسروں کا محتاج رہتا ہے، اس کی محتاجگی اور ضرورت مندی کبھی ختم نہیں ہوتی، ویسے تو انسان دنیا میں آنے کے بعد قدم بقدم اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کا بھی ضرورت مند ہوتا ہے؛ لیکن سب سے زیادہ ضرورت مند وہ اپنے مالک حقیقی کا ہوتا ہے، زندگی میں اسے بے شمار ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں کوئی دوسرا انسان اس کی ذرہ بھی مدد نہیں کر سکتا، دنیا کے سارے وسائل و ذرائع جواب دے جاتے ہیں، اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، جو ہمیشہ اور ہر حال میں نصرت و مدد کا، متاع زیست لٹانے کا اور ضرورت پڑنے پر جان تک نچھاور کر دینے کا دم بھرتے رہتے ہیں، بہ الفاظ دیگر انسانی زندگی میں ایسا بھی وقت آتا ہے، جب اس کی امیدوں کا چراغ، تمناؤں کی کرن، آرزوؤں کا محل، صرف ایک رہ جاتا ہے اور وہ ہے ربِّ کائنات

کی ذات کریمی۔ جی ہاں! وہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جو انسان کو کبھی تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑتی، پوری دنیا سے مایوس ہو کر جب کوئی بے چارہ، بے بس، لاچار، مجبور و مقہور، ستم رسیدہ اور کمزور و لاغر بندہ اسے پکارتا ہے تو وہ ذات فوراً اس کی چارہ جوئی کرتی ہے، اس کے دکھوں کا مداوا کرتی ہے، اس کے غموں کو ہلکا کرتی ہے، وہ جو کچھ مانگتا ہے، دیتی ہے اور جو دعاء کرتا ہے، پوری کرتی ہے۔ بیشک وہ ذات ہے ربِّ کائنات کی، وہ ذات ہے وحدہ لا شریک کی، جو ہر حال میں، ہر وقت اپنے بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے اور ستم رسیدہ افراد کی فریاد سنتی ہے اور اسے پورا بھی کرتی ہے۔ وہ ذات ہے، ہی ایسی جس کے درِ اقدس سے کوئی خالی نہیں لوٹتا۔ بس اسے پکار کر تو دیکھو!

الغرض دنیا کی تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں، یا بیجان، زبان رکھتی ہوں، یا بے زبان ہوں، اپنے تمام معاملات میں اپنے رب کی محتاج ہوتی ہیں۔ فوائد کے حصول میں، مصائب و آلام سے نجات پانے میں، اپنے دین و ایمان کی اصلاح اور اپنی دنیا کی بہتری کے لیے، الغرض ہر ایک معاملہ میں تمام مخلوقات اپنے ربِّ کریم کی سراپا محتاج ہوتی ہیں اور اپنی محتاجگی میں، اپنی ضرورت خیزی میں، اپنی حاجت مندی میں، جب کوئی مخلوق اپنے رب کو پکارتی ہے تو درحقیقت وہ اپنی عبدیت کا اظہار کرتی ہے اور یہی عبدیت کا اظہار انسانیت کی معراج ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعا والا بنادے۔ آمین!

مجھے امید ہے کہ علماء کرام و فقہائے عظام اس مجموعے سے خوب فائدہ اٹھائیں گے۔ (ان شاء اللہ)  
میں شکر گزار ہوں اپنے ان تمام معاونین و ناصرین کا، جن کی مشقت شاقہ سے فتاویٰ علماء ہند جلد نہم تکمیل کو پہنچی

ہے۔ فقط

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علماء ہند

۲۰/ اگست ۲۰۱۷ء



## ابتدائیہ

الحمد لله الذي مَنَّ علينا بنعمة الإسلام وجعلنا من أمة نبينا محمد عليه الصلاة والسلام فبين لنا صلى الله عليه وسلم الحدود والأحكام وفصل لنا الحلال والحرام وأورث علمائنا من معارفه ما جلوا به عنا غياهب الظلام وكشفوا به عن أبصار بصائرنا سدف الغمام فصنفوا لنا في ذلك المطولات الضخام والمختصرات الصغيرات الأجرام، جزاهم الله تعالى عنا أفضل الجزاء وجعلنا وإياهم في مستقر رحمته بدار السلام، أما بعد !

دعا لغوی اعتبار سے بلانا، پکارنا اور درخواست کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ اصطلاحی معنی میں پروردگار سے، اپنے یا دوسرے کے لیے استدعا و استغاثہ کے ہیں۔ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جب وہ مشکلات اور پریشانیوں میں ہوتا ہے تو رب کریم جل شانہ کو پکارتا ہے، خود اللہ جل شانہ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (سورۃ الزمر: ۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کی روح اور عین عبادت قرار دیا ہے۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۳۷۱) انسان محتاج اور ضرورت مند ہے، اللہ غنی اور بے نیاز ہے، زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اور سائلوں کو عطا کرنے والا ہے، انسان کی محتاجی و فقری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے اپنی حاجت و ضرورت کو مانگے۔ یہی ہدایت ربانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندہ اس سے عافیت کی دعا کرے۔ (سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۴۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو مومن کے لیے سب سے بڑی طاقت بتایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الدعاء سلاح المؤمن۔ (مسند ابی یعلیٰ، مسند علی، حدیث نمبر: ۴۳۹) دعا مومن کا ہتھیار ہے؛ یعنی جس طرح ہتھیار سے انسان دشمن سے محفوظ رہتا ہے، اسی طرح دعا کے ذریعہ انسان آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لیے اخلاص اور پوری امید کے ساتھ اللہ جل شانہ سے دعا کرنی چاہیے، یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی ہے، یوں تو دعا کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے، البتہ روایتوں میں اوقات کا تذکرہ ملتا ہے، جن میں دعا کرنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان اوقات میں دوران نماز اور نماز کے بعد کی دعائیں بھی ہیں، ان اوقات میں دعا کا اہتمام کیا

جائے؛ کیوں کہ دعا مظہر عبدیت اور اہم عبادت کے ساتھ انسانی قلوب کے لیے سامان سکون، گمراہیوں کے لیے راہ نجات، متقیوں کے لیے قرب الہی کا ذریعہ اور گناہگاروں کے لیے بخشش اور مغفرت کی بادِ بہار ہے۔

نماز کی اصل فضیلت اور برکت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہے اور اس کی اتنی تاکید ہے کہ جو لوگ سستی اور کاہلی کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، ان کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (بخاری، باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر: ۶۴۴) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ گنا زیادہ ہے، (بخاری، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر: ۶۴۵) جماعت کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر جماعت کا تصور بے معنی ہے؛ اس لیے امام جماعت کی روح اور اس کا لازمی جز ہے، مقتدی کی نماز کے صحت کا دار و مدار امام کی نماز پر ہے، اگر امام کی نماز کامل سنت طریقہ سے ادا ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی کامل سنت طریقہ کے مطابق انجام پائے گا؛ اس لیے امام کو مکمل شریعت کا پابند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ”فتاویٰ علماء ہند“ کی نماز کے مسائل سے متعلق ”جلد-۹“ کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں نماز یا دیگر اعمال سے پہلے اور بعد میں دعا کی اہمیت و فضیلت، اہلیت امامت، امام کے اوصاف اور اس سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ ”نہم فتاویٰ کے سوال و جواب کو من و عن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، امید ہے کہ علماء، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال کو اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے محبِ گرامی مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری زید مجدہم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان و معاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، اسی طرح شکر گزار ہوں اپنے بزرگوں کا، جنہوں نے اس مجموعہ کے بارے میں اپنے تاثرات تحریر کئے، اللہ ان تمام معاونین و مخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمن قاسمی)

۴/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

مرتب فتاویٰ علماء ہند

۳۱ مئی ۲۰۱۷ء

ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ

## دوران نماز اذکار و دعا

فرض نیت سے پہلے ”اِنِّی وَجَّهْتُ“ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرض کے قبل ”اِنِّی وَجَّهْتُ وَجَّهَی لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَوَاتِ الْخ“ پڑھنا چاہیے؟

الجواب

کچھ حرج نہیں، نیت سے پہلے کہہ لے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۹/۲)

نماز شروع کرنے سے پہلے ”اِنِّی وَجَّهْتُ وَجَّهَی الْخ“ پڑھنا:

سوال: گزارش یہ ہے کہ ﴿اِنِّی وَجَّهْتُ وَجَّهَی﴾ الایہ، نماز سے پیشتر مصلیٰ پر کھڑے ہو کر پڑھنے کی کوئی روایت بھی ہے، یا نہیں؟ چونکہ کلام پر اخلاص ہے، اس لیے احقر کا دل اس مسئلہ میں مروجہ معمول کو باقی رکھنا چاہتا ہے، اس لیے کوئی روایت ڈھونڈتا ہوں، چاہے روایت کیسی ہی ہو، دوسرے یہ کہ بزرگوں نے عملاً اس کو اختیار فرمایا، یا رد کیا ہے؟

الجواب

فی البحر الرائق: ”فلایأتی بدعاء التوجه وهو وجهت وجهی، لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحيح المعتمد، آہ۔ وحمل الروایات المروية فی هذا الباب علی النوافل لأن مبناها علی التوسع وما ورد فیہ التصريح بالمكتوبة فحملة علی أنه كان فی أول الأمر ثم تركه لشهادات النصوص الأخری“، آہ۔ (۲)

عبارات مذکور سے صاحب بحر کا فتویٰ تو یہی ثابت ہوا کہ فرائض میں قبل از صلوٰۃ بھی دعا توجہ کا ترک اولیٰ ہے، نوافل میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم (امداد المفتین: ۲۷۷/۲)

(۱) والأولی أن یأتی بالتوجه قبل التکبیر لیتصل النية به، هو الصحيح. (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۹۶/۱، ظفیر)

(۲) البحر الرائق، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۵۴۱/۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس

عن علی بن أبی طالب أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا استفتح الصلاة یکبر ثم یقول: ”وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفاً وما أنا من المشرکین إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا أول المسلمین، اللهم أنت الملک لا إله إلا أنت وأنا عبدک ظلمت نفسی ==

## ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ﴾ پڑھنا:

سوال: ابتداء نماز میں: ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، یا فرض و سنت نوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف ”سبحانک اللہم، الخ“ پڑھے، ”إِنِّي وَجَّهْتُ، الخ“ نہ پڑھے، نہ فرض میں، نہ سنت و نفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ (ہکذا يستفاد من البحر الرائق: ۱/۳۶۰ (۱) والزبلي: ۱/۱۱۱ (۲) وشرح المنية الكبير: ۳۹۶ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۷۷)

## نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ پڑھنا:

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے ”إِنِّي وَجَّهْتُ ...“ پڑھتے ہیں، اس میں ”وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ پڑھنا چاہیے، جو کہ وارد ہے، یا ”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ پڑھنا چاہیے؟

== واعترفت بذنبي فاغفر لي ذنوبي جميعا لا يغفر الذنوب إلا أنت، اللهم اهدني لأحسن الأخلاق لا يهدي لأحسنها إلا أنت اصرف عني سيئتها لا يصرف عني سيئتها إلا أنت لبيك وسعديك والخير كله في يديك والشر ليس إليك أنا بك وإليك تباركت وتعاليت استغفرك وأتوب إليك. (مسند الإمام أحمد، من مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه (ح: ۸۰۳) انيس)

(۱) ”وأشار المصنف إلى أنه لا يزيد على الاستفتاح فلا يأتي بدعاء التوجه وهو ”وجهت وجهي“ لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحيح المعتمد“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۴۱/۱، رشيدية)

(۲) ”(قوله: مستفتحاً) هو حال من الواضع: أي يضع قائلاً: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك، ولا يزيد عليه في الفرض... ولنا ما روى عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلوة قال: ”سبحانك اللهم“. رواه الجماعة. وهو مذهب أبي بكر الصديق وعمر وابن مسعود وجمهور التابعين رضي الله عنهم فيكون حجة عليهما“. (تبين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۸۹/۱ - ۲۹۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (وعندهما) يقول لتوجه إن شاء (قبل الافتتاح يعني قبل النية ولا يقول بعد النية) قبل التكبير (بالجماع) وهو الصحيح لتلا يكون فاصلاً بين النية والتكبير إذ الأولى فيها اقترانها به. (الحلبی الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۰۳، سهيل اكادمی لاہور)



الجواب

”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ ہی پڑھنا چاہئے، ہاں! اگر تلاوت کی نیت سے ”أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ پڑھے تو اس کا قول کے مطابق درست ہے۔

ملاحظہ ہو: البحر الرائق میں ہے:

ثم أعلم أنه يقول في دعاء التوجه ”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ ولو قال ”وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ اختلف المشائخ في فساد صلاته والأصح عدم الفساد، وينبغي أن لا يكون فيه خلاف لما ثبت في صحيح مسلم من الروایتين بكل منهما، (۱) وتعليل الفساد بأنه كذب مردود بأنه إنما يكون كذبا إذا كان مخبرا عن نفس لا تالياً، وإذا كان مخبراً فالفساد عند الكل. (البحر الرائق: ۱/۳۱، كوئٹہ) (۲)

شرح منیہ المصلیٰ میں ہے:

ثم إذا قرأ وجهت وجهی يقول فيه ﴿وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ولا يقول ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ تحريراً عن الكذب ولو قاله قيل تفسد صلاته وقيل لا، وهو الأصح؛ لأنه تال وحاك لا مخبر، هكذا قالوا، فعلى هذا لو قصد به الإخبار تفسد صلاته قطعاً. (شرح منیة المصلی، صفة الصلاة: ۳۰۳، سهیل / وكذا في رد المحتار: ۴۸۸/۱، سعيد وكذا في بدائع الصنائع: ۲۰۲/۱، سعيد وشرح العناية: ۲۸۸/۱) والله سبحانه وتعالى أعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۱۳۷/۲-۱۳۸)

نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا:

سوال: جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں کہ وہ لوگ پہلے قرآن شریف کی آیتیں: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (۳) وغیرہ اور استغفار پڑھیں؟

الجواب

یہ ثابت ہے کہ یہ آیتیں ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ﴾ آخر تک، دوسری دعا کی ضمن میں پڑھی جائیں اور اس دعا میں

(۱) عن علي بن أبي طالب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قام إلى الصلاة قال: ”وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيئاً وما أنا من المشركين إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين.“ (الصحيح لمسلم، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱))

... وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استفتح الصلاة كبر ثم قال: وجهت وجهي وقال: وأنا أول المسلمين، الخ. (الصحيح لمسلم، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱) انيس)

(۲) باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، انيس

(۳) سورة البقرة: ۱۲۵

استغفار بھی ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں اور دعا کو تحریر یہ کے بعد پڑھتے تھے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو اس کو پڑھیں اور ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (۱) کو پڑھنا ان دور کعتوں کے پہلے ثابت ہے، جو بعد طواف کعبہ کے پڑھی جاتی ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں، وہ آیت اور دعا یہ ہے:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (۲)

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۳)

اللہم أنت الملك لا إله إلا أنت أنت ربی وأنا عبدک، ظلمت نفسی، واعترفت بذنبی، فاغفر لی ذنوبی جميعاً، إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت، واهدنی لأحسن الأخلاق، لا یهدی لأحسنها إلا أنت واصر ف عنی سیئها، لا یصرف سیئها إلا أنت لیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک، والشر لیس إلیک، أنا بک وإلیک، تبارکت وتعالیت، أستغفرک وأتوب إلیک. (۴) (فتاویٰ عزیزی: ۵۷۵-۵۷۶)

### ثنا سے قبل اور تکبیر تحریر یہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ:

سوال: احادیث کی کتابوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر تحریر یہ کے بعد بعض دعائیں مروی ہیں، کیا یہ دعائیں فرائض و سنن سب میں پڑھی جاسکتی ہیں، یا کہ صرف نوافل میں؟

الجواب:

اگرچہ احادیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں مختلف مقامات پر مختلف ادعیہ منقول ہیں؛ لیکن

(۱) سورة البقرة: ۱۲۵ - انیس

(۲) سورة الأنعام: ۷۹ - انیس

(۳) سورة الأنعام: ۱۶۲ - ۱۶۳، انیس

(۴) ترجمہ: میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اس ذات پاک کی طرف، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؛ درالحالیکہ میں توحید کرنے والا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے، جو سب جہاں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس توحید کا حکم کیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے پروردگار! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے اپنے جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا تو میرے سب گناہ ہوں کو بخش دے گناہوں کا بخشش والا تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور بہترین خصلتوں کے لیے مجھ کو توحید کا بہترین اخلاق کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا ہدایت نہیں کرتا، میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل کے واسطے اور تیرے حکم کی تعمیل میں مدد کرنے کے لیے سب بہتر امور تیرے اختیار میں ہیں اور برائی تجھ میں نہیں، میں تیرے حکم سے ہوا اور تیری طرف متوجہ ہوں اور تو صاحب برکت ہے اور تو برتر ہے، میں تجھ سے ہی بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ انیس

مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب حدیث نمبر: ۸۰۳ میں ”وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ ہے، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۷۱۷ کی روایت میں ”وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ ہے۔ انیس

علماء احناف نے یہ روایات نوافل میں پڑھنے پر محمول کی ہیں اور یہ دعائیں نقلی نماز میں پڑھی جائیں گی۔  
 لما قال العلامة الحصکفی: (وقرأ) کما کبر (سبحانک اللہم تارکاً) وجل ثناؤک إلا فی الجنازة (مقتصرًا علیہ) فلا یضم وجهت وجهی إلا فی النافلة.  
 قال ابن عابدین قوله: (إلا فی النافلة) لحمل ما ورد فی الأخبار علیہا ... وفی الخزائن: وما ورد محمول علی النافلة بعد الشاء فی الأصح، آھ۔ وقال فی هامشہ صححہ فی الزاھدی وغیرہ۔ (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۹۵/۳)

### بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں:

سوال: بعد تکبیر تحریمہ نماز فرض میں جو بجائے ”سبحانک اللہم“ دوسری دعائیں کتب صحاح میں وارد ہیں، ان کا پڑھنا نماز فرض میں منفر و کوکیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ نے ان ادعیہ کو نوافل پر محمول کیا ہے، لہذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۴/۲)

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۸۸/۱، مطلب فی بیان المتواتر بالشاذ  
 (۲) (وقرأ) کما کبر (سبحانک اللہم) إلخ، (مقتصرًا علیہ) فلا یضم ”وجهت وجهی“ إلا فی النافلة، إلخ. (الدر المختار)

لحمل ما ورد فی الأخبار علیہا فیکرؤہ فیہا إجماعًا، إلخ، وفی الخزائن: وما ورد محمول علی النافلة بعد الشاء فی الأصح. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۵۵/۱ - ۴۵۶، ظفیر)

عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: ”ثلاث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلن ترکھن الناس... وکان یقف قبل القراءة ہنیئة یسأل اللہ تعالیٰ من فضلہ“. (رواہ ابن خزيمة: أبواب الصلاة، باب نشر الأصابع عند رفع الیدین، وباب ذکر سؤال العبد ربہ من فضلہ بین التکبیرتین والقراءة، هامش ابن خزيمة: ۲۳۳/۱، إسناده صحیح)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کام کیا کرتے تھے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا، (ان میں سے دوسرا کام بتایا) آپ قرأت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال فرماتے تھے۔)

عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا کبر فی الصلاة سکت ہنیئة فقلت یا رسول اللہ بآبی أنت وأمی ما تقول فی سکوئک بین التکبیر والقراءة؟ قال: أقول: اللہم باعد بینی، إلخ“. (رواہ البخاری ومسلم وأبو داؤد والنسائی، جامع الأصول: ۱۸۳/۴) صحیح البخاری، کتاب صفة الصلاة، باب الدعاء بعد التکبیر، ومسلم، کتاب المساجد، باب ما یقال بین تکبیر الاحرام والقراءة)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے تو (اس کے بعد) کچھ دیر سکتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، آپ تکبیر و قرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دعا بتائی)۔“)

## نماز میں غیر ماثور دعائیں:

سوال: جو الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا، نماز کے اندر درست ہے، یا نہیں؟

== دعا کے طور پر ”سبحانک اللہم، إلخ“ کا پڑھنا:

عن عائشة قالت: ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبر في الصلاة سكت هنيئاً فقلت: يا رسول الله بأبي أنت وأمي ما تقول في سكوته بين التكبير والقراءة قال: أقول: اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب، إلخ“ (وعن عائشة رضى الله عنها قالت: ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ”سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك“). (رواه أبو داود و الترمذی، جامع الأصول: ۱۸۸/۴) سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة / أبو داود، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك وتبارك اللهم، إلخ، (وفي هامش جامع الأصول: ۱۸۸/۴) من كلام المحقق عبد القادر الأرناؤوط: ”قال الحافظ ابن حجر في تخريج الأذكار (للنووي) بعد تخريجه الحديث من طرق: ”حديث حسن“ وقال المحقق: أقول: وصححه الحاكم وواقفه الذهبي (المستدرک: ۲۳۵/۱)، وفيه قال الحاكم: صحيح إسناده ولم يخرجاه، وقال الذهبي: على شرطهما)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یوں کہا کرتے تھے: ﴿سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وإلہ غیرک﴾۔

(عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا إذا استفتحنا الصلاة أن نقول: سبحانك اللهم وبحمدك إلخ وكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يعلمنا ويقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله“ (رواه الطبرانی في الأوسط مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة) اس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے عبیدہ نے روایت کیا ہے، جن کے لیے معروف ہے کہ والد سے سماع نہیں؛ تاہم محدثین ان کی ایسی روایت پر بھی اعتماد کرتے ہیں اور بعض نے سماع کو نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو، إعلاء السنن: ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جب کہ ”تکلم بکلام الناس“ نہ ہو تو درست ہے۔ (۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۷/۵)

### قومہ اور سجدہ کے اذکارِ مسنونہ:

سوال: نفل، یا سنت، یا فرض نماز میں قومہ کے وقت ”ربنا لک الحمد“ کے بعد ”حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ“ پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور سجدہ میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کے بعد ”سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح“ پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں سجدوں کے درمیان ”اللہم اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی“ پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، یا منفرداً نماز پڑھتا ہو۔

**نوٹ:** یہ کچھ ارشادات حسن حصین کتاب سے نقل کر رہا ہوں، چون کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؛ اس لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فتویٰ میں ان مسائل کا کیا حل ہے اور کس پر فتویٰ ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً ومسلماً

مسنون یہ ہے کہ قومہ میں ”اللہم ربنا ولک الحمد“ یا ”اللہم ربنا لک الحمد“ یا ”ربنا لک الحمد“ پڑھے اور سجدہ میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھے، اس کے علاوہ دیگر دعائیں، جو وارد ہوئی ہیں، ان کو نوافل میں پڑھے، فرائض میں ان کا پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ (۲)

فرائض میں تنہا پڑھنے کی صورت میں جائز ہے۔

علیٰ أنه إن ثبت فی المكتوبة، فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا یتشقلون بذلك، إلخ، كما فصله العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله. (ردالمحتار: ۳۴۰/۱) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/۲/الحجۃ الحرام ۱۴۰۶ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۳۵۷-۳۵۸)

(۱) (ودعا) ... بالأدعية المذكورة فی القرآن والسنة، لا بما يشبه كلام الناس. (الدر المختار، کتاب الصلاة،

باب صفة الصلاة: ۵۲۳/۱، سعید)

(۲) (ویجلس بین السجدةین مطمئناً) لمأمر ... (ولیس بینہما ذکر مسنون کذا) یسن (بعد رفعه من الركوع)

دعاء وكذا لا يأتي فی ركوعه وسجوده بغير التسبیح (على المذهب) وما ورد محمول على النفل. (الدر المختار: ۵۲۳/۱)

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، دارالکتب العلمیة، انیس

## قومہ و جلسہ میں دعاء ماثور:

سوال: قومہ اور جلسہ کے اندر دعا پڑھنا کیسا ہے؟ نیز فرائض اور نوافل میں کوئی فرق ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

قومہ اور جلسہ میں دعاء ماثور پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعف کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

قال فی الشامية: قال أبو يوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود "اللهم اغفر لي"؟ قال: يقول: "ربنا لك الحمد" وسكت، ولقد أحسن في الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار، نهر وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهاً لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لا ينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجاً من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامداً ولم أر من صرح بذلك عندنا، لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف... وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: علي أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لا يشقون بذلك كما نص عليه الشافعية ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرح به مشايخنا، إلخ. (رد المحتار: ٤٧٢/١) (١) (حسن الفتاوى: ٢٨/٣)

## قومہ و جلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا:

سوال: زید کا خیال ہے کہ قومہ میں "سمع الله لمن حمده" کے بعد "ربنا لك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" پڑھنا چاہئے اور بخاری شریف کا حوالہ دیا کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں یہ کلمات پڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے زائد فرشتوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا، ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کلمہ کو پہلے میں لکھوں۔

زید کا کہنا ہے کہ یہ کلمات نمازی صرف اپنی نماز میں پڑھے نماز باجماعت میں نہ پڑھے، آیا ان کلمات کو مقتدی، امام کے پیچھے، نیز اپنی نفل، سنت اور واجب نمازوں میں پڑھ سکتا ہے؟

(۲) نماز کے جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں "اللهم اغفر لي وارحمني واهدني وعافني وارزقني" پڑھنے کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ نمازی صرف اپنی نفل اور سنتوں میں پڑھے، جب کہ بکر کا کہنا ہے

(۱) -- وإن لم يصرح به مشايخنا فإن القواعد الشرعية لا تنبوعنه كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة، إلخ. (باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

کہ جلسہ میں کسی دعا کا پڑھنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، لہذا یہ یا کوئی اور دعا جو حدیث سے ثابت ہو ”یا رب اغفر لی“ یا صرف ”اللہم“ ہی پڑھے اور یہ کلمات ہر نماز کے جلسہ میں پڑھے، چاہے نماز باجماعت ہو، یا انفرادی، اس سلسلے میں صحیح قول کیا ہے؟ مینواتو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً: منفرد؛ یعنی تنہا نماز فرض، یا سنت، یا نفل وغیرہ پڑھنے والے کے لیے ان کلمات کا کہنا بہتر و اولیٰ ہے، اسی طرح مقتدی کو بھی، بشرطیکہ اس کی خاطر امام کی معیت ترک نہ کرنا پڑے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں رفاعہ بن رافع کا بیان مروی ہے کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے ”ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ“ کہا تو نماز سے فارغ ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ان کلمات کا کہنے والا ہے؟ قائل نے کہا: میں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم سے زائد فرشتوں کو اس غرض سے جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون ان کلمات کو لکھنے میں پہل کرے۔

عن رفاعہ بن رافع الزرقی قال: کنا يوماً نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال: ”سمع اللہ لمن حمدہ“، قال رجل وراءه: ”ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ“، فلما انصرف قال: من المتکلم؟ قال: أنا! قال: رأیت بضعة وثلاثین ملکاً یبتدرونہا أیہم یکتبہا أولاً. (البخاری: ۱۱۰/۱) (۱)

البتہ امام کو چوں کہ تخفیف کا حکم ہے؛ اس لیے وہ اس نوع کے زیادہ کلمات نہ کہے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو مروی ہے کہ آپ نے طویل کلمات قومہ میں کہا ہے تو ان روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں، جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ نے بحالت امامت کہا، امام طحاویؒ نے اس کی تصریح بایں الفاظ فرمائی ہے:

فلیس فی ہذہ الآثار أنہ قد کان یقول ذلک وهو امام ولا فیہا ما یدل علی شیء من ذلک. (الطحاوی: ۱۴۱/۱) (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام کو تخفیف کا حکم بالکل واضح غیر محتمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل کلمات قومہ میں کہنا اس

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللہم ربنا ولك الحمد: ۱۱۰/۱ (ح: ۷۹۹) قدیمی، انیس

(۲) شرح معانی الآثار: ۱۴۱/۱ (کتاب الصلاة، باب الإمام یقول: سمع اللہ لمن حمدہ، هل ینبغی له أن یقول بعدها ”ربنا ولك الحمد“؟ لا؟ (ط: عالم الکتب (ح: ۱۴۳۱) انیس)

کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے بحالت امامت کہنے کے بجائے بحالت انفراد کہا، پھر بھی حکم تخفیف چوں کہ مقتدیوں کی رعایت سے ہے؛ اس لیے اگر ان مقتدیوں کو گرائی نہ ہو تو کبھی کبھار امام کو بھی کہہ لینے کی بلا کراہت گنجائش ہے اور اس کی نظیر جلسہ میں ذکر ہے۔

(۲) خلاصہ جواب یہ ہے کہ منفرد کے لیے بہر حال یہ دعا مستحب ہے اور مقتدی کے لیے بھی، بشرطیکہ امام کا ساتھ فوت نہ ہو، اسی طرح امام کے لیے بھی بشرطیکہ مقتدیوں کو گرائی نہ ہو۔ (۱)

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان ”اللہم اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی“ پڑھتے تھے۔“ (۲)

چنانچہ اس روایت کے پیش نظر احمد بن حنبل جلسہ میں دعائے مغفرت کے وجوب کے قائل ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ”امام احمد کی مخالفت سے خروج کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت مستحب ہونی چاہیے اور میں نے اپنے لیے احناف کے یہاں تو کوئی تصریح نہیں دیکھی؛ لیکن فقہانے ائمہ کے اختلاف کی مراعات کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔“ (۳)

شہید علم امام المتاخرین حضرت اقدس مولانا ظفر احمد صاحب شامی کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ خروج عن الخلاف کے ساتھ ساتھ سند صحیح کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے سبب استحباب میں مزید خصوصیت کا ثبوت ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ امام کے ذمہ مقتدیوں کی رعایت لازم ہے؛ اس لیے امام یہ دعا اسی وقت پڑھے گا، جب کہ مقتدیوں کو گرائی نہ ہو، ورنہ صرف ”رب اغفر لی“ پڑھ لے، جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے اور اگر بالکل ترک کر دے، جب بھی کوئی ملامت نہیں؛ اس لیے کہ اس دعا کا ثبوت دراصل تہجد میں ہے، نہ کہ فرض

(۱) عن رفاعۃ بن رافع أنه قال: كنا يوما نصلی وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأسه من الركعة وقال: سمع اللہ لمن حمده، قال رجل وراءه: ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طیباً مباركاً فیہ فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من المتكلم آنفاً؟ فقال الرجل: أنا یا رسول اللہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لقد رأيت بضعة وثلاثين ملكاً يبتدرونها أيهم يكتبهن أولاً. (موطأ الإمام مالک، ت: عبد الباقي، باب ماجاء فی ذکر اللہ تعالیٰ (ح: ۲۵) انیس)

(۲) أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء بین السجدةین: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) قدیمی، انیس

(۳) فی رد المحتار: بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدةین خروجاً من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بترکہ عامداً، ولم أر من صرح بذلك عندنا؛ لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف، و اللہ أعلم (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰/۱، نعمانیة، دیوبند) (مطلب فی إطالة الركوع للجانی، انیس)



میں؛ کیوں کہ ابن عباس کی روایت مذکورہ مختصر ہے۔ امام بیہقی نے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ میں (ابن عباسؓ) نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزاری، اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دعا کو نقل کیا ہے۔ (اعلاء السنن: ۳/۳۳۲) (۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۰۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۱/۲-۳۵۴)

### قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

سوال: قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعا پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مقتدی رکوع سے سراٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ”ربنا لک الحمد“ کے بعد ”حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ“ کہہ سکتا ہے۔ (جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو) اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) ”اللہم اغفر لی“ کہے اور وقت مل جاتا ہے تو ”وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی“ بھی کہہ سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے۔

(قوله ليس بينهما ذكر مسنون) قال أبو يوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود ”اللهم اغفر لي“؟ قال: يقول: ”ربنا لک الحمد“ وسکت ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار. نهرو وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهاً لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لا ينافي في الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجا من خلاف الإمام أحمد، الخ. (۱/۴۷۲) (۱)

(قوله محمول على النفل) وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لا يتثقلون بذلك كما نص عليه الشافعية، ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرح به مشائخنا، فإن القواعد الشرعية لو تنبوعه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱-۴۷۳) (۳)

(۱) إعلاء السنن: ۳/۳۳۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی

وفی أحسن الفتاویٰ: قومہ اور جلسہ میں دعا ماثرہ پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفاء کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ وما يتعلق بها: ۲۸/۳، ذکر یاد یوبند)

(۲) رد المحتار، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انیس

غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار میں ہے:

”شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرور بھی نہیں، گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی؛ اس لیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرأت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے“۔ (غایۃ الاوطار: ۲۳۵/۱)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ”من أم قومًا فليخفف فإن فيهم المريض والكبير وذا الحاجة“۔ (أو كما قال عليه الصلوة والسلام) کا لحاظ کرتے ہوئے مقتدیوں کے لیے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمہ: ۳۰۰/۳-۳۰۱)

### دوسجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک ”اللہم اغفر لی وارحمنی، الخ“ دوسجدوں کے درمیان خواہ نماز فرض و واجب ہو، یا سنت میں پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

جائز ہے، پڑھ سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۷/۱۴۲۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۳۱/۲) ☆

(۱) عن ابن عباس كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدين: ”اللهم اغفر لي وارحمني، واهدني، وعافني، وارزقني“۔ (رواه أبو داود) (كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدين: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) انيس / والترمذی (مشکوۃ المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود وفضله، الفصل الثاني (ح: ۹۰۰) ۸۴/۱، المكتب الإسلامي، انيس) بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركة عامدًا ولم أر من صرح بذلك عندنا؛ لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف. (رد المحتار على الدر المختار: ۲/۱۳۲) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجاني، انيس)

البتہ اگر مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار اور کمزور لوگ ہوں، نماز میں طوالت کو برداشت نہ کر پاتے ہوں، یا بوجھ محسوس کرتے ہوں تو چوں کہ حدیث شریف میں اس بنیاد پر تخفیف کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں دوسجدوں کے درمیان دعا کو نہ پڑھے۔۔۔ عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”إذا أم أحدكم الناس فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض، فإذا صلى وحده فليصل كيف شاء“۔ (سنن الترمذی: ۳۲/۱) (كتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف (ح: ۲۳۶) بيت الأفكار، انيس) / (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام: ۱۹۵ (ح: ۴۶۷) بيت الأفكار، انيس)

دوسجدوں کے درمیان جو دعائیں منقول ہیں، وہ یا تو نفل پر محمول ہیں، یا اس حالت پر محمول ہیں کہ فرض نماز تنہا پڑھی جائے، یا جماعت کے ساتھ پڑھی جائے؛ لیکن مقتدی اس سے بوجھ محسوس نہ کرتے ہوں۔ [مجاہد]

## دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل:

سوال (۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہیے؟

== ”(ولیس بینہما ذکر مسنون)... (علی المذہب) وما ورد محمول علی النفل“. (الدر المختار: ۲۱۲/۲-۲۱۳)  
 (قوله محمول علی النفل)... ثم الحمل المذكور صرح به المشائخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: علی أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمون محصورون لا يتقلون بذلك كما نص عليه الشافعية، ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرح به مشائخنا، فإن القواعد الشرعية لاتنوعه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة. (رد المحتار: ۲۱۳/۲)

### ☆ دونوں سجدوں کے درمیان دعا:

سوال: سجدتین کے درمیان یہ دعا پڑھنی جائز ہے یا نہیں، ”اللہم اغفر لی وارحمی“ الخ؟

الجواب

یہ دعا ما بین السجدتین جائز ہے اور حدیث میں وارد ہے، دعا یہ ہے:

”اللہم اغفر لی، وارحمی، وعافنی، واهدنی، وارزقنی، وارفعنی وأجبرنی“۔ (وعن ابن عباس قال: كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین السجدتین: ”اللہم اغفر لی، وارحمی، واهدنی، وعافنی، وارزقنی“۔ (رواہ أبو داؤد) (کتاب الصلاة، باب الدعاء بین السجدتین: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) انیس) / و الترمذی. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب السجود و فضله، الفصل الثانی (ح: ۹۰۰) ۱ / ۸۴، المكتب الإسلامی، انیس) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۱/۲)

### دوسجدوں کے درمیان دعا:

سوال: دوسجدوں کے درمیان بعض حضرات دعا پڑھتے ہیں، کیا سجدوں کے درمیان دعا کرنا درست ہے؟

(عبدالباری، مہدی پٹنم)

الجواب

بعض احادیث میں دوسجدوں کے درمیان ایک مختصر دعا منقول ہے: ”اللہم اغفر لی وارحمی وأجبرنی واهدنی وارزقنی“۔ (دیکھئے: الجامع للترمذی (ح: ۲۸۴) باب ما یقول بین السجدتین. محشی)

بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر فرض و نفل تمام نمازوں میں دوسجدوں کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے؛ لیکن حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ دعا صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہیے، فرائض میں نہیں پڑھنی چاہیے؛ اس لیے کہ آپ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں آپ کے اس عمل کا ذکر نہیں؛ لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے، عام طور پر احتیاط نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے اور مشہور محقق علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام احمد کے نزدیک دوسجدوں کے درمیان دعا واجب ہے اور فقہاء کا اصول ہے کہ ازراہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہو جائے اور اگر دوسجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے، تو امام احمد کی رائے پر بھی نماز درست ہو جاتی ہے؛ اس لیے دعا پڑھ لینا مستحب ہے۔ (بل ینبغی أن

یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین خروجاً من خلاف أحمد) (منحة الخالق علی البحر الرائق: ۵۶۱/۱، محشی)

اس لیے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعا کر لی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۷-۱۰۸)

- (۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے، وغیرہ وغیرہ؟
- (۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی تو قصور نہیں آتا؟
- (۴) امام کے لیے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟
- (۵) مسجد میں میری نظر سے دفعتی (۱) پر لگے ہوئے چند مسائل گزرے، جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لیے لکھا ہے:

”اللہم اغفر لی، وارحمنی، واهدنی، وارزقنی، وارفعنی، واجبرنی“۔ (۲)

اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہ گار ہوتا ہے۔

- (۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جاسکے، تحریر فرما دیجئے؟

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے، واجباً عرض ہے۔ فقط والسلام (نعت اللہ جلال آبادی)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

”ویجلس بین السجدتین مطمئناً ... ولیس بینہما ذکر مسنون ... علی المذہب، وما ورد محمول علی النفل، آہ“۔ (الدر المختار) (۳)

(قولہ: وما ورد، إلخ) و بین السجدتین: ”اللہم اغفر لی، وارحمنی، وعافنی، واهدنی، وارزقنی“۔ (رواہ أبو داؤد) (۴)

”(وقولہ: محمول علی النفل): ای تہجد أو غیرہ... ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ فی الوارد فی الركوع والسجود، وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة.

وقال: علی أنه إن ثبت فی المكتوبة فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون؟ محصورون لا یتثقلون بذلك، آہ“۔ (رد المحتار: ۵۲۸/۱) (۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ

(۱) دفعتی: جلد کے پٹھے۔ (فیروز الغات: ۶۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) رواہ الترمذی فی سننہ فی أبواب الصلاة، باب ما یقول بین السجدتین: ۶۳۱، سعید

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۱۳/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس

(۴) رواہ أبو داؤد فی سننہ فی کتاب الصلاة، الدعاء بین السجدتین: ۱۳۰/۱، رقم الحدیث: ۸۵۰، إمدادیة

==

کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعید

مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرائی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے، ورنہ امام کا اتباع کرے، اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھیں، یا دونوں نہ پڑھے، تب بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے، جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کو چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا؛ بلکہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں؛ بلکہ نوافل میں ہے، یا منفرد کے لیے اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرائی ہو، تب امام کے لیے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لیے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے:

”رب اغفر لی“۔ (۱)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸ھ/۲۶/۱۳۵۸ھ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔

صحیح عبداللطیف، ۶/ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۵/۵-۶۱۶)

دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق:

سوال: عن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین: ”اللہم

اغفر لی، وارحمنی، واجبرنی، واهدنی، وارزقنی“۔ (۲)

حنفیہ نے اس کو نوافل پر محمول کیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

روی الشیخان عن أبی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

== ”ولم یدکر المصنف بین السجدتین ذکراً مسنوناً وهو المذہب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وما ورد فیہما من الدعاء فمحمول علی التہجد (قال یعقوب: سألت أبا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن الرجل یرفع رأسہ من الركوع فی الفریضۃ، أیقول: اللہم اغفر لی؟ قال: یقول: ربنا لک الحمد وسکت) وكذلك بین السجدتین فقد أحسن حیث لم ینہ عن الاستغفار صریحاً من قوۃ احترازہ“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۱/۱، رشیدیہ)

(۱) عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه انتہی إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام إلی جنبہ... وكان یقول بین

السجدتین: ”رب اغفر لی، رب اغفر لی“۔ (سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب الدعاء بین السجدتین: ۱/۱۷۲، رقم

الحديث: ۱۱۴۴، قدیمی، انیس)

(۲) رواہ الترمذی، باب ما یقول بین السجدتین: ۶۸/۱ مطبوعۃ أصح المطابع

”إذا صلى أحدكم للناس فليخفف“۔ (المشکوۃ، باب ما علی الإمام) (۱)

و فی رد المحتار تحت قول الدر المختار و لیس بینہما ذکر مسنون ما نصہ: بل فیہ إشارة إلی أنه غیر مکروہ، إذ لو کان مکروہاً لنہی عنہ... و عدم کونہ مستنواً لاینافی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة، بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدة تین، إلخ۔  
وفیہ عن الحلبة: إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا یشغلون بذلك۔ (۱/۵۲۷-۵۲۸) (۲)

ان روایات کے استیعاب کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ مکتوبات میں اور جماعت میں بھی مطلقاً منع نہیں کرتے؛ بلکہ جب قوم پر ثقیل ہو، جو خود حدیث متفق علیہ میں مصرح ہے اور سنیت کی نفی سے مؤکدہ کی نفی مقصود ہے، سو اس میں کسی حدیث سے تعارض نہیں۔ واللہ اعلم

۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۸۶/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۰۰/۱) ☆

- (۱) الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۳۱، المكتب الإسلامي، انيس / صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب: إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، رقم الحديث: ۷۰۳-۲۰۹، بيت الأفكار / الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام: ۱۹۵، رقم الحديث: ۴۶۷، بيت الأفكار، انيس
- (۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب: في إطالة الركوع للجائي، انيس
- ☆ سوال: قومہ اور جلسہ کی بابت بھی اسی رسالہ (نوٹ: رسالہ کی وضاحت کی جائے) میں دعاء ماثورہ لکھی ہے اور مسلم کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اور امام صاحب فرائض میں منع فرماتے ہیں، اگر مناسب ہو تو اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب

- مقدمہ اولی: فرائض میں اصل جماعت ہے۔
- مقدمہ ثانیہ: بعض حدیث امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے۔
- مقدمہ ثالثہ: ان اذکار میں تطویل مشاہد ہے، پس مجموعہ مقدمات ثلاثہ دلیل ہے، حمل علی التطوع کی اور تفصیل دونوں جوابوں کی مطولات میں ہے، جس کو بقدر ضرورت اعلاء السنن میں بھی نقل کیا ہے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ۔ (تتمہ خامسہ، صفحہ: ۳۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۰۱-۲۰۰)

فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر:

**مسئلہ:** جلسہ [اور] قومہ کے اذکار فرض [و] نفل میں یکساں ہیں، تنہا آدمی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا

نہیں چاہیے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں: ۱۲۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۳)

## قومہ اور جلسہ کی دعا فراغ میں کیوں نہیں؟

سوال: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں، (۱) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فراغ میں نہیں؛ اس لیے فراغ کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں۔

”قوله وما ورد إلخ) وبين السجدين: “اللهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني“. (وقوله محمول على النفل): أي تهجد أو غيره... ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة. وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة، والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك“ (۲).

”ولم يذكر المصنف بين السجدين ذكرًا مسنونًا، وهو المذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وما ورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد، (۳) وكذلك بين السجدين، فقد أحسن حيث لم ينه عن الاستغفار صريحًا من قوة احترازه“ (۴). فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰ھ/۸/۱۳ - (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۲/۵ - ۶۱۳)

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله تعالى عليه وسلم كان إذا رفع رأسه من الركوع قال: ”ربنا لك الحمد ملئ السموات والأرض وملئ ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد“. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱۹۰/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۴۷۷، انيس)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدين: ”اللهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني“ (أبو داود، كتاب الصلاة، باب بين السجدين: ۱۳۰/۱، إمدادية)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: کتاب الأذکار للنووي رحمه الله تعالى، باب ما يقول في رفع رأسه من الركوع في اعتداله: ۷۹، وباب ما يقول في رفعه رأسه من السجود وفي الجلوس بين السجدين: ۸۴، مكتبة دارالبيان

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعيد

(۳) قال يعقوب: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن الرجل يرفع رأسه من الركوع في الفريضة، يقول: اللهم

اغفر لي؟ قال: ربنا لك الحمد وسكت، انيس

(۴) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۱/۱، رشيدية

## سجده نماز میں دعا:

سوال: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا إني نهيت أن أقرأ القرآن راكعاً أو ساجداً فأما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم. (۱)  
اس حدیث سے نماز کے سجده میں دعا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیا احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے کہ نماز کے سجده میں دعا افضل ہے؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ بیانات تو جروا۔

الجواب \_\_\_\_\_ باسم ملهم الصواب

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى في شرح الحديث المذكور: (وأما السجود فاجتهدوا) أي بالغوا في الدعاء أي حقيقةً، وهو ظاهر أو حكماً، كما في ”سبحان ربّي الأعلى“ (المراقبة: ۳۱۲/۲) (۲)  
وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: وقد ورد ”خير الدعاء دعاء يوم عرفة، وخير ما قلت أنا والنبيون من قبلي: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير“ رواه مالك والترمذي وأحمد وغيرهم، (۳) شرح النقاية للقاري، وقيل لابن عيينة: هذا ثناء فلم سَمَّاه رسول الله صلى الله عليه وسلم دعاءً، فقال: الثناء على الكريم دعاء لأنه يعرف حاجته، فتح. قلت: يشير بهذا إلى خبر: ”من شغله القرآن عن ذكرى ذكرى ومسألتي أعطيته أفضل ما أعطى السائلين“ (۴) ومنه قول أمية بن أبي الصلت في مدح بعض الملوك ۛ

أذكر حاجتي أم قد كفاني	ثناؤك إن شيمتك الحياء
إذا أثنى عليك المرء يوماً	كفاه من تعرضه الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۱) (۵)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ حدیث میں سجده کی تسبیحات ہی کو دعا فرمایا گیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تسبیحات کے بعد دعا کرے، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں تسبیحات کے بعد دعا نوافل میں کرے، فرائض میں نہیں، البتہ فرائض منفرد اُپڑھ رہا ہو، یا جماعت میں مقتدیوں پر ثقیل نہ ہو تو فرائض میں بھی درست ہے۔

(۱) ”فقمن“ جدير خلیق / صحیح لمسلم، باب النهی عن قراءة القرآن في الركوع (ح: ۴۷۹) انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب الركوع، الفصل الأول، رقم الحديث: ۸۷۳، انیس

(۳) موطأ الإمام مالك، ت: عبد الباقي، باب ماجاء في الدعاء (ح: ۳۲) / مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص (ح: ۶۹۶۱) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۵۸۵) انیس

(۴) سنن الترمذی، باب (ح: ۲۹۲۶) انیس

(۵) کتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين، بعرفة ومطلب: الثناء على الكريم دعاء، انیس



قال في العلاءية: وكذا لا يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وما ورد محمول على النفل.

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله محمول على النفل) أي تهجد أو غيره، خزائن، وكتب في هامشه: فيه ردّ على الزيلعي حيث خصّه بالتهجد، آه، ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ في الوارد في الركوع والسجود وصرّح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الأفراد، أو الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك كما نصّ عليه الشافعية، ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرّح به مشايخنا، فإنّ القواعد الشرعية لا تنبوعه كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة، كما ثبت في السنة، آه. (رد المحتار: ٤٧٢/١) فقط والله تعالى أعلم

۲۲/ محرم ۱۳۹۹ھ - (حسن الفتاوى: ۳۳-۳۴) ☆

- (۱) كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع (مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)
- (۲) وإن كان إماماً لا يزيد على وجه يملّ القوم كذا في الهداية. (الهندية: ٧٥/١، الفصل الثالث في سنن الصلاة)
- (۳) وكذا لا يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وما ورد محمول على النفل ... إلخ. (الدر المختار: ٥٠٦-٥٠٧/١، باب صفة الصلاة، طبع ايج ايم سعيد)

”قوله: عن ابن عباس وعن رجل“، قلت: دلالتهما على استحباب الذكر بين السجدين ظاهرة، وفي الدر المختار (٥٢٧/١) وليس بينهما ذكر مسنون، اه، والمراد نفى تأكده لا نفى استحبابه صرح بذلك في رد المحتار ونصه: وعدم كونه مسنوناً لا ينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجاً من خلاف الإمام أحمد، لإبطاله الصلاة بتركه عامداً ولم أر من صرح بذلك عندنا، لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله أعلم (٥٢٨/١)

قلت: لا سيما إذا ورد عن النبي صلى الله عليه وسلم بسند صحيح ولكن تلزم الإمام مراعاة أحوال المأمومين فحيث لا يتثقلون بالدعاء الوارد في سنن أبي داود يدعونه، وإلا فيقصر على قوله ”رب اغفر لي“ كما ورد عند النسائي ولو تركه رأساً لا يلام فيه، فإن هذا الذكر ورد في صلاة الليل دون المكتوبة كما يظهر من مجموع الأحاديث كما قال الشرنبلالي: في نور الإيضاح: وليس فيه (أي في الجلوس بين السجدين) ذكر مسنون والوارد فيه محمول على التهجد، إلخ. (إعلاء السنن، باب وجوب الرفع بين السجدة والجلسة بين السجدين: ٤٣/٣-٤٤، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، انيس)

☆ نفل نماز کے سجدہ میں دعا:

سوال: آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعا کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کر دی جائے گی، یا نماز مکمل کی جائے گی؟  
(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

الجواب

نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں ==

## سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا:

سوال: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں، انفرادی طور پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں ہیں، مختلف جگہوں پر ہیں، ان کو جمع کر کے فرض و نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نماز میں رکوع و سجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، (۱) اگرچہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، (۲) بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۳/۵-۶۱۴)

== سجدہ کی حالت میں دعا کی جاسکتی ہے۔ (عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ، فلمست المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو يقول: أعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بمعافاتك من عقوبتك، وأعوذ بك منك، لا أحصى ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك“۔ (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، رقم الحديث: ۸۷۹، باب في الدعاء في الركوع والسجود، حشی) (کتاب الفتاویٰ: ۹۴۳-۹۵)۔  
حالت سجدہ میں دعا کا کیا حکم ہے:

سوال: اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی بعد نماز کے جائے نماز پر سجدہ ریز ہو کر دینی و دنیوی بہبودی کے لیے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب:

اس کی عادت بنالینا بدعت ہے، مگر گاہے ایسا ہو جائے اور ناظرین بھی اس طریقہ کو ایک ضروری چیز نہ سمجھنے لگیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۳/۱-۱۰۴)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ”وكذا لا يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح (على المذهب) وما ورد محمول على النفل“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعيد)  
(۲) تاہم کراہت سے خالی نہیں۔

”عن علي رضي الله عنه قال: نهاني النبي صلى الله عليه وسلم أن أقرأ راکعاً أو ساجداً“۔ (الصحيح لمسلم)  
”فيه النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، وإنما وظيفة الركوع التسبيح ووظيفة السجود التسبيح و الدعاء، فلو قرأ في ركوع أو سجود... كره ولم تبطل صلاته“۔ (شرح النووي لمسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود: ۹۱/۱، قديمی)

”وتكره قراءة القرآن في الركوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة“۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في خلف الوعيد وحكم الدعاء بالمغفرة للكافر ولجميع المؤمنين: ۵۲۳/۱، قديمی)  
(۳) ان عائشة رضی اللہ عنہا نبأتہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ ==

## سجدہ میں دعا کی ہیئت:

سوال: سجدہ میں دعا کرنے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، نانڈیر)

الجواب

نفل نمازوں کے سجدہ میں عربی زبان میں دعا کی جاسکتی ہے، (۱) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول مبارک یہی تھا: (۲) اس کے لیے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں؛ بلکہ سجدہ کی جو معروف کیفیت ہے، اسی میں دعا کرنا چاہیے، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے، بعض لوگ سجدہ میں دعا کرنے کے لیے ہاتھوں کو اس طرح

== وسجودہ: ”سبح قدوس رب الملائكة والروح“. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول في الركوع والسجود: ۱۹۲/۱، قديمی)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: ”سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي“. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۳۱۱/۱، قديمی) (ح: ۸۱۷، انيس)

مزید تفصیل کے لیے: کتاب الأذکار للنووي رحمه الله تعالى، باب أذكار السجود: ۸۱-۸۲، مكتبة دار البيان، ملاحظہ فرمائیں!

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا سجد قال: اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله أحسن الخالقين. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۰، انيس)

عن عوف بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ركع ركوعه الطويل يقول فيه: سبحان ذي الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة، ثم قال في سجوده مثلك ذلك. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۱، انيس)

عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فأما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم. (كتاب الأذكار للنووي برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۴، انيس)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ”بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں رہتا ہے تو اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔“

”أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا من الدعاء“ (سنن أبي داود، رقم الحديث: ۸۷۴، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الركوع والسجود)

(۲) دیکھئے: سنن أبي داود، رقم الحديث: ۸۷۷، باب الدعاء في الركوع والسجود. محشی

بچھا دیتے ہیں کہ پشت زمین پر ہوتی ہے اور ہتھیلی اوپر کی طرف؛ یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے کہ اس طرح کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۸۶/۲)

### حالت نماز میں درود کے اندر ”ذریات و ازواج“ کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے:

سوال: ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ ”ازواج و ذریات“ کا اور بڑھاوے، اس میں زیادہ ثواب ہے، مثلاً: ”اللہم بارک علی ازواجہ و ذریاتہ“ الخ، یہ بڑھانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس قدر معمول ہے، وہی کافی ہے، اگرچہ بڑھا دینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۷/۲)

### قعدہ نماز میں مختلف دعا:

سوال: اگر کوئی شخص قعدہ نماز میں کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا پڑھے تو عند الحنفیہ ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب

کچھ ممانعت نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۰/۲)

(۱) حالت سجدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کی بیعت کیا ہوتی تھی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول ہوتے؛ یعنی سجدہ کی حالت میں بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے کلمات فرماتے۔

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ”فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة، فلمت المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو يقول: ”أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بمعافاك من عقوبتك وأعوذ بك منك، لا أحصى ثناء عليك، وأنت كما أثنت على نفسك“ (أبو داؤد، رقم الحديث: ۸۷۹، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع والسجود) (حشی)

(۲) ولذا قال في شرح المنية: و الإتيان بما في الأحاديث الصحيحة أولى، إلخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في تاليف الصلاة: ۴۷۹/۱) (مطلب في جواز الترحم على النبي ابتداءً، انیس)

(۳) وصلى على النبي عليه السلام، إلخ، ودعا بما يشبه ألفاظ القرآن والأدعية المأثورة لما روينا من حديث ابن مسعود قال له النبي عليه السلام: ”ثم اختر من الدعاء أطيبه وأعجبه إليك“ (الهداية، باب صفة الصلاة: ۱۰۳/۱، ظفیر)

وعن حذيفة في حديثه المتقدم في صلاة النبي صلى الله عليه وسلم ... وكان يقول بين السجدة: رب اغفر لي رب اغفر لي، إلخ. (كتاب الأذكار للنووي برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۸، انیس)

## سلام کے بعد اذکار و دعا

نماز کے بعد ”استغفر اللہ“ پڑھنا:

سوال: نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید ”أستغفر اللہ الذی لا إله إلا هو الحي القيوم“ پڑھتا ہے، مگر کہتا ہے: بے شک یہ بہت بڑا استغفار ہے؛ لیکن سلام کے بعد ”اللہ اکبر“ اور تین مرتبہ ”استغفر اللہ“ پڑھنا منقول ہے۔

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر ”استغفر اللہ“ منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں؛ مگر عمل الیوم واللیلة، ص: ۳۵، میں ہے:

”عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللہ الذی لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه، كفرت عنه ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر“۔ (۱)

”عن ثوبان قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا انصرف من صلاته، استغفر ثلاثاً، و قال: اللّٰهُمَّ أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔ قال الولید: فقلت للأوزاعی: کیف الاستغفار؟ قال: تقول: أستغفر اللہ، أستغفر اللہ“۔ (۲)

”و یستحب أن یتستغفر اللہ ثلاثاً ویقرأ آية الكرسي والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثاً وثلاثین، ویهمل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک“۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد المحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۱۵-۶۷۲)

(۱) أخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة، باب ما يقول في دبر صلوة الصبح، رقم الحديث: ۱۲۶، ص: ۱۱۲، مكتبة الشيخ، كراچی

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبين صفته: ۲۱۸/۱، قديمي (ح: ۵۹۱، انيس)

(۳) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد

### نماز کے بعد ”یا قوی“ ”یا نور“ پڑھنا:

سوال: بعض لوگوں خصوصاً تبلیغی جماعت والوں کو یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد مقررہ مقدار میں ”یا قوی“ پڑھتے ہیں، پھر ”یا نور، یا نور“ پڑھ کر اور ہاتھ کی انگلیوں پر پھونک کر دونوں آنکھوں پر مل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، کیا ایسا ہی ہے؟ کیا یہ طریقہ حدیث سے ثابت ہے؟

هو المصوب

نماز کے بعد ”یا قوی“ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کا پڑھنا جائز ہے اور لازم سمجھنا غلط ہے۔ (۱)  
تحریر: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۴۰، ۳۴۱-۳۴۲)

### بعد نماز ”یا رسول اللہ“ کہنا:

سوال: ہر نماز کے بعد کیا بھی وقت ”یا رسول اللہ“ کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ ”یا رسول اللہ“ کہنا، نہ قطعاً جائز ہے، نہ مطلقاً جائز؛ بلکہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے ”یا رسول اللہ“ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر موجود ہیں، یا ضرور میری آواز کو سنیں گے تو یہ ناجائز ہی نہیں؛ بلکہ ایک نوع کا شرک ہے۔ سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہا تو شیخ میں فرماتے ہیں:

”منہم الذین یدعون الأنبیاء والأولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرک قبیح وجہل صریح، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ الآية“، انتہی۔ (الجنة لأهل السنة: ۳۰/۱۷)

یعنی! بعض لوگ وہ ہیں، جو انبیاء اور اولیاء کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں

(۱) قویٰ اور نور اللہ جل شانہ کی صفات ہیں؛ اس لیے اگر کوئی شخص اللہ کے اسم صفاتی سے یاد کرتا ہے تو درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا پڑھ کر اپنے دابنے ہاتھ سے سر کا مسح کرنا ثابت ہے، البتہ اسے ایسا معمول بنانا جو لازم کے طور پر سمجھا جائے، غلط ہے۔ انیس عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الأفضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ۱۷۱۸)

قال أهل العربية الرده هنا بمعنى المردود ومعناه فهو باطل غير معتد به وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام وهو من جوامع كلمه صلى الله عليه وسلم فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات. (شرح النووي لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ: ۱۶/۱۲. انیس)

قال العلامة الحلبي: كل مباح يؤدي إليه أي (إلى) اعتقاد الجهلة سنيها) فمكروه. (غنية المتملی المعروف بالكبيری، فصل فی مسائل شتی: ۵۶۹. انیس)

اور ان کی ندا کو سنتے ہیں اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں، پکارتے ہیں، یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں، ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔“

اور اگر محض تخیل کے طور پر شاعرانہ دعا و عاشقانہ خطاب کرتا ہے تو جائز ہے، جیسے اہل معانی و بلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کو موجود فرض کر کے یا غیر حاضر کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، چنانچہ بعض لوگ اپنے کھنڈروں اور دیواروں کو خطاب کرتے ہیں، کوئی بلبل و قمری کو خطاب کرتا ہے۔

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی ز حال ما کہ جدا از حریم دلداریم

باللہ یا ظلمات القاع قلن لنا أليلاى منكن أم ليلى من البشر

ہر زبان میں اس کی نظائر بکثرت ہیں، اسی طرح مجاہدہ شوق میں اگر کوئی بلا عقیدہ حاضر و ناظر کے خطاب کرے تو مضائقہ نہیں، البتہ عوام کے فساد عقیدہ سے بچنے کے لیے اس کی عادت نہیں لگانی چاہیے۔  
مجموعہ فتاویٰ میں ہے:

”کہنا ”یا رسول اللہ“ ساتھ صلوٰۃ و سلام کے، جائز ہے، جیسا کہ التیحات وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے، باقی کہنا: ”یا رسول اللہ“ و ”یا ولی اللہ“ کا جو ہندوؤں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے کہا کرتے ہیں، سارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے؛ بلکہ اس محل خاص میں بمقتضاء آیت: ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ الخ، و موافق دستور قرون ثلثہ ”یا اللہ“، ”یا رحیم“، ”یا کریم“ وغیرہ کی عادت کرنا چاہیے۔ (۳۳۸/۱) (فتاویٰ احیاء العلوم: ۱۶۴/۱-۱۶۶)

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر کسی دعا کا پڑھنا ثابت ہے؟ رکوع و سجود اور قیام میں دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ رہنا چاہیے؟

الجواب

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ”بسم اللہ الذی لا إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللہم اذهب عنی الهمّ والحزن“ حسن حصین میں ہے، حدیث اس بارے میں منقول ہے۔ (۱)

(۱) دیکھئے! حسن حصین: ۸۵/۱: وکان صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلی وفرغ من صلوٰتہ مسح بيمينه علی رأسه وقال: ”بسم اللہ الذی لا إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللہم اذهب عنی الهمّ والحزن“۔ (ظفیر)

(الدعاء للطبرانی، باب منه (ح: ۶۵۹) / المعجم الأوسط، من اسمه بکر (ح: ۳۱۷۸) / حلیۃ الأولیاء و طبقات الأصفیاء، معاویۃ بن قرة: ۳۰۱/۲، دار الكتاب العربی بیروت. انیس)

اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے۔ (۱)

”ویسن أن یلصق کعبیه“۔ (الدر المختار) (۲)

قال السید أبو السعود: وکذا فی السجود. (أیضاً، الشامی) (۳)

باقی حالت قیام میں شامی میں لکھا ہے کہ قد مین میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

”وینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید“۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۱/۲) ☆

**فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ”بسم اللہ الذی لا إله إلا هو الرحمن، إلخ“ پڑھنا:**

سوال: میرا معمول ہے کہ میں فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھتا ہوں: ”بسم اللہ الذی لا

إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللہم اذهب عنی الهم والحزن“۔

تو ایک صاحب نے میرے کو باتوں ہی باتوں میں میرے اس عمل کو سراہا تو ایک اور صاحب جو ہماری اس محفل میں شریک تھے اور دین دار آدمی تھے، انہوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے، جو آپ اسے سراہتے ہیں، یہ کوئی خاص خوبی کی بات نہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ یہ عمل بدعت ہے، یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو میں چھوڑ دوں، مولانا صاحب! ایک بزرگ قسم کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم وظائف وغیرہ ”حصن حصین“ میں دیکھ کر پڑھا کرو تو یہ دعا بھی میں نے اسی کتاب سے سیکھی تھی، اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کتاب مستند ہے کہ نہیں؛ کیوں کہ ان صاحب نے مندرجہ بالا دعا کو بدعت کہہ کر شک میں ڈال دیا ہے؟

(۱) اس سے قبل رکوع سے متعلق مسائل میں دونوں پاؤں ٹخنے سے ملانے کا فتویٰ گزرا ہے اور اس کے بعد اسی سے متعلق تفصیلی فتویٰ اس کے خلاف بھی گزرا ہے جو رائج ہے، وہاں واضح کیا گیا ہے کہ بعد الا تفصیلی فتویٰ صحیح ہے اور یہ دوسرا فتویٰ مرجوع عنہ ہے۔ انیس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۶۱/۱، ظفیر

(۳) رد المحتار، أيضاً: ۶۱/۱، ظفیر (مطلب: قراءة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن، انیس)

(۴) رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث القيام: ۴۱/۱، ظفیر

☆ نماز کے بعد جو سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے، اس وقت کچھ پڑھنا بھی چاہیے یا نہیں:

سوال: بعد فرض نماز جو سر پر ہاتھ رکھتے ہیں، کیا اس میں کچھ پڑھنا بھی چاہیے؟

الجواب

”بسم اللہ الذی لا إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللہم اذهب عنی الهم والحزن“ پڑھتے ہیں۔

۷/شوال ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۰۱/۲)



الجواب

”حسن حصین“ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی نے ”اوسط“ میں اور ابن سنی نے ”عمل الیوم واللیلۃ“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، (۱) اور اس کی سند کمزور ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۶۹/۳)

سلام کے بعد انگلیاں آنکھوں پر پھیرنا:

سوال: ہمارے یہاں مساجد میں بعض نمازی فرض نماز کے سلام کے بعد اپنی کلمہ کی انگلیوں پر کچھ پڑھ کر کے آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیرتے ہیں، ان کا یہ طریقہ کہاں تک درست ہے، یہ سنت ہے یا بدعت؟

هوالمصوب

آشوب چشم کے علاج کے طور پر ایک امر مباح ہے؛ لیکن اس کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔  
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۴۰/۳)

سلام کے بعد دعا کے لیے بیٹھنے کی مقدار:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعائیں کس قدر بیٹھا جائے؟ دعا لمبی ہو، یا مختصر؟ (میر یاسین علی)

الجواب

بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہوں، دعا مختصر کی جائے، زیادہ طویل نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں مقدار کا تعین مشکل ہے؛ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ!  
”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ کے بقدر بیٹھا کرتے تھے۔“ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۲/۳)

(۱) دیکھئے: حسن حصین مترجم، ص: ۲۳۳، طبع دارالاشاعت

(۲) وعن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا صلى، وفرغ من صلاته، مسح بيمينه على رأسه، وقال: ”بسم الله الذي لا إله إلا هو الرحمن الرحيم، اللهم أذهب عني الهم والحزن“. وفي رواية: مسح جبهته بيده اليمنى، وقال فيها: ”اللهم أذهب عني الهم والحزن“. رواه الطبراني في الأوسط، والبخاري بنحوه بأسانيد، وفيه: زيد العمى وقد وثقه غير واحد، وضعفه الجمهور، وبقية رجال أحد إسناده الطبراني ثقات، وفي بعضهم خلاف. (مجمع الزوائد: ۱۰/۷۱، باب الدعاء في الصلاة وبعدها، طبع دار الكتب العلمية، بيروت) (رقم الحديث: ۱۶۹۷۱-۱۶۹۷۲)

(۳) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ (الجامع للترمذی، رقم الحديث: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم: ۶۶/۱)

## نماز کے بعد ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

فرض نماز کے بعد ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ“ میں ”حینا ربنا وأدخلنا دار السلام“ کی زیادت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: عبداللہ تورڈھیر، صوابی)

الجواب

چوں کہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے، (۱) البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے، (۲) لہذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۸/۲) ☆

(۱) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔ رواہ مسلم۔ (کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفتہ، ص: ۲۳۵، رقم الحدیث: ۵۹۲، بیت الأفكار، انیس)

وعن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا انصرف من صلوٰتہ، استغفر ثلاثاً، وقال: ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔ (رواہ مسلم) (کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفتہ، ص: ۲۳۵، رقم الحدیث: ۵۹۱، بیت الأفكار، انیس) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۸۸/۱، رقم الحدیث: ۹۶۱، انیس)

(۲) قال العلامة الشرنبلالی: بعد الفرض القيام إلى أداء السنة التي تلي الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير أنه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام إذا سلم يمكث قدراً ما يقول ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وإليك يعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔

وقال الطحطاوی تحت (قوله: وإليك يعود السلام) قال فی شرح المشکوٰۃ عن الجزری: وأما ما یزاد بعد قوله و منك السلام من نحو وإليك يرجع السلام فحینا بالسلام ربنا وأدخلنا دار السلام فلا أصل له، بل مختلق بعض القصاص۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، فصل فی صفة الأذکار بعد الصلاة، ص: ۱۷۰)

## ☆ نماز کے بعد ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ کس طرح پڑھا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ! نماز کے بعد جب امام ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ پڑھتا ہو تو کس طرف رخ کرے، نیز یہ دعا ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اسے دعائیں کہتے، جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں؟ بینواتو جروا۔  
(المستفتی: شاد محمد کوہاٹ..... ۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ)

الجواب

”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ، ایک ذکر ہے دعائیں ہیں، اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت اجتماعی سے یہ ذکر ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ نہیں کیا ہے؛ بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے، ==

## فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السّٰلَمُ“ کی مقدار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام، یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جب کہ روایات میں صرف مقدار ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السّٰلَمُ“ آیا ہے، کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: نامعلوم..... ۱۶/۴/۱۹۷۷ء)

الجواب

ذکر بعد المكتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہا کرام قدر ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السّٰلَمُ“ یا معمولی کم و بیش ہے؛ کمافی رد المحتار: ۴۹۵/۱: وقول عائشة رضي الله تعالى عنها ”بمقدار“ لا يفيد أنه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريباً فلا ينافي ما في الصحيحين من ”أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: ”لا إله إلا الله“ إلخ. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۳۵)

## نمازوں کے بعد ”سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إله إلا اللّٰه“ پڑھنا:

سوال: نمازوں کے بعد ”سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إله إلا اللّٰه أكبر“ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

آپ نے ”سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه لا إله إلا اللّٰه، اللّٰه أكبر“ لکھا ہے، حدیث میں ہے کہ (قرآن مجید کے بعد) یہ چار کلمات سب سے افضل ترین کلمات ہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۹۹)

== لہذا ہر شخص انفرادی طور سے رو بہ قبلہ ہو کر کیا کرے۔ (عن ثوبان رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً وقال: ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السّٰلَمُ ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“۔ (رواہ مسلم) (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۱، بيت الأفكار، انيس) (مشکوٰۃ المصابيح، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۸۸۱/۱، رقم الحديث: ۹۶۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۲۲)

(۱) رد المحتار هامش الدر المختار، قبيل فصل في القراءة: ۳۹۱/۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: هل يفارقہ الملكان؟ انيس)

(۲) عن سمرة بن جندب قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أفضل الكلام أربع: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر“۔ وفي رواية: ”أحب الكلام إلى الله أربع: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر“ لا يضرك بأيهن بدأت“۔ (رواه مسلم) (كتاب الدواب، باب: كراهية التسمية بالاستماع القبيحة وينافع ونحوه، ص: ۸۸۴، رقم الحديث: ۲۱۳۶، بيت الأفكار، انيس) (مشکوٰۃ: ۲۰۰، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول)۔ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان والنذر، باب: إذا قال: واللّٰه لا أتكلم اليوم، ص: ۱۲۷۵، رقم الحديث: ۲۲۹۴، بيت الأفكار، انيس)

بعد نماز ”لا إله إلا الله“ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے:

سوال: بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی ”لا إله إلا الله“ بآواز بلند کہنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ بھی جائز ہے؛ لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۹/۲)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا:

سوال: فرضوں کے بعد اکثر لوگ ”لا إله إلا الله“ زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیا جائز ہے، یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط

(محمد صدیق خورشیدی، ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

ذکر اللہ خاص کر ذکر ”لا إله إلا الله“ کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے، (۲) ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا اور موجب ثواب ہے؛ (۳) مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے منع ہے، (۴) بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں، یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے؛ (۵) اس لیے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے؛ تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش و اذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/ ۵/ ۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۰/۵)

- (۱) عن المغيرة بن شعبه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له“ إلخ. (مشکوٰۃ، باب الذكر بعد الصلاة: ۸۸، ظفیر) (کتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۶۲، انیس)
- (۲) ”عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله تعالى عليه وسلم يقول: ”أفضل الذكر لا إله إلا الله، وأفضل الدعاء الحمد لله“. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۱۷۶/۲، سعید) (ح: ۳۳۸۳، انیس)
- (۳) ”إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر، و أحاديث الإسرار والجمع بينهما: بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا“. (رد المحتار، کتاب الحظروا وإباحة، فصل فی البيع: ۳۹۸/۶، سعید) (فرع: هل يكون رفع الصوت بالذكر والدعاء، انیس)
- (۴-۵) ”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، اهـ“. (السعاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فی فصل القراءة: ۲/ ۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاہور)

## فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا:

سوال: فرض نماز پڑھنے کے بعد پہلے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو نماز کے بعد اونچی آواز سے کلمہ شریف پڑھا جاتا تھا، مگر اب اکثر مسجدوں میں کلمہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھا جاتا، کیا یہ کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے، یا کوئی اور چیز پڑھنی چاہیے؟ اگر اور کوئی چیز پڑھنی ہے تو اس کو بھی ساتھ ہی لکھ دیں؟

الجواب

نمازوں کے بعد بہت سے اذکار اور دعائیں منقول ہیں: (۱) مگر ان کو آہستہ پڑھنا چاہیے، آواز میں آواز ملا کر بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا، جس سے نمازیوں کو تشویش ہو، جائز نہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۹۸)

## نماز کے بعد لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد وہیں بیٹھ کر ”لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ“ بلند آواز سے پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

ہو المصوب

بہ آواز بلند ذکر کر سکتے ہیں، (۳) نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف دعاؤں کا پڑھنا منقول ہے، مثلاً:

(۱) عن أم سلمة... رضى الله عنها... كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: ”اللهم إني أسئلك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً“. (عمل اليوم والليلة لابن سني، ص: ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۱۰) (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس)

عن أبي أمامة قال: ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: ”اللهم اغفر لي ذنوبي وخطاياي كلها، اللهم انعشني واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا يهدي لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت“. (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس) (أيضاً: ۱۰۲، رقم الحديث: ۱۱۴)

(۲) وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراي: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ. (رد المحتار: ۱/۶۶۰، مطلب في رفع الصوت بالذكر). (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، انيس)

أيضاً نعم: الجهر المفرط ممنوع شرعاً، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل أو حصلت فيه شبهة رياء أو لو حظت في خصوصيات غير مشروعة. (مجموعة رسائل اللكنوي، سباحة الفكر في الجهر بالذكر: ۳/۳۴) (الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، انيس)

(۳) عن ابن عباس: أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس: كنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة) (رقم الحديث: ۸۴۱)

”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السّلام ومنكَ السّلام تباركْتَ يا ذا الجلال والاکرام“۔ (۱) وغیرہ۔

ایک دعائیں ”لا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ“ کی صراحت بھی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، رقم الحديث: ۸۴۴)

بشرطیکہ نمازیوں اور سونے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو اس سے ایذا نہ پہنچتی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

وفي حاشية الحموى عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارىء. (ردالمحتار: ۴۳۴/۲) (۲)  
لیکن آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے:

”خير الذكر الخفى“۔ (۳)

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۴۰/۲-۱۴۱)

### ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام:

سوال: بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک کر کے تین مرتبہ ”لا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ“ بلند آواز کر کے کہنا پھر ”رسول اللّٰہ“ کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہو، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے، اس کو بہت برا جاننا اور اس کو قابل ملامت جاننا یہاں کارواج ہے۔ یہ کیسا ہے؟ کیا اس کو ضروری کرنا چاہیے، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کر دیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے؛ لیکن اس طرح کرنا چاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا۔ (کذا فی سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر) (۴)

(۱) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۱-۵۹۲/

سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحديث: ۲۹۹-۳۰۰

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، انيس

(۳) صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب الأذكار، رقم الحديث: ۸۹۰، قال شعيب الأرنؤوط: إسناده

ضعيف. مسند أحمد بن حنبل: ۱/۱۷۲، رقم الحديث: ۱۴۷۷۔

(۴) وهنا أحاديث اقتضت طلب الأسرار والجمع بينهما: بأن ذلك يختلف باختلاف أشخاص وأحوال، كما جمع

بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءة القرآن، ولا يعارض ذلك حديث: ”خير الذكر الخفى“ ==

نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو اصرار کی حد میں داخل ہے، ناجائز ہے۔  
 ”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة“ ۵۔ (سعاية) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
 حررہ العبد محمد وغفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۹/۵) ☆

### نمازوں کے بعد اذکار وغیرہ کا حکم:

سوال: اذکار کی تحقیق اور ان کا خلاصہ کیا ہے؟

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی بعض تالیفات (۲) میں مذکور ہے کہ تقریباً سب اذکار ماثورہ (۳) کے صرف نوصینہ ہیں، غالباً اس کے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہیں۔ پہلا تسبیح، دوسرا احمد، تیسرا صیغہ تکبیر، چوتھا صیغہ تہلیل، پانچواں صیغہ تقویض اور توکل کا ہے اور چھٹا صیغہ تعویذ اور التجار اور تحقن کا ہے اور ساتواں حصہ صلوة؛ یعنی درود شریف

== لآئنه حیث خیف الریاء، أو تأذی المصلین أو النیام. و ذکر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حیث کلاهما ذکر؛ لأنه أكثر عملاً لتعدی فائدته إلى السامعین، ویوقظ قلب الذاکر. (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن، کراچی)  
 (۱) السعاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة، ذکر البدعات: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاہور

### ☆ تراویح کی دعا اجتماعی طور پر بالجہر پڑھنا:

سوال: ہمارے یہاں کا معمول ہے کہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام صاحب زور سے مشہور دعا: ”سبحان ذی الملک“، بخیر پڑھتے ہیں اور مقتدی حضرات بھی زور سے پڑھتے ہیں؛ لیکن گزشتہ رمضان میں، میں نے ایک جگہ عجیب حال دیکھا کہ ہر چار رکعت پر لوگ دعا ضرور پڑھتے ہیں، مگر ہلکی آواز سے تذبذب میں ہوں کہ زور سے پڑھنا درست ہے یا آہستہ سے؟ آخر میں آپ سے رجوع کر رہا ہوں، آپ بتائیں کہ کس طرح پڑھنی چاہیے؟

الجواب وباللہ التوفیق

تراویح کی دعا آہستہ پڑھنی چاہیے، اس دعا کو اجتماعی طور پر آواز سے پڑھنا سلف سے ثابت نہیں ہے اور قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈائجیل: ۳۵۰/۷، کفایت المفتی: ۳۵۰/۳-۳۶۲)

”وقد قالوا: إنهم مخيرون في حالة الجلوس إن شأوا سبحوا وإن شأوا قرأوا القرآن وإن شأوا صلوا أربع ركعات فرادى وإن شأوا قعدوا ساكتين. (البحر الرائق، كراتشي: ۶۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (دینی مسائل اور ان کا حل: ۱۱۷)  
 (۲) زیادہ امکان ہے کہ اس سے مراد القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جو کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف کردہ ہے، اس پر شاہ صاحب کا حاشیہ ہے، دسویں فصل آداب ذکر اور وعظ گوئی کے بیان میں ہے۔ انیس

(۳) یہ مادی صورت بھی ہو سکتی ہے اور محسوسات بھی اور مستفادات بھی، ثواب کی ملکیت اس کے علاوہ منہدم رہے گی، ماثورہ حدیث سے ثابت ہوں، بعض صحابہؓ سے بھی۔ (حاشیہ مرتب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور اٹھواں صیغہ استغفار کا ہے اور نوں صیغہ ان ادعیہ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات کے وارد ہیں، ان صیغوں کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے آثار ہیں، جو ذکر کے نفس میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر صیغہ کے خواص علاحدہ علاحدہ ہیں، جو مطالب حاصل ہونے کے لحاظ سے ہیں اور تفویض اور توکل تاثیر میں تریاق کے مانند ہیں اور ظاہر طور میں تجربہ میں آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت میں حاجت روائی ہوتی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسواں صیغہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ تسمیہ ہے، مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہیں؛ بلکہ یہ صرف وسیلہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے، البتہ بعض مقامات میں اس کی خاص تاثیر بھی ہے، مثلاً:

”بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الأرض ولا فی السماء“۔ (۱)

(یعنی شروع کرتا ہوں اس کے نام سے کہ اس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نہ زمین میں اور نہ آسمان میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔) تو اس صورت میں یہ تحقن اور تعویذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا میں حرف باستعاذہ کے ساتھ متعلق ہے کہ جو مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اس طرح ہے۔

”أعوذ بسم اللہ الذی لا یضر“ الخ۔

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرورتاً تسلیم کر لی جائے۔ (واللہ الہادی إلی سواء الطریق) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶-۴۹۵) ☆

## نمازوں کے بعد کے اذکار:

سوال: ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، تینتیس (۳۳) مرتبہ ”سبحان اللہ“، تینتیس (۳۳) مرتبہ

(۱) أبوداؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، ص: ۵۴۹، رقم الحدیث: ۵۰۸۸، بیت الأفكار / الجامع للترمذی،

کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أصبح وإذا أمسى، ص: ۵۳۶، رقم الحدیث: ۳۳۸۸، بیت الأفكار، انیس

☆ نمازوں کے بعد تسبیح وغیرہ کا حکم:

سوال: پنج وقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

الجواب

نماز صبح کے بعد ”لا إله إلا الله الملك الحق المبين“ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز ظہر کے بعد اگر فرصت ہو تو ”حسبى الله ونعم الوكيل“ پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اگر فرصت نہ ہو تو پچیس مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عصر کے بعد تسبیح فاطمی مشہور ہے، پڑھنا چاہیے اور نماز مغرب کے بعد ”سبحان الله والحمد لله“ پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عشا کے بعد درود شریف چاہیے، کوئی درود شریف ہو سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو حاضر و ناظر خیال کر کے پڑھنا چاہیے۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶)



”الحمد لله“ چونتیس (۳۴) مرتبہ ”اللہ اکبر“ پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم سے ثابت نہیں، لہذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہیے، سنت ہونے کے لیے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو کام خود آپ نے نہ کیا ہو، آپ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ (عبدالجبار، یا قوت پورہ)

الجواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے“۔ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: ”جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے“۔ (۲)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے؛ کیوں کہ جو ہم کہتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ ”سبحان اللہ“ ۳۳ دفعہ ”الحمد لله“ ۳۴ دفعہ ”اللہ اکبر“ کہنے کا ذکر ہے“۔ (۳)

(۱) دیکھئے: کنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۹-۲۵۷۰، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار، مج ۱

(من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت). (كنز العمال عن علي ورواه النسائي في السنن الكبرى، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة (ح: ۹۸۴۸) وكذا في عمل اليوم واليلة، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة (ح: ۱۰۰) الدعاء للطبراني، باب منه (ح: ۶۷۵) المعجم الأوسط، من بقية من أول إسمه ميم (ح: ۸۰۶۸) عن أبي أمامة بلفظ: من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت. وابن السنن عن علي رضي الله عنه، نوع آخر (ح: ۱۲۵) انيس)

(۲) دیکھئے: کنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۴، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار، مج ۲

(من قرأ في دبر كل صلاة مكتوبة آية الكرسي حفظ إلى الصلاة الأخرى ولا يحافظ عليها إلا نبی أو صديق أو شهيد). (كنز العمال عن أنس وكذا رواه البيهقي في شعب الإيمان، تخصيص آية الكرسي بالذكر (ح: ۲۱۷۵) انيس)

(۳) عن أبي ذر قال: يا رسول الله: ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون كما ننفق، قال لي: إلا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدر كنتم من قبلكم وفتحتم من بعدكم تحمدون الله في دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعاً وثلاثين. (سنن ابن ماجه: ۶۶/۱، رقم الحديث: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

ترمذی شریف میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۱) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اور ادکی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۲)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہو، اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے، جس کی فضیلت و اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو؛ کیوں کہ اگر کوئی بات صرف آپ کے فعل سے ثابت ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ کے ساتھ مخصوص ہو، یا آپ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو؛ لیکن جب آپ نے کسی بات کا حکم دیا ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے؛ اس لیے جو بات حدیث قوی سے ثابت ہو، محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں؛ یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہو تو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اور ادکی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ سمجھنا درست نہیں کہ چونکہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں؛ اس لیے آپ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہر حال ان اور اد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳-۱۰۶)

### فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا:

سوال: ہمارے محلہ کے آدمی چونکہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں؛ اس لیے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف ”سبحان اللہ وبحمدہ، صلی اللہ علی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، استغفر اللہ“ بلا ناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، امام صاحب

(۱) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثاً وثلاثين مرة والحمد لله ثلاثاً وثلاثين مرة واللّه أكبر أربعاً وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذی، رقم الحديث: ۴۱۰، باب ماجاء في التسبیح في أدبار الصلاة، انیس)

(۲) عن أبي ذر قال: قيل للنبي صلى الله عليه وسلم -وربما قال سفيان قلت: يا رسول الله -ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لى: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدر كنتم من قبلكم وقتم من بعدكم، تحمدون الله في دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثاً وثلاثين وثلاثاً وثلاثين وأربعاً وثلاثين. (سنن ابن ماجه: ۶۶/۱، رقم الحديث: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم/ سنن النسائي، رقم الحديث: ۱۳۵۰۱، باب نوع آخر من عدد التسبیح، انیس)

سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب و برکت کے لیے پڑھتے ہیں، اگرچہ ایسا پڑھنا فرض و واجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں؛ یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں، ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے، یا منع ہے؟ نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے، (۱) مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے ہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر، جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو، اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

دعائیں اصل اخفاء ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (۲) تعلیم مقصود ہو، یا کوئی اور دینی مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۱/۵-۶۶۲)

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا:

سوال: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

(۱) إن هنا أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المسلمين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، والتعدي فائدته إلى السامعين“ آه۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد) (فرع: هل يكره رفع الصوت بالذكور والدعاء؟ انيس)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵، انيس

(۳) وعن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد“۔ (متفق عليه) (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب: الذكر بعد الصلاة، ص: ۱۷۲، رقم الحديث: ۸۴۴، بيت الأفكار/ الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۴، انيس) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب: الذكر بعد الصلوة، الفصل الأول، ص: ۸۸، رقم الحديث: ۹۶۲، قديمي)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا ہر نماز کے بعد؛ بلکہ ہر وقت دن رات میں درست ہے؛ (۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۲/۵-۶۶۳) ☆

(۱) قَالَ اللَّهُ عز وجل: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۵۶)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”من صلی علی واحدة، صلی اللہ علیہ عشراً“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التشهد: ۱۷۶/۱، رقم الحديث: ۴۰۸، قديمی) / (أبو داؤد، كتاب الوتر، باب في الاستغفار، ص: ۱۸۱، رقم الحديث: ۱۵۳۰، بيت الأفكار/ سنن النسائي، باب الفصل في الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ۵۷/۲، رقم الحديث: ۱۲۹۵، انيس)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على الصلوة“۔ (جامع الترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۱۰/۱، سعيد) (رقم الحديث: ۴۸۴، انيس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! کتاب الأذکار للنووی، کتاب الصلوة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۵۳، مكتبة دار البيان دمشق.

(۲) (الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة “آه. السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

”قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“۔ (مراقبة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ۹۴۶ ج: ۳/ص: ۳۱، رشدية)

☆ نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں:

مسئلہ: بعد نماز کے تسبیح، تہمید، تکبیر مستحب ہے اور صوم عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں، شاہ عبدالعزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ (والکلام علی ثلاثة مراتب: مستحب) (أى المرتبة الأولى: مستحب (كالتسبيح) وهو أن يقول: سبحان الله (والتحميد) وهو أن يقول: الحمد لله (والتكبير) وهو أن يقول: الله أكبر (و الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم) وهو أن يقول: اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وسلم ورضى الله عن أصحاب رسول الله أجمعين. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ۴۸۲/۱، وزارة الأوقاف قطر. انيس) (مجموعہ فرخ آباد، ص: ۱۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۶)

## نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد:

سوال: نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی چاہیے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ“ اور ”اللہ اکبر“ کہے اور بعض حضرات ۳۳/۳۳ دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ“ اور ”اللہ اکبر“ کو بتاتے ہیں۔

(عبدالرب، بوکی)

### الجواب

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں مختلف تعداد منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ“ اور ”اللہ اکبر“ کی تلقین کی گئی ہے، (۱) حضرت ابو ذر کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ“ ۳۳ دفعہ ”اللہ اکبر“ کہنے کا ذکر آیا ہے، (۲) اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ ”لا إله إلا الله“ پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ (۳) مولانا عبدالرحمن مبارک پوری نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے، ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے؛ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی، اسی نسبت سے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

- (۱) عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خصلتان أو خلتان لا يحافظ عليهما عبد مسلم إلا دخل الجنة هما يسير ومن يعمل بهما قليل، يسبح في دبر كل صلاة عشرة ويكبر عشرة فذلک خمسون ومائة باللسان وألف وخمسة مائة في الميزان ويكبر أربعاً وثلاثين إذا أخذ مضجعه ويحمد ثلاثاً وثلاثين ويسبح ثلاثاً وثلاثين فذلک مائة باللسان وألف في الميزان. (سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبیح عند النوم، انیس)
- (۲) عن أبي ذر قال: قيل للنبي صلی اللہ علیہ وسلم -وربما قال سفیان قلت: یا رسول اللہ -ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لی: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدر كنتم من قبلکم وفتحتم من بعدکم، تحمدون الله في دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثاً وثلاثين وثلاثاً وثلاثين وأربعاً وثلاثين. (سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، انیس)

- (۳) (عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان اللہ ثلاثاً وثلاثين مرة والحمد للہ ثلاثاً وثلاثين مرة واللہ أكبر أربعاً وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم) (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۰، باب ما جاء في التسبیح في أدبار الصلاة، انیس)

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ سنت کے لیے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے؛ (۱) اس لیے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر و عصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے، فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں چوں کہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں؛ اس لیے پہلے سنتیں ادا کر لی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں؛ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۸-۱۰۹)

### تسبیحات فاطمی کی فضیلت:

سوال: میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، مطلب یہ ہے کہ سودانوں کو یہ تسبیح، جو شخص روزانہ صبح فجر کے وقت اور عشا کی نماز کے بعد، یا ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو قیامت کے دن، اس کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوگا؟

الجواب

آپ نے صحیح لکھا ہے، یہ کلمات و تسبیحات فاطمی کہلاتے ہیں؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے تھے، حدیث میں ان کے بہت سے فضائل آئے ہیں، (۲) جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی قدس سرہ کے رسالے ”فضائل ذکر“ میں جمع کر دیئے گئے ہیں، یہ پاکیزہ کلمات ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت بڑے اہتمام سے پڑھنے چاہئیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۷)

### تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا:

سوال: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا؛ بلکہ بہت جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر، امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے، دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے، یا نہیں؟

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار ما یقول: اللہم أنت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۲) عن کعب ابن عجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: معقبات لا یخیب قائلهن أوفاعلهن دبر کل صلوة مکتوبة، ثلاث وثلاثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة، وأربع وثلاثون تکبیرة. (الصحيح لمسلم: ۲۱۹/۱، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفتہ، رقم الحدیث: ۵۹۵، انیس)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے؛ بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر و خیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا؛ تاہم گنہگار نہیں ہوگا، (۱) نمازی اس سے نفرت نہ کریں، برائہ کہیں محبت و ہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۵-۲۶۷)

### نمازوں کے بعد تسبیح:

سوال: میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ؛ یعنی: ”سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر“ پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہیے؛ مگر ہمارے استاد صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟  
(عائشہ فردوس، گلبرگہ)

الجواب

احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں، (۳) اور یہ بھی

(۱) عن كعب ابن عجرة رضى الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”معقبات لا يخيّب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة، وثلاث وثلاثون تمحيدة، وأربع وثلاثون تكبيرة“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبين صفته: ۲۱۹/۱، رقم الحديث: ۵۹۵، قدیمی)

”ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهمل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)  
(۲) عن تميم الدار رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”الدين النصيحة“ قلنا: لمن؟ قال ”لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم...“ قال النووي: ”وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداواة الأمر، فيأمرهم لمصالحهم في آخرتهم وديارهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم ما يجهلون من دينهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم... والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره وأمن على نفسه المكروه، فإن خشى أذى فهو في سعة. والله أعلم: ۵۴۱، قدیمی) (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب أن الدين النصيحة، انيس)

(۳) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثاً وثلاثين مرة والحمد لله ثلاثاً وثلاثين مرة والله أكبر أربعاً وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذی، عن عبد الله بن عباس، حديث نمبر: ۴۱۰، باب في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں؛ یعنی: ظہر، مغرب اور عشاء، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے آپ یوں کریں کہ فجر و عصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

”... بل يحمل على الإتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقبها“۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳)

### کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں؟

سوال: ہر نماز کے بعد نماز کی جو دعائیں ہوتی ہیں، مثلاً: دعائے استغفار اور آیت الکرسی وغیرہ پڑھنا ضروری ہوتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نماز کے بعد اذکار اور آیت الکرسی اور تسبیحات ضروری نہیں، مگر ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، ان کا اہتمام کرنا چاہیے، (۲) غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دینا، بڑی محرومی کی بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۶/۳) ☆

(۱) الکبیری: ۳۳۱ (پوری عبارت اس طرح ہے: وأما ماورد من الأحاديث في الأذكار عقب الصلاة فلا دلالة فيها على الإتيان بها عقب الفرض قبل السنة طل تحمل على الإتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقبها لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية منها فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه فعل بعد الفريضة وعقبها، الخ). (الكبيري شرح منية المصلي، صفة الصلاة: ۳۴۲، بولاق مصر. انیس)

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لأن أقول: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر أحب إلي مما طلعت عليه الشمس“۔ (مشکوٰۃ: ۲۰۰) (باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول (ح: ۲۲۹۵) انیس)

أيضاً: وعن كعب ابن عجرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”معقبات لا يخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة، ثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱) (ح: ۵۹۵) انیس

وفى الدر المختار (۱/۵۳۰) كتاب الصلاة: ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة ويدعو، ويختم بسبحان ربك.

☆ بعد نماز فجر و عصر تسبیحات کا پڑھنا:

سوال: فجر اور عصر کے بعد تسبیحات کا پڑھنا کیسا ہے؟ بیذاو تو جروا۔

الجواب

حامداً ومصلياً ومسلماً: پانچوں نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمی پڑھنے کے فضائل احادیث میں بکثرت ==



## فرائض و سنن کے درمیان وظیفہ:

سوال: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر و مغرب و عشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں، اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں، مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہیے؛ مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے، ایسے امام کی اقتدا میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط (حاجی سید عبدالماجد، ۱۳ دسمبر/۵۰)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصل سنتیں پڑھی جائیں؛ لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار

== (عن كعب ابن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لا يخيّب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة"). (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، بيان صفته: ۲۱۹/۱، قديمي) (ح: ۵۹۵) انيس) ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهمل تمام المائة، ويدعو، ويختتم بسبحان ربك. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد) البتة فجر وعصر کے بعد سنت وغیرہ نہیں ہے، اس لیے فوراً پڑھنا مناسب ہے اور بقیہ نمازوں میں فرض کے بعد سنت ہے اور سنت کو فرض کے بعد اولین فرصت میں ادا کرنا اور تسبیح فاطمی کو سنت و نفل کے بعد پڑھنا بہتر ہے، (فی فتاویٰ محمودیہ: (تسبیح فاطمی، معوذتین، آیت الکرسی وغیرہ) سنن و نوافل کے بعد افضل ہیں اور جس فرض کے بعد سنن و نوافل نہیں، جیسے! فجر و عصر تو بعد فرض متصل افضل ہے۔

عن عائشة قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام، ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي) (ح: ۵۹۲) انيس)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام" الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأو، واختاره الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي حملة على القليلة".

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهياً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس... لا بأس بالفصل بالأو، أي القليلة التي مقدار: "اللهم أنت السلام" الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (مطلب: هل يفارق الملکان؟ انيس)

فإن الشيخ ولي الله الدهلوی رحمہ اللہ يقول بتقديم التسيحات على السنن والنوافل، لكن ابن الهام رحمہ اللہ يقول بتقديم السنن على التسيحات، كذا في معارف السنن للبنوري، و التعامل على قول ابن الهمام فهو الراجح المختار. (معارف السنن، كتاب الصلاة) واللہ أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۴/۱۱/۱۴۱۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۸/۲-۳۵۹)

وتشدد کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”ويكره تأخير السنة إلا بقدر: ”اللهم أنت السلام“ الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكرهية التنزيهية، ارتفع الخلاف؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهياً كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس، قلت: وفي حفظي حملة على القليلة... فالكرهية على الزيادة تنزيهية لما علمت من عدم دليل التحريمية“ ۵. (الدر المختار والشامی) (۱)

”عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلى معاوية رضى الله تعالى عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلوة وسلم قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجند منك الجند“ (۲) فقط واللّه سبحانه تعالى أعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۳/۵-۶۶۴)

### تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد:

سوال: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیت الکرسی وغیرہ، وظیفہ پڑھنے کے لیے فرائض کے بعد متصل پڑھنا افضل ہے، یا سنن ونوافل سے فارغ ہو کر؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر تو بعد فرض متصل افضل

ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۳/۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید (مطلب: هل يفارق المملكان؟ انیس)

(۲) الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفة: ۲۱۸/۱، قديمی) / (صحيح البخاری، باب: الذكر بعد الصلاة (ح: ۸۴۴) بيت الأفكار، انیس) مزيد تفصيل کے لیے دیکھئے: ”نفائس مرغوبة“ تصنیف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) ”عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ (الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب

==

استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفة: ۲۱۸/۱، قديمی) (ح: ۵۹۲) انیس

## بعد فجر و عصر تسبیحات و دعائیں ترتیب:

سوال: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعائے مانگنے سے قبل تکبیر و تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے، یا دعائے مانگنے کے بعد؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔

”و یسبحون اللہ تعالیٰ ثلاثاً و ثلاثین، و یحمدونہ کذا لک، و یکبرونہ کذا لک... ثم یدعون لأنفسہم و للمسلمین بالأدعية المأثورة الجامعة... رافعی أیدہم... ثم یمسحون بها: أى بأیدہم و جوہہم فی آخرہ“ ۵۔ (مراقی الفلاح مختصراً، ص: ۱۸۳) (۱)

”و یتحب أن یتغفر ثلاثاً، و یقرأ آية الكرسي و المعوذات، و یسبح و یحمد و یکبر ثلاثاً و ثلاثین، و یہلل تمام المائة، و یدعو و یختم بسبحان ربک“۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۲/۱۳۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۸/صفر/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۵/۵)

## نماز کے بعد کی تسبیح صاف سے ہٹ کر پڑھنا:

سوال: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صرف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

وہ شخص محل اعتراض نہیں، اگر صرف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لیے افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۶/۵)

== ”و یکرہ تأخیر السنة إلا بقدر“ اللهم أنت السلام، الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال وقال الحلبي: إن أريد بالكره التزهية، ارتفع الخلاف. قلت: وفي حفظي حملة على القليلة“. (الدر المختار)

”قوله: ارتفع الخلاف“؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس... لا بأس بالفصل بالأوراد: أى القليلة التى مقدار: اللهم أنت السلام الخ“. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعید) (مطلب: هل يفارقه المملكان؟ انیس)

(۱) حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى الأذكار، ص: ۳۱۵-۳۱۷، قديمی

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

==

(۳) ”و یتحب کسر الصفوف“۔ (الدر المختار)

## تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے:

سوال: فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے، یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟  
(سبحان محی الدین، ورنگل)

الجواب

چاہے فجر و عصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقع پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یا معشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات“۔ (۱)

(اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی۔) اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ!

”آپ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتدا کی جائے“۔ (۲)

اس لیے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۰)

## نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے:

سوال: میں نے کہیں یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ نماز کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح (۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر) ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر پڑھنا مکروہ ہے، گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں یہ فرمائیں کہ آیا یہ مسئلہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں! انگلیوں پر تسبیحات کا گنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ حدیث شریف میں تسبیحات کو انگلیوں پر گننے کا حکم آیا ہے: **عن یُسَیْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمَهَاجِرَاتِ قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيْكَمُ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَاعْقِدْنَ بِالأَنَامِلِ فَإِنَّهُنَّ مُسْئِلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فِتْنَسِينَ الرَّحْمَةَ**۔ (۳)

== ”قولہ: (وَيَسْتَحِبُّ كَسْرُ الصَّفُوفِ) لِيُزُولَ الشُّبُهَاءُ عَنِ الدَّخْلِ الْمَعْيَنِ لِلْكَلِّ فِي الصَّلَاةِ“۔ (رد المحتار،

فصل: إِذَا أَرَادَ الشُّرُوعَ: ۵۳۱/۱، سعید) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انیس)

(۱) الجامع للترمذی: ۵۲۱/۵، رقم الحديث: ۳۴۸۶، باب ماجاء في عقد التسبیح بالید

(۲) سنن النسائی، رقم الحديث: ۵۲۴۲، باب التیامن فی الترجل، محشی

(۳) رواه الترمذی (كتاب الدعوات، باب فی فضل التسبیح والتهلیل والتقديس، ص: ۵۶۲، ==

ترجمہ: ”حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تسبیح و تہلیل اور تقدیس کو اپنے اوپر لازم کر لو اور ان کو انگلیوں پر گنا کرو؛ کیوں کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان کو بلوایا جائے گا اور ذکر سے غفلت نہ کیا کرو، ورنہ رحمت سے بھلا دی جاوے گی۔“ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۷-۵۰۸)

### تسبیح وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا:

سوال: بیجوں پر، یا پروٹی ہوئی تسبیح کے دانوں پر اذکار و اوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟  
(انور محی الدین، گولکنڈہ)

الجواب

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں؛ تاکہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں؛ لیکن اگر تسبیح، یا پروٹی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں اور ریا و نمائش مقصود نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

”وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں، جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ”سبحان اللہ“ اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ”سبحان اللہ“ اسی طرح ”الحمد لله، اللہ اکبر“ اور ”لا حول ولا قوة الا باللہ“۔ (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بیج یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ نے پروٹی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے:

”ولا يزيد السبحة على مضمون هذا الحديث إلا بضم النوى في خيط، ومثل ذلك لا يظهر

تأثيره في المنع“۔ (رد المحتار: ۴۲۱/۲) (۲)

”وہ اسی حدیث کے مطابق ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں۔“ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۶/۳-۱۰۷)

== رقم الحديث: ۳۵۸۳، بیت الأفكار، انیس) و أبو داؤد (كتاب الوتر، باب التسبيح بالحصى، ص: ۱۷۹، رقم الحديث: ۱۵۰۱، بیت الأفكار، انیس) / مشكوة، ص: ۲۰۲ (كتاب الدعوات، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۳۱۶، انیس)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۱۵۰۰، باب التسبيح بالحصى، كتاب الوتر / الجامع للترمذی، رقم

الحديث: ۳۵۵۴، باب ثواب: سبحان الله عدد خلقه. محشی

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: الكلام على اتخاذ المسبحة، انیس

## فرض کے بعد آیۃ الکرسی:

سوال: امام کو بعد نماز فرض کس قدر مقدار سے ”آیۃ الکرسی“ پڑھتے رہنا چاہیے، امام دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے، کیا مقتدی کو اس کی پیروی لازم ہے، یا دعا پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جاوے؟

الجواب

بعد فرض کے قبل سنت اگر ”آیۃ الکرسی، تسبیحات بعد الصلوٰۃ“ وغیرہ اور اد مختصرہ پوری کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے؛ لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے، (۱) اگر زیادہ اور اد پڑھنے ہوں تو بعد سنت کے پورا کر لیوے، یہ بہتر ہے اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً، یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۵/۲-۱۶۶)

## نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت:

سوال: کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند آیات قرآنی مسجد میں بعد نماز فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلیٰ اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے، ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے، ایک صاحب نے فرمایا کہ سورۃ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلیٰ کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کر لیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟

(محمد فصیح اللہ، دارالشفاء)

الجواب

چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جو زور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا؛ لیکن اس کو مستقل معمول بنالینا مکروہ ہے۔

(۱) ویکرہ تأخیر السنۃ إلا بقدر: ”اللہم أنت السلام“ الخ، قال الحلوانی: لا بأس بالفعل بالأوراد واختاره الکمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية ارتفع الخلاف. (الدر المختار)

فکان معناها أن الأولی أن لا یقرأ قبل السنۃ ولو فعل لا بأس، فأفاد عدم سقوط السنۃ بذلک حتی إذا صلی بعد الأوراد تقع سنۃ لا علی وجه السنۃ ولذا قالوا: لو تکلم بعد الفرض لا تسقط لکن ثوابها أقل فلا أقل من کون قراءۃ الأوراد لا تسقطها، الخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: ۱/ ۴۹۴، ظفیر) (مطلب: هل یفارقہ الملکان، انیس)

”یکرہ للقوم أن یقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والإنصات المأمور بها، کذا فی القنیة“۔ (۱)

”قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے۔“

لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب و لازم خیال نہ کریں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۹۲/۳-۹۳)

### عصر کے بعد ذکر و دعا کا اہتمام:

سوال: جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعا کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعا کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر و دعا کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟

(حمید الدین قاسمی، عنبر پیٹ)

#### الجواب

جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعا کے قبول و مستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعا کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے؛ لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر و دعا کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نووی فرماتے ہیں:

”يستحب الإكثار من الأذکار بعد العصر و آخر النهار أكثر، قال الله تعالى: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ (سورة طه من الآية: ۱۳۰) وقال الله تعالى: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِنْكَارِ﴾ (الغافر من الآية: ۵۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عز وجل من صلاة العصر إلى أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل“۔ (۲)

”عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح و شام اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک ذکرین کے ساتھ رکاو رکھنا مجھے اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔“

واضح ہو کہ دعا بھی من جملہ اذکار کے ہے؛ اس لیے دعا اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۱۰۰/۳-۱۰۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۳۱۷/۵ (کتاب الکراہیۃ و هو مشتمل علی ثلاثین باباً، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح

وقراءة القرآن والذکر والدعاء ورفع الصوت عنه قراءة القرآن، انیس)

(۲) الأذکار للنووی، ص: ۱۲۸. محشی (باب ما یقول بعد العصر إلى غروب الشمس، انیس)

## بعد فرائض کے اوراد و وظائف:

سوال: اوراد و وظائف مسنونہ بعد مکتوبہ پڑھنے کو فقہانے مکروہ فرمایا ہے، (کما فی الکبیری وغیرہ من الکتب الفقہیۃ) اور احادیث میں تصریح فرائض کی مذکور ہے، بالخصوص حدیث عمر رضی اللہ عنہ دال علی الندب ہے، رفع تعارض کیسے ہوگا؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

یا تو حدیث میں تاویل ہو کہ احیاناً ایسا ہوا ہو، یا فقہا کا قول مؤول ہو کہ منقول سے زیادہ فصل مکروہ ہے۔ فقط  
۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ۔ (تتمہ اولی: ۴۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۷۹۵/۱)

## نمازوں کے بعد طویل دعائیں:

سوال: آج کل اکثر ائمہ حضرات نمازوں کے بعد طویل دعائیں کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے، کیا نمازوں کے بعد اتنی طویل دعائیں کرنی چاہیے؟ (سید خواجہ معین الدین، سدا سپو پریٹ)

الجواب \_\_\_\_\_

نفل نمازوں کے بعد خاص کر رات کے وقت تہجد کے موقع پر آپ سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے، (۱) فرائض کے بعد عام طور پر آپ مختصر دعا فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ آپ کی دعا: ”اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ کے بقدر ہوتی تھی: (۲) اس لیے فرائض کے بعد مختصر دعا پر ہی اکتفا کرنا چاہیے،

(۱) عن زرارۃ بن أوفی أن عائشة رضی اللہ عنہا سئلت عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جوف اللیل فقالت: کان یصلی العشاء فی جماعة ثم یرجع إلى أهله فیرکع أربع رکعات ثم یأوی إلى فراشه وینام ویطہورہ مغطی عند رأسه وسواکہ موضوع حتی یبعثہ اللہ ساعتہ التي یبعثہ من اللیل فیتسوک ویسبغ الوضوء ثم یقوم إلى مصلاه فیصلی ثمانی رکعات یقرأ فیہن بأمر الکتاب وسورة من القرآن وما شاء اللہ ولا یقعد فی شیء منها حتی یقعد فی الثامنة ولا یسلم ویقرأ فی التاسعة ثم یقعد فیدعوا بما شاء اللہ أن یدعوه ویسأله ویرغب إليه ویسلم تسلیمة واحدة شديدة یکاد یقوظ أهل البيت من شدة تسلیمة ثم یقرأ وهو قاعد بأمر الکتاب ویرکع وهو قاعد ثم یقرأ الثانية فیرکع ویسجد وهو قاعد ثم یدعوا ما شاء اللہ أن یدعوا ثم یسلم وینصرف فلم تنزل تلك صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یبدن فنقص من التسع ثنتين فجعلها إلى الست والسبع ورکعتیه وهو قاعد حتی قبض علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۴۶، باب فی صلاة اللیل، انیس)

(۲) عن عائشة قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول: ”اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“



بعض مخصوص مواقع پر آپ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعا فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا، جب آپ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ سے ثابت ہیں؛ لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہو جائیں؛ اس لیے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہیے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۹۹/۳)

### فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے:

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے دعائیں ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ شاہ ولی اللہؒ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ان ادعیہ واذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہانے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض کے ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہا کی بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کے یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہا بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۰/۲)

== وفي رواية ابن نمير: ”يا ذا الجلال والإكرام“. (الصحيح لمسلم، حديث نمبر: ۵۹۲، باب استحباب الأذكار بعد الصلاة/ الجامع للترمذي، حديث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، انيس)

(۱) ويكره تأخير السنة إلا بقدر ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال، الخ، ويستحب أن يستغفر ثلاثاً ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، الخ، ويدعو ويختم بسبحان ربك، الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في كيفية الصلاة: ۴۹۴/۱، ظفير)

(ومن أذكار ما بعد الصلاة: استغفر الله ثلاثاً، اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام، لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللّٰهُمَّ لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد، لا إله إلا الله ولا نعبد إلا إياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، اللّٰهُمَّ اِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجَبَنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَرْذَلِ الْعَمْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَثَلَاثَ وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثَ وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً وَأَرْبَعَ وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً وَرَوَى مِنْ كُلِّ ثَلَاثَ وَثَلَاثِينَ وَتَمَامَ الْمِائَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، الخ، وَرَوَى مِنْ كُلِّ خَمْسَ وَعَشْرُونَ وَالرَّابِعَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُرْوَى يَسْبَحُونَ فِي دَبْرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَيُحْمَدُونَ عَشْرًا وَيَكْبِرُونَ عَشْرًا وَرَوَى مِنْ كُلِّ مِائَةٍ وَالْأَدْعِيَةُ كُلُّهَا بِمَنْزِلَةِ أَحْرِفِ الْقُرْآنِ مِنْ قُرْأَنِهَا شَيْئًا فَازِ بِالْثَوَابِ الْمَوْعُودِ وَالْأُولَى أَنْ يَأْتِيَ بِهِذِهِ الْأَذْكَارُ قَبْلَ الرُّوَاتِبِ، الخ. (حجة الله البالغه، أذكار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها: ۱۹/۲-۲۰، دار الجيل بيروت، انيس)

جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے: (مسئلہ) جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشاء، ان کے بعد بہت دیر تک دعائے مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں؛ جیسے فجر و عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے، یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب

اوفق بالا حدیث یہ صورت ہے جو کہ بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر و عصر، ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں، ان کے بعد امام اور مقتدیٰ مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کر لیں، (۱) خواہ فصل بالاً وراہ کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے، پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرنا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۷۲)

فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: فرضوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کتنی دیر تک؟

الجواب

دعا مانگنا تمام فرضوں اور نمازوں کے بعد جائز و مستحب ہے، جس قدر مناسب ہو دعا کرے؛ مگر جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد زیادہ دیر دعا نہ کرے، دعا سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۰/۲)

(۱) وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة، كذا في التتارخانية. (الفتاوى الهندية، ط: مصر، كيفية الصلاة: ۷۲/۱، ظفیر) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيةها، انیس)

(۲) مسجد تو دراصل فرض نمازوں کے لیے ہے۔ نفل اور سنت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔

”والأفضل في النفل غير التراويح المنزل إلا لخوف شغل عنها، والأصح أفضلية ما كان أخشع وأخلص.“ (الدر المختار)

قوله: (والأفضل في النفل، الخ) شمل ما بعد الفريضة وما قبلها، لحديث الصحيحين: ”عليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة“ وأخرج أبو داود: ”وصلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدى هذا إلا المكتوبة“ وتسامه في شرح المنية. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۳۸/۱) (كتاب الصلاة، مطلب: في الكلام على حديث النهي عن النذر، انیس)

## نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟  
شافی جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے، (۱) اور ترک دعا پر وعید بھی ہے، نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چنانچہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب ”عمل الیوم واللیلۃ“ سے نقل کی جاتی ہیں:

- (۱) عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: ”اللهم إني أَسْأَلُكَ علماً، نافعاً، وعمالاً متقبلاً، ورزقاً طيباً“۔ (۲)
- (۲) عن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعو في دبر الصلوة يقول: ”ربنا ورب كل شيء أنا أشهد أنك أنت الرب وحدك لا شريك لك، اللهم ربنا ورب كل شيء، أنا أشهد أن محمداً عبدك ورسولك، اللهم ربنا ورب كل شيء أنا أشهد أن العباد أخوة، اللهم ربنا ورب كل شيء اجعلني مخلصاً لك في كل ساعة واهدني في الدنيا والآخرة يا ذا الجلال والإكرام، اللهم اسمع واستجب، الله الأكبر الله الأكبر، نور السموات والأرض، الله الأكبر حسبى الله ونعم الوكيل، الله الأكبر الله الأكبر“۔ (۳)

== اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کو سنت کے لیے روکنا اور اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ اب یہ التزام درست ہے؛  
اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

- (۳) ثم يسلم عن يمينه ويساره (إلى قوله) ويستحب أن يستغفر ثلاثاً ويقرأ آية الكرسي والمعوذات ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين ويهمل تمام المائة ويدعو ويختم بسبحان ربك. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۴۹۵/۱)
- ويكره تأخير السنة إلا بقدر ”اللهم أنت السلام“ الخ، وقال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال. (أيضاً: ۴۹۴/۱، ظفیر)

### حاشیہ صفحہ ۱۰۱:

- (۱) قال الله تعالى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)
- قال الله تعالى: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (سورة المؤمن: ۱۴)
- قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ، أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۶)
- (۲) عمل اليوم والليلۃ لابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب ما یقول فی دبر صلاۃ الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰)
- ص: ۱۰۰، مکتبۃ الشیخ، کراچی
- (۳) عمل اليوم واللیلۃ لابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب ما یقول فی دبر صلاۃ الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۴) ص: ۱۰۲

عن أبی أما مة رضى الله تعالى عنه قال: ما دنوت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى دبر صلوة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: اللهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها، اللهم أنعشنى واجبرنى واهدنى لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا يهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت“ (۱).  
 (۲) عن معاذ بن جبل رضى الله عنه قال: لقيت النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ”يا معاذ إبنى أحببك فلا تدع أن تقول فى دبر كل صلوة: اللهم أعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك“ (۲).  
 (۵) عن أنس بن مالک رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوة ثم يقول: اللهم إلهى وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرائيل وميكائيل وإسرافيل. عليهم السلام. أسألك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر، وتعصمنى فى دينى فإنى مبتلى، وتنانلى برحمتك فإنى مذنب، وتنفى عنى الفقر فإنى مسكين، إلا كان حقاً على الله عز وجل أن لا يرد يديه خائبين، آه“ (۳) فقط واللّه سبحانه تعالى أعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۳/۲/۱۳۶۲ھ

نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام و التزام ثابت نہیں ہے، جیسا کہ بعض جگہ کہا جاتا ہے۔ (۴)

”قال الطیبی: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“ (۵).

اور اسی وجہ سے بعض علما نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ اٹھائے ہوئے دونوں طرح ثابت ہے۔ (۶)

”قال سمعت أم سلمة رضى الله عنها تقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى

- (۱) عمل اليوم واللييلة لابن السنى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۶) ص: ۱۰۵، مكتبة الشيخ
- (۲) عمل اليوم واللييلة لابن السنى رحمه الله تعالى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۸)
- (۳) عمل اليوم واللييلة لابن السنى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۳۸) ص: ۱۲۱
- (۴) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة آه“ (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فى فصل القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

- (۵) مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء فى التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶) ۳/۳۱، رشدية
- (۶) وقال أبو موسى رضى الله عنه: دعا النبى صلى الله عليه وسلم، ثم رفع يديه، ورأيت بياض إبطيه“ (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب رفع الأيدي فى الدعاء: ۲/۹۳۸، قديمي) (رقم الحديث: ۳۵۶۵، انيس)

الصباح قال: ”اللهم إني أسألك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً ورزقاً“۔ (۱) فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے؛ (۲) لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کر دے، تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ (۳)

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۳/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۵-۶۷۸) ۰۰۰

(۱) عمل اليوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰۔

(۲-۳) راجع الحاشیة السابقة آنفاً

۰۰۰ ۱- نماز کے بعد دعا کے بارے میں دیگر آثار، اقوال و افعال مندرجہ ذیل ہیں:

ارشاد نبوی: حضرت ابوما لک اشجعی رضی اللہ عنہ کے والد کی روایت ہے: ”ہم لوگ مرد و عورت صبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آدمی عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھوں تو (نماز کے بعد) کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہا کرو ”اللهم اغفر لی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی“ اس میں تمہارے لیے دنیا و آخرت سب جمع کر دی گئی ہے“۔ (ابن خزیمہ) (عن أبی مالک الأشجعی عن أبيه قال: كنا نغدو إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيجئ الرجل وتجي المرأة فيقول: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف أقول إذا صليت؟ قال: اللهم اغفر لي وارحمني واهدني وعافني وارزقني، فقد جمع لك دنياك و آخرتك“۔ (أخرجه ابن خزيمة، ۳۶۶/۱) (أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ فرمایا: مجھ کو تم سے محبت ہے اور اس کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادك“۔ (ابوداؤد و نسائی) (عن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: أوصيك يا معاذ! لا تدعن دبر كل صلاة أن يقول: ”اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك“۔ (أخرجه أبو داود والنسائي - جامع الأصول: ۲۰۹/۴) (أبو داود، كتاب الصلاة، باب الاستغفار، النسائي، كتاب السهو، باب نوع آخر من الدعاء. أخرجه غيرهما أيضاً مع خلاف في اللفظ في بداية الحديث، فقد أخرجه الحاكم (۲۷۳/۱) وابن خزيمة (رقم: ۷۵۱) وأحمد (۳۴۵/۵) وغيرهم في هامش ابن خزيمة (۳۶۹/۱): اسناده صحيح، وكذا في هامش جامع الأصول (۲۰۹/۴) وقال الحاكم وواقفه الذهبي على شرط الشيخين)

۲- نماز کے بعد دعا:

کردار نبوی: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہتے تھے: اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر“۔ (ابوداؤد و ترمذی) (عن علي رضي الله عنه قال: كان رسول الله عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللهم اغفر لي ما قدمت“۔ (الحديث أخرجه أبو داود و الترمذی - جامع الأصول: ۲۲۶-۲۲۷، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم الترمذی، أبواب الدعوات في أول الصلاة، وقال الترمذی: حديث حسن صحيح)

== حضرت کعب احبار نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر کہا کرتے تھے:

”اللہم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمة امری واصلح لی دنیاى التی جعلت معاشی، اللہم انی أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بعفوک من نقتک وأعوذ بک منک“۔ (نسائی) (عن عطاء بن أبی مروان عن أبیه عن کعب بن مناع حلف له: بالله الذی فلق البحر لموسى أنا نجد فی التوراة أن داؤد نبی اللہ کان إذا انصرف من صلاته، قال: اللہم اصلح دینی الذی جعلتہ لی۔ (الحديث) وحدثنی کعب أن صہیباً حدثه أن محمداً صلى اللہ علیہ وسلم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته۔ (أخرجه النسائی، جامع الأصول: ۲۲۸/۵) النسائی، أبواب السهو، باب آخر من الدعاء عند الإنصراف من الصلاة، وفي هامش جامع الأصول (۲۹۹/۴): إسناده حسن، رواه ابن خزيمة، أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام فی دبر الصلاة، وفي هامشه (۳۶۷/۱): إسناده صحيح)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے: ”اللہم انی أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک أن أردإلی أزدل العمر وأعوذ بک من فتنۃ الدنیا وأعوذ بک من عذاب القبر“۔ (بخاری) (عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ کان یتعوذ دبر الصلاة بهؤلاء الکلمات: اللہم انی أعوذ بک الحديث“۔ (أخرجه البخاری، الجهاد، باب ما یتعوذ من الجبن)

نماز کے بعد متصل عملاً دعا و آیات میں معروف ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الأصول: ۲۱۳/۴-۲۳۲، الأذکار للنووی (ص: ۵۷-۶۰) عمل الیوم واللیلة لابن السنی (۹۹-۱۲۵)

### ۳- فرض نماز کے بعد دعا:

ارشاد نبوی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کوئی دعا زیادہ قابل قبول ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد“۔ (ترمذی) (عن أبی أمامة قال: ”قیل: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ای الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“ (أخرجه الترمذی- جامع الأصول: ۱۴/۴) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رقم: ۸۰) وقال: هذا حدیث حسن. وفي إعلاء السنن (۱۵۹/۳) وقال فی الدراية بعد ما عزاہ إلی الترمذی والنسائی: رجاله ثقات)

حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آہستہ سے فرمایا: جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ: ”اللہم أجرنی من النار“ کہا کرو، اگر تم نے اس وقت اس دعا کو اسی طرح پڑھا اور رات میں تمہاری موت ہو گئی تو تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی اور فرمایا: نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی اسی طرح کہا کر تو اس کے ساتھ بھی یہی فرمایا۔ (ابوداؤد) (عن الحارث بن مسلم عن أبیه أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أسر إلیہ فقال ”إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللهم أجرنی من النار سبع مرات زاد فی رواية- قیل أن تکلم أحدا- فإنک إذا قلت ذلک ثم مت فی لیلتک کتب لک جوار منہا- وإذا صلیت الصبح“۔ (الحديث) (أخرجه أبو داؤد- جامع الأصول: ۲۳۱/۴) کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، وفي هامش جامع الأصول (۲۳۱/۴): رواه أيضاً النسائی فی الکبریٰ وابن حبان فی صحیحہ- وهو حدیث حسن وقد حسنه الحافظ فی تخريج الأذکار

== حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث جس کا تذکرہ نماز کے بعد دعا کے بیان میں آیا ہے، اس میں بعض محدثین نے روایت کیا ہے: ”ہر فرض نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: ”اللہم أعنی الحدیث“۔ (ابن السنی) (ملاحظہ ہو! حدیث ۱۵۷، أخرجه ابن السنی بلفظ: فلا تدع أن تقول في دبر كل صلاة مكتوبة برقم: ۱۸۸)

### ۴- فرض نماز کے بعد دعا:

کردار نبوی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو وہ اپنی طرف رہنے کو پسند کرتے تھے؛ کیوں کہ آپ اس رخ کو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ”رب قنی عذابک يوم تبعث عبادک“۔ (مسلم) (عن البراء بن عازب قال: ”کنا إذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه یقبل علينا بوجهه قال فسمعته یقول: رب قنی عذابک يوم تبعث عبادک أو تجمع عبادک“۔ (آخر جہ مسلم-جامع الأصول: ۲۲۸/۴) (مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب یمن الیمین)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے: ”اللہم انی أسألك علماً نافعاً و عملاً مقبلاً و رزقاً طیباً“۔ (ابن ماجہ و احمد) (عن أم سلمة: ”أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر الفجر إذا صلی: اللہم انی أسألك، الحدیث“۔ (جامع الأصول: ۲۳۰/۴) وفی هامش جامع الأصول (۲۳۱/۴) أخرجه رزین و الحدیث فی مسند أحمد (۲۹۴/۶) و سنن ابن ماجہ (أبواب إقامة الصلاة) باب ما یقال بعد التسلیم... قال أبو صیری فی الزوائد: رجال اسنادہ ثقات خلا مولیٰ أم سلمة فإنه لم یسم... وله شاهد عند الطبرانی فی الصغیر فالحدیث حسن وقد حسنه الحافظ ابن حجر فی تخریج الأذکار-رواه ابن السنی برقم: ۱۱۰، وهو فی مجمع الزوائد (۱۱۴/۱۰) وقال الهیثمی: رجالہ ثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہم کو نماز پڑھاتے اور ہماری طرف متوجہ ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے: ”اللہم انی أعوذ بک من کل عمل یخزیني و أعوذ بک من کل صاحب یؤذیني و أعوذ بک من کل عمل یلهیني و أعوذ بک من کل فقر ینسیني و أعوذ بک من کل یطغیني“۔ (بزار و ابویعلی) (عن أنس قال: ”ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا إلا قال أقبل علينا بوجهه-اللہم انی أعوذ بک“۔ (الحدیث) (آخر جہ البزار و أبو یعلی-مجمع الزوائد: ۱۱۳/۱۰) و أخرجه ابن السنی، رقم: ۱۲۰ وقال الهیثمی (مجمع الزوائد بعد أن عزاه إلى البزار): فیہ بکر بن خنیس و هو متروک و قد وثق، و رواه أبو یعلی و فیہ عقبه بن عبد اللہ الأصبم و هو ضعیف جداً، أقول فیہ سعة بعد ان وثق بکراً بعضهم و لأجل تعدد الطرق أيضاً)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی میں کسی فرض نماز، یا نفل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا تو آپ کو یہ کہتے سنا: ”اللہم اغفر لی ذنوبی و خطای کلها، اللہم اَنْعِشْنِی و اجبرنی و اهدنی لصالح الأعمال و الأخلاق، أنه لا یمهدی لصالحها ولا یصرف سبیلها إلا أنت“۔ (ابن السنی) (عن أبي امامة قال: ”ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر مکتوبة ولا تطوع إلا سمعته یقول: اللہم اغفر لی الحدیث“۔ (آخر جہ ابن السنی-الأذکار، ص: ۶۰) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رقم: ۱۱۶-و ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۱۵/۱۰) وقال: رواه الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح غیر الزبیر بن خریق و هو ثقة رواه من حدیث أبی ایوب، وقال: رواه الطبرانی فی الصغیر و الأوسط و إسنادہ جید) ==

== فرض نمازوں کے بعد علماء کا روایات اور بھی ہیں جن کو حسب موقع محدثین نے ذکر جمع کیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱/۱۰۰-۱۱۱)

۵- دعا کے لیے ہاتھوں کو سینوں و مونڈھوں تک اٹھانا، ہتھیلیوں کو اچھی طرح کھلا رکھنا اور دعا کے خاتمہ پر ہاتھوں کو چہرہ سے ملنا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دعا کا طریقہ (و صورت) یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں کو (سینے کے بالمقابل) مونڈھوں تک اٹھاؤ“۔ (ابوداؤد)۔ (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن المسألة أن ترفع يديك حذو منكبيك“۔ (الحديث أخرجه أبو داود، جامع الأصول: ۱/۴۷۴) أبو داود - الصلاة، باب الدعاء، في هامش جامع الأصول (۱/۴۸۴) بعد ذكر طريقه: أخرج هذه الروايات من طريق أبي داود ضياء الدين المقدسي في الأحاديث المختارة بما ليس في الصحيحين... وهو حديث حسن. أقول: ذكره الحافظ في الفتح (۱/۳۸۱) معزياً إلى أبي داود والحاكم، وسكت عليه فهو مقبول - حسن على الأقل على قاعدته)

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں: ”جب تم عزوجل سے سوال کیا کرو تو ہتھیلیوں کو کھول کر کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے ان کو پلٹ کر سوال مت کیا کرو“۔ (ابوداؤد)۔ (عن مالک بن یسار السكوني أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا سألتهم اللہ عزوجل فاسئلوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورها“۔ (أخرجه أبو داود - جامع الأصول: ۱/۴۸۴) أبو داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء، وفي هامش جامع الأصول (۱/۴۸۴) وفي سنده أبو ظبية الكلاعي لم يوثقه غير ابن حبان ولكن يشهد له الفقرة الثانية من حديث ابن عباس (الذي رواه أيضاً أبو داود) فهو بذلك حديث حسن، وأقوال: قال في التقریب، ص: ۷۳۸ فی ترجمۃ أبی ظبیة: ”مقبول من الثانية“ فالحديث مقبول وأقوال أيضاً: وقد روى عن أبي بكر أيضاً، رواه الطراني في الكبير (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۷۲) وقال: رجاله رجال الصحيح غير عمار بن خالد وهو ثقة، رواه ابن أبي شيبة (۲۱۱/۱۵) مراسلاً ثقات كما في هامشه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں ارشاد نبوی نقل کرتے ہوئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے: ”... اور ہاتھوں کو چہروں پر پھیرا کرو“۔ (حاکم)۔ (عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”إذا سألتهم فاسئلوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورها وامسحوا بها وجوهكم“۔ (المستدرک: ۵۳۰/۱) وسكت عنه الحاكم الذهبي)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ہاتھوں کو گراتے نہیں تھے، حتیٰ کہ ان کو چہرے پر ملتے“۔ (ترمذی)۔ (عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه“۔ (أخرجه الترمذی، جامع الأصول: ۱/۴۹۴) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رفع الأيدي عند الدعاء. قال الترمذی: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث حماد بن عيسى وقد تفرد به وهو قليل الحديث، وفي هامش جامع الأصول (۱/۴۹۱) قال الحافظ ابن حجر في بلوغ المرام (۶۱۲/۷): اختار قوته جمع من العلماء منهم النووي وابن حجر والمناوي وغيرهم)

## ۶- نماز کے بعد کی دعائیں ہاتھوں کا اٹھانا:

ارشاد نبوی: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: ”نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور خشوع و خضوع اور مسکنت کا اظہار ہے اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور ایسا ہے“۔ بعض روایات میں ہے کہ! ”جو ایسا نہ کرے، وہ ناقص و نقصان میں ہے“۔ (ترمذی)

==



== (عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الصلاة مثنیٰ مثنیٰ تشهد في كل ركعتين، وتخشع وتضرع، وتمسك، وتقنع يديك، يقول: ترفعهما إلى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول يا رب يا رب، ومن لم يفعل فهو كذا كذا . وفي رواية: فهو خداج“ . (أخرجه الترمذی - جامع الأصول: ۴۲۳/۵ - ۴۳۳) الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء في التخشع في الصلاة. وفي إعلاء السنن (۱۵۳/۳): رواه الترمذی والنسائی وابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته، قلت: وهو كذلك عند أبي داود وابن ماجه والحديث رجاله كلهم ثقات ولعل ابن خزيمة تردديه؛ لأن عبد الله نافع ابن العمياء لم يرو عنه غير عمران بن أنس لكن عمران ثقة كما قاله المنذرى وشيخ عبد الله ربيعة بن الحارث فله صحيحة، فالحديث صحيح على قاعدة ابن حبان فإنه ذكر عبد الله بن نافع هذا في الثقات على قاعدته، وقد أطل صاحب الأعلاء فيه. (راجع إعلاء السنن: ۱۶۵/۳ - ۱۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: جو بندہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگے اور کہے: ”اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرائيل أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطرب وتعصمني في ديني فإني مبتلى وتنالني برحمتك فإني مذنب وتنفي عني الفقر فإني متمسك“ تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی و ناکام نہ لوٹائے۔ (ابن السنی) (عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول اللهم إلهي وإله الحديث“ (أخرجه ابن السنن في عمل اليوم والليلة، ص: ۱۲۱، رقم: ۱۳۸) قال المحقق في الهامش: لم أجده عند غير المصنف وإسناده ضعيف لضعف عبدالعزيز بن عبد الرحمن القرشي وخفيف بن عبد الرحمن الجزري، أقول: خفيف قال فيه في التقريب (ص: ۱۵۶): صدوق سي الحفظ خلط بأخرة ورمى بالأرجاء. أقول: ففيه نوع سعة في مثل هذا)

### ۷- نماز کے بعد کی دعائیں ہاتھوں کا اٹھانا:

کردار نبوی: محمد بن ابی تنکی کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فراغت سے قبل ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے تھے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔“ (طبرانی) (عزاه الہیثمی فی مجمع الزوائد (۱۷۲/۱۰) إلى الطبرانی وقال: رجاله ثقات)

عالمہ بن مرثد واسماعیل بن امیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور ایک دوسرے سے ملا کر یوں فرماتے: اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر۔ (كتاب الزهد لابن المبارك) (أخرجه ابن المبارك في كتاب الزهد والرقائق، ص: ۴۰۵)

### ۸- فرض نماز کے بعد دعائیں ہاتھوں کا اٹھانا:

اسود عامری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی سلام پھیرنے بعد آپ نے رخ موڑا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی۔“ (ابن ابی شیبہ و طبرانی) (عن الأسود بن عامر عن أبيه قال: ”صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر، فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا“ . (أخرجه ابن أبي شيبة والطبراني في المعجم الكبير). (إعلاء السنن: ۱۶۴/۳) وفي معارف السنن (۱۲۳/۳): أسود هذا ابن عبد الله بن حاجب بن عامر من رجال أبي داود، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال الذهبي: محله الصدق، كما في التهذيب أقول: وفي التقريب، ص: ۵۶ في ترجمة الأسود مقبول من السادسة) ==

== حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ رہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔“ (ابن کثیر) (عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ رفع یدیه بعدما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم... (أخرجه ابن أبی حاتم، وابن کثیر: ۲/۴۴۲ تفسیر سورة النساء: ۹۹، نقلاً عن ابن أبی حاتم) وفي معارف السنن (۳/۱۲۲): فیہ علی بن زید بن جدعان روى له مسلم مقروناً بالغیر وقال ابن دقیق العید: علی بن زید وإن ضعف فقد ذکر بالصدق، وقال العجلی: یکتب حدیثہ ومثله قال ابن المدینی وغیرہ)

### ۹۔ فجر و عصر میں کسی قدر طویل ذکر و دعا اور بقیہ نماز میں مختصر دعا ذکر:

احادیث میں فرض نمازوں کے بعد مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مختصر و مفصل آئے ہیں، نماز پڑھنے والا اپنے حالات کے اعتبار سے سب کو کرے، بعض کو کر لے اور نماز کے بعد متصل دعا و ذکر کا اہتمام کرے، یا متصل تو مختصر مانگ لے اور اذکار کو سنتوں کے بعد ادا کرے، سب کی گنجائش ہے۔

البتہ چوں کہ پانچ نمازوں میں سے تین کے بعد سنتیں ہیں اور دو کے بعد نہ سنت اور نہ نفل اور سنتوں کا اپنے فرائض سے اتصال پسندیدہ ہے؛ اس لیے علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد بالخصوص امام مختصر دعا و ذکر پر اکتفا کرے؛ تاکہ سنتیں جلد ادا کی جاسکیں، جب کہ مقتدی ان امور میں امام کے ساتھ رہتے ہیں اور ان میں امام کی موافقت پسند کرتے ہیں اور اس کا فی الجملہ حکم بھی ہے اور مقتدیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں تو جیسے نماز کے طول و تحفیف میں ان کا لحاظ کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے اور فجر و عصر کے بعد کچھ طویل ذکر (مثلاً تسبیح فاطمی) اور طویل دعا کا اہتمام کیا جائے کہ اوقات سنتوں سے خالی اور ذکر کی نسبت سے خاص فضیلت کے ہیں۔ (إعلاء السنن: ۱۵۲۳-۱۵۲۴)

### ۱۰۔ نمازوں کے بعد دعا اور خصوصیت سے فرض نمازوں کے بعد دعا کی بابت کچھ وضاحت:

گذشتہ صفحات میں نمازوں کے بعد دعا سے متعلق جو احادیث ذکر کی گئی ہیں اور جن کا ذکر نہ کر کے ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، وہ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی ہیں کہ جن کی روشنی میں نمازوں کے بعد متصل دعا کے ثبوت، اس کی اہمیت و فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث میں فرمان نبوی بھی ہے اور عمل نبوی بھی، حکم بھی اور ترغیب و وعید بھی کہ ایسا نہ کرنا محرومی کی بات ہے؛ اس لیے نمازوں کے بعد دعا سے صرف نظر کر فرض و سنت و نفل وغیرہ کسی کے بعد دعا نہ مانگی جائے اور اس کو غلط قرار دیا جائے، یہ خود بہت بڑی غلطی اور محرومی کی بات ہے اور نہ کبھی کہی ہے اور نہ کہہ سکتا ہے۔

رہا فرض نمازوں کے بعد متصل دعا کا مسئلہ تو اس بارے میں بھی فرق کافی اور معتبر احادیث موجود ہیں، فرمان نبوی بھی کہ فرض نمازوں کے بعد کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور عمل بھی، دسیوں احادیث میں سلام پھرنے کے بعد اذکار اور صریح لفظوں میں مختلف قسم کی احادیث میں دعاؤں کا تذکرہ آیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سب متصل ہے؛ اسی لیے فرض نمازوں کے بعد متصل دعا کرنا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، اس کو مطلقاً بدعت و منکر کہنا، درست نہیں ہے، نہ امام کے حق میں اور نہ مقتدیوں کے حق میں۔

ان روایات میں اگرچہ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو صحابہ نے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا مانگی اور ساتھ دیا؛ لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ حضرات جب اس کے عادی تھے کہ آپ جو کریں، وہ دیکھ کر کریں اور ان کو حکم بھی تھا تو یقیناً آپ کے ساتھ وہ بھی دعا مانگتے تھے اور پھر وہ کیفیت ہوتی تھی، جو آج عموماً اپنے یہاں دیکھتے ہیں۔

== یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے محققین علما نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تذکرہ کیا ہے، حنفیہ نے بھی اور دوسرے تمام حضرات نے بھی، بلکہ دوسری فکر و خیال کے ممتاز علما نے بھی ہر زمانے میں فی الجملہ اس کی تاکید کی ہے اور اس کو مطلقاً منکر قرار دینے کی تردید کی ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دعا نماز کا جزء حصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز نہ ہو، نماز کا آخری عمل و جزء سلام ہے، سلام پھیرنے کے بعد نماز کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے معاً بعد آدمی اٹھ جائے، اپنی جگہ سے ہٹ جائے، فوراً ہی جگہ بدل کر سنت پڑھنے لگ جائے، یا کچھ دیر ذکر و تلاوت کرے پھر سنت ادا کرے، یہ سب جائز و درست ہے، اور اس کو غلط سمجھنا یا اس دعا کو ضروری سمجھنا، یا یہ سمجھنا کہ جب تک دعا نہ ہو جائے آدمی ایسے ہی پابند ہے جیسے قبل سلام تھا یہ سب غلط، سلام کے ساتھ آدمی نماز سے اور امامت و اقتدار سے الگ و باہر ہو جاتا ہے۔

البتہ چوں کہ بکثرت نمازوں کے بعد متصلاً اذکار و دعاؤں کا تذکرہ آیا ہے: اس لیے اس کی عادت بنانا کہ سلام پھیرتے ہی اٹھ جانا ہے اور کچھ نہیں کرنا ہے، ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ عادت یہ بنانی چاہیے کہ حسب موقع دعاؤں کا کراہت تمام کیا جائے، آدمی اکیلے نماز پڑھنے والا ہو جیسا کہ نوافل میں عموماً ہوتا ہے اور کبھی فرض میں بھی کسی مجبوری کی وجہ سے یا جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو اور پھر خواہ امام ہو یا مقتدی، امام کو مقتدیوں کا لحاظ اس میں رکھنا چاہیے: اسی لیے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، مختصر دعا کا ذکر کا حکم ہے اور کن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، کچھ طول اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حکم و تفصیل مذاہب اربعہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو! إعلاء السنن: ۱۵۲/۳، و معارف السنن: ۱۱۸/۳، ۱۲۴، احسن الفتاویٰ: ۵۹/۳، و بعد، البیواقیت الغالیۃ: ۸) (مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد یونس): ۲۳۰/۱، المغنی: ۵۵۹/۱، و المجموع شرح المہذب: ۴۸۴/۳، ۴۸۵) اور ممتاز اہل حدیث علما کے فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مطلقاً بدعت نہیں؛ بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں: ”فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ شرعاً درست ہے۔“ (فتاویٰ اہل حدیث: ۱۹۰/۲)

(۲) میاں صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ”صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔“ (فتاویٰ نذیریہ: ۲۶۵/۱)

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ”بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا روایات میں ثابت ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ: ۵۲/۱)

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ”دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابوامامہ اور حدیث معاذ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہیے۔“ (دلیل الطالب علی ریح المطالب ص ۳۳۲)

(۵) مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق شرح ترمذی تحتہ الاُحوذی میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے، ابن القیم کا نقطہ نظر اور کچھ تفصیل نیز حافظ ابن حجر کا تعاقب اور ان کا نقطہ نظر ذکر کرنے کے ساتھ اہل حدیث حضرات کے دو نقطہ نظر جواز و عدم جواز دونوں کا تذکرہ کیا ہے اور قائلین جواز کے دلائل کی کافی تفصیل کی ہے، جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ مولانا فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو! تحفة الأُحوذی - کتاب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة: ۱۷۶/۲ - ۱۸۰)

## فرض نمازوں کے بعد دعا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلوة ثم يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب وإله جبرائيل وميكائيل وإسرافيل. عليهم السلام. أسألك أن تستجيب دعوتي، فإنني مضطر، و تعصمني في ديني فإنني مبتلي، وتنانني برحمتك فإنني مذنب، وتنفني عني الفقر فإنني متمسكن، إلا كان حقاً على الله عز وجل أن لا يرد يديه خائبين“. (عمل اليوم والليلة: ۳۸) (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم  
حرره العبد محمود غفر له۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۲/۵)

== جو مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی مولانا عبد اللہ صاحب روپڑی اور میاں نذیر حسین صاحب وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان فتاویٰ میں ضروری سمجھنے کی نفی کی گئی ہے اور یہ کہ اس میں کبھی کبھی ناغہ کر دے؛ لیکن جواز و استحباب اور اس سلسلہ کی احادیث کے حسن؛ بلکہ حسن لذاتہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو! فتاویٰ اہل حدیث، طبع پاکستان: ۱۹۰۱-۱۹۳)

(۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے ثبوت و جواز کی مطلقاً تردید نہیں کی ہے، کوئی آدمی تہادعا کرے، یا امام و مقتدی دونوں مل کر۔ کبھی کبھی ایسا کر لیں تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، ہاں دوام و التزام کو انہوں نے بھی بدعت اور خلافت سنت کہا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۰/۱۹۷-۲۳/۵۰۰-۵۱۳ وغیرہ)

جیسے کہ ماثور و معروف اذکار کے متعلق فرمایا کہ ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی مسجد سے جاسکتا ہے۔ (شرح بلوغ المرام: ۳۳۲/۲) (۸) بعض حضرات کی نقل کے مطابق نماز کے بعد ماثور اذکار سے فراغت کے بعد دعا کو شیخ الاسلام نے مستحب لکھا ہے،

جب کہ اس کے جملہ آداب درود وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ (شرح بلوغ المرام لعبد اللہ بن عبد الرحمن البسام: ۳۳۶/۲) (۹) اور شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن البسام۔ جو سعودیہ کے پیئہ کبار کے ایک رکن تھے، انہوں نے بلوغ المرام کی کئی احادیث کے تحت نماز کے بعد دعا کے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اس کا کہ اکثر علماء کے نزدیک بعد کا مطلب فراغت کے بعد اور نماز کا مطلب فرض ہے کہ مطلق نماز سے فرض کو ہی مراد لیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ۳۲۱/۲-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴)

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام و مقتدی کے لیے سلام کے بعد ذکر و دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کتاب الام (طبع دار المعرفۃ): ۱۷۱/۱، ولفظہ: أستحب للمصلی منفرداً وللمأموم أن يطيل الذكر بعد الصلاة ويكثر الدعاء رجاء الإجابة بعد المكتوبة. (احکام نماز، احادیث و آثار)

(۱) عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۳۸)، ۱۲۱، مكتبة الشيخ) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“. (وقال الترمذی: هذا حديث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب == (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انیس)

## فرض نماز کے بعد دعا اور آمین:

سوال: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے، یا نہیں؟ یا امام مقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے، یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعا کرنا حدیث (۱) وفقہ سے ثابت ہے، (۲) جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا، اس کی پابندی ثابت نہیں۔ (۳) جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے؛ جیسے: ظہر، مغرب، عشاء، اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہو جائے (۴) اور جس کے بعد سنت نہیں؛ جیسے: فجر وعصر، ان کے بعد تسبیحات و اذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم والدلیلہ، ص: ۳۰/۴۰؛ یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں:

”عن صہیب رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ علیہ وسلم کان یحرک شفّتیہ بعد صلوٰۃ الفجر

== ”عن ورا د مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة بن شعبة إلى معاوية بن سفيان: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد“. (الصحيح للبخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۲/ ۹۳۷، قديمي) (جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/ ۶۶، سعيد) (۱) عن أبي أمية قال: قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“. (وقال الترمذی: هذا حديث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب: ۲/ ۱۸۷، سعيد) (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير من الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً فى القلب“. (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالدعاء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن) ”أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات“. (الحصن الحصين للإمام محمد الجزرى: ۶۳، دار الإذاعة)

(۲) راجع للتخريج، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

(۳) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، آه“. (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلاة، قبيل فى فصل القراءة: ۲/ ۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

”قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء فى التشهد (رقم الحديث:

(۹۴۶: ۳/ ۳۱، رشدية)

(۴) راجع، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

بشیء، فقلت: یا رسول اللہ! انک تحرک شفتیک بشیء ما کنت تفعل، ما هذا الذی تقول؟ قال: ”أقول: اللّٰهُمَّ بک أحوال، وبک أحوال، وبک أقاتل“۔ (۱)

”عن أنس رضی اللہ عنہ قال: ما صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال: ”اللّٰهُمَّ! انی أعوذ بک من کل عمل یخزیني، وأعوذ بک من کل صاحب یردیني، وأعوذ بک من یلهیني، وأعوذ بک من کل فقر ینسیني، وأعوذ بک من کل غنی یطغیني“۔ (حوالہ بالا، ص: ۳۱-۳۲)

”القیام إلى السنة التي تلي الفرض متصلاً بالفروض مسنون غير أنه يستحب الفصل بينهما كما قال عليه السلام: إذا سلم يمشك قدر ما يقول: ”اللّٰهُمَّ أنت السلام ومنك السلام وإليك يعود السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ ثم يقوم إلى السنة“۔ (مراقی الفلاح: ۱۷۰) (۲) فقط واللہ تعالیٰ أعلم

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۳/۵-۲۸۵)

### بعد نماز پنجگانہ دعا سنت ہے:

سوال: بعد نماز پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے، یا بدعت؟ زید نے دعا اس غرض سے ترک کر دی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح: ۱۰۵، رقم الحدیث: ۱۱۷، مکتبۃ الشیخ

(۲) عمل الیوم واللیلة: ۱۰۷، رقم الحدیث: ۱۲۰۔

”عن وراذ مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة بن شعبة إلى معاوية بن أبي سفيان رضي الله تعالى عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلاة إذا سلم: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجح منك الجح“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۹۳۷/۲، قديمي) (جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم: ۶۶/۱، سعيد)

(۳) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۳۱۱، قديمي

”عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللّٰهُمَّ أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام“۔ (جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعيد) (رقم الحدیث: ۲۹۸، انیس) / (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفة: ۲۳۵، رقم الحدیث: ۵۹۲، بيت الأفكار، انیس)

”ويكره تأخير السنة إلا بقدر ”اللّٰهُمَّ أنت السلام“ إلخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

الجواب

نماز پُنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ”حصن حصین“ جو معتبر کتاب حدیث کی ہے، اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں، ان کو دیکھ لیا جاوے، (۱) نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے، پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۸/۳-۱۹۹)

### ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا:

سوال: نماز ظہر، مغرب و عشا کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے، یا نہیں؟ دعا میں کمی زیادتی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

”اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ“ الخ ”أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ“ مختلف کلمات ذکر منقول ہیں، (۳) مگر مختصر معمولی زیادتی ہو جائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے، لا شتراک السبب، وهو أداء السنن بعد الفرضية. (۴) فقط واللہ اعلم  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۹/۵)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سألتهم الله فاسألوه ببطون أكفكم (إلى قوله) فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم“ رواه أبو داود“ (مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، الفصل الثاني: ۶۹۴، رقم الحديث: ۲۲۴۳، المكتب الإسلامي) / (كتاب الوتر، باب الدعاء، رقم الحديث: ۱۴۸۶، بيت الأفكار، انيس)

وعن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه. ”رواه الترمذی“. (مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، الفصل الثاني: ۱۹۵، ظفیر (رقم الحديث: ۲۲۴۵) / (الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء في رفع اليدين عند الدعاء: ۵۳۶، رقم الحديث: ۳۳۹۶، بيت الأفكار، انيس)

(۲) ”ودبر الصلوات المكتوبات“ رواه الترمذی“. (حصن حصین، أحوال الإجابة: ۳۰)

(۳) ”عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“. (جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة: ۶۲/۱، سعيد) (رقم الحديث: ۲۹۸، انيس) / (رواه المسلم في الصحيح، في كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۵۹۲، انيس)

(۴) عن ثوبان قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلواته، استغفر ثلاثاً، وقال: اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“. قال الوليد: فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: تقول: ”أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ“. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۵۹۱، انيس)

## ہر نماز کے بعد دعا:

سوال: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

کتب فقہ مراقی الفلاح، (۱) و مختار (۲) وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب و تائید مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیں کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہیے، (۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، (فجر، عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعا بھی لکھی ہے، (۴) کتاب ”عمل الیوم واللیلۃ“ میں ایک حدیث مذکور ہے، جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ترغیب ہے، (۵) اور دعا کے قبول ہونے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۸۸-۲۸۹)

(۱) ”إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالى وقال: اللهم أنت السلام... ثم يدعون لأنفسهم وللؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبي أمامة... رافعي أيدهم هذا الصدر... ثم يخطمون بقوله تعالى: ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ الخ... ثم يمسحون بها: أي بأيديهم وجوههم في آخره.“ (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فیما یفعله المقتدی، ص: ۳۱۵-۳۱۸، قدیمی)

(۲) ویہل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک“. (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۰، سعید)

(۳) وقال الكمال عن شمس الأئمة الحلواني أنه قال: لا بأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولى تأخير الوارد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ما قال في الاختيار: كل صلاة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء بل يشتغل بالسنة كي لا يفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقعد مقدار ما يقول: ”اللهم أنت السلام إلخ“ كما تقدم، فلا يريد عليه أو على قدره“. (مراقی الفلاح حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی ما یفعله المقتدی، ص: ۳۱۲-۳۱۳، قدیمی)

(۴) راجع للتخریج، ص: ۶۵۸ (عن كعب ابن عجرة رضي الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: معقبات لا يخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلوة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم: ۲۱۹/۱، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۵، انيس)

(۵) عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي، وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسألك أن تستجيب دعوتي إني مضطر، وتعصمني في ديني إني مبتلي، وتنانني برحمتك إني مذنّب، وتنفي عني الفقر إني مُتَمَسِّكٌ، إلا كان حقاً على الله عز وجل أن لا يرد يدي خائبتين“. (عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۳۸) (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مکتبہ الشیخ کراچی)



### ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ”عمل الیوم والدلیلۃ“ والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے، جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے، جو عرض کیا تھا؛ یعنی ”عمل الیوم والدلیلۃ“ کی قوی حدیث، ”الکوکب الدرۃ“ میں اس سے تعرض کیا ہے، غالباً کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۶/۵)

### نماز کے بعد دعائیں:

سوال: دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟ (محمد شیرزگونی)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

”عن أم سلمة رضي الله عنها تقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: ”اللهم إني أسألك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طيباً“۔ (۲)

(۱) ويختتم الدعاء بعد المكتوبة وقبل السنة على ما روى عن البقالی من أنه قال: الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة... وهو المشهور المعمول به في زماننا كما لا يخفى، فإنه مستجاب بالحديث، وقد قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: ”من لم يفعل ذلك فهو خداج“: أي من لم يدع بعد الصلاة رافعاً يديه إلى ربه مستقبلاً ببطونها إلى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلاً يارب يارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه... إلخ“۔ (الکوکب الدرۃ، أبواب الدعوات قال ربکم أذعنونی)، ص: ۲۹۱، المكتبة الیحيویة، سہارنپور

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة مثني مثني تشهد في كل ركعتين وتخضع وتضرع وتمسك وتقع يديك يقول: ترفعهما إلى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول: يارب يارب ومن لم يفعل ذلك فهو كذا وكذا وقال غير ابن المبارك في هذا الحديث: من لم يفعل فهي خداج. (سنن الترمذی، باب ماجاء في التخضع في الصلاة (ح: ۳۸۵) انیس)

(۲) عمل الیوم والدلیلۃ لابن السنی، ص: ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۱۰، مكتبة الشيخ (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انیس)

”و عن أنس رضي الله عنه قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال: ”اللهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني، وأعوذ بك من كل صاحب يُرديني، وأعوذ بك من كل أمل يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر ينسيني، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني“ (۱)۔

از ص: ۳۸ تا ۵۱، عمل اليوم والليلة میں کچھ اور پرتیں دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

”عن معاذ رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ”من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر الله الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه، كفرت عنه ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر“۔ (رواه ابن السني) (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم  
حرره العبد محمود لنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳۵۳/۲/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۵/۵-۲۸۶)

(۱) عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰، مكتبه الشيخ (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ آية الكرسي في دبر كل صلاة مكتوبة لم يحل بينه وبين دخول الجنة إلا الموت. (عمل اليوم والليلة لابن السني، نوع آخر: ۱۱۰، رقم الحديث: ۱۲۴، دار القبله للثقافة الإسلامية ومؤسسة القرآن جدة و بيروت. انيس)

(۲) عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۱۱۲، رقم الحديث: ۱۲۶، مكتبه الشيخ (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس)

”عن وراذ مولى المغيرة بن شعبه قال: كتب المغيرة إلى معاوية بن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول في دبر صلاته إذا سلم: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد“۔ (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۹۳۷/۲، قديمي/وجامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعيد)

عن أبي برزة الأسلمي قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: لا أعلمه إلا قال في السفر رفع صوته حتى يسمع أصحابه: اللهم أصلح لى دينى الذى جعلته عصمة أمرى، اللهم أصلح لى دنيائى التى جعلت فيها معاشى -ثلاث مرات- اللهم أصلح لى آخرتى التى جعلت إليها مرجعى -ثلاث مرات- اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك، اللهم إني أعوذ بك منك -ثلاث مرات- اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد. (عمل اليوم والليلة لابن السني، نوع آخر: ۱۱۵، رقم الحديث: ۱۲۷، انيس)

عن تميم الدارى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال بعد صلاة الصبح: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلهاً واحداً صمداً لم يتخذ صاحبة ولا ولداً ولم يكن له كفواً أحد، كتب الله عز وجل له أربعين ألف حسنة. (عمل اليوم والليلة لابن السني، نوع آخر: ۱۲۰، رقم الحديث: ۱۳۶، انيس)

## زبدة الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوات؛ فرائض کے بعد دعا:

سوال: فرائض کی جماعت کے بعد دعا سے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، بعض علماء سرے سے اس دعا ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ فرائض کے بعد فوراً نوافل کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے، بعض اس دعا میں رفع یدین کا انکار کرتے ہیں، پھر جو رفع یدین کے قائل ہیں، ان کا عمل مختلف ہے، بعض سرادعا کرتے ہیں اور اکثر ائمہ مساجد بلند آواز سے طویل دعائیں کرتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، ان میں سے شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح طریقہ سنت کے مطابق کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

دعا بعد الفرائض سے متعلق اولاً احادیث اور عبارات فقہ ذکر کی جاتی ہیں، اس کے بعد ان سے ثابت ہونے والے احکام ذکر کئے جائیں گے۔

### ۱- احادیث:

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: ”اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب وإله جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني فإني مبتلى وتنانني برحمتك فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني مُتَمَسِّكٌ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عز وجل أن لا يرد يديه خائبتين. (وفى إسناده عبد العزيز بن عبد الرحمن فيه مقال. (عمل اليوم والليلة لابن السني) (۱)

(۲) عن الأسود العامري عن أبيه رضي الله عنه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث: رواه ابن أبي شيبة) (مجموعة الفتاوى بهامش الخلاصة: ۱۰۰/۱، إمداد الفتاوى: ۵۶۱/۱، نفائس مرغوبة، ص: ۳۹) (۲)

اس حوالہ کی تحقیق تترہ میں ہے۔

(۳) وقال الحافظ السيوطي في فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين في الدعاء: أخرج ابن أبي شيبة قال حدثنا محمد بن يحيى الأسلمي قال رأيت عبد الله بن الزبير رضي الله عنهما وراى

(۱) باب ما يقول في دبر صلاة الصبح: ۷۲/۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبة دار البيان، انيس

(۲) مصنف ابن أبي شيبة، من كان يستحب إذا سلم أن يقوم أو ينحرف (ح: ۳۰۹۳) انيس

رجلاً رافعاً يديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته، رجالة ثقات، آه۔ (فض الوعاء للسيوطي) (۱)

(۴) عن الفضل بن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة مشني مشني، تشهد في كل ركعتين وتخضع وتضرع وتمسكن وتقع يديك - يقول: ترفعهما - إلى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك، وتقول يا رب! يا رب! من لم يفعل ذلك فهي كذا وكذا. (رواه الترمذی والنسائی وابن خزيمة في صحيحه... رجالة كلهم ثقات) (إعلاء السنن: ۲۰۸/۳) (۲)

(۵) أخرج عبد الرزاق عن النبي صلى الله عليه وسلم أي الدعاء أسمع؟ أي أقرب إلى الإجابة قال: شطر الليل الأخير وأدبار المكتوبة. (وصححه، عبد الحق وابن القطان) (مصنف عبد الرزاق) (۳)

(۶) ذكر الإمام المحدث أبو الربيع في كتاب مصباح الظلام عن النبي عليه الصلوة والسلام أنه قال: من كانت له إلى الله حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة، آه۔ (مصباح الظلام) (۴)

(۷) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال قيل يا رسول الله أي الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". (أخرجه الترمذی وقال هذا حديث حسن) (فتح الباری: ۱۱۳/۱) (۵)

(۱) ص: ۸۶، مكتبة الأردن، انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفية وسنية الدعاء ولذكر بعد الصلاة، بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي باكستان / سنن الترمذی، باب ماجاء في التخضع في الصلاة (ح: ۳۸۵) / مسند البزار، ربيعة بن الحارث عن الفضل (ح: ۲۱۶۹) / السنن الكبرى للنسائی، ذكر اختلاف شعبة والليث على عبد ربه (ح: ۶۱۸) وباب كيف الرفع (ح: ۱۴۴۴) / مسند أبي يعلى الموصلي، مسند الفضل بن عباس (ح: ۶۷۳۸) / صحيح ابن خزيمة، باب ذكر الأخبار المنصوصة (ح: ۱۲۱۲) / سنن أبي داود، باب في صلاة النهار (ح: ۱۲۹۶) انيس

(۳) أن أبا أمامة سأل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ما أنت؟ قال: نبي، قال: إلى من أرسلت؟ قال: إلى الأحمر والأسود، قال: أي حين تكره الصلاة؟ قال: من حين تصلى الصبح حتى ترتفع الشمس قيد رمح ومن حين تصفر الشمس إلى غروبها، قال: فأى الدعاء أسمع؟ قال: شطر الليل الآخر وأدبار المكتوبات، قال: فمتى غروب الشمس؟ قال: من أول ما تصفر الشمس حين تدخلها صفرة إلى حين تغرب الشمس. (مصنف عبد الرزاق، باب الساعة التي يكره فيها الصلاة (ح: ۳۹۴۸) انيس)

(۴) مصباح الظلام:

(۵) فتح الباری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة، رقم الحديث: ۳۰۸۳ / جامع الترمذی، كتاب الدعوات، باب بلا ترجمه، رقم الحديث: ۹۶۳۴، ص: ۵۵۱، بيت الأفکار، انيس

- (۸) أخرج الطبرانی من رواية جعفر بن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المكتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة كفضل المكتوبة على النافلة. (المواهب للقسطلاني نقلا عن الحافظ ابن حجر) (۱)
- (۹) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: ”اللهم اغفر لي ذنوبي وخطاياي كلها، اللهم انعشني واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا يهدي لصالح الأعمال ولا يصرف سيئها إلا أنت. (۲)
- وروى النسائي وغيره، اللهم أصلح لي ديني الذي جعلته لي عصمة وأصلح لي دنياي التي جعلت فيها معاشي، اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بعفوك من نقمتك، وأعوذ بذك منك، لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد. (۳)
- وروى أبو داود إذا انصرفت من المغرب فقل: ”اللهم أجرني من النار“ سبع مرات، إذا قلت ذلك ثم مت في ليلتك كتب لك جوازُ منها وإذا صليت الصبح فقل كذلك، إن مت في يومك كتب لك جوازُ منها. (ابن السني) (۴)
- (۱۰) عن عطاء بن أبي مروان، عن أبيه أن كعبا رضي الله عنه حلف له بالله الذي فلق البحر لموسى إننا لنجد في التوراة: إن داود نبى الله صلى الله عليه وسلم، كان إذا انصرف من صلواته قال: اللهم أصلح لي ديني الذي جعلته لي عصمة، وأصلح لي دنياي التي جعلت فيها معاشي، اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بعفوك من نقمتك، وأعوذ بذك منك، لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد. قال وحدثني كعب أن صهيباً حدثه أن محمداً صلى الله عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من صلاته. (النسائي) (۵)
- (۱) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ۲۶۵/۳، المكتبة التوفيقية القاهرة، انيس
- (۲) عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۱۶) ۱/۱، مكتبة دار البيان، انيس
- (۳) سنن النسائي، باب السلام نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة (رقم الحديث: ۱۳۴۵) ۲/۸۲، دار المعرفة بيروت، انيس
- (۴) عمل اليوم والليلة لابن السني، باب يقول في دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۳۹) ۱/۷۲، دار البيان بيروت / سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح (رقم الحديث: ۵۰۷۹) ص: ۵۴۸، بيت الأفكار، انيس
- (۵) سنن النسائي، باب السلام نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة (ح: ۱۳۴۵) ۲/۸۲، دار المعرفة بيروت / عمل اليوم والليلة للنسائي، الاستعاذة في دبر الصلوات (ح: ۱۳۷) / مسند البزار، كعب الأحبار عن صهيب (ح: ۲۰۹۲) / القدر للفريابي، باب ما روى في أولاد المشركين (ح: ۱۸۳) / الدعوات الكبير، باب القول والدعاء والتسبيح في دبر الصلاة (ح: ۱۱۷) انيس

(۱۱) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: أخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی یومًا، ثم قال: یا معاذ واللہ إني لأحبک فقلت له بأبی وأمی: یا رسول اللہ! وأنا واللہ أحبک، فقال: أو صیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلاة أن تقول: اللهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک، قال: وأوصی بذلك معاذ الصنابحی وأوصی الصنابحی أباعد الرحمن الحُبلی وأوصی أبو عبد الرحمن عقبة بن مسلم. (هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما) (المستدرک للحاکم: ۲۷۳/۱) وأخرجه أبو داؤد والنسائي وصححه ابن حبان (۱)

(۱۲) عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلوة وسلم قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد، ولفظ البخاري في كتاب الاعتصام أنه صلى الله عليه وسلم كان يقول هذه الكلمات دبر كل صلاة وفي كتاب الصلاة في دبر كل صلاة مكتوبة. (رواه البخاري ومسلم وأبو داؤد والنسائي) (۲)

(۱۳) عن أنس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا صلى وفرغ مسح بيمينه على رأسه وقال: بسم الله الذي لا إله إلا هو الرحمن الرحيم، اللهم اذهب عني الهم والحزن. (رواه الطبراني والبخاري) (۳)

(۱۴) عن أنس قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة مكتوبة قط إلا حين أقبل علينا بوجهه، قال: اللهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني، وأعوذ بك من كل صاحب

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ذکر مناقب أحد الفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل رضي الله عنه (ح: ۵۲۶۰) سنن أبي داؤد، کتاب الوتر، باب في الاستغفار (ح: ۱۵۲۲) ص: ۱۸۱، بيت الأفكار/ سنن النسائي، نوع آخر من الدعاء (ح: ۱۳۰۲) ۶۱/۲، دار المعرفة بيروت/ صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، کتاب الصلاة، فصل في القنوت، ذکر الأمر بسؤال العبد جل وعلا أن يعينه على ذكره وشكره وعبادته في عقب صلاته (ح: ۲۰۲۰-۲۰۲۱) ۳۶۵/۵، مؤسسة الرسالة، انيس

(۲) صحيح البخاري، کتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة (ح: ۶۳۲۰) ص: ۱۲۱۸، بيت الأفكار/ الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبين صفته (ح: ۵۹۳) ص: ۲۳۶، بيت الأفكار/ سنن أبي داؤد، کتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۵) ص: ۱۷۹، بيت الأفكار/ سنن النسائي، نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ۱۳۴۰) ص: ۷۹، دار المعرفة، بيروت، انيس

(۳) الدعاء للطبراني، باب منه (ح: ۶۵۹) / المعجم الأوسط، من اسمه بكر (ح: ۳۱۷۸) / حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، معاوية بن قرة ومنهم البسام بالنهار: ۳۰۱/۲، انيس

یردینی، وأعوذ بك من كل عمل يلهي، وأعوذ بك من كل فقر ينسي، وأعوذ بك من كل غنى يطغى. (رواه البزار/ وأبو يعلى) (۱)

(۱۵) عن علي رضي الله تعالى عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت. (رواه أبو داود) (۲)

(۱۶) عن ثوبان رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد أن ينصرف من صلاته استغفر ثلاث مرات ثم قال اللهم أنت السلام، إلخ. (رواه أبو داود) (۳)

(۱۷) عن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في دبر كل صلاته: اللهم ربنا ورب كل شيء أنا شهيد أنك الرب لا شريك لك، اللهم ربنا ورب كل شيء أنا شهيد أن محمدًا عبدك ورسولك، اللهم ربنا ورب كل شيء أنا شهيد أن العباد كلهم إخوة، اللهم ربنا ورب كل شيء اجعلني مخلصًا لك وأهلي في كل ساعة من الدنيا والآخرة يا ذا الجلال والإكرام أسمع واستجب الله الأكبر الله الأكبر، الله نور السموات والأرض، الله الأكبر حسبي الله ونعم الوكيل، الله الأكبر الله الأكبر. (رواه أبو داود والنسائي وأحمد) (۴)

(۱۸) عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقرأ بالمعوذات دبر كل صلاة. (رواه أبو داود) (۵)

(۱۹) في مسند الإمام أحمد وسنن ابن ماجه وكتاب ابن السنن عن أم سلمة رضي الله

(۱) مسند البزار، مسند أبي حمزة أنس بن مالك (ح: ۴۷۴۹) ۳۲/۱۴ / مسند أبي يعلى الموصلي، سعيد بن سنان عن أنس بن مالك (ح: ۴۳۵۲) / ہی عبارت ”عمل اليوم والليله“ میں بھی ہے؛ لیکن اس میں عن انس، قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة مكتوبة قط إلا حين أقبل علينا بوجهه، قال: اللهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني وأعوذ بك من كل صاحب يرديني وأعوذ بك من كل عمل يلهيني وأعوذ بك من كل فقر ينسيني وأعوذ بك من كل غنى يطغيني. (عمل اليوم والليله لابن السنن، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح (ح: ۱۲۰) ۶۳/۱، مكتبة دار البيان، انيس)

(۲) كتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۹) ص: ۱۸۰، بيت الأفكار انيس

(۳) كتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۱۳) ص: ۱۸۰، بيت الأفكار، انيس

(۴) مسند الإمام أحمد، حديث زيد بن أرقم (ح: ۱۹۲۹۳) / سنن أبي داود، باب ما يقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۸) / السنن الكبرى للنسائي، نوع آخر في دبر الصلاة (ح: ۹۸۴۹) انيس

(۵) مسند الإمام أحمد بن حنبل، بقية حديث عقبة بن عامر الجهني (ح: ۱۷۷۹۲) / سنن أبي داود، باب في الاستغفار (ح: ۱۵۲۳) انيس

تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح قال: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ علماً نافعاً وعملاً مقبلاً وزرقاً طیباً. (کتاب الأذکار للنووی) (۱)

(۲۰) وبعد صلوتی الصبح والمغرب أيضاً قبل أن يتکلم: اللّٰهُمَّ أجرنی من النار سبع مرات. (رواه أبو داؤد والنسائی وابن حبان) (الحصن الحصین للجزری) (۲)

(۲۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ يقول: فإذا فرغت ممّا فرض عليك من الصلاة فاسأل اللّٰه وأرغب إليه وانصب له. (تفسير ابن جریر طبری) (۳)

(۲۲) عن انس رضی اللہ عنہ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أم سلیم (إلی قوله) ثم قال: إلی ناحية من البيت فصلّی غیر المكتوبة فدعا لأم سلیم وأهل بیتها. (الحديث) (رواه البخاری) (۴)

(۲۳) عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان يقول فی دبر الصلاة: لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوة إلا باللّٰه لا إله إلا اللّٰه ولا نعبد إلا إیّاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجمیل لا إله إلا اللّٰه مخلصین له الدین ولو کره الکفرون. (رواه مسلم) (۵)

(۲۴) عن عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قال قبل أن ینصرف ویثنی رجله من صلاة المغرب والصبح: لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له، الخ، عشر مرات، الخ. (رواه أحمد) (۶)

(۱) مسند الإمام أحمد، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح: ۲۶۵۲۱) / سنن ابن ماجہ، باب ما ینقال بعد التسلیم (ح: ۹۲۵) / مسند أبی یعلیٰ الموصلی، مسند أم سلمة (ح: ۶۹۵۰) / عمل الیوم واللیلة لابن السنی، نوع آخر (ح: ۵۴) / کتاب الأذکار، باب الحث علی ذکر اللّٰه تعالیٰ بعد صلاة: ۱/ ۴۵۱، انیس

(۲) مسند الإمام أحمد، حدیث الحارث التمیمی (ح: ۱۸۰۸۴) / سنن أبی داؤد، باب ما ینقول إذا أصبح (ح: ۵۰۷۹) / صحیح ابن حبان، باب کتبه اللّٰه عز وجل جوازاً من النار (ح: ۲۰۲۲) / عمل الیوم واللیلة لابن السنی، نوع آخر (ح: ۱۳۹) / تحفة الذاکرین بعدة الحصن الحصین، صفة الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم: ۱۸۸/۱، انیس

(۳) تفسیر الطبری، تفسیر سورة الم نشرح: ۴/ ۹۷، دار هجر للطباعة والنشر والتوزیع والإعلان. انیس

(۴) صحیح البخاری، باب من زار قوماً فلم یفطر عندهم (ح: ۱۹۸۲) انیس

(۵) مسند الإمام أحمد، حدیث عبد اللّٰه بن الزبیر بن العوام (ح: ۱۶۱۲۲) / الصحیح لمسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاة (ح: ۵۹۴) / سنن النسائی، نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ۱۳۴۰) انیس

(۶) مسند الإمام أحمد، حدیث عبد الرحمن بن غنم الأشعری (ح: ۱۷۹۹۰) / المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل والتسبیح، عن البراء بن عازب (ح: ۱۸۴۵) انیس



(۲۵) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح وهو ثانٍ رجُلہ یقول: سبحان اللہ وبحمده واستغفر اللہ انه کان تواباً ، سبعین مرّة ثم یقول سبعین بسبع مائة. (الحديث) (رواه الطبرانی فی الكبير) (۱)

اوپر کی تین حدیثوں میں حمد و ثناء کا بیان ہے، جو افضل ترین دعا ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم: خیر الدعاء دعاء یوم عرفة وخیر ما قلت أنا والنبیون من قبلی: لا إله إلا اللہ وحده لا شریک له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شی قدیر. رواه مالک والترمذی وأحمد وغيرهم، (۲) شرح النقایة للقاری ... وقیل لابن عیینة: هذا ثناء فلم سماه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء، فقال: الثناء علی الکریم دعاء لأنه یعرف حاجته، فتح، قلت: یشیر بهذا إلی خبر من شغله ذکری عن مسألة أعطیته افضل ما أعطی السائلین ومنه قول أمیة بن أبی الصلت فی مدح بعض الملوك:

أأذكر حاجتي أم قد كفاني	ثناؤك ان شيمتك الحياء
إذا أثني عليك المرء يوماً	كفاه من تعرضك الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۲) (۳)

(۲۶) إن اللہ تعالیٰ کره لكم ثلاثاً: اللغو عند القرآن ورفع الصوت فی الدعاء والتخصر فی الصلوة. (عب) عن یحییٰ بن کثیر مرسلًا (الجامع الصغير: ۷۰/۱) (۴)

## عبارات فقهية:

### حنفية:

(۱) إذا دعا بالدعاء المأثور جهرًا وجهر معه القوم أيضًا لتعلموا الدعاء لأبأس به وإذا

تعلموا حينئذ يكون الجهر بدعة. (الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۵. البزازیة بهامش الهندية: ۱۰۰/۴) (۵)

(۱) عمل اليوم والليله لابن السني، نوع آخر (ح: ۱۴۱) / المعجم الكبير للطبرانی، ضحاک بن زمل الجهني (ح: ۸۱۴۶) انيس

(۲) موطأ الإمام مالک، ماجاء فی الدعاء (ح: ۳۲) ت: عبد الباقي / مصنف عبد الرزاق الصنعاني، باب فضل أيام العشر والتعريف فی الأمصار (ح: ۸۱۲۵) / مسند الإمام أحمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص (ح: ۶۹۶۱) / سنن الترمذی، باب (ح: ۳۵۸۵) انيس

(۳) رد المحتار، فصل فی الإحرام وصفة المفرد: ۵۰۷/۲، دار الفکر بیروت. انيس

(۴) الجامع الصغير وزيادته (رقم الحديث: ۳۵۵۳) / ۳۵۵۳، انيس

(۵) الفتاوى الهندية، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح، الخ، انيس

- (۲) واعظ یدعو کل اسبوع بدعاء مسنون جہراً لتعليم القوم ويخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أيضاً وان جهر فهو بدعة. (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الہندیة: ۴/۲۷)
- (۳) ويستحب للإمام (إلى) وإن يستقبل بعده الناس (إلى) ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین رافعی یدیہم ثم یمسحون بها وجوہہم فی آخرہ. (نور الإيضاح: ۱)
- (۴) قال العلامة الشاہ محمد أنور قدس سرہ: نعم أصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين و لذا قل النقل في الرفع بعد الصلاة وإنما الرفع كمال في السنة تحصل سنته به وبغيره فلا سبيل إلى تبديع من رفع ولا إلى تجهيل من ترك وأما الأمور المحدثه من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلاة والإنكار على تاركها ونصب إمام ثم ائتمام به فيه وغير ذلك من قلة العلم وكثرة الجهل والجاهل إما مفطر أو مفطر والله الموفق للصواب. (النفائس المرغوبة للمفتي كفاية الله رحمه الله: ۳۷) (حسن الفتاوى: ۶۰/۳-۶۴)

### کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ کے ساتھ:

سوال: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دیکر دعا مانگنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، ”بعد“ سے بظاہر متصل ہی مراد ہے، تاہم اگر معمولی وقفہ ہو جائے، تب بھی مضائقہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۵ھ

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے، اس کے بعد وقفہ نہیں چاہیے، جیسے: مغرب، عشاء، ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں، ان کے بعد وقفہ دے کر دعا ہے۔ (۳)

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۰/۵-۶۸۱)

- (۱) نور الإيضاح، فصل الأذکار الواردة بعد الفرض: ۶۷، المكتبة العصرية: انيس
- (۲-۳) عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفتة: ۲۱۸/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۵۹۲، انيس)
- ويكره تأخير السنة إلا بقدر: اللهم أنت السلام إلخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكرهية التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي حملة على القليلة“. (الدر المختار)
- (قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً كانت خلاف الأولى الذي هو معنى، لا بأس ... لا بأس بالفصل بالأوراد أى القليلة التى بمقدار: ”اللهم أنت السلام إلخ“. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد)

### دعا نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد:

سوال: ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعا کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقہ کار کے مطابق خطبہ عید کے بعد دعا ہوتی تھی؟  
(خواجہ معین الدین، خانہ پور)

الجواب

دعا تو نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر، دعا کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعا فرمایا کرتے تھے، (۱) اس دعا کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعا ہے؛ لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعا نہیں کی جاسکتی؛ اس لیے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کر لیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعا کرنا، رسول اللہ، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ثابت نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۹۷-۹۸)

### وتر کے بعد دعا:

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۸)

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ سلام کے بعد ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ پڑھنے کے بقدر رہی بیٹھتے۔ (الجامع للترمذی، رقم الحديث: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، محشی)

☆ تراویح کے بعد دعا:

سوال: تراویح ختم ہونے پر وتر سے پہلے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کیسا ہے؟ بیّنات و جروا۔

الجواب \_\_\_\_\_ باسم ملہم الصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جزیئہ نہیں، البتہ دعا بعد الصلوٰۃ کے کلیہ میں یہ بھی داخل ہے؛ کیوں کہ تراویح مستقل نماز ہے، لہذا انفرادی دعا کی گنجائش ہے، امام کے ساتھ بصورت اجتماعیہ دعا بدعت ہے، باواز بلند ہو تو دوسری بدعت اور بالالتزام ہو تو تین بدعات کا مجموعہ، اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ شوال ۱۳۸۵ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۱۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾. (سورة الأعراف: ۵۵) ==

## وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم:

سوال: خطبہ کی اذان کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور تراویح اور وتر کے بعد نفل پڑھ کر اجتماعی دعا مانگنا، از روئے شریعت کیسا ہے؟ (المستفتی: مستری حافظ انعام الہی محلہ فراشتخانہ، دہلی)

الجواب

خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے، اس کے بعد امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں دعا کا تصور کر لے زبان سے دعا نہیں پڑھنی چاہیے، (۱) جنازے کی نماز خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ تراویح ختم ہونے پر دعا مانگ لینا اور پھر وتر و نفل کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا، یہ افضل ہے۔  
محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی: ۳۵۳/۹)

## نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز:

سوال: بعد سلام نماز جنازہ کے، دعا کرنا اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام بھی نماز جنازہ میں دعا پڑھنا اچھا ہے۔

کتبہ احمد حسن

## بار دوم

سوال: بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب

از مولوی احمد حسن

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

== عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفي"... "عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر، الخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، کراچی)

وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولى. قلت: ... ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته لقوله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۵۰۷/۲، سعيد)  
(۱) عن عبد الله قال: كفى لغواً إذا صعد الإمام المنبر أن تقول لصاحبك: أنصت. (رواه ابن أبي شيبة) (إعلاء السنن: ۸۹/۶) (مصنف ابن أبي شيبة، في الكلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب (ح: ۵۲۹۲) انيس)

برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے:

”ولایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنابة لأنه يشبه الزيادة فيها، كذا في المحيط، وعن أبي بكر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنابة مكروه، وقال محمد بن الفضل: لا بأس به، كذا في القنية“۔ (۱۸۰/۱) (۱)

اور صلاة جنازہ کو حقیقتہً دعا ہے، مگر صورتہً تو نماز ہے اور ہر نماز کے بعد دعا مسنون ہے، لعموم الأدلہ، پس اس عموم سے نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کو مسنون کہہ سکتے ہیں اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی مراد لیا ہے، اور لا بأس بہ کا کلمہ گوا کثر ترک اولیٰ (یعنی جس کا جانب مخالف جائز اور مباح ہو) کے موقعہ پر ہوا کرتا ہے، مگر کبھی مستحب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ (صرح بہ فی رد المحتار: ۱/۲۴۱)

پس یہ کلمہ یا تو یہاں مستحب پر محمول ہے، یا جواز پر بہتر یر مذکور، بلکہ بقرینہ مقابلہ قولین بھی؛ کیوں کہ مکروہ تنزیہی کے معنی ظاہر ہیں کہ جس کا نہ کرنا اولیٰ ہو اور کرنا ناپسندیدہ ہو، سوا اگر لا بأس بہ سے بھی یہی مراد ہوتی تو اس قول کا لکھنا بظاہر تکرار غیر مفید ہوتا۔

غرض دونوں طرف وسعت ہے، استحباب میں بھی اور عدم استحباب میں بھی اور احقر کے نزدیک استحباب رائج ہے۔ ”وللناس فيما يعشقون مذاهب“۔ فقط کتبہ احمد حسن

(جواب ثانی) الجواب ————— هو الموفق للصواب

اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دور وایتیں پائی جاتی ہیں، ایک روایت عدم جواز کو مقتض ہے اور دوسری روایت جواز بکراہت کو، چنانچہ البحر الرائق جلد دوم، صفحہ ۱۸۳ میں ہے:

”قوله: وهي أربع تكبيرات بثناء بعد الأولى وصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الثانية ودعاء بعد الثالثة)... وقيد بقوله: ”بعد الثالثة“ لأنه لا يدعو بعد التسليم، كما في الخلاصة، وعن الفضلي: لا بأس به“ انتہی۔ (۲)

پہلی عبارت عدم جواز پر دال ہے، جس کو صاحب بحر نے قوی قرار دیا ہے اور دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی

(۱) ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنابة، لأنه قد دعا مرة لأن أكثر صلاة الجنابة الدعاء. (المحيط

البرهاني، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز: ۲/۲۰۵، دار الفكر بيروت. انیس)

وعن أبي بكر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنابة مكروه، وقال محمد بن الفضل: لا بأس به. (قنية المنية

لتتميم الغنية، باب الجنائز: ۳۳-۳۴، مخطوطة جامعة الملك سعود. انیس)

(۲) كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۱۹۷، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انیس)

سے نقل کیا ہے، جس میں لابیاس بہ مذکور ہے، وہ مشیر بجواز ہے، علیٰ ہذا، برجنڈی میں جو محیط سے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

”لایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنابة لأنه يشبه الزيادة فيها، كذا في المحيط، وعن أبي بكر بن

حامد: أن الدعاء بعد صلاة الجنابة مكروه، وقال محمد بن الفضل: لابیاس به“۔ (۱)

اور اسی طرح یہ دونوں قول صاحب قنیہ سے بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ، باب الجنائز تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنابة؛ لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنابة“۔ (۲)

اور کبیری میں ہے:

”في السراجية: إذا فرغ من الصلاة لا يقوم بالدعاء“۔ (۳)

بالجملہ ان عبارتوں سے عدم جواز دعا کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ گفتگو محض دعا بعد صلوٰۃ الجنابة کے متعلق ہے؛ لیکن اصل سوال اس دعا کے متعلق واقع ہے، جو اس زمانہ میں بعض بلاد میں متعارف ہو رہا ہے، بعض بلاد میں تو یہ متعارف ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص حاضرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہر شخص بارہ بارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچائے اور بعض بلاد میں یہ متعارف ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس دعا کا اس قدر التزام کیا ہے کہ واجب کے درجہ میں پہنچا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں شریک نہ ہو تو اس کو وہابی اور بدین کہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ دعا بعد صلوٰۃ الجنابة اس وجہ سے بھی زیادہ ممنوع ہوگئی کہ حد بدعت میں داخل ہوگئی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں جنازہ کے متعلق ”أسرعوا“ کا حکم ہے، (۴) اور یہ تاخیر جو سورۃ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے، یا دعا میں مشغول ہو رہنے کی وجہ سے ہوئی، وہ اس امر بالاسراع کے منافی ہے، لہذا مکروہ اور ناجائز ہوگی۔ فقط

خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱۲۵/۱-۱۲۸)

(۱) تقدم: المحيط البرهاني: ۲/۲۰۵ / قنية المنية لتتيمم الغنية، باب الجنائز: ۳۳-۳۴. انيس

(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب المشي بالجنابة: ۳۶۹/۲، طبع: أصح المطابع، بمبي (الفصل

الثالث، رقم الحديث: ۱۶۸۷، انيس)

(۳) السراجية على هامش فتاوى قاضي خان: ۱/۱۴۱، مطبع مصطفىائي، كلكتة

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ”أسرعوا بالجنابة، فإن تك

صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن يك سوى ذلك، فشر تضعونه عن رقابكم“۔ متفق عليه (صحيح البخاري، كتاب

الجنائز، باب: حمل الرجال الجنابة دون النساء، ص: ۲۵۶، رقم الحديث: ۱۳۱۵، بيت الأفكار / الصحيح لمسلم،

كتاب الجنائز، باب: الإسراع بالجنابة، ص: ۳۶۶، رقم الحديث: ۹۴۴، بيت الأفكار / كذا في المشكاة: ۱/۱۴۴ (المشي

بالجنابة والصلاة عليها، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۶۴۶، انيس)

### پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام:

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقہ ابو حنیفہ مع دلائل و براہین صراحۃً تحریر فرما کر عند اللہ ماجور فرما کر عند الناس مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ!

امام بلاناغہ پنجگانہ نماز میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اول: بعد ادائے فریضہ، دوم: بعد اتمام سنت، ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعاء مانگی جاتی ہے، اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہذا یہ تحریر فرمائیے گا کہ دعائے اول و ثانی کا حق امام کو ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کا کہنا اور مقتدیوں کا تعیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے، (۱) اور بعد صلوٰۃ خصوصیت سے مقرون بالا جابتہ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے؛ (۲) لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ محدث (نئی بات) ہے، اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے۔ (۳) بعض نواح میں فرض، جیسا معاملہ اس دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ فرض سے بڑھ کر، مثلاً: اگر کوئی

(۱) قال اللہ تعالیٰ ﴿ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃً إنه لایحب المعتدین﴾ (الأعراف: ۵۵)

قال اللہ تعالیٰ ﴿فادعوا اللہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون﴾ (المؤمن: ۱۴)

وقال اللہ تعالیٰ ﴿وإذا سئلک عبادی عنی فانی قریب، أجب دعوة الداع إذا دعان فلیستجیبوا لی

ولیؤمنوا بى لعلہم یرشدون﴾ (البقرة: ۱۸۶)

(۲) عن أبی أمامۃ رضی اللہ عنہ قال: قیل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف

اللیل ودبر الصلوات المكتوبات“۔ (وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا

ترجمة: ۱۸۷/۲، سعید) (رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب و جمعیۃ بکلیتہ علی المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة،

وهو: الثلث الأخير عن اللیل، وعند الأذان، و بین الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم

الجمعة علی المنبر حتی تقضى الصلاة من ذلك اليوم، و آخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً فی

القلب“۔ (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالدعاء بالدواء لابن قیم الجوزیة، فصل: أوقات

الإجابة، ص: ۱۶، مکتبۃ روضة القرآن)

”أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات“۔ (الحصن الحصین، ص: ۶۳، دار الإشتاعت کراچی)

(۳) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث

=

تارک صلوٰۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے، اس پر طعن و تشنیع نہیں کی جاتی؛ لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ آوے، جو کہ مستحدث و بے اصل ہے، اس پر سب و شتم، لعن و طعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائر اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دے دیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترتک ہو جاتا ہے۔

”من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: إن الله عز وجل يحب أن تؤتى رخصه، كما يحب أن تؤتى عزائمه. انتهی“۔ (عن الطیبی شرح مشکوٰۃ) (۱)

بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن و نوافل مکان پر، اگرچہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے؛ مگر قلت کے ساتھ، لہذا اصل مسنون طریقہ سنن و نوافل میں یہ ہے کہ

== فی أمرنا هذا ما ليس فيه فهورد“۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

”وتعريف الشمنى لها (أى البدعة) بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصرافاً مستقيماً“۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(۱) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب: الدعاء فی التشهد (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳ / ۳۱، رشیدیة (السعاية: ۲۶۵-۲۶۶)

”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة“ آہ۔ (السعاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۴۵/۲، سهیل اکیڈمی، لاہور)

”رحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث اضطروا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: “اللهم أنت السلام ومنك السلام إلخ“۔ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجماع الإمام والمؤمنين ضروري واجب... ومن لم يرض بذلك يعزونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين“۔ (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس)



مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعائے ثانیہ بحیثیت اجتماع کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سننیں ثابت بھی نہیں، امام کا دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جو لوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں، ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”صلاة المرء فی بیتہ أفضل من صلاتہ فی مسجدی هذا، إلا المكتوبة“۔ (رواہ أبو داؤد و سکت عنہ والمنذری اھ۔) إعلاء السنن: (۳۷/۷) (۱)

عن عبد اللہ بن شقیق قال: سألت عائشة رضی اللہ عنہا عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تطوعہ؟ فقالت: كان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعاً، ثم یرج فیصلی بالناس، ثم یدخل فیصلی رکعتین، وکان یصلی بالناس المغرب، ثم یدخل فیصلی رکعتین، ویصلی بالناس العشاء، ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، وکان یصلی من اللیل تسع رکعات، فیہن الوتر. وکان یصلی لیلاً طویلاً قائماً، ولیلاً طویلاً قاعداً وکان إذا قرأ أو هو قائم، رکع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ قاعداً، رکع وسجد وهو قاعد، وکان إذا طلع الفجر، صلی رکعتین“۔ (رواہ المسلم/وزاد أبو داؤد: ”ثم یرج فیصلی بالناس صلوۃ الفجر“، مشکاة المصابیح، ص: ۴۰۱) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۱/۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۴/۵-۶۹۸) ☆

(۱) رواہ الشیخ ظفر أحمد عثمانی فی أعلاء السنن فی أبواب النوافل، باب أفضلیة التطوع فی البیت ومع جوازہ فی المسجد: ۵۷/۷، إدارة القرآن، کراچی / رواہ أبو داؤد فی سننہ فی کتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بیتہ: ۱۵۶/۱، إمدادیة) (رقم الحدیث: ۱۰۵۵) / مختصر صحیح مسلم للمنذری ت: ألبانی، باب صلاة النافلة فی البیوت (ح: ۳۷۴) ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامی بیروت / الترغیب والترہیب للمنذری ت: عمارة، الترغیب فی صلاة النافلة فی البیوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابي الحلبي / انیس)

(۲) رواہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراجعة قبل الفرائض وبعدهن و بیان عددہن: ۲۵۲/۱، قديمی / (باب: جواز النافلة قائماً وقاعداً، وفعل بعض الركعة قائماً وبعضها عدلاً، رقم الحدیث: ۷۳۰، انیس)

رواہ أبو داؤد فی سننہ فی کتاب الصلاة، باب تفريع أبواب التطوع ورکعات السنة: ۱۸۵/۱، إمدادیة، ملتان / مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب السنن وفضلها: ۱۰۴/۱، قديمی) ==

## نماز کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: بمبئی میں ہر نماز کے بعد ”الفاتحہ“ کہا جاتا ہے اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے، جس کا جودل چاہے، دعا کرے، اس میں امام کو بھی حق ہے اور مقتدیوں کو بھی حق ہے۔ (۱)

## ☆ = فجر اور عصر کے بعد دو وقت دعا کرنا:

سوال: فجر و عصر کے بعد دو مرتبہ دعا مانگنے کا ثبوت سنت سے ثابت ہے، یا نہیں؟

حامداً و مصلیاً الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ فجر اور عصر؛ یعنی جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں ہیں، داہنے یا بائیں مڑ کر تسبیح و تہلیل پڑھ کر دعا مانگنے کی تھی، (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لأن أجلس مع قوم يدكرون الله عز وجل من صلاة العصر إلى أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل“). (الأذکار للنووي، باب ما يقول بعد العصر إلى غروب الشمس: ۱۲۸. انیس)

”عن صہیب رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلاة الفجر بشيء، فقلت: يا رسول الله إنك تحرك شفتيك بشيء ما كنت تفعل، ما هذا الذي تقول؟ قال: ”أقول: أَللّٰهُمَّ بَكَ أَحْوال، وبِكَ أَصْوال، وبِكَ أَقَاتِل“۔ (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح: ۱۰۵، رقم الحديث: ۱۱۷، مكتبة الشيخ، انیس)

لہذا دو دعاؤں کا ثبوت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲۰۰/۲)

(۱) عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه: قال: قيل يا رسول الله تعالى عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الأخير ودبر الصلوات المكتوبات“۔ (قال الترمذي: هذا حديث حسن. جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب (بلا ترجمه): ۱۸۷/۲، سعيد) (رقم الحديث: ۳۹۹، انیس)

”وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجميعه بكلية على المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير عن الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وإدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر، حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً في القلب“۔ (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالدعاء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں، ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۵-۷۰۶) ☆

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد“۔ (صحيح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اُصلحوا علی صلح فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحديث: ۲۶۹۷/الصحيح لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور (ح: ۱۷۱۸) /سنن أبي داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح: ۴۶۰۶) انیس)

عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صنع أمراً غير أمرنا فهو مردود۔ (مسند الإمام أحمد، مسند الصديقة عائشة (ح: ۲۴۴۵۰) /سنن أبي داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح: ۴۶۰۶) انیس) وفي رد المحتار: ”بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصرطاً مستقيماً، آه، فافهم“۔ (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

”رحم اللہ طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حيث واطبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام، إلخ“۔ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل ياجتمع الإمام والمأمومين ضروري واجب... ومن لم يرض بذلك يعز لونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم اللہ! إن هذا أمر محدث فی الدين“۔ (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفية وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۹، انیس)

☆ دعائے ثانی کا حکم:

سوال: نچوٹی نمازوں کے بعد دعائے ثانی مانگنا کیسا ہے؟

حامداً ومصلیاً الجواب: ————— وباللہ التوفیق

دعائے ثانیہ کا مروجہ طریقہ بعد نوافل اجتماعاً امام و مقتدیوں کا ثبوت عہد رسالت و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین میں نہیں ملتا، یہ صرف رواج ہے، اسے ترک کرنا چاہیے اور اس کو اجتماعاً شرعاً ثواب سمجھ کر کرنا بدعت سیئہ ہے اور اپنی طرف سے بدون ثبوت شرعی ایک چیز کا دین میں اضافہ کرنا ہے، جو شرعاً معیوب و گناہ ہے۔

ہاں ہر شخص فرادی فرادی خواہ سنت کے بعد خواہ نفل کے، جب چاہے دعا کرے، اسے اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲۰۰/۳)

دعائے ثانیہ و ثالثہ:

سوال: احادیث سے الفاظ دعا کو تین، یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے؛ لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جزء دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۵/۸/۱۳۵۷ھ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۸/شعبان/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۰۶/۵) ☆

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما  
لیس فیہ فہورد“۔ (رد المحتار) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح فہو مردود: ۳۷۰/۱،  
قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

”بأنها (أی البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل  
أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً، آء، فافهم“۔ (کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱۔  
۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

## ☆ نماز جمعہ کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر لیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے؛ لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر  
سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا، جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے اور اس پر اتنا  
اصرار ہوتا ہے کہ سب و شتم اور لعن و طعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں؛ بلکہ غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے۔ ”رحم اللہ  
طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واطبوا علی أن الإمام ومن معه یقومون بعد المكتوبة بعد قراءتہم:  
”اللہم أنت السلام ومنک السلام إلخ“۔ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جہراً بدعاء  
مرة ثانية، والمقتدون یؤمنون علی ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك علی سبیل الالتزام والدوام، حتی أن بعض  
العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل یاجتمع الإمام والمؤمنین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلك  
یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعہم، وأیم اللہ! إن هذا أمر محدث فی  
الدين“۔ (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام و کیفیتہ و سنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳،  
إدارة القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد گنگوہی غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۹/۵)

## فرض نمازوں کے بعد سنن و نوافل سے فارغ ہو کر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی):

سوال: ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد دعائے مانگنے کے دو طریقے دیکھے جاتے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام و مقتدی مل کر ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ کے ساتھ دوسری چند اذعیہ ماثورہ (مگر زیادہ طویل نہیں) مانگی جاتی ہیں، اس کے بعد سنن و نوافل مسجد میں، یا گھر جا کر پڑھ کر خود بخود دعا کر لیتے ہیں، امام و مقتدی جمع ہو کر دعائیں کی جاتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد فقط ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ“ الخ والی دعا مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام و مقتدی اکٹھے ہو کر فاتحہ کہہ کر جماعت سے دعا کی جاتی ہے، اس سے مصلیٰ کو بڑی تشویش ہوتی ہے، اس طریقہ کو (سنن کے بعد مل کر زور زور سے دعا کرنے کو) ضروری سمجھا جاتا ہے، بڑے اہتمام، التزام اور پابندیوں سے کیا جاتا ہے، کبھی بھی فوت نہ ہو، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، مذکورہ طریقہ کے ثبوت میں آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (۱) (آپ جب فارغ ہوں تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرو) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ”الدعاء مخ العبادۃ“ (دعا عبادت کا مغز ہے) پیش کرتے ہیں اور پہلے طریقہ والے کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعتیہ کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان دونوں میں مطابق سنت کون سا طریقہ ہے، پہلا، یا دوسرا؟

الجواب

مسنون یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے، دعا بھی جماعت کے ساتھ کی جائے؛ یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعائیں اور جس طرح سنن اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں، دعا بھی الگ الگ مانگیں۔

لہذا صورت مسئلہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور مطابق سنت ہے، دوسرا طریقہ خلاف سنت بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنن اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہو کر دعا مانگنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہؓ و تابعینؓ، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول و عمل سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعا بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے اور پھر

(۱) سورة الم نشرح: ۷. انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح: ۳۳۷۱) / المعجم الأوسط، من اسمہ بکر (ح: ۳۱۹۶) /

الدعاء للطبرانی (ح: ۸) انیس

سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعا بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنی عبدالاشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا: یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

(ابوداؤد اور ترمذی و نسائی، مشکوٰۃ شریف: ۱۰۵) (۱)

بہر حال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام و مقتدی مل کر باجماعت دعا مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے، دعا مانگنے کے لیے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت، یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ مصلیٰ مسجد میں سے چلے جاتے تھے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب، حتى يتفرق

أهل المسجد. (أبو داؤد: ۱۹۱/۱) (۲)

(۱) عن كعب بن عجرة: أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى المغرب في مسجد بني عبد الأشهل فلما صلى قام ناس يتنفلون، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: عليكم بهذه الصلاة في البيوت. (المعجم الكبير للطبراني، عن سعد بن كعب عن أبيه (ح: ۳۲۰) صحيح ابن خزيمة، باب الأمر أن يركع الركعتين بعد المغرب في البيوت (ح: ۱۲۰۱) سنن النسائي، باب الحث على الصلاة في البيوت والفضل في ذلك (ح: ۱۶۰۰) سنن الترمذی، باب ما ذكر في الصلاة بعد المغرب أنه في البيوت (ح: ۶۰۴) انیس)

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلاة المرأة في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا، إلا المكتوبة". (أبو داؤد في سننه في كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية، رقم الحديث: ۱۰۵۵ مختصر صحيح مسلم للمنذرى: ألبانى، باب صلاة النافلة في البيوت (ح: ۳۷۴): ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامي بيروت/ الترغيب والترهيب للمنذرى: عمارة، الترغيب في صلاة النافلة في البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابي الحلبي/ سنن النسائي، باب الحث على الصلاة في البيوت (ح: ۵۹۹) /

سنن الترمذی، باب ما جاء في فضل صلاة التطوع في البيوت (ح: ۴۵۰) انیس)

(۲) كتاب التطوع، باب: ركعتي المغرب أين تصليان؟ رقم الحديث: ۱۳۰۱، بيت الأفكار، انیس

اور حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر نماز میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہ رہا۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۱/۱) (۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام و مقتدی مل کر دعائے مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا یہ دستور اور طریقہ خلاف سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے؛ اس لیے کہ قبولیت عمل کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مطابق سنت ہو۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ آیت کریمہ ﴿لَيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ!

”لأن العمل إذا كان خالصاً غير صواب لم يقبل، وكذلك إذا كان صواباً غير خالص فالخالص أن يكون لوجه الله، والصواب أن يكون على السنة“۔ (۲)

یعنی جو عمل خالص (خاص خدا کے لیے) ہو، مگر صواب (مطابق سنت) نہ ہو تو وہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح جو عمل صواب (مطابق سنت) ہو، مگر خالص نہ ہو، وہ بھی مقبول نہیں ہوتا، عمل وہی مقبول ہوتا ہے، جو خالص ہو اور صواب؛ یعنی مطابق سنت بھی ہو۔ (تفسیر کبیر: ۲۴۳/۸) (العبودية: ۱۹-۲۰) (۳)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

”لا يستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقة السنة“۔

(کوئی قول و عمل اور نیت ٹھیک نہیں ہوتی، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سنت کے مطابق نہ

ہو) (تلیس ابلیس: ۹) (۴)

(۱) ”عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال لي العباس رضي الله عنه: بت الليلة بال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق في المسجد غيره“۔ قال أبو جعفر: فهذا يدل على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كان يتطوع في المسجد هذا التطوع الطويل فذلك عندنا حسن إلا أن التطوع في البيوت أفضل منه لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة“، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد بن الحسن رحمهم الله تعالى. (شرح معاني الآثار، باب التطوع في المساجد: ۳۹/۱، رقم الحديث: عالم الكتب. انیس)

(۲) تفسیر الرازی، قوله تعالى: ﴿لَيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ سورة الملك: ۲، المسألة السادسة: ۵۶/۳۰، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) وکل محبة لا تكون لله فهي باطلة وکل عمل لا یراد به وجه الله فهو باطل، ”الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ما كان لله“ ولا يكون لله إلا ما أحبه الله ورسوله وهو المشروع. (العبودية لابن تيمية، کل عمل لا یراد به وجه الله باطل: ۱۲۰، المكتب الإسلامي بیروت. انیس)

(۴) الباب الأول في الأمر بلزوم السنة و الجماعة، ص: ۵۷، رقم الحديث: ۱۸، دار الوطن للنشر، انیس

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد ہے:

”ولا عمل بلا إخلاص وأصابة السنة“. (الفتح الربانی: ۱۴/۲)

(اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔)

حضرت احمد بن الحواریؒ فرماتے ہیں کہ!

قال أحمد بن أبي الحواری: ”من عمل عملاً بلا اتباع سنة، فباطل عمله“. (الاعتصام: ۱۱۴/۱)

یعنی جو بھی عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ہے:

”اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ السلام کے کرو، اگرچہ وہ بشل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں؛ بلکہ گناہ

ہے۔“ (خط امام غزالیؒ بنام خاص شاگرد خود: ۷)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ!

”سعادت دارین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الاہرار قدوة الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضامندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد و تقویٰ، توکل و تبتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ بغیر مقبول نہیں ہے اور ذکر و فکر، ذوق و شوق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے بغیر ناقابل اعتبار ہے۔“ (صلوات اللہ علیہ و سلامہ)

(مکتوب: ۱۰، بنام خواجہ محمد دینار)

اور فرماتے ہیں کہ!

”سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے۔“

(مکتوب: ۲۲، بنام محمد حنیف)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا  
ولیکن میفرمای بر مصطفیٰؐ (۲)

(ترجمہ: پرہیزگاری و پارسائی اور سچائی اور صفائی میں کوشش کر؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ پڑھ۔)

(۱) الإعتصام، فصل ماجاء عن الصوفية في البدع، الوجه الرابع من النقل ما جاء في ذم البدع وأهلها عن

الصوفية المشهورين عند الناس: أصول الطريق: انيس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انيس



مطلب یہ کہ جیسا اور جتنا کیا ہے، ایسا اور اتنا کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید (۱)

(ترجمہ: جو شخص آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کوئی دوسری) راہ اختیار کرے گا، وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا۔)

حضرت ابو العالیہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

”علیکم بالأمر الأول الذی کانوا علیہ قبل أن یفتروا“۔ (تلیس ابلیس: ۸) (۲)

(ترجمہ: تم پر وہ پہلا طریقہ واجب ہے کہ جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔)

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ!

”اصبر نفسك علی السنة وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا وکف عما کفوا عنه واسلک سبیل سلفک الصالح“۔ (تلیس ابلیس: ۳)

(ترجمہ: طریقہ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قوم (جماعت صحابہ) ٹھہر گئی، تم بھی ٹھہر جاؤ۔)

جوان بزرگوں نے فرمایا:

وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے راستہ پر چلتے رہو۔)

حضرت علامہ ابن الحاج کا فرمان ہے:

”فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا“۔ (طحاوی علی مراقی الفلاح: ۳۵۴) (۴)

(یعنی! ہم سلف صالحین (صحابہؓ وغیرہم) کی پیروی کرنے والے ہیں، ایجاد کرنے والے نہیں ہیں تو جہاں

ہمارے سلف ٹھہر گئے، ہم بھی ٹھہر جائیں گے۔)

اسی لیے سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے

کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ آتے جاتے زور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر میں آہستہ آہستہ پڑھتے

(۱) بوستان سعدی، درنمایش خداوند. انیس

(۲) تلیس ابلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحديث: ۱۵، دار الوطن للنشر، انیس

(۳) تلیس ابلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحديث: ۱۶، دار الوطن للنشر، انیس

(۴) الطحاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، انیس

ہیں کہ زور سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لیے دواذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لیے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز وتر ہلال رمضان دیکھ کر باجماعت پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر کا چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے، اسی طرح فرائض کے بعد امام و مقتدی مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں کہ ثابت ہے اور سنن وغیرہ منفرداً پڑھ کر دعا بھی منفرداً (تہاتہا) مانگ لیتے ہیں کہ جماعت سے ثابت نہیں ہے، اس میں کیا خطا ہے؟

الغرض سوال میں جو دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کو امر دینی سمجھنا اور سنت کی طرح تھاے رکھنا دین میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کے مرادف ہے، جو بالکل ناجائز اور گناہ ہے، امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے عید کے روز عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے ایک آدمی کو نفل نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ نماز پڑھنے سے عذاب نہیں کرے گا (تو پھر مجھے نماز سے کیوں روکا جا رہا ہے؟) حضرت علیؑ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ کیا ہو، یا اس کی ترغیب نہ دی ہو، تیری یہ نماز اور (عبادت میں) عبث ہوگئی اور عبث کام حرام ہے، یعنی شاید خدا تجھ کو اس پر عذاب دے، اس لیے کہ تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ (مجالس الابرار، م: ۲۹: ۱)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ!

”جس نے اسلام میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر سمجھا تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خیانت اور کمی کرنے والا ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (آج میں نے دین مکمل کر دیا)، تو جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں دین میں داخل نہیں تھا (جس کو نہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ کرنے کی ترغیب دی)، وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا، فمالم یکن یومئذ دیناً فلا یكون الیوم دیناً۔ (الاعتصام: ۴۸۱: ۲)

الغرض کوئی بھی انفرادی، یا اجتماعی کام جس طرح سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اسی طرح کرنا اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور جس قدر مشابہت بڑھتی رہے گی، اس کام کی فضیلت بڑھتی رہے گی اور اس

(۱) قال صاحب مجمع البحرين فی شرحہ: ان رجلاً یوم العید فی الجبابة أراد أن یصلی قبل صلاة العید فہماہ علی، فقال الرجل: یا امیر المؤمنین! انی أعلم أن اللہ تعالیٰ لا یعذب علی الصلاة، فقال علی: وانی أعلم أن اللہ تعالیٰ لا یشیب علی فعل حتی فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أو یحث علیہ فیکون صلاتک عبثاً والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بہ وبمخالفتک برسولہ۔ (مجالس الابرار، المجلس التاسع عشر فی بیان بدعة صلاة النوافل

بالجماعة کالر غائب وغیرھا۔ انیس)

(۲) الاعتصام، الباب الثانی: فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابھا، کمال الشریعة، انیس

میں کمال پیدا ہوتا رہے گا اور جتنا وہ مشابہت اور ہو بہو ہونے سے ہٹتا رہے گا، ناقص ہوتا رہے گا اور بالکل ہٹا ہوا ہوگا تو بدعت و ضلالت ہوگا۔

اشراق اور چاشت کی نفلیں بہت فضیلت رکھتی ہیں؛ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاجماعت کے تنہا اپنے دولت کدہ میں یہ نفلیں پڑھی ہیں، ان کو اعلان و مظاہرہ کے ساتھ مسجد میں پڑھا جائے، یا ان کے لیے جماعت کی جائے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بدعت فرمایا ہے۔

”عن مجاہد قال: دخلت أنا وعروة بن الزبير المسجد، فإذا عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما جالس إلى حجرة عائشة، وإذا ناس يصلون في المسجد صلاة الضحى، قال: فسألناه عن صلاتهم، فقال: بدعة“۔ (صحیح البخاری: ۲۳۸/۱) (۱)

”وأما ما صح عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال في الضحى: هي بدعة، فمحمول على أن صلاتها في المسجد والتظاهر بها كما كانوا يفعلونه بدعة“۔ (النووي شرح مسلم: ۲۴۹/۱) (۲)

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

”إن كان ولا بد ففئ بيوتكم“۔ (اگر تمہیں نماز چاشت پڑھنی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو)۔ (فتح الباری: ۴۳/۳) (۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھتی ہے، ایک شخص کہتا ہے: اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اتنی بار سبحان اللہ اور اتنی بار الحمد للہ کہو، وہ لوگ کہتے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس کو سنا اور دیکھا، پھر فرمایا: میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! نہایت تاریک بدعت ہے، جس میں تم مبتلا ہو، ورنہ یہ کہو کہ تم اتنے بڑے صاحب علم ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہو، پھر ان کو مسجد سے نکال دیا۔ (جلاس الاراء، ۱۸/۱۲۵) (الاعتصام: ۱۶۵/۲) (۴)

(۱) صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۳۸، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، بیت الأفكار، انیس

(۲) النووی شرح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، استحباب صلاة الضحی، انیس

(۳) فتح الباری، باب صلاة الضحی فی السفر: ۵۳/۳، دار المعرفۃ بیروت، انیس

عن مسروق قال: كنا نقرأ في المسجد فيثبت الناس في القراءة بعد قيام ابن مسعود ثم نقوم فنصلي للضحى، فبلغ ذلك ابن مسعود فقال: عباد الله لم تحملوا عباد الله ما لم يحملهم الله، إن كنتم لا بد فاعلين ففئ بيوتكم۔ (مصنف ابن أبي شيبة، من كان لا يصلي الضحى (ح: ۷۷۷۷) انیس)

(۴) وهذا المعنى أراد عبد الله بن مسعود لما أخبر بالجماعة الذي كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول: كبروا الله كذا وكذا وسبحوا الله كذا وكذا واحمدوا الله كذا وكذا فيفعلون فحضرهم

دیکھئے: ان تسبیحات کے پڑھنے میں کوئی اختلاف یا قابل مواخذہ بات نہیں ہے، مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام خلاف سنت تھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ اسی لیے امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ!

”عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہے۔“ (الاعتصام: ۲۴/۱) (۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ!

”ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو، اس کی ترغیب اور جس کا وقت مقرر نہ ہو، اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور مخالفت سنت حرام ہے۔“ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی: ۹۹/۱)

ولأن ذكر الله تعالى إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به؛ لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق: ۱۵۹/۲) (۲)

اور حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ”کسی عبادت کو خاص کر لینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا حکم نہیں ہے ممنوع ہے اور اس کو عقیدہ بنالینا حرام ہے۔“

اسی لیے فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ عیدین، شب برأت اور رمضان کی آخری دس رات اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے، مگر اس کے لیے مسجدوں میں جمع ہونا مکروہ ہے؛ کیوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سے۔

ومن المندوبات إحياء ليالي العشر من رمضان وليالي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليالي النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث، وذكرها في الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد. (البحر الرائق: ۵۲/۲) (۳)

== فلما سمع ما يقولون قال فقال: أنا عبد الله بن مسعود فوالله الذي لا إله غيره لقد جئتم بدعة ظلماء أو لقد فقمتم على أصحاب محمد عليه السلام علما يعني أن ما جئتم به إما أن يكون بدعة ظلماء أو إنكم تداركنتم على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبيههم له أو لتكاسلهم عنه فغلبتموهم من حيث العلم بطريق العبادة والثاني منتف فنعين الأول وهو كونه بدعة ظلماء. (مجالس الأبرار، المجلس الثامن عشر في أقسام البدعة وأحكامها. انيس)

(۱) الاعتصام، فصل من البدع الإضافية إخراج العبادة عن حدها الشرعي. انيس

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، انيس

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انيس

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

”افسوس ہزار افسوس بعضے از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تہجد را بجماعت میگزاردند، اطراف و جوانب در آن وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و جمیعت تمام ادا می نمایند و این عمل مکروہ است بکراہت تحریمہ“۔ (مکتوبات امام ربانی: ۱۴۲/۱، مکتوب: ۱۳۱)

(ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعات کا دوسرے بزرگوں کے سلسلوں میں بالکل وجود نہیں ہے، اس عظیم الشان طریقہ (نقشبندیہ) میں پیدا کر دی گئی ہیں اور نماز تہجد جماعت سے پڑھتے ہیں، اس وقت آس پاس کے لوگ جمع ہو کر تہجد ادا کرتے ہیں اور بڑی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔

دیکھئے! نماز تہجد اکیلے پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنے کا دستور بنالیا گیا تو امام ربانی نے سخت ممانعت فرمائی اور اس کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا۔

سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے آیت قرآنی ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ﴾ (۱) اور مذکورہ حدیث (الدعاء مخ العبادۃ) پیش کرنا جہالت کی دلیل ہے، نماز کے بعد دعا کا کون منکر ہے؟ سوال تو سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے متعلق ہے، اس کے لیے آیت قرآنی اور حدیث صحیح تو درکنار، حدیث ضعیف بھی پیش نہیں کر سکتے، اگر آیت مذکورہ سنن کے بعد دعا اجتماعی کے متعلق ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض ادا کر کے حجرہ مبارکہ میں کیوں تشریف لے جاتے تھے؟

ایسے بے اصل اور بلا دلیل خلاف سنت طریقہ کو اسلامی عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کی علامت اور شعار بنالینا اور نہ کرنے والے کو منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج بتلانا کہاں کی شریعت اور کہاں کی سنت اور کہاں کا انصاف ہے؟

بیشک یہ وہی زمانہ آ گیا ہے، جس کی پیشن گوئی تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی ہو چکی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا، جب کہ شائع شدہ بدعت کو سنت ٹھہرا لیا جائے گا، اگر تم اس میں تغیر کرو گے تو کہیں گے کہ سنت میں تغیر کر رہے ہو، تمہیں منکر سنت کے نام سے مشہور کریں گے۔

(۱) حدیث میں سونے اور جانگنے کے وقت کی دعائیں آئی ہیں اور ثابت ہیں۔

(۲) اور گھر سے نکلتے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں۔

(۳) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا۔

(۱) سورة الم نشرح: ۷. انیس

(۲) سنن الترمذی عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح: ۳۳۷۱) انیس

(۴) کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھنے کی دعا۔

(۵) صبح اور شام پڑھنے کی دعا۔

(۶) وضو سے پہلے اور بعد میں اور درمیان میں پڑھنے کی دعا

(۷) چاند دکھنے اور چاند و سورج گرہن کی دعا۔

(۸) کپڑے پہننے کی دعا۔

(۹) سفر میں جاتے وقت اور واپس آتے وقت کی دعا۔

(۱۰) وداع کرنے کی دعا۔

مبارک بادی، تیمارداری، ماتم پرستی اور حد یہ ہے کہ جماع سے پہلے اور جماع کے بعد اور بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد پڑھنے کی دعائیں بھی آئی ہیں۔

الحاصل صبح سے شام تک سینکڑوں دعائیں پڑھنی مسنون ہیں، انہیں کوئی نہیں پڑھتا، کسی کو یاد بھی نہیں ہیں اور اس کی کسی کو فکر بھی نہیں ہے، فکر ہے تو بدعت کی یا مسنون دعائیں چھوڑ کر غیر مسنون، غیر ثابت اور خلاف سنت امور کرنے کرانے اور انہیں قائم رکھنے کی جان توڑ کوشش کی جاتی ہے، افسوس یہ وہی زمانہ آگیا ہے، جس کی پیشن گوئی حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے:

”لایأتی علی الناس زمان إلا أमतوا فيه سنة وأحیوا بدعة“۔ (غنیۃ الطالبین: ۵۸) (۱)

یعنی! ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ سنت طریقے کو نیست و نابود کر دیں گے اور بدعت کو زندہ اور جاری کریں گے۔

رخصت کرنے کے وقت جس طرح نہایت ضروری اور اہم نصیحتیں کی جاتی ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت کو نصیحتیں فرمائیں، ان میں سب سے زیادہ اہم وصیت یہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”میرے بعد بہت کچھ اختلافات نہ رونما ہوں گے، پس تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (میرے طریقہ) کو

اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو، اس کو دانتوں اور

کوئیوں سے پکڑ لو، نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں، پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو؛ کیوں کہ ہر ایجاد فعل

بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف: ۳۰، باب الاعتصام) (۲)

(۱) غنیۃ الطالبین، فصل فی بیان مقالة الفرق الضالة عن طریق الہدی: ۱/۷۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔ انیس

عن ابن عباس قال: لا یأتی علی الناس زمان إلا أحدثوا فيه بدعة وأमतوا فيه سنة حتی تحیا البدع وتموت

السنن. (الإبانۃ الکبریٰ لابن بطة، باب ما أمر به من التمسک بالسنة والجماعة (ح: ۲۲۵) انیس)

(۲) عن العرباض بن ساریة قال: وعظنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً بعد صلاة الغداة ==

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے سلف صالحین کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے، جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، خواہ وہ کتنا ہی معمولی فعل معلوم ہوتا ہو۔ مثلاً:

”حضرت عمارہ بن ربیعہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بد دعا فرمائی کہ خدا خراب کرے، ان دونوں چھوٹے چھوٹے ٹکے ہاتھوں کو، پھر فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خطبہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، حضرت عمارہ نے انگشت شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کیا کرتے تھے، یعنی! ہاتھوں کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ ضرورت ہوتی تھی تو انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے“۔ (ترمذی شریف: ۶۸۱/۱)

”حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے، اس سے احتیاط برتو، بدعت کے پاس بھی مت جاؤ، صحابہ میں سے کسی کو بھی بدعت سے زیادہ دوسری کسی چیز سے بغض رکھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا“۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (ترمذی شریف: ۳۳۱/۱) (۲)

== موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا رسول الله؟ قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعش منكم يرى اختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة وإجتنب المحدثات (ح: ۲۶۷۶) انیس)

(۱) عن حصين قال: سمعت عمارة بن روبية وبشر بن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء فقال عمارة: قبح الله هاتين اليدين القصيرتين، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد على أن يقول هكذا وأشار هشيم بالسبابة. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی كراهية رفع الأيدي على المنبر (ح: ۵۱۵) انیس)

(۲) عن ابن عبد الله بن مغفل قال: سمعني أبي وأنا في الصلاة أقول: بسم الله الرحمن الرحيم، فقال لي: أي بني محدث إياك والحدث، قال: ولم أر أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أبغض إليّ الحدث في الإسلام يعني منه، وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر ومع عمر ومع عثمان فلم أسمع أحداً منهم يقولها إذا أنت صليت فقل: الحمد لله رب العالمين. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی ترك الجهر بسم الله الرحمن الرحيم (ح: ۲۴۴) انیس)

عن يزيد بن عبد الله بن مغفل عن أبيه رضي الله عنه أنه صلى خلف إمام جهر بسم الله الرحمن الرحيم فقال له: أغن عني كلماتك فإني قد صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم أسمعها من أحد منهم. (الآثار لأبي يوسف، باب افتتاح الصلاة (ح: ۱۰۷) ۱)

حضرت امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھیک آئی، اس نے کہا:

”الحمد لله والاسلام على رسول الله“

حضرت عبداللہ نے فوراً ٹوکا، ”والاسلام على رسول الله“ کی زیادتی کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، آپ نے (صرف) ”الحمد لله على كل حال“ پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ (۱)

حضرت ابو مالک الاشجعیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا یہ حضرات نماز صبح میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ ”بیٹا“ بدعت ہے۔ (ترمذی شریف: ۵۳۱/۱) (نسائی شریف: ۱۳۲۱/۱) (۲)

(فتاویٰ رحمیہ: ۲۱۵/۱-۲۲۵)

### ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں، ان کے جذبات و رجحانات صراطِ مستقیم کے مقدس نشانات اور دینِ کامل کی عملی تصویریں ہیں؛ کیوں کہ دینِ حق کے بانی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے کلامِ پاک میں شہادت دی ہے کہ یہی ہیں راہِ راست پر ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾ (سورہ حجرات: ۷)، یہی ہیں وہ پاک نفوس کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، ایمان کو ان کے دلوں میں سجا دیا ہے، کفر فسق اور معیشت سے بہت سخت اور شدید نفرت ان کے اندر پیدا کر دی ہے۔ (سورہ حجرات، ع: ۱) (۳) پرہیزگاری پر ان کو پختہ کر دیا ہے، کلمہ تقویٰ ان کے لیے لازم کر دیا ہے اور ان پر چپکا دیا ہے، یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے سب سے زیادہ مستحق اور اس کے پورے اہل ہیں۔ (سورہ فتح، ع: ۳) (۴)

(۱) عن نافع أن رجلاً عطس إلى جنب ابن عمر فقال: الحمد لله والاسلام على رسول الله، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمد لله والاسلام على رسول الله، وليس هكذا علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، علمنا أن نقول: الحمد لله على كل حال. (سنن الترمذی، باب ما يقول العاطس إذا عطس (ح: ۲۷۳۸) انیس)

(۲) عن أبي مالك الأشجعي قال: قلت لأبي: يا أبا! إنك قد صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان وعلي بن أبي طالب ها هنا بالكوفة نحو ما خمس سنين أكانوا يفتنون؟ قال: أي بني محدث. (سنن الترمذی، باب في ترك القنوت (ح: ۴۰۲) / سنن النسائی، ترك القنوت (ح: ۱۰۸۰) انیس)

(۳) ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾. (سورہ الحجرات: ۷)

(۴) ﴿فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورہ الفتح: ۲۶، انیس)



غور فرمائیے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شہادت کس کی ہو سکتی ہے۔ ان شہادتوں کا بار بار مطالعہ کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جب یہ اکابر خلاف سنت معمولی سی بات کو بھی بدعت فرما دیتے ہیں اور بدعت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتے تو ایک صاحب ایمان کے لیے کہاں گنجائش نکلتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو اختیار کرے اور اس کو وظیفہ عمل بنالے (معاذ اللہ)؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدعت سے نفرت حب صحابہ کی علامت ہوگی اور جس قدر صحابہ کرام سے زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ بدعت سے نفرت ہوگی، حق تعالیٰ اپنے حبیب کے وسیلے سے ہمیں اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطا فرمائے۔ (آمین)

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و أصحابہ أجمعین۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۵/۱-۲۲۶)

### دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے:

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں موریشش (MAURITIUS) میں بہت سی مساجد میں تقریباً سو سو سال سے نمازوں کے بعد دعا ثانی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بالالتزام فاتحہ پڑھنے کا دستور چلا آ رہا ہے، ایک ایسی ہی مسجد میں ایک نوجوان عالم کو امام مقرر کیا گیا اور ان کے ساتھ یہ شرط لگا دی گئی کہ وہ دعا ثانی کریں گے، چھ ماہ تک وہ اس شرط پر عمل پیرا رہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا، لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس پر عمل کرتے آ رہے ہیں، پھر یہ کیوں کر بدعت ہو سکتا ہے؟ اور امام کو دعا ثانی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں، امام صاحب ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں، متولی حیران و پریشان ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف رونما ہو جائے گا اور آپس میں جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوگا؛ اس لیے متولی کی رائے یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے آپس میں پھوٹ اور اختلاف مت ڈالو اور پہلے سے دعا ثانی کا جو طریقہ چلا آ رہا ہے اس پر عمل کرتے رہو، نجات کا دار و مدار اسلام کے پانچ ارکان پر ہے، دعا ثانی کرنے نہ کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب! آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے، ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے؛ تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی حق بجانب ہے؟ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آ رہے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینواتو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً :

بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سو سو سال سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہوگا اور نماز

جنازہ سے فارغ ہو کر بالاتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا، مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ (سورة البقرة: ۱۷۰)

(یعنی: اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا، اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں)؛ بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔)

(۲) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (سورة المائدة: ۱۰۴)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں، ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔)

(۳) ﴿وَنَذِرْ مَا كَانَ يَعْْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة الأعراف: ۷۰)

(یعنی: مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں: کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، ان کو چھوڑ دیں۔)

(۴) ﴿أَجِئْنَا لِتُلْفِتَنَّا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءُ نَا﴾ (سورة يونس: ۷۸)

(یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۵) ﴿أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة هود: ۶۲)

(یعنی: حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو، جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۶) ﴿أَنْ نَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة هود: ۸۷)

(یعنی: حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں، جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۷) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (سورة لقمان: ۲۱)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع کریں گے، جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۸) ﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (سورة الزخرف: ۲۲)

(یعنی: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

(۹) ﴿وَكَذَٰلِكَ... إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (سورة الزخرف: ۲۳)

(یعنی: اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔)

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولوالمراد و رشتہ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اولوالمراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة“۔ (أبو داؤد: ۲۸۷/۲، سنن الترمذی: ۹۲/۲، سنن ابن ماجہ: ۵، مشکاة المصابیح: ۳۰) (۱)

(یعنی: میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشد کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، جوئی نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی، ان سے احتراز کرو؛ اس لیے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے، وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے

(۱) سنن الدارمی، باب اتباع السنة (ح: ۹۶) / سنن ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (ح: ۴۲) / سنن الترمذی، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع (ح: ۲۶۷۶) / مسند البزار، مسند العرياض بن سارية (ح: ۴۲۰۱) / مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث العرياض بن سارية عن النبي صلى الله عليه وسلم: ۳۷۵/۲۸ (ح: ۱۷۱۴۵) مؤسسة الرسالة، انيس

فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے، سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے سنن و نفل ادا فرمائی ہیں؛ مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو، یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلیٰ حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراءة فی الرکتین بعد المغرب حتی یتفرق أهل المسجد“۔ (أبو داؤد: ۱۹۱/۱) (۱)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا، آپ عشا کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے، حتیٰ کہ مسجد میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۱/۱) (۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں؛ اس لیے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے، جو خاص ہونے کے ساتھ صواب؛ یعنی سنت کے موافق بھی ہو، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”لا یستقیم قول وعمل و نية إلا بموافقة السنة“۔ (تلبیس إبلیس: ۹) (۳)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

”ولا عمل بلا إخلاص وإصابة السنة“۔ (الفتح الربانی: ۱۴، مجلس: ۲)

(یعنی: کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا۔)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من عمل عملاً بلا إتياع سنة فعمله باطل“۔ (کتاب الاعتصام: ۱/۱۴۱)

(یعنی: جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا۔)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب التطوع، باب: رکعتی المغرب أين تصلیان؟ حدیث نمبر: ۱۳۰۱، بیت الأفكار، انیس

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال لی العباس رضی اللہ عنہ: بت الليلة بآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق في المسجد غيره“۔ (شرح

معانی الآثار، باب التطوع فی المساجد: ۳۳۹/۱، رقم الحديث: عالم الكتب، انیس)

(۳) تلبیس إبلیس، الباب الأول، فی الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۷، رقم الحديث: ۱۸، دار الوطن للنشر، انیس

مولانا! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری ہے؛ اس لیے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح مسئلہ کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کر کے فتویٰ سنایا جائے، بار بار سنایا جائے، اور حکمت عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے جب امام اور متولی اسے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بتلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لیے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سو اسو سال تو ہو چکے خدا راست کی قدر پہچاننے اور بدعت کی نحوست کو سمجھنے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیہر کسے رہ گزید ————— کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید  
مپندار سعدی کہ راہ صفا ————— تو اں رفت جز بر پی مصطفیٰ (۱)  
ترجمہ: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ ہر گز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔

اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔  
بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا ————— لیکن میفرمائے بر مصطفیٰ (۲)  
لہذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے، حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے، (۳) کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی۔  
نیز حدیث میں ہے:

”من أحیا سنتی فقد أحیی ومن أحیی کان معی فی الجنة“۔ (ترمذی شریف: ۹۲/۲) (۴)

(یعنی: جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)  
نیز حدیث میں ہے:

”من حفظ سنتی أکرمه الله بأربع خصال: المحبة فی قلوب البررة، والهيبة فی قلوب الفجرة  
والسعة فی الرزق، والثقة فی الدين“۔ (شرح شرعة الإسلام: ۸، سید علی زادہ) (۵)  
(جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا: (۱) پاکباز لوگوں (بزرگوں) کے

(۱) بوستان سعدی، درنیایش خداوند. انیس

(۲) بوستان سعدی، باب چہارم در تواضع، انیس

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ج: ۵۴۱) انیس)

(۴) سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع (ج: ۲۶۷۸) بیت الأفكار، انیس

(۵) شرح شرعة الإسلام، الفصل الأول فی التحریض الحث علی اتباع سنة سید المرسلین، انیس

دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا (۲) بدکار (بدمعاش) لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کر دے گا (۳) روزی میں وسعت پیدا فرما دے گا (۴) اور دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔  
امام زہری کا مقولہ ہے:

”الاعتصام بالسنة نجاة“۔ (۱) (یعنی: سنت کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے۔)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

”إن السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق“۔ (۲)

(یعنی: سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا (وہ گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا۔)

خدا تعالیٰ سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ (آمین یا رب العالمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۳/۶-۱۹۰)

### فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم:

سوال: جن نمازوں کے بعد سنن ہیں، امام کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

پنج وقتہ نمازوں میں سے بعض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرائض سے فراغت کے بعد امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ فوراً کھڑے ہو کر کچھ تقدیم و تاخیر کر کے باقی سنتیں ادا کرے، طویل ادعیہ میں مشغول ہونا خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء: وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. (الفتاوى التاتارخانية، الفصل الثالث في بيان ما يفعله المصلي في صلاته بعد الافتتاح: ۵۵۷/۱) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۸/۳)

### نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

”عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الصلاة مثني مثني تشهد

(۱) سنن الدارمی، باب اتباع السنة (ح: ۹۷) انیس

(۲) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، أصول العلة واستعمالها: ۱۳۷/۴، مجمع الملك فهد. انیس

(۳) وفي الهنديّة: وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. (الفتاوى الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، إلخ: ۷۷/۱) (كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، انیس)

فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسک وتذرع، وتقع یدیک، یقول: ترفعہا الی ربک، مستقبلاً ببطونہما وجھک، وتقول: یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فہو کذا وکذا“۔ (سنن الترمذی: ۵۰/۱، باب ماجاء فی التخشع فی الصلوۃ) (۱)

(حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”نماز دو رکعت ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے اور خشوع اور عاجزی اور مسکینی ہے اور دونوں ہاتھوں کا اپنے رب کی طرف اٹھانا اس حالت میں کہ تم کہو یارب یارب (اے میرے رب اے میرے رب) اور جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ایسا ویسا ہے۔“)

ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدرری میں ہے:

”وهذا یثبت الدعاء بعد الصلاة برفع یدیه کما هو المحمول وإنکار الجہلۃ علیہ مردود“۔ (الکوکب الدرری: ۱۷۱/۱)

(اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، یہی معمول ہے اور اس پر جہلا کا انکار مردود ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس نماز کے بعد دعا کرنا اور مختلف دعاؤں کا آپ سے منقول ہونا، احادیث کی روشنی میں:

(۱) عن وراذ... قال أُملي على المغيرة بن شعبة رضى الله عنه فى كتاب إلى معاوية أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند“۔ (صحيح البخارى: ۱۱۷/۱) (أبو داؤد: ۲۱۸/۱)، باب ما يقول الرجل إذا سلم) (مشكاة المصابيح: ۸۸) (بلوغ المرام: ۳۷) (۲)

(حضرت وراذ سے روایت ہے..... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند“ پڑھتے تھے۔)

(۲) عن أم سلمة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول: إذا صلى

(۱) سنن الترمذی، أبواب الصلاة (ح: ۳۸۵) انیس

(۲) صحيح البخارى، باب الذكر بعد الصلاة (ح: ۸۴۴) / باب الدعاء بعد الصلاة (ح: ۶۳۳۰) / مشكاة المصابيح، الفصل الأول (ح: ۹۶۲) / بلوغ المرام من أدلة الأحكام، لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك (ح: ۳۱۹) / دار الفلق الرياض. انیس

الصبح حين يسلم ”اللهم انى أسئلك علماً نافعاً ورزقاً طيباً وعملاً متقبلاً“۔ (رواه أحمد وابن ماجه، قال فى النيل: ورجاله ثقات) (إعلاء السنن: ۲۰۲/۳-۲۰۳) (۱)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سلام پھیر کر یہ دعا کرتے ”اللهم انى أسئلك علماً نافعاً ورزقاً طيباً وعملاً متقبلاً“ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۳) ”عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“۔ (مشكاة المصابيح: ۸۸، باب الذكر بعد الصلوة) (۲)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ کی مقدار بیٹھتے تھے۔)

(۴) عن ثوبان رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر الله ثلاثاً وقال: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارك يا ذا الجلال والإكرام“۔ (رواه مسلم) (بلوغ المرام: ۳۷، باب صفة الصلوة) (۳)

(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا مانگتے: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“۔)

(۵) عن سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ منهن دبر الصلاة: ”اللهم إني أعوذ بك من الجبن وأعوذ بك من البخل وأعوذ بك من أن أؤذ إلى أؤذل العمر، وأعوذ بك من فتنة الدنيا، وعذاب القبر“۔ (رواه البخارى) (بلوغ المرام: ۳۷) (۴)

(حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پناہ

(۱) مسند الإمام أحمد، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۲۶۵۲۱) / سنن ابن ماجه، باب ما يقال بعد التسليم (ح: ۹۲۵) / نيل الأوطار، باب فى الدعاء والذكر بعد الصلاة (ح: ۸۰۸) / ۲۵۷/۲-۲۵۸، دار الحديث مصر. انيس

(۲) مشكاة المصابيح، الفصل الأول (ح: ۹۶۰) / سنن ابن ماجه، باب ما يقال بعد التسليم (ح: ۹۲۴) انيس

(۳) مسند الإمام أحمد، من حديث ثوبان (ح: ۲۲۳۶۵) / الصحيح لمسلم، باب استحباب الذكر بعد الصلاة (ح: ۵۹۱) / سنن الترمذی، باب ما يقول إذا سلم (ح: ۳۰۰) / بلوغ المرام (ح: ۳۲۱) / ۹۵۱/۱، دار الفلق. انيس

(۴) صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب: ما يتعوذ من الجبن: ۲۳/۴ (ح: ۲۸۲۲) / دار طوق النجاة / سنن الترمذی، باب ماجاء فى دعاء النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۳۵۶۷) / بلوغ المرام (ح: ۳۲۰) انيس



ماگتے تھے: ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجَبَنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْضِ الْعَمْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ“۔

(۶) ”عن علی رضی اللہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم اذا سلم من الصلوة قال: ”اللّٰهُمَّ اغفر لی ما قدمت وما اُخّرت وما اُسررت وما اُعلنت وما اُسرفت وما اُنت اُعلم به منی اُنت المَقدم وَاُنت المؤخّر لا اِلٰه اِلّا اُنت“۔ (أبو داؤد: ۲۱۹۱، باب ما یقول إذا سلم) (۱)

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللّٰهُمَّ اغفر لی ما قدمت وما اُخّرت وما اُسررت وما اُعلنت وما اُسرفت وما اُنت اُعلم به منی اُنت المَقدم والمؤخّر لا اِلٰه اِلّا اُنت“۔)

(۷) أخرج الحافظ أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه عن الأسود بن العامري عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه دعا. (بحواله مسلك السادات إلى سبيل الدعوات. (إمداد الفتاوى: ۷۹۸/۱) نیز، النفائس المرغوبة تحت تصويب قاضي رحمت اللہ محدث رانديری: ۳۴) (۲)

(اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ مڑ گئے اور آپ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی۔)

(۸) حدثنا محمد بن يحيى الأسلمي قال: رأيت عبد الله بن الزبير رأى رجلاً رافعاً يديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلواته، فلما فرغ منها قال له: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع حتى يفرغ من صلواته. (أخرجه ابن أبي شيبة، ورجاله ثقات، قاله الحافظ السيوطي في رسالته ”فيض الوعاء في أحاديث رفع اليدين بالدعاء“ كذا في رسالة رفع اليدين في الدعاء لمحمد بن عبد الرحمن الزبيدي اليماني) (إعلاء السنن: ۲۰۲/۳) (۳)

(محمد بن یحیی اسلمی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب: ما یقول الرجل إذا سلم، ص: ۱۸۰، رقم الحدیث: ۱۵۰۹، بیت الأفكار، انیس

(۲) مصنف ابن أبی شیبہ، من کان یتستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (ح: ۳۰۹۳) انیس

(۳) إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفۃ وسنیۃ الدعاء والذکر بعد الصلاة، بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۲۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیۃ، کراتشی، پاکستان، انیس

ان احادیث سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے، اس میں کسی طالب حق کو شک و شبہ کی گنجائش نہ ہونی چاہیے اور انہی احادیث سے بطریقہ اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے تو صحابہ یقیناً اس دعا میں آپ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے؛ اس لیے مقام غور ہے کہ اگر کوئی مرشد کامل کسی مجلس میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں تو کیا مریدین مرشد کی موافقت نہیں کریں گے؟ اگر استاذ درس میں اتفاقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو کیا درس میں حاضر باش طلباء استاذ کا منہ تکتے رہیں گے؟ اور دعا میں شرکت نہیں کریں گے؟ کیا یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ تو جب یہ مسلم ہے کہ یقیناً مریدین اور طلبہ ضرور بالضرور مرشد اور استاذ کی اتباع میں ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کریں گے تو رسول مقبول رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مجسم اطاعت اور جذبۂ اتباع سے سرشار تھے (جنکی اطاعت اور اتباع کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے)، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھتے رہے ہوں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل نہ کی ہو، نہ یہ سمجھ میں آتا ہے اور نہ یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے، یقیناً ضرور بالضرور صحابہؓ نے موافقت کی ہوگی اور اس سعادت کے حصول سے مجتنب نہ رہے ہوں گے اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے:

”قال يحيى بن سعيد سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أتى رجل أعرابي من أهل البدو إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، فقال: يا رسول الله! هلكت الماشية، هلكت العيال هلكت الناس، فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه: يدعو، ورفع الناس أيديهم معه يدعون“ إلخ. (البخاری: ۱۴۰۸/۱)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، عیاں ہلاک ہو گئے، لوگ ہلاک ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کو اٹھا کر دعا فرمائی اور تمام لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا مانگی۔)

ملاحظہ فرمائیے اس حدیث میں صراحتاً ذکر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں شرکت فرمائی، لہذا یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام في الاستسقاء (ح: ۱۰۲۹) / مستخرج أبى عوانة، باب بيان دعاء الذى دعاه النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۲۴۹۷) انیس

فرماتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ضرور شرکت فرماتے تھے یہی اجتماعی دعا ہے اور اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے انشاء اللہ یہی کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے بعد تابعین پھر ان کے بعد تبع تابعین پھر ان کے بعد اسلاف عظام اور علماء اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، سوائے شریذہ قلیلہ کے کوئی اس کا منکر نہیں، امت کا یہ تو ارث اور تعامل بھی اس کے ثبوت کے لیے قوی دلیل ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ تو ارث کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اتفاق سلف و تواریث ایشاں اصل عظیم است در فقہ“۔ (ازالۃ الخفاء، مطبع بریلی: ۵۸)

(سلف کا اتفاق اور ان کا تواریث فقہ میں اصل عظیم ہے۔)

اس واضح ثبوت کے بعد بھی ثبوت کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ایک بے وقوف خادم نے اپنے آقا سے کہا تھا ایک خادم بڑا کوتاہ فہم اور بے ڈھنگ تھا اس کی بے وقوفی اور بے عقلی سے تنگ آ کر آقا نے ایک فہرست بنا کر اسے دے رکھی تھی کہ اس میں جو جو کام لکھے ہوئے ہیں انہیں کیا کر، ایک مرتبہ آقا اور غلام گھوڑے پر سفر کر رہے تھے راستہ میں آقا کی شال گر گئی، آقا نے اگلی منزل پر دیکھا کہ شال نہیں ہے تو خادم نے کہا وہ تو بہت دور گر گئی ہے آقا نے کہا: اٹھا ئی کیوں نہیں؟ یا مجھے کیوں نہیں کہا؟ خادم نے وہ فہرست دکھا دی اور کہا کہ بتلاؤ اس میں کہاں لکھا ہے کہ ”شال گر جائے تو اٹھا لینا یا کہہ دینا“ یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے، جو اس واضح ثبوت کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ایسی حدیث دکھاؤ جس میں صراحۃً اجتماعی دعا کا تذکرہ ہو، کیا مندرجہ بالا احادیث اور ان سے ثابت ہونے والا مضمون کافی نہیں ہے؟ ان شاء اللہ یقیناً کافی ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پوری امت کا اسی پر عمل ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے، فقہاء کرام وہ حضرات ہیں جو بقول امام ترمذی العلم بمعانی الحدیث ہیں، اللہ نے ان کو فقہ فی الدین کی دولت سے نوازا ہے۔ قرآن و حدیث میں فقہ فی الدین کی تعریف فرمائی گئی ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

”فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثر فإن الأكثرين منهم إنما كدهم الروايات و جمع الطرق و طلب الغريب والشاذ من الحديث الذي أكثره موضوع أو مقلوب لا يراعون المتون ولا يتفهمون المعاني ولا يستنبطون سرها ولا يستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطنع وادعوا عليهم مخالفة السنن ولا يعلمون أنهم عن مبلغ ما أو توه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم آثمون“۔ (الأنصاب مع ترجمة كشاف: ۵۳) (۱)

(طبقہ اہل حدیث و اثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش روایتوں کا بیان کرنا اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور غریب اور شاذ

کو اس حدیث سے تلاش کرنا ہے جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کریں اور نہ معانی کو سمجھیں اور نہ ان کے راز کو استنباط کریں اور نہ ان کے دفتینہ اور فقہ کو نکالیں اور بعض اوقات فقہا پر عیب لگادیں اور طعن سے ان کو برا کہیں اور ان پر مخالفت سنت کا دعویٰ کریں اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہا کو دیا گیا ہے وہ خود اس سے قاصر ہیں اور فقہا کو برا کہنے سے گنہ گار ہوتے ہیں۔)

یہ ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ کی علمی جلالت شان۔ جب محدثین اور فقہا یہی بات لکھ رہے ہیں تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات نے بلا ثبوت ہی یہ لکھ دیا ہوگا، یقیناً ثبوت ہے جب ہی لکھا ہے، اب بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں! محدث جلیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”والمختار أن الإمام والمأموم يخفيان الذكر إلا إن احتيج إلى التعليم“۔ (فتح الباری: ۲/۲۶۹) (۱)  
(مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کی تعلیم کی ضرورت ہو تو (سیکھنے تک) جہر ادا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔)

الکوکب الدرر شرح ترمذی میں ہے:

”بل لا بد من إتيان الدعاء مستقلاً على حدة فيعزرتارک الدعوات بعد الصلوات ولا يعذر على تركها“۔ (الکوکب الدرر: ۲/۲۹۱) (۲)

(بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے؛ اسی لیے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔)

حاشیہ میں ہے:

وفی شرح شرعة الإسلام: ويغتنم الدعاء بعد المكتوب فإنه مستجاب بالحديث، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: ”من لم يفعل ذلك فهو خداج“۔ أي من لم يدع بعد الصلاة رافعاً يديه إلى ربه مستقبلاً ببطونها إلى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلاً: يارب يارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه، كذا حقق في التنوير.

وروى أنه كان للحسن البصري جارٍ يحتطب على ظهره فكان إذا سلم الإمام خرج من المسجد سريعاً فقال له الحسن يوماً: يا هذا لم لم تجلس ساعة؟ إن لم تكن لك حاجة في الآخرة، فلاحاجة لك في الدنيا، قف بعد الصلاة، وادع الله واسئله حمولة تحمل على ظهرها، ذكره في الخلاصة. (حاشية على الكوكب الدرر: ۲/۲۹۱)

(۱) فتح الباری، باب الذکر بعد الصلاة: ۲/۳۲۶، دار المعرفۃ بیروت۔ انیس

(۲) الکوکب الدرر،

(شرح شرع الاسلام میں ہے فرض نماز کے بعد دعا کرنے کو غنیمت سمجھے اس لیے یہ دعا مقبول ہوتی ہے حدیث کی بنا پر تحقیق کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس کو حضرت عبداللہ بن عباس بن عباسؓ نے روایت کی ہے فرمایا ہے: ”من لم يفعل...“ جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ناقص ہے۔ (الحديث)

یعنی جس نے اپنے رب کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف کر کے دعا نہ کی اور یا رب رب کہہ کر اپنی حاجات اللہ سے نہ مانگے تو نماز کے جو افعال اس نے ادا کئے ہیں وہ حق سبحانہ کے نزدیک بالکل ہیچ ہیں ایسا ہی تنویر میں ہے اور مروی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا، لکڑی کا بوجھ اپنی پیٹھ پر ڈھویا کرتا تھا، امام جب سلام پھیرتا تو وہ شخص تیزی کے ساتھ مسجد سے نکل جاتا تھا ایک روز حضرت حسن بصریؒ نے اس سے فرمایا اے شخص تھوڑی دیر کیوں نہیں بیٹھ جاتا اگر تجھے اخروی ضرورت نہیں ہے تو کیا دنیوی حاجات بھی نہیں ہیں دعا کیا کر اور اس سے بار برداری کا جانور مانگ کہ ان کی پیٹھ پر بوجھ اٹھایا کرے، یہ خلاصہ میں مذکور ہے۔)

غور کیجئے! اسلاف میں یہ طریقہ رائج تھا کہ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے (جس سے اجتماعی صورت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے) جب ہی تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے پڑوسی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیے فرمایا، اگر دعا کا طریقہ رائج نہ ہوتا تو آپ ہرگز اسے دعا کی ترغیب نہ دیتے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشد ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا ”أى الدعاء أسمع“ کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جوف الليل الآخر دبر الصلوات المكتوبات“ (۱) رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا (یہ حدیث اسی جواب میں پہلے نقل کی جا چکی ہے) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب اعلاء السنن مولانا ظفر احمد تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: عن أبى أمامة، إلخ، قلت: فيه إثبات الدعاء بعد الصلاة، فاندحض به ما أورده ابن القيم أن الدعاء بعد السلام من الصلاة مستقبل القبلة أو المأمومين، فلم يكن ذلك من هديه صلى الله عليه وسلم أصلاً، ولا روى عنه بإسناد صحيح، ولا حسن، آه. (زاد المعاد: ۶۷/۱) (۲)

(یعنی: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے، لہذا جو بات علامہ ابن قیمؒ نے کہی ہے، سلام کے بعد قبلہ رخ ہو کر یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ نہیں ہے، یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور نہ سند صحیح کے ساتھ۔)

(۱) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۴۹۹) انیس

(۲) زاد المعاد، فصل فی کیفیت جلوسه وأشارته فی التشهد، إعلاء السنن، بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة ۱۹۴/۳، إدارة القرآن والشئون الإسلامية کراتشی. انیس

قلت: قد ثبت ذلك عنه صلى الله عليه وسلم قولاً وفعلاً فهذا حديث أبي أمامة فيه إرشاد الإمامة بالدعاء بعد الصلوات المكتوبات. (إعلاء السنن: ۱۹۹/۳) (۱)

اس حدیث سے علامہ ابن قیمؒ کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے، میں کہتا ہوں نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا قولاً اور فعلاً ثابت ہے اور اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے۔ پس صلحا کا جو معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں بے اصل نہ ہوا۔

حضرت ابو امامہؓ کی مذکورہ حدیث اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث (جس کا ذکر اس جواب میں پہلے آیا ہے) ان دونوں حدیثوں کو مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب ”دلیل الطالب علی أرجح المطالب“ میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”وایں ہر دو حدیث دلالت وارد بر آں کہ دعا بعد فریضہ می باید“ یہ دونوں حدیثیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (دلیل الطالب علی أرجح المطالب: ص ۳۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ مسنونیت ہر ایک کے لیے ہے، جب تمام اس سنت پر عمل کریں گے تو اجتماع ہوگا، یا نہیں؟ (یہ حوالہ پہلے آچکا ہے، موقع کی مناسب سے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے)۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: ”یدعو ... جهراً لتعليم القوم ويخافته القوم إذا تعلم القوم خوفاً هو أيضاً وإن جهراً فهو بدعة“. (الفتاویٰ البزازیة مع الہندیة: ۴۲/۴) (۲)

امام مقتدیوں کو سکھانے کے لیے جہراً دعا کرے اور قوم آہستہ دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں، اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

امداد الفتاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالأدعية المأثورة الجامعة لقول أبي أمامة: قيل: يا رسول الله: أی الدعاء أسمع؟ قال جوف الليل الأخير ودبر الصلوات المكتوبات. (رواه الترمذی والنسائی) (۳) وكان صلى الله عليه وسلم يدعو دبر كل صلاة، (رواه البخاری فی تاریخہ الأوسط. (۴) إلى قوله) رافعی أيديهم حذاء الصدر وبطنونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون ثم يختمون بقوله تعالى:

(۱) إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفية وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة، بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، باكستان، انیس

(۲) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الہندیة، كتاب الصلاة، الحادی عشر فی القراءة، انیس

(۳) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۴۹۹) السنن الكبرى للنسائی، باب ما يستحب من الدعاء دبر الصلوات المكتوبات (ح: ۹۸۵۶) انیس

(۴) التاريخ الأوسط للبخاری، عن المغيرة بن شعبة، البناية شرح الهداية: ۶۳/۱، دار الكتب العلمية. انیس

﴿سبحان رب العزة عما يصفون﴾ (آیۃ) (إلى قوله) ثم يمسحون بها أي بأيديهم وجوههم في آخره يعني عند الفراغ منه لقول ابن عباس رضي الله عنهما: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دعوت الله فادع بباطن كفيك ولا تدع بظهورهما فإذا فرغت فامسح بها وجهك“ (رواه ابن ماجه) (۱) وللقول ابن عمر رضي الله عنهما: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما وفي رواية لم يردهما حتى يمسح بهما وجهه. (رواه الترمذی) (۲) (إمداد الفتح شرح نور الإيضاح: ۱۳۷-۱۳۸، قلمی) (نور الإيضاح: ۸۵)

(پھر) (تسبیحات کے بعد امام اور مقتدی) اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے جامع منقول دعاؤں کے ساتھ دعا کریں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا، رواہ الترمذی والنسائی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے۔ (رواہ البخاری فی تاریخ الأوسط) اپنے ہاتھوں کو سینوں کے مقابل اٹھا کر اس حال میں کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں خشوع اور سکون کے ساتھ پھر ﴿سبحان رب العزة عما يصفون﴾ پڑھ کر دعا ختم کریں پھر دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیر لیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تو جب تک اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیر لیتے ان دونوں کو نیچے نہیں کرتے۔ (رواہ الترمذی)

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمده ونصلي على رسوله الكريم

بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے، میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بیباک لوگوں کی زبان بند ہو جائے جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام ”استجاب الدعوات عقیب الصوت“ رکھ دیا، الخ، یہ پورا رسالہ قابل

(۱) سنن ابن ماجه، باب رفع اليدين في الدعاء (ح: ۳۸۶۶) انيس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء في رفع الأيدي عند الدعاء (ح: ۳۳۸۶) انيس

مطالعہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۹۶۱ تا ۸۱۶، مبوب مع حاشیہ جدیدہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے“۔ (الفائس المرغوبہ فی الدعاء بعد المکتوبہ: ۱۰) یہ پورا رسالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ دعا مانگیں“۔ (احکام دعاء: ۱۱)

مفتاح الجنتہ میں ہے:

”اور امام سلام سے فراغت پائے تب داہنے یا بائیں پھر کے اور جو دعا چاہے پڑھے، مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاوے، اس طرح پر کہ دونوں بغل ظاہر ہوئے اور جو حاجت چاہے اللہ سے مانگے اور چاہے تو یہ مناجات پڑھے: ﴿رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا﴾ ”لُح“۔ (مفتاح الجنتہ: ۶۸، مؤلفہ مولانا شاہ کرامت علی جون پوری)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ ۳: بعد نماز (فرض) ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلانے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے، مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں، یا امام کی دعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔ (بہشتی گوہر: ۳۶، فرض نماز کے بعض مسائل مسئلہ نمبر: ۶)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے: ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے، بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جاوے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر، عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

حاشیہ میں عالمگیری سے عبارت نقل کی ہے:

”ويستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بحذاءه مسبوق فإن كان ينحرف يمنة أو يسرة والصيف والشتاء سواء هو الصحيح كذا في الخلاصة، وفي الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة“۔ (۱) (بہشتی گوہر: ۳۶، فرض نماز کے بعض مسائل)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الرابع: فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها و کیفیتها: ۸۵/۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان انیس



حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

یامثلًا شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے، اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے، مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہے، اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ (بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱۱۸) مذکورہ تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ بحمدہ تعالیٰ احادیث اور فقہ اور اسلاف کے تعامل کے موافق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سید عبدالرحیم لاچپوری ثم راندیری غفر اللہ لہ ولوالدیہ، ۱۴/ رجب المرجب ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۳۵/۷-۲۵۸)

سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے:

سوال: نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعا مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟

الجواب

بے شک یہ فعل اگر بلا ضرورت شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔

قال عليه الصلاة والسلام: "إنما جعل الإمام ليؤتم به". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۸/۲)

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جاسکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، میں چونکہ ملازم ہوں، ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے، دودھ لانا، ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا، کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا، ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں، یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آ جاؤں؟

الجواب

امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آ سکتے ہیں؛ کیوں کہ امام کے

(۱) مشکاة، کتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الثاني: ۲۷۱ (ح: ۸۵۷) المكتبة الإسلامية، انیس

في المشكاة: (كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الثاني: ۳۰۰ (ح: ۹۵۴) المكتبة الإسلامية، انیس) عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم حضهم على الصلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصلوة. (رواه أبو داود) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب فيمن ينصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ۶۲۴) بيت الأفكار، انیس) وقدوة المشايخ شيخ عبدالحق دہلوی در اشعة اللمعات، ص: ۴۳۷، فرمودہ:

نہی کرد از این کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانچہ پیشتر از حضرت سلام بدہند و از نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر آنکہ حضرت بر خیزد و بر خیزند و منتظر ذکر و دعائے شہید و نہی بر اہل تحریمی است و بر ثانی تزیہی ست، اتہی۔ (جمیل الرحمن)

سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کا تعلق امام سے ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے مقتدیوں کے لیے فرض نماز کے بعد امام کے ساتھ اجتماعی طور پر دعا کرنا ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳)

### فجر اور عصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا:

سوال: نماز فجر اور نماز عصر میں امام کے دعا کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟  
(محمد ریاض احمد، وجہ نگر کالونی)

الجواب

دعا جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے، وہ نماز کا حصہ نہیں ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص دعا میں شامل نہ ہو تو بُرا نہ سمجھنا چاہیے؛ کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے، (۱) البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؛ (۲) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہیے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔  
(کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳-۹۵) ☆

(۱) ”کل مباح يؤدى إليه أى (إلى اعتقاد الجهلة سنيها) فمكروه“. (غنية المستملى المعروف بالكبرى، فصل فى مسائل شتى: ۵۶۹)

”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة“ آه. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فى فصل القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيذمي لاهور، انيس)  
(۲) قيل: يا رسول الله! أى الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“. (الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۳۴۹۹، عن أبي أمامة)

### ☆ سلام کے بعد والی دعائیں مقتدی کی شرکت:

سوال: مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعائیں اقتدا و شرکت ضروری ہے یا مستحب؟

الجواب

مستحب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۰/۲)

### امام کے ساتھ دعائیں شرکت مستحب ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور امام کے ساتھ دعائیں شریک نہیں ہوتے وہ غلط کار ہیں، کچھ نمازی امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کسی سبب سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، یا سنن و نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں، کیوں کہ امام صاحب مختصر وظیفہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں اور اکثر ان کی دعا طویل ہو جاتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ اٹھ جاتے ہیں، ان کا یہ فعل درست نہیں ہے۔ کیا دعائیں بھی شرکت اور امام کی پیروی ضروری ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں وہ گنہگار ہیں؟

## فجر و عصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا:

سوال: فجر و عصر میں بعد سلام امام اپنی دعا پوری کر کے (قبل اس کے کہ امام دعا سے فارغ ہو) چلے جانا کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔

الجواب

بلا عذر اس طرح کرنا خلاف سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم حضهم على الصلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة. (۱)

یعنی: نبی کر دازیں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانکہ پیشتر از حضرت سلام بدہند و از نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر از اں کہ آں حضرت برخیزد برخیزند بروند و منتظر ذکر و دعا نہ نشینند و نہی بر معنی اول تحریری و بر ثانی تنزیہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ: ۱/۴۴۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۴۴، ۱۴۵)

## دعا میں امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعا مانگ کر اپنے مصلیٰ سے اٹھ جاتے ہیں جب کہ مقتدی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعا میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک دعا مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر دعا مانگتے ہیں کیا دعا مانگے، یا تسبیح پڑھ کر الگ دعا کرے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے اب اقتدا ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کر کے دعا مانگ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۲)

هو المصوب

==

نماز بعد دعا میں امام کے ساتھ شریک ہونا اور پیروی کرنا ضروری نہیں، جو لوگ شرکت نہیں کرتے، وہ گنہگار نہیں؛ بلکہ ایک مستحب و بہتر عمل میں شرکت نہیں پائی جاتی ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۳۸/۲-۱۳۹) (۱)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن ینصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ۶۲۴) بیت الأفكار، انیس

## دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط و تفریط سے بیزار ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنن علی ہیئت الاجتماعیہ جائز ہے، یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے، مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں، ہمارے علاقہ میں لوگ والعلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، مگر بعض اس سے انکاری ہیں، یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے، جس میں دونوں جانب دلائل اور رد موجود ہیں، اب ہم کیا کریں؟ کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کر کے ممنون فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: ملک جہاں نزیب افریدی درہ آدم خیل، ۱۲ محرم ۱۴۰۵ھ)

الجواب

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ”اللہم أنت السلام“ کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (کما فی کنز العمال وغیرہ) پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے، نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے۔

والمختار هو بعد الرواتب عند الجمهور وبعد الفرائض عند البقالي وتمام الكلام في المقالات.

جواب ————— اشتہار:

ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علما کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے، اس پر پوسٹر کے مضمون میں افراط و تفریط موجود ہے، ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، دعا بعد السنن بہیئۃ الاجتماعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، ومن ادعی فعلیہ البیان، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے اور فقہاء کی اکثریت نے دعا بعد السنن کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے، نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے، ہم ان سے متفق نہیں ہیں، اکثر فقہاء نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے۔ ہاں امام بقالی رحمۃ اللہ نے بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، وہو مختار اکثر الاکابر، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے، لہذا بالاجماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی۔

وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضاً فيقال إن القول هو الأقوى من غيره أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء على وجه الاجتماع ولم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في رواية ما أنه لم يدع على وجه الاجتماع بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم في سنن أبي داؤد وغيره. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۲/۲-۲۶۳)

**فرض و سنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر فرض نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں؟ (و اجر کم علی اللہ)  
(المستفتی: محمد لقمان شمس آباد، انک..... ۴/ صفر ۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (کما فی الدارمی والفتح وغیرہ) (۱)  
اور بذات خود ہیئت اجتماعی سے نہ فرأض سے، متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ”اللہم أنت السلام“ ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے۔ پس ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے، حدیث قولی کی بنا پر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بنا پر دونوں غیر معمول ہیں۔ فافہم (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۷/۲)

(۱) قال الحافظ ابن حجر: وأخرج الحاكم عن حبيب بن سلمة الفهري سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا يجتمع ملاً فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله تعالى“. (فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب التأمین: ۳۰۸/۱۴) (کتاب الدعوات، رقم الحديث: ۶۴۰۲، انیس)

(۲) وفي المنهاج: والجواب عن الأمر الأول أنه معارض بالقرآن والأحاديث الصريحة في مشروعية الدعاء والذكر على وجه الاجتماع، قال الله تبارك وتعالى: ”قد أجيب دعوة تكمما“، وروى القرطبي عن أبي العالية أن موسى عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمن، وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يجتمع ملاً فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله تعالى“. رواه الحاكم وذكره في كنز العمال. وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم“. رواه الدارمی وذكره الحافظ في الفتح... ما تبين من الجواب الأول أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء على وجه الاجتماع ولم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في رواية ما أنه لم يدع على وجه الاجتماع بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم في سنن أبي داؤد وغيره، فالجواب من هذا القائل في أنه لم يفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم، ولو سلم أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يدع بعد الصلاة على وجه الاجتماع وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضاً فيقال أن القول هو الأقوى من غيره، إلخ. (منهاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء على هيئة الاجتماعية: ۱۷۴/۲)

## علماء احناف سنن کے بعد اور بقالی المعترلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علما کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے۔ قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں؟ بیوا تو جروا۔

(المستفتی: مولوی سیف الرحمن برول بانڈہ ضلع دیر، ۲۵/۷/۱۹۷۰ء)

### الجواب

واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیر القرون میں معمول نہ تھا، نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد (۱) ومن ادعی فعلیہ البیان والدلیل ولن یأتوبہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً، البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے، وہ حدیث: ”دبر الصلوات المكتوبات“ (ہے)۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۵-۲۶۶)

(۱) ولیعلم أن الدعاء المعمول فی زماننا من الدعاء بعد الفریضة رافعین أیدیہم علی الهيئة الکذائیة لم تکن المواظبة علیہ فی عہدہ علیہ الصلاة السلام، إلخ. (العرف الشذی علی الترمذی، باب ما جاء فی کراهیة أن یخص الإمام نفسه بالدعاء: ۸۶/۱)

(۲) عن أبی أمانة قال: قیل یا رسول اللہ! أی الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“۔ (رواہ الترمذی) کتاب الدعوات، باب بلا ترجمۃ، ص: ۵۵۱، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، بیئ الأفکار، انیس) مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثانی باب الذکر بعد الصلاة: ۸۹/۱ (رقم الحدیث: ۹۶۸، انیس)

اور یہ حدیث دونوں پر صادق آتی ہے؛ لأن الدعاء بعد الرواتب یصدق علیہ أنه دبر المكتوبات لا أنه قبل المكتوبات، وأيضاً صرح العلامة الشامی وابن الہمام أن ما یفعل بعد الرواتب یطلق علیہ أنه دبر المكتوبات فلیراجع وصرح فی البحر والخلاصة وإرشاد الساری وغیرہ أن الدعاء عند الحنفیة بعد الرواتب نعم قال البقالی المعترلی أنه بعد الفرائض (وفی شرح شرعة الإسلام و یغتنم الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة علی ماروی عن البقالی) المعترلی فی الأصول، الحنفی فی الفروع ومثل صاحب الکشاف) من أنه قال الأفضل أن یشغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن والأوراد علی ماروی عن غیرہ وهو المشہور المعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحدیث. (تعلیق الکوکب الدر: ۲/۲۹۱) (وهكذا فی السعایة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۱)

فعلیم أن فی الأمر توسعاً والأولی هو الإتیان بعد الرواتب وأما الهيئة الاجتماعية فهي من آداب الدعاء كالحمد والصلاة وغیرہ لحديث ذکر فی معارف السنن وغیر واحد من کتب الأحادیث (قال اللہ تبارک وتعالی: قد أحییت دعوتکما، وروی القرطبی عن أبی العالیة أن موسی علیہ السلام کان يدعو وهارون علیہ السلام يؤمن، وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا یجتمع ما لا فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم إلا أجابهم اللہ تعالیٰ“۔ رواہ الحاکم، و ذکرہ فی کنز العمال. وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا کان حقاً علی اللہ أن لا یرد أیدیہم“۔ رواہ الدارمی و ذکرہ الحافظ فی الفتح... ثبت بأحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع. (منہاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء علی وجه الاجتماع: ۱۷۴/۲)

## دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نواز کر مشکور فرمادیں۔ بینواتو جروا۔

(المسفتی: ناصر شاہ محلہ سیدان حلبی صوابی، ۵/۱۲/۱۹۷۷ء)

الجواب

واضح رہے کہ بالالتزام بدعت ہے خواہ فرض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد؛ لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے، التزام کا معنی ہے، کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا، یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب، جیسا انکار کرنا اور برامانا اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے؛ ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ، وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہو جائیں گے، ”والأمر ليس كذلك؛ لأنهم لا يعتقدونها واجبات ولا ينكر على تاركها مثل الإنكار على تارك الواجب“ اور فقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالی کے نزدیک فرض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے، (۱) لہذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے؛ تاکہ عام فقہاء سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الاصول ہے، ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، وإن شئت الإطلاع على دلائل الطرفين فراجع إلى المقالات. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۶/۲-۲۶۷)

## سننوں کے بعد اجتماعی دعا:

سوال: رواتب یا وقتی سننوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جاسکتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلحاً

اس طرح سننوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم

(۱) قال المفتی الأعظم کفایت اللہ رحمہ اللہ: (دعاء بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اس سے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کے لیے مقید نہ کیا جائے تو بعد سننوں کے جو لوگ اتفاقاً طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی: ۳۳۰، سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماع کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ فصل اول)

(۲) مقالات میں سے یہ مقالہ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ نقل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

سے ثابت نہیں؛ بلکہ عامۂ سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اسی کی نوبت کم ہی آتی تھی، (۱) فقہا نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے:

”والأفضل في السنة أدائها في المنزل إلا التراويح“. (البحر الرائق: ۵۰/۲) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ/۱/۲

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ/۱/۲۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵/۷)

### سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے:

سوال: ظہر اور عشا کی سنتوں کے بعد دو دفعہ دعا کرتا ہوں اور یہ دعا اجتماعیت کے ساتھ کر رہا ہوں، خواص کے لیے اور عوام کے لیے دعا بحیثیت اجتماعی بدعت سیئہ ہے، یا بدعت حسنہ؟ شرعی جواب ارشاد فرمائیں؟

الجواب

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کے لیے امام اور مقتدیوں کا بیٹھ رہنا اور پھر مل کر دعا کرنا صحیح نہیں، اس کا اہتمام وال التزام بدعت ہے، (۳) بدعت کا لفظ مطلق بولا جائے تو بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳-۵۰۲)

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم سجدتين قبل الظهر وسجدتين بعد الظهر وسجدتين بعد المغرب وسجدتين بعد العشاء وسجدتين بعد الجمعة، فأما المغرب والعشاء ففي بيته. (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۱۵۶/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۱۱۷۲، انيس) قال العيني رحمه الله تعالى: "قوله: "فأما المغرب": أي فأما سنة المغرب، وكلمة "أما" للتفصيل وقسيمها محذوف يدل عليه السياق: أي وأما الباقية ففي المسجد". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۳۳۸/۷، رقم الحديث: ۱۱۷۲) دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۷/۲، رشيدية  
عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا إلا المكتوبة. (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية)

”ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واطبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام، الخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجماع الإمام والمأمومين ضروري واجب... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله إن هذا أمر محدث في الدين“. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی)

==

(۳) ورحم الله طائفة... الخ. (إعلاء السنن: ۱۶۷/۳)



## ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو، یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد ناجائز اور بدعت کہتے ہیں اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں، شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: محمد اقبال، ڈنڈ ٹیکشن تربت مکران بلوچستان، ۲۷/رمضان/۱۴۰۵ھ)

### الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، کما فی حدیث الترمذی: ”قیل: یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم! ای الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“۔ (۱) اور ”دبر المكتوبات“ سے مراد میں اختلاف ہے، بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں، (۲) واضح رہے کہ دعا کے لیے بہت سے آداب ہیں، جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں، (۳) بعض ان آداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، لحديث الحاكم و كنز العمال: ”لا يجتمع ملا فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله“، ولحديث الدارمي وأبي نعيم: ”ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم“۔ (ذكره الحافظ في فتح الباری) (۴)

== أَيْضاً: عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“۔ (صحيح البخارى: ۳۷۰/۱، كتاب الصلح) (بخارى میں ”منه“ کے بجائے ”فيه“ ہے، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس) (نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: كفاية المفتي: ۳۳۶/۳-۳۴۰)

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲ (رقم الحديث: ۳۴۹۹/۳ مشکوة المصابيح، الفصل الثاني، باب الذكر بعد الصلاة: ۸۹/۱، رقم الحديث: ۹۶۸، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وأما ما ورد من الأحاديث في الأذكار عقب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقب الفريضة۔ (رد المحتار هامش الدر المختار، قبيل مطلب في ما لو زاد، إلخ: ۳۹۱/۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۳) مثل رفع اليدين، التثليث، التحميد، الصلاة، التأمين

(۴) فتح الباری شرح صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۳۰۸/۱۴ (المستدرک للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهري (ح: ۵۴۷۸) / كنز العمال، الفصل الرابع إجابة الدعاء باعتبار الذوات (ح: ۳۳۶۷) / حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۲۲۶/۳، دار الكتاب العربي بيروت. انيس)

پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے، منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد، (۱) و نظیرہ الإزار والسر اوبل۔  
وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۴/۲-۲۶۵)

### دعاء مروج کا تجزیہ:

- (۱) عوام اسے سنن صلوٰۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔
  - (۲) اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے، اگر کوئی امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علاحدہ کر دیا جاتا ہے۔
  - (۳) اخفاء کی افضلیت پر اجماع کے باوجود جہری پر اصرار کیا جاتا ہے۔
- ان وجوہ کی بنا پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علما کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے، روایت سادہ و ثامنہ میں جو اجازت دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی مقید بالسلامۃ من القبائح المذکورۃ ہے، التزام کی وجہ سے تو امر مندوب و مستحب بھی واجب التکرار ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اور پھر اسے نماز کے متعلقات میں شمار کیا جانے لگے؛ اس لیے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو تو بالکلیہ ختم کر دیں اور اجتماعاً سرّی دعا سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں؛ اس لیے اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملاً بھی اجتماعی دعائیں ناغہ کر دیا کریں؛ تاکہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت کا خیال نکل جائے، مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشین کرائیں؛ تاکہ انتشار و فتنہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
- ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

### الحاق:

- روایات ذیل سے اجتماعی دعا کے ثبوت کا اشتباہ ہو سکتا ہے۔
- (۱) ”من آداب الدعاء: تأمین الداعی والمستمع“۔ {خ، م، د، س} {حصن حصین، ص: ۵} (۲)
  - (۲) قوله تعالیٰ: ﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ (۳) کے تحت کتب تفسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد دعا کرنا اور ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے۔ عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم اخلص الوليد بن الوليد ... إلى آخر الدعاء. (منہاج

السنن: ۱۷۱/۲، تفسیر ابن کثیر: ۱۷۲/۳)

(۲) حصن حصین، فصل فی آداب الدعاء. انیس

(۳) سورة یونس: ۸۹، انیس

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غزوہٴ احد میں اس طرح دعا مانگی کہ پہلے ایک نے دعا کی، اس پر دوسرے نے آمین کہی، پھر دوسرے نے دعا کی، اس پر پہلے نے آمین کہی۔ (۱)

(۴) ”لا یجتمع ملاً فیدعو بعضهم ویؤمن بعض إلا أجاہم اللہ“۔ (تلخیص الذہبی مع

المستدرک: ۳/۴۷۳) (۲)

ان روایات کا نماز کے بعد والی دعا سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص دعا کر رہا ہو، اتفاقاً کسی دوسرے نے سن لی تو وہ اس پر آمین کہے، نماز کے بعد تو ہر شخص کے لیے موقع دعا ہے، پھر ہر شخص کا مقصد الگ ہوتا ہے، ہر شخص اپنے مقصد کے لیے دعا میں مشغول ہوگا تو دوسرے کی دعا پر آمین کیسے کہے گا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ پانچ بار علانیہ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے، اگر آپ نے نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا فرمائی ہوتی تو اس کو کوئی تنفس تو نقل کرتا، مگر ذخیرہ حدیث میں اس کا کہیں نشان نہیں ملتا، اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کر لیا جائے تو التزام بہر صورت بدعت ہے۔ وفقنا اللہ الجمیع لما یحب ویرضی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ضمیمہ تہ میں) ۱۰/ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۰/۳-۶۸)

### اجتماعی دعا کے آداب:

سوال: فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے آداب کیا ہیں؟ مقتدی اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ سلام کے بعد فوراً دعا کی جائے اور اکثر امام و وظائف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، امام کے طرز عمل سے مقتدیوں کی یکسوئی ختم ہوتی ہے اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اور اگر امام مقتدیوں کی خواہش کا احترام کرے تو اسے آداب دعائیں کی محسوس ہوتی ہے، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

سلام کے بعد اقتدا ختم ہو جاتی ہے، اب مقتدی اس کا پابند نہیں ہوتا کہ امام سے بندھا رہے، (۲) البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ہر شخص کے لیے مسنون ہے کہ ”اللہم أنت السلام ومنک السلام

(۱) المستدرک للحاکم، ذکر مناقب حبیب بن مسلمة الفہری (ح: ۵۴۷۸) انیس

(۲) فی الدر: وتنقضی قدوة بالأول قبل علیکم علی المشہور عندنا.

وفی الرد: قوله: (وتنقضی قدوة بالأول) أى بالسلام الأول. قال فی التجنیس: الإمام إذا فرغ من صلاته، فلما قال السلام جاء رجل واقف به قبل أن یقول علیکم لا یصیر داخلًا فی صلاته. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۶۲/۲، زکریا، دیوبند) (مطلب: لا ینبغی أن یعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، انیس)

وَالْیَکْ یَعُوذُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ“ یا اسی مقدار کی دعا سے فصل کر کے سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے، (۱) پھر سنتوں سے فراغت کے بعد اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، ان میں فرض ہی کے بعد امام اگر چاہے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر لے اور جو لوگ چاہیں، شریک رہیں اور اپنے اپنے اور اد پورے کر کے اپنے اور مسلمانوں کے لیے یکجائی طور پر دعا کر لے تو اولیٰ اور افضل ہے۔ (۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حنیف غفرلہ، ۱۴۰۷/۱۰/۸ھ۔ الجواب صحیح: عبد اللہ غفرلہ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۶۳-۳۶۴)

### نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا:

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر، بعد سلام کے، اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے؟ آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے، یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

(سائل: عبد الرحمن گھڑی ساز، معرفت عارف الرحمن نور کہالی)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اس جگہ سے علیحدہ ہو جانے میں کچھ نقصان نہیں؛ بلکہ جائز ہے، (کذا فی الکبیری، ص: ۳۰۱ وغیرہ) (۳) البتہ

(۱) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لا یقع إلا مقدار ما یقول: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحديث: ۲۹۸، ص: ۶۹، بیت الأفكار، انیس)

وقد روى عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه کان یقول بعد التسليم ”لا إله إلا الله وحده لا شریک له، له الملك، وله الحمد، یحیی ویمیت وهو علی کل شیء قدير، اللّٰهُمَّ لا مانع لما أعطیت ولا معطى لما منعت، ولا ینفع ذا الجند منک الجند“ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶۱، سعید) (ح: ۲۹۹) انیس

فی الرد: (قول الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد) أى القليلة التى بمقدار اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ لما علمت من أنه ليس المراد خصوص ذلك، بل هو أو ما قاربه فى المقدار بلا زيادة كثيرة، فتأمل. (الدر المختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۵۶/۱، نعمانية، دیوبند) (مطلب: هل یفارقہ الملکان؟ انیس)

(۲) ویسبحون اللّٰهُ تعالیٰ ثلاثین، ویحمدونه كذلك، ویکبرونه كذلك ... ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعية المأثورة الجامعة رافعی أیدیهم، ثم یمسحون بها: أى بأیدیهم وجوههم فى آخره. (الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فى الأذکار: ۲۱۰، مصری)

(۳) فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخیر إن شاء انحرف عن یساره، وجعل القبلة عن یمینہ، وإن شاء انحرف عن یمینہ، وجعل القبلة عن یساره. (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

عن أنس رضی اللّٰهُ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللّٰهُ علیہ وسلم کان ینصرف عن یمینہ. (الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوة عن الیمین والشمال: ۲۴۷/۱، قديمی) (رقم الحديث: ۷۰۸، انیس) ==

فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہذا اگر اسی دعا کو پڑھنے کی خواہش ہو تو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود لنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۵/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۳/۵-۲۹۳)

**فجر اور عصر بعد ”اللہم أنت السلام“ پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے:**

سوال: اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ نماز فجر و عصر باجماعت پڑھی جاتی ہے، امام صاحب سلام پھیرتے ہی ”اللہم أنت السلام“ پڑھ لیتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد امام صاحب جماعت کے ساتھ دوبارہ دعا مانگتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو دعا دوبارہ مانگی گئی ہے، وہ دعائے ثانیہ میں شمار ہوگی، یا نہیں؟ اور ”اللہم أنت السلام“ جو فوراً سلام پھیرنے کے بعد مانگی گئی ہے، وہ نماز میں شامل ہے، یا دعا میں؟

حامداً ومصلیاً الجواب ————— وباللہ التوفیق

فجر اور عصر کے بعد صرف ”اللہم أنت السلام“ پڑھ کر بیٹھ پھیر کر تسبیح و تہلیل پڑھ کر امام جو اجتماعی دعا پڑھتا ہے، یہ دعا اس دعائے ثانیہ کے حکم میں نہیں، جو اجتماعی نوافل کے بعد مانگی جاتی ہے۔

== يستحب للإمام التحول ليمين القبلة: یعنی یسار المصلی لتنفل أو ورد. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعید)

(۱) عن عبد الرحمن بن غنم رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: ”من قال قبل أن ينصرف ويثنى رجله من صلاة المغرب والصبح: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى ويميت، وهو على كل شيء قدير، عشر مرات كتب له بكل واحدة عشر حسنة، ومحى عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، وكانت حرزاً من كل مكروه، وحرزاً من الشيطان الرجيم، ولم يحل لذنوب أن يدركه إلا الشرك، وكان من أفضل الناس عملاً إلا رجلاً يفضل به بقول أفضل مما قال“.

عن أبي أمامة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله عليه وسلم: ”من قال دبر كل صلاة الغداة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى ويميت، بيده الخير، وهو على كل شيء قدير مائة مرة قبل أن يثنى رجليه، كان يومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً إلا من قال مثل ما قال أوزاد على ما قال“.

رواه الطبراني في الكبير و الأوسط، ورجال الأوسط ثقات. (مجمع الزوائد للهيتمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب: ۱۰۷/۱۰-۱۰۸، دار الفكر بيروت) (رقم الحديث: ۱۶۹۵۶-۱۶۹۵۹، انيس)

”اللہم أنت السلام“ نماز میں شامل نہیں، سلام پھیرنے کے بعد تو نماز سے خارج ہو گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر فرض نماز کے بعد دعا و ذکر ثابت ہے۔

افضل یہ ہے کہ فجر اور عصر کے بعد تسبیح و تہلیل پڑھ کر دعا کرے اور متصل فرض کے ”اللہم أنت السلام“ وغیرہ نہ پڑھے؛ لیکن اس طرح پڑھنا اور پھر تسبیح و تہلیل کے بعد اجتماعاً دعا کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۱۹۹/۲)

### دعا کا ایک مخصوص طریقہ:

سوال: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کر لیا کرتا ہوں؛ لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

”لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظيم“۔ (۱)

”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“۔ (۲)

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (سورة الأنبياء: ۸۷) (۳)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: ”أكثر من قول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فإنها من كنز الجنة“. قال مكحول: فمن قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ولا منجا من الله إلا إليه، كشف عنه سبعون باباً من الضر أدناهن الفقر“. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۲۰۰/۲، قدیمی) / ورواه البخاری بمعناه فی کتاب الدعوات، باب قول: لا حول ولا قوة إلا بالله: ۹۴۸/۲، قدیمی)

وقد جاء فی الحديث: ”إذا قال العبد: لا حول ولا قوة إلا بالله:“ (أسلم عبدی واستسلم). قلت: أخرجه الحاكم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه بسند قوي. وفي رواية له: قال لي: ”يا أبا هريرة! ألا أدلك على كنز من كنوز الجنة؟“ قلت: بلى يا رسول الله! قال: ”تقول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فيقول الله:“ (أسلم عبدی واستسلم).“ وزاد فی رواية له: ”ولا منجا ولا ملجأ من الله إلا إليه“. (فتح الباری، کتاب القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله: ۶۱۲/۱۱، قدیمی)

(۲) عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ”كان آخر قول إبراهيم حين ألقى في النار، حسبي الله ونعم الوكيل“. صحيح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ﴾ الآية: ۶۵۵/۲، قدیمی)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا وقعتم في الأمر العظيم فقولوا: ”حسبنا الله ونعم الوكيل“. (تفسير ابن كثير، (سورة آل عمران: ۱۷۳): ۴۳۰/۱، سهيل كيدمي، لاهور)

(۳) وفي جامع الترمذی وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”دعوة ذي النون إذ دعا وهو في بطن الحوت: أن لا اله الا أنت سبحانك اني كنت من الظالمين، أنه لم يدع بها مسلم في شيء الا استجاب الله له“. قال الترمذی: حديث صحيح“. (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالدعاء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل أوقات الاجابة، أدعية ماثورة، ص: ۱۹، روضة القرآن پيشاور)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

صورت مسئلہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۱۵-۷۱۶)

**”اللہم أنت السلام“ کے وقت ہاتھ اٹھانا:**

سوال: فرض نماز کے بعد ”اللہم أنت السلام“ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ مینواتو جروا۔  
(المستفتی: گل فراز نوشہرہ..... ۲۶/محرم الحرام/۱۳۹۵ھ)

الجواب

یرفع الأیدی عند زیادة الکلمات الدعائیة وعند عدم الزیادة لم یثبت الرفع وكذا لا یقتضیه الأصل، (۲) إلا أن یقال: إن الشاء علی الکریم دعاء. (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۸/۲)

**امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا:**

سوال: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف تقریباً پشت کر کے کیوں دعا مانگتا ہے؟

الجواب

کیوں کہ نماز سے توفارغ ہو چکے، اب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے، باقی نمازوں میں چونکہ مختصر دعا کے بعد سنتوں کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس مختصر وقفہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور فجر اور عصر کے بعد تسبیحات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے؛ اس لیے طویل وقفے میں مقتدیوں کی

(۱) تقدم تخريجه قريباً. انيس

(۲) وفي المنهاج: اعلم أنه لم يثبت مواظبة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على ذكر خاص وكذا لم يثبت رفع الأيدي عند مثل هذه الأذكار وأما رفع الأيدي عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحاديث كثيرة قولية وفعلية في الأمهات الست وغيرها منها ما أخرجه ابن أبي حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره: ۱۷۲/۳: عن أبي هريرة أن رسول الله تعالى عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم أخلص الوليد بن الوليد إلى آخر الدعاء الخ. (منهاج السنن، باب ما يقول إذا سلم: ۱۷۱/۲)

(۳) قال العلامة سيد أحمد الطحطاوى: قوله: والدعاء هذا لا ينافي الإتيان باللهم أنت السلام إلخ؛ لأنه ليس دعاء بل ثناء إلا أن يراد بالدعاء ما يعم الذكر أو هو بالنظر إلى قوله فحينئذ إلخ دعاء على ما فيه (الطحطاوى شرح مراقى الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۱۳۱)

طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں، نماز کے بعد امام کو رخ بدل لینا چاہیے، خواہ دائیں جانب کر لے یا بائیں جانب، یا مقتدیوں کی طرف، بہر حال مقتدیوں کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۴)

### دعا کس طرح کی جائے، بلند آواز سے یا آہستہ:

سوال: امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلند آواز سے؟ (ڈاکٹر سید غوث، جگتیاں)

الجواب

امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتدا ختم ہو جاتی ہے، اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اور حسب منشا اپنی دعا کر سکتے ہیں، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی، البتہ آہستہ کرنا نسبتاً بہتر ہے، کیونکہ قرآن نے دعا کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعائیں فروتنی اور پست آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (۲)

اور اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کر سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعا کرنے میں بھی کراہت اور مضائقہ نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۹۸-۹۹)

### دعا زور سے مانگنا:

سوال: امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا بآواز بلند، دعا نماز کا جز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن سمرة بن جندب قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاة، أقبل علينا بوجهه. (البخاری: ۱۱۷۱/۱)  
(کتاب الأذان، باب: يستقبل الإمام الناس إذا سلم، رقم الحديث: ۸۴۵، انیس)

وفي صلاة لا تطوع بعدها كالفجر والعصر يكره المكث قاعداً في مكانه مستقبل القبلة والنبي عليه الصلوة والسلام سمي هذا بدعة، إلخ. (الهندية: ۷۷/۱) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها، انیس)

وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها، إلخ. (رد المحتار: ۱/۵۳۱)  
(کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فيما لو زاد على العدد في التسبيح عقب الصلاة، انیس)

أيضاً: وأما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقب الفراغ من الصلاة فنقول: إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلي بعدها سنة أو كانت صلاة تصلي بعدها سنة فإن كانت صلاة لا تصلي بعدها سنة كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام، وإن شاء قعد في مكانه يشغل بالدعاء... لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه أصحابه... ثم اختلفت المشايخ في كيفية الانحراف... وقال بعضهم: هو مخير إن شاء انحراف يمنة، وإن شاء يسرة، وهو الصحيح... وإن كانت صلاة بعدها سنة، يكره له المكث قاعداً. (بدائع الصنائع: ۱/۳۹۳-۳۹۴، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان ما يستحب للإمام، طبع رشيدية)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵۔



الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں؛ مگر اس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد دعا نماز کا جز نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
(فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۲/۵-۶۹۳)

### نماز کے بعد جہر اُدا:۔

سوال (۱) فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد، کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے، یا دعا بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے، کیا درود شریف ”اللہم صل علی محمد“ صحیح نہیں ہوگی؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

(۲-۱) دعا کی ترغیب بھی ہے، فضیلت بھی ہے۔ اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے، (۲) اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے۔ (۳)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه قال: ”خیر الدعاء الخفی“.

”عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ”دعوة فی السر تعدل سبعین دعوة فی العلانية“. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، إلخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، کراچی) (رقم الحدیث: ۱۷۴۳-۱۷۴۵، انیس)

وأما الأدعية والأذکار فبالخفية أولى، آه. قلت: ... ويجتهد فی الدعاء، والسنة أن يخفی صوته لقوله تعالیٰ: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ۵۰۷/۲، سعید)

”إذا دعا بالدعاء الماثور جهراً ومعه القوم أيضاً ليتعلموا الدعاء، لا بأس به“. (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراهیہ، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، إلخ: ۳۱۸/۵، رشیدیہ)

(۲) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”الدعاء مخ العبادة“. هذا حدیث غریب من هذا الوجه لانعرفه إلا من حدیث ابن لہیعة“. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۱۷۵/۲، سعید) (رقم الحدیث: ۳۳۷۱، انیس) (رواه الدیلمی فی مسند الفردوس: ۲/۲۹۱۰)

”عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”الدعاء هو العبادة“ ثم قرأ: ﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم، إن الذین یتستکبرون عن عبادتی سید خلون جہنم داخرین﴾. (المؤمن: ۶۰) هذا حدیث حسن صحیح“. (جامع الترمذی: ۱۷۵/۲، کتاب الدعوات، سعید) (باب ماجاء فی فضل الدعاء، رقم الحدیث: ۳۳۷۲، انیس)

(۳) ”فضالة بن عبید یقول: سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یدعو فی صلاتہ لم یحمد اللہ، = =

بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے، درجہ قبول کو نہیں پہنچتی ہے؛ (۱) مگر دعائیں اخفاً افضل ہے اور درود شریف بھی دعا ہے، اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے، (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (الاعراف: ۵۵) اس لیے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں، درود شریف بھی، دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے۔ (۳)

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے درود پڑھے، پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں؛ اس لیے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے؛ کیوں کہ اتباع سنت میں خیر ہے۔ (رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی) (۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۰/۵-۶۹۱)

== ولم یصل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: عجلت أیہا المصلی، ثم علمهم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلاً یصلی، فبحمد اللہ وحمده، وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أدع تجب وسل تعط". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التمجيد، والصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوة: ۱۸۹/۱، قدیمی) (رقم الحديث: ۱۲۸۳، انیس)

(۱) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء حتى تصلى على نبيك صلى الله تعالى عليه وسلم". (جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء في صفة الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱۱۰/۱، سعید) (رقم الحديث: ۴۸۷، انیس)

(۲) قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت الآية الآتية متناً: "وجاء من حديث أبي موسى الأشعري أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لقوم يجهرون: "أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، إنكم لاتدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعاً بصيراً، وهو معكم، وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلتك، والمعنى: ارفعوا بأنفسكم واقصروا من الصباح في الدعاء". (روح المعاني: ۱۳۹/۸، دار الإحياء التراث العربي، بيروت) (مبحث في تفسير قوله تعالى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورة الأعراف: ۵۵، انیس)

(۳) عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم من الإيمان: ۷/۱، قدیمی) (رقم الحديث: ۱۵، انیس)

(۴) "وعنه (أى عن العرباض بن سارية) فى حديث طويل... فقال: "أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة... فليحكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، ==

## نماز کے بعد ذکر جہری:

سوال: پنجگانہ نماز کے بعد جہر اذکر، مثلاً: آیۃ الکرسی، یا اس کے مثل اور دعا، بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس نماز کا سلام پھیر کر، مختصر سی دعا (۱) پڑھ کر، وہاں سے ہٹ کر، حجرہ شریف میں جا کر، سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، (۲) اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب و فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔  
”عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة“۔ (۳)

اس جگہ جماعت کے ساتھ جہر اذکار و تلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۵۸)

== وایاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثۃ بدعة، وکل بدعة ضلالة“۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۶۵) / مسند الإمام أحمد، حدیث العرباض بن ساریہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۶۸/۲۸، رقم الحدیث: ۱۷۱۴۲، مؤسسة الرسالة / سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ص: ۵۰۴، رقم الحدیث: ۴۶۰۷، بیت الأفكار) / جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ص: ۴۳۳، رقم الحدیث: ۲۶۷۶، بیت الأفكار / سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمة، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدين المہدیین، ص: ۲۲، رقم الحدیث: ۴۲، بیت الأفكار، انیس)

”قال الغزالی: قیل لإبراهیم بن أدهم: ما بالنا ندعو فلا یتستجاب لنا، وقد قال تعالیٰ: ﴿ادعونی أستجب لکم﴾ قال: لأن قلوبکم میتة، قیل: وما الذی أماتها؟ قال: ثمان خصال: عرفتم حق اللہ فلم تقوموا بہ، وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده، وقلتم: نحب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وترکتہ سنۃ، إلخ۔ (فیض القدير شرح الجامع الصغیر: ۶/۳۲۷۱، مکتبة نزار الباز، ریاض)

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار ما یقول: ”اللہم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، ص: ۶۹، رقم الحدیث: ۲۹۸، بیت الأفكار، انیس)

وقد روى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه کان یقول: بعد التسليم ”لا إله إلا اللہ وحده لا شریک له، له الملک، وله الحمد، یحیی ویمیت وهو علی کل شیء قدير، اللہم! لا مانع لما أعطیت ولا معطى لما منعت، ولا ینفع ذا الجدمنک الجدم“۔ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعید) (رقم الحدیث: ۲۹۹، انیس)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکعتین بعد المغرب فی بیته۔ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء أنه یصلیہما فی البيت: ۹۸/۱، سعید) (رقم الحدیث: ۴۳۲، انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بیته: ۱۵۶/۱، إمدادیة ملتان (ح: ۱۰۵۵، انیس)

### ہر نماز کے بعد دعاء جہری کا التزام:

سوال: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر، یہ معمول بنالیا کہ سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزام پڑھنا ٹھیک نہیں، (۱) اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے؛ اس لیے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لیے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو، وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو، اس کا مطلب سمجھا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سامد رسہ ہو جائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۵/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۵/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۸۷)

### امام با آواز بلند دعا مانگ سکتا ہے:

سوال: کیا امام دعا با آواز بلند مانگ سکتا ہے، اگرچہ اس صورت میں مقتدی بھی آواز سے، یا آہستہ سے دعا مانگ رہے ہوں، خواہ آیات قرآنی سے، امام دعا مانگ رہا ہو؟

الجواب \_\_\_\_\_

دعا آہستہ مانگنا اچھا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۹۳)

(۱) (البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً. رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، (سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس) (الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، آه). (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدي م لاهور)

”قال الطيبي: وفيه: أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر“. (مراقبة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشدية)

(۲) سورة الأعراف، الركون: ۷۔

## بآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم:

سوال: نماز کے بعد امام دعا بالجہر مانگے، یا بالسر؟ آمین دعا ہونے کی وجہ سے نماز میں آہستہ کہتے ہیں، پھر دعا بالجہر کس طرح صحیح ہوگی؟ اور مقتدی حضرات دعا کے وقت آمین بالجہر کہیں، یا بالسر؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

ہر نماز کے بعد دعا کرنا ضروری نہیں ہے اور دعا میں افضل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے: (۳) مگر اس غرض سے کہ ایک ہی مقصد کے لیے سب مسلمان بیک زبان ہو کر عرض کریں۔ امام کا بالجہر دعا کرنا اور دعا کے وقت لوگوں کا آمین بالجہر کہنا جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۲۹/۲)

## امام کی دعا پر ”آمین“ کہے، یا اپنی دعا مانگے:

سوال: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہیے، یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے، کون اولیٰ ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اپنی دعا مانگے، یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، دعا میں خفی افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۷/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۱۳۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۰۹/۵)

(۱) ﴿أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

(۲) ”إذا دعا بالبدعاء المأثور جهرًا ومعه القوم أيضًا ليتعلموا الدعاء لا بأس به“۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۳۱۸/۵)

(الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، إلخ۔ انیس)

(۳) (قال الله تعالى: ﴿أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه قال: ”خیر الدعاء الخفی“۔

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعًا: ”دعوة فی السر تعدل سبعین دعوة فی العلانية“۔ (إعلاء السنن، أبواب

الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، إلخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، کراچی) (رقم الحدیث: ۱۷۴۳-۱۷۴۵، انیس)

وأما الأدعية والأذکار فبالخفية أولى قلت: ويجتهد فی الدعاء والسنة أن يخفی صوته لقوله تعالى: ﴿أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾۔ (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ۵۰۷/۲، سعید)

”لا یجتمع ملاً فیدعو بعضهم، ویؤمن بعضهم، إلا أجاہم اللہ“۔ (کنز العمال، الباب الثامن فی الدعاء الإكمال

فی إجابة الدعاء باعتبار الذوات والأوقات الذوات، رقم الحدیث: ۳۳۶۷-۱۰۷/۲، مكتبة التراث الإسلامی)

## دعاء ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم:

سوال: ہم نماز مسجد میں ادا کر رہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن دعا ثانی شروع کر دی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے، یا نہیں؟ یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے، مکروہ ہے، (۱) اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض، یا واجب ترک نہ ہو تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۸/۵-۶۹۹)

## امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے:

سوال: بروقت نماز مصلیٰ مسبوق ہو، امام صاحب فرض نماز ختم کر کے باواز بلند دعا مانگے، جس سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

حامداً ومصلیاً الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

امام کا بعد فراغت اس قدر بلند آواز سے دعا مانگنا، جس سے مصلیوں کی نماز میں تشویش، یا خلل ہوتا ہو، ناجائز و مکروہ ہے۔

(۱) هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم. (الدر المختار)

”قولہ: (قيل نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشى عليه في المختار والملتقى، فقال: وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والذكير“ إلخ. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

”نعم الجهر المفطر ممنوع شرعاً وكذا الجهر الغير المفطر إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه شبهة رياء، أو لو حظت في خصوصيات غير مشروعة“. (مجموعة رسائل اللكنوى رحمه الله تعالى، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳/۳، إدارة القرآن)

(۲) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، آه. (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

”قال الطيبي: وفيه: أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر“. (مراقبة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشدية)

”فی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر

الجماعة فی المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم علی نائم أو مصل أو قارئ، إلخ. (۱)

فی الهدایة: والجهر المفرط يلزم مفاسد منها إيقاظ النيام ومنها شغل قلوب المصلين وهو يفضی إلى سهوهم ومنها ترك الخشوع عما ينبغي إلى غير ذلك من المفاسد التي لا تحصی. (۲)  
والله تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاوی: ۱۹۷/۲)

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر با جہر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد فوراً زور زور سے امام اور مقتدیوں کا ”لا إله إلا أنت، الخ“ کا ورد

کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، بلکہ اکثر غلط ہو جاتے ہیں۔

(۲) نماز عشا کے بعد امام اور پانچ چھ مقتدیوں کا لاؤڈ اسپیکر پر جہراً ”لا إله إلا الله“ پڑھنا کیسا ہے؟ جب

کہ جوش میں آ کر کچھ اور الفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں، جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں، جب کہ یہ عمل عام اہل محلہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اور آرام میں خلل انداز ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: محمد نادر خان ضلع نوشہرہ، ۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ)

الجواب

(۱) ذکر بالجہر جائز ہے؛ لیکن جب مسبوق کے لیے ضرر رساں ہو تو مکروہ ہے۔ (شامی)

(۲) یہ بھی مکروہ ہے، جب کہ نمازی وغیرہ کو ضرر رساں ہو، (شامی) (۳) البتہ جن لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر میں ذکر

کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہو تو یہ ذکر بیمار ہے، (۴) اور جس سامع کو ضرر

رساں ہو اور گانے سننا ضرر رساں نہ ہو تو وہ بھی بیمار ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدی: ۲۵۴/۲-۲۵۵)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار: ۶۹۱/۱ (باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۴۳۴/۲، بیروت)

(۲) ہدایہ میں یہ عبارت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ مرتب

(۳) قال العلامة ابن عابدين عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی

المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم علی نائم أو مصل أو قارئ. (رد المحتار هامش الدر المختار، مطلب فی رفع

الصوت بالذکر: ۴۸۸/۱) (کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیها، انیس)

(۴) قال العلامة آلوسی: عن ابن عمر وقد رأى ساقطاً من سمع القرآن فقال إنا نخشى الله تعالى وما نسقط

هؤلاء يدخل الشيطان فی جوف أحدهم... هذا نعت أولياء الله تعالى: قال تقشعر جلودهم وتبکی أعینهم وتطمئن

قلوبهم إلى ذکر الله تعالى و لم یعتهم الله سبحانه بذهاب عقولهم والغشيان عليهم إنما هذا فی أهل البدع ==

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، تو تبلیغی نصاب پڑھنا:

سوال: محترمی مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں، عرصہ دراز سے عشا کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سنا تا ہوں، ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں؛ کیوں کہ کچھ نمازی کچھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے، وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہیے؛ لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی، اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں، یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں؟

الجواب

بعد میں آنے والے نمازیوں سے گزارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلہ پر پڑھیں؛ تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے، نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم  
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۵۶/۲-۲۵۷)

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا:

سوال: دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے تو ایک شخص: ”الحمد للہ رب العالمین“ اور ختم دعا کے وقت ”برحمتک“ الخ بالجہر کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟  
الجواب: حامداً ومصلیاً

جائز ہے، مگر اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/۹/۱۳۶۲ھ  
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲/۵)

== وإنما هو من الشيطان. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن جبير: قال الصعقة من الشيطان، وقال ابن سيرين: بينا وبين هؤلاء الذين يصرون عند قراءة القرآن أن يجعل أحدهم على حائط باسطاً رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن كله فإن رمى بنفسه فهو صادق. (تفسير روح المعاني: ۲۸۴/۱۳، سورة الزمر، الآية: ۲۳)  
(۱) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، أه. (السعاية، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيذمي)  
”قال الطيبي: وفيه: أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشدية)



## دعا کی ابتدا و انتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے:

سوال: بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعا کے ابتدا پر مؤذن صاحب ”اللہم آمین“ اور ختم پر ”برحمتک یا ارحم الراحمین“ کہہ دیا کریں؛ تاکہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتدا و انتہا کا علم ہو سکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے، کوئی حرج تو نہیں؟ پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہ دیں تو کیسا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

صراحۃً کوئی جزئیہ باوجود تنبیہ کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلات فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ اس لیے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبیرات انتقالیہ کی تبلیغ جو مامور بہ ہے، اس کی بھی علت یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۳/۴)

## نماز کے بعد دعا ”الحمد“ سے شروع کرنا:

سوال: فرض نما کے بعد ”الحمد لله رب العلمین“ سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

دعا سے پہلے حمد و ثنا آداب میں سے ہے، الحمد للہ اس کا اعلیٰ مصداق ہے، جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا ﴿هُدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ الخ سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۱/۵)

(۱) ”عن فضالة بن عبيد الله قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعداً إذ دخل رجل فصلی فقال: اللّٰهُم اغفر لي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدي، فاحمد الله بما هو أهله، وصل على، ثم ادعه“. قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله، وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”أيها المصلي! أَدْعُ تَجِب“. هذا حديث حسن“. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمۃ: ۱۸۵/۲، سعید (رقم الحديث: ۳۴۷۶، انیس)

”واستقبل الداعی القبلة، وكان علی طهارة، ورفع يديه إلى الله، وبدأ بحمد الله والثناء عليه، ثم ثنی بالصلاة علی محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم“. (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدعاء الشافی، المعروف بالدعاء بالدعاء لابن قیم الجوزیة، فصل أوقات الإستجابة، ص: ۱۶، مکتبه حقانیة)

## فجر کی دعائیں ”الفاتحة“ پڑھنا:

سوال: بعد نماز فجر دعاؤں کے آخر میں الفاتحة لازماً پڑھ کر پھر خاموشی کے بعد ”قال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ“ کے بعد آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۶) پڑھ کر امام و مقتدی کا آواز بلند و رد پڑھنا کیسا ہے؟ بعد دعا امام صاحب سے لازم جان کر مصافحہ و معانقہ کرنا کیسا ہے؟

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ تھا یا نہیں؟

(۲) سنت ہے یا بدعت؟

(۳) بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ نہ تھا۔

(۲) یہ بدعت ہے۔ (۱)

(۳) بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء، ۳/۳۳۳-۳۳۴)

## دعائیں ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتُهُ“ پڑھنے کا التزام:

سوال: ہماری مسجد میں بعد نماز عصر دعاؤں کے آخر میں ”وقال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ“ پڑھ کر پھر قرآن کی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا لازم سمجھتے ہیں، بغیر مذکورہ آیت پڑھے نماز و دعا نامکمل سمجھتے ہیں، کیا یہ صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے؟ حدیث کی کن کتابوں میں مذکور ہے؟ یہ سنت ہے کہ بدعت، بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

بعد نماز عصر، یا کسی بھی نماز کے بعد، حالت دعائیں، یا کسی بھی حالت میں مذکور آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (۳) پڑھ کر درود شریف پڑھنا اور اسے لازم سمجھنا، سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی

(۱) ”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة (ح: ۱۷۱۸))

(۲) ”وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة“۔ (سنن ابن ماجه: ۲۸/۱ (ح: ۴۲۰)) (كتاب المقدمة، باب

اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، انيس)

(۳) سورة الأحزاب: ۵۶

سلف نے اس طرح کا عمل کیا ہے، ہاں درود کی کثرت باعث اجر و ثواب ہے؛ لیکن نماز کے بعد اس کو پڑھے بغیر نماز کو نامکمل سمجھنا غلط ہے، جو بدعت ہے، جو عمل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو، وہی بدعت ہے۔ (۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی - تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۳)

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ پڑھ کر دعا ختم کرنا:

سوال: فی زمانہ بعد صلوٰۃ العصر و بعد الفجر دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ ”الفتاحہ“ کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ الخ (سورۃ الأحزاب: ۵۶) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہ جمیع مقتدی و پیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

- (۱) زمانہ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے، یا نہیں؟
- (۲) آیت مبارکہ کی تلاوت و جوہ درود شریف پر دلالت کرتی ہے، یا نہیں؟
- (۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا ہو، نہ بطریق ایصال تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہو سکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟
- (۴) بعض جہلاً اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا الالتزام مالا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو ففر و اِلٰی البیت ہو جاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن؛ بلکہ حسن پر طعن کر کے اہل حق کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں، حالاں کہ فقہاء کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں:

(الف) ”قال أستاذنا: لكنها مستحسنة للعادة والأثار“. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۲۱۷)

(ب) ”قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافته أو جهراً مع الجمع مكروهة“. (ایضاً)

(ج) ”واختار القاضي بديع الدين: أنه لا تکره“.

(د) ”واختار القاضي الإمام جلال الدين: إن كانت الصلاة بعدها السنة تکره وإلا فلا،

كذا في التاترخانية“.

(ه) ”قوم يجتمعون ويقرؤون الفاتحة جهراً دعاء، لا يمتنعون عادة، والأولى المخافة“.

(۱) ”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد“. (الصحيح لمسلم، كتاب الأفضية، باب نقض الأحكام الباطلة، رقم

(و) ”وفی الخجندی: إمام يعتاد كل غداة مع الجماعة قراءة آية الكرسي و آخر البقرة وشهد الله ونحوها جهراً، لا بأس به، كذا في القنية“۔ (۱)

عبارت مذکور سے جواز بالشروع موجود ہے؛ لیکن چوں کہ بالشریعت ہے، ونیز ثجوائے آیت مبارکہ ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة النحل: ۴۳) اہل ذکر ہی سے ہو سکتا ہے، لہذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا، براہ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں؟  
(احقر العبد قسیم الدین، پیش امام فتح پور، شیخاؤٹی، ضلع جے پور)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

(۱) میں نے قرون مشہود لھا بالخیر، یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں، اس مخصوص دعا کا ثبوت، کتب فقہ میں نہیں دیکھا۔ (۲)

(۲) اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، وقولہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ قد تضمن الأمر بالصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وظاهره يقتضى الوجوب وهو فرض عندنا، إلخ“۔ (أحكام: ۴۵۶/۳) (۳)

باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں۔ (جن کی تفصیل طحاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص: ۱۳۷) (۴) میں موجود ہیں۔

(۱) الفتاوى الهندية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح، وقراءة القرآن والذكر والدعاء، الخ: ۳۱۷/۵، رشيدية

(۲) آثار السنن، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح، ص: ۱۳۲، إمدادية، ملتان

”ولا يسن رفع يديه إلا في سبع مواطن“۔ (الدر المختار)

”قوله: إلا في سبع إشارة إلى أنه لا يرفع عند تكبير الانتقالات، خلافاً للشافعي وأحمد، فيكره عندنا، ولا يفسد الصلاة إلا في رواية مكحول عن الإمام“۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۵۰۹/۲، سعيد)

(۳) أحكام القرآن للجصاص (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۴۴/۳، قديمی

(۴) وہی فرض فی العمر مرة واحدة، وتقوم مقامها الصلاة الواقعة في مكتوبة، أو غيرها بعد البلوغ، وتجب كلما ذكر على أحد قولين، وتسب في كل تشهد أخير من الفرض، وفي كل تشهد نفل إلا في سنة الظهر القبلية، والجمعة القبلية والبعديّة، وتندب في أوقات الإمكان، وتحرم على الحرام، وتكره عند فتح التاجر متاعه، ولا يكره أفرادها عن السلام على الأصح عندنا. وهذا الخلاف في حق نبينا صلى الله عليه وسلم، أما في حق غيره من الأنبياء، فلا خلاف في عدم كراهة الأفراد لأحد من العلماء ذكر الحموى محشى الأشباه“۔ (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، خطبة الكتاب، ص: ۱۲، قديمی)

(۳) جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو، اس کو شرعی چیر سمجھنا درست نہیں۔

”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه، فهو رد“۔ (متفق علیہ) (۱)

(۴) جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقہ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے؛ بلکہ حدیث: ”من أحدث“ الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے اور وہ اپنے ادعائے اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلا کہہ کر حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں؛ بلکہ بڑی معصیت ہے، اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو ”ما أنا علیہ أصحابی“ کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلاف شرع واقع ہو، اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علماء سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد ہو جائے تو اس فعل کی تردید حسب حیثیت لازم ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں، ان میں سے کسی میں الفاتحة اور ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ، إلخ“ کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے کسی جواب کی ضرورت نہیں؛ تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جائے۔

(الف) اس عبارت میں ”لکنہا“ کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے اور یہ کس سے استدراک ہے؟

(ب) اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج) یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے، اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د) انہوں نے تشفی کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی، دوسری میں مخالفت۔

(ه) اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے، نہ کہ امر شرعی اور امر شرعی وہ ہے، جو کہ (شمار نمبر: ب)

میں مذکور ہے۔

(۱) بخاری میں ”فیہ“ ہے، انیس (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

”بأنہا (البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً، آه“ فافهم۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(و) اس میں فقط ”لابأس“ ہے، جو کہ بالاصالہ خلاف اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تزیہی ہوتا ہے، اسی طرح عالمگیری کی اسی صفحہ پر (د) اور (ه) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جو کہ سہوایا مصلحہ سوال میں نہیں لکھی گئی، وہ یہ ہے:

”قراءة الكافرون إلى الأخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين رضي الله عنهم، كذا في المحيط“ آہ۔  
چند سطر بعد ہے:

”يكره للقوم أن يقرأ القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات للأمور بها، كذا في القنية“۔ (۱) یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استناد امور ذیل سے ہے:

(۱) اس طریقہ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہذا یہ مضمون (بوجہ) حدیث: ”من أحدث، إلخ“ قابل رد ہے۔ (۲)

(۲) فاتحہ یا آیت: ”إن الله“ إلخ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالاں کہ بعض لوگ مثلاً: مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے۔ (۳)

(۳) اس بیئت کے اجتماع کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے: ”قد صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه سمع قومًا اجتمعوا في مسجد“ إلخ۔ (الفتاویٰ البزازیة، ص: ۳۷۸) (۴)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع فی الصلاة، والتسبیح، وقراءة القرآن، إلخ: ۳۱۷/۵، رشیدیہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اُصلحوا علی صلح جور آہ: ۳۷۰/۱، قدیمی (ح: ۲۶۹۷، انیس)

(۳) ”هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم“۔ (الدر المختار)

”قوله: (قيل نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشي عليه في المختار الملتقى فقال: وعن النبي صلى الله عليه وسلم أن كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهراً وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۹۸/۶، سعید)

(۴) العبارة بتمامها: ”وقد صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه سمع قومًا اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه الصلاة والسلام جهراً فراح إليهم، فقال ما عهدنا ذلك على عهدك عليه السلام، ما أراكم إلا مبتدعين وما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الہندیہ، کتاب الاستحسان، نوع: ۳۷۸/۶، رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالاں کہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے: ”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهية“۔ (السعاية) (۱) بلکہ طبری شرح مشکوٰۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے، (۲) جب امر مندوب مکروہ ہو جاتا ہے تو مباح بطریق اولیٰ ہو جاتا ہے:

”الجهر المفرط ممنوع شرعاً وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه، الخ، كما صرح به على القارى فى ”شرح المشكوٰة“ والحصكفى ”فى الدر المختار وغيرهما“ آ۵۔ (سباحة الفكر، ص: ۷۲) (۳)

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس پر لعن طعن سب و شتم کیا جاتا ہے، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے: ”سباب المسلم فسوق“ آ۵۔ (۴) و اِلٰی غیر ذلک من المفساد. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۱/۹/۱۳۶۲ھ۔

جوابات صحیح ہیں: اس مسئلہ پر ایک رسالہ ”الدلیل الخیرات فی ترک المنکرات“ شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ فقط سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارن پور، ۲۲/۹/۱۳۶۲ھ۔

صحیح عبداللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/رمضان/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۰-۷۰۰)

دعا کی قبولیت کے لیے اول و آخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے:

سوال: کیا دعا کے اول اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی؟

الجواب

دعا کے اول و آخر درود شریف کا ہونا دعا کی قبولیت کے لیے زیادہ امید بخش ہے۔ (۵)

- (۱) السعاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۲۵۶، سہیل اکیڈمی لاہور
- (۲) ”قال الطیبری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو على منكر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول) (رقم الحديث: ۹۴۶) (۳/۳۱، رشیدیہ)
- (۳) مجموعة رسائل للكنوزی رحمہ اللہ تعالیٰ: سباحة الفكر فی الجهر بالذکر، الباب الأول فی الحكم الجهر بالذکر: ۳/۳۴، إدارة القرآن، کراچی
- (۴) صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله وهو لا یشعر: ۱/۲۱، قدیمی (ح: ۴۸) انیس
- (۵) ونص العلماء على استحبابها (الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم) فی مواضع... وأول الدعاء وأوسطه وآخره. (رد المحتار: ۱/۵۸، مطلب: نص العلماء على استحباب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فی مواضع (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انیس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک کہ اس کے اول و آخر میں درود شریف نہ ہو۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۱۱/۳)

### دعا کے قبول ہونے کا مطلب:

سوال: ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ ہوتا ہے؟ طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں؛ مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا، آخری رات میں اور دوسرے جو طریقے معلوم ہو سکے، اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا۔ ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“۔ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے، ہو جاتا ہے اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے، نہیں ہوتا، محض طفل تسلی ہے، ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

دعا کا حکم ہے، (۲) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے، (۳) جن دعاؤں پر دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، وہ بھی بیکار نہیں۔ (۴) قیامت میں ایسی دعا کو دکھلا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات و نعمتیں ہیں، جن کو

(۱) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض، لا يصعد منه شيء حتى تصل إلى نبيك. (رواه الترمذی) (مشكاة المصابيح: ۸۷) (كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۹۳۸، انیس)

وكذا عن علي رضي الله عنه. (سنن الترمذی: ۹۶/۱) (كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۴۸۶، انیس)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾. (سورة الغافر: ۶۰)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي، فَإِنِّي قَرِيبٌ، أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶) والله تعالى يجيب الدعوات ويقضى الحاجات لقوله تعالى: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾. (سورة الغافر: ۶۰) ولقوله عليه السلام: ”يستجاب الدعاء للعبد مالم يدع بأثم أو قطعية رحم مالم يستعجل“. ولقوله عليه السلام: ”إن ربكم حي كريم يستحي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردها صغراً“. (شرح العقائد النسفية للفتا زاني، ص: ۱۷۳، قديمي)

(۴) عن جبير بن نفير أن عبادة بن الصامت رضي الله عنه حدثهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”ما على الأرض مسلم يدعو الله بدعوة إلا آتاه الله إياها، وصرف عنه من سوء مثلها مالم يدع بأثم أو قطعية رحم“. فقال رجل من القوم: إذا نكث، قال: ”الله أكبر“. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب في انتظار الفرج وغير ذلك: ۱۹۸/۲، سعيد) (رقم الحديث: ۳۵۷۳، انیس)

”ورواه الحاكم أبو عبد الله في المستدرک على الصحيحين من رواية أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه و زاد فيه: ”أو يدخر من الأجر مثلها“. كتاب الأذکار للنووي رحمه الله تعالى، باب الدليل على أن دعاء المسلم يجاب بمطلوبه أو غيره وأنه لا يستعجل بالإجابة، ص: ۴۹۴-۴۹۵، دار البيان، بيروت) (رقم الحديث: ۱۲۶۴، انیس)



دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا؛ (۱) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا اور سب کا معاوضہ آخرت میں ملتا، پس دعا یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں، حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود لنگوہی دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۱۲/۵-۷۱۳)

### تعریف و توصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں:

سوال: نماز کے بعد دعا جہاں تک میرا خیال ہے، دعائیہ الفاظ سے ہونی چاہیے، یا پھر اللہ تعالیٰ کی توصیف و تعریف کے ساتھ دعا مانگی جاسکتی ہے، ہماری مسجد کے امام صاحب مغرب کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا... إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ پڑھتے ہیں، ان الفاظ میں اخراجات سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، دعائیہ کوئی بات نہیں ہے، اسی طرح فجر کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ... وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ پڑھتے ہیں، ان میں بھی دعائیہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں اللہ کی توصیف تو ہے؛ لیکن طلب نام کی بات نہیں ہے، بغیر حساب کے بعد اگر رزق میں وسعت طلب کی جائے تو دعا بنتی ہے، اس پر ایک دو صاحبان لاریب کہتے ہیں، اس کے علاوہ کبھی کبھی مولوی صاحب ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ﴾ والی دعا بھی مانگتے ہیں، جو کہ خالص انفرادی دعا ہے، اجتماعی نہیں ہے، میرا موقف یہ ہے کہ یہ دعا امام کو مقتدیوں کے ساتھ نہیں مانگنی چاہیے، اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف کے کلمات ادا کرنا بھی دعا ہے، اسی طرح ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ سے ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ تک یہ بھی دعا ہے اور ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ﴾ یہ بھی دعا ہے، الغرض جتنے کلمات اللہ کی تعریف اور توصیف کے کہے جائیں، وہ سب دعا میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم

ان چیزوں پر بحث و مباحثہ نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۱۷/۳)

== ”ولا ينبغي للعبد أن يمل من الدعاء لأنه عبادة وتأخير الإجابة إمالاً لأنه لم يأت وقته لأن لكل شيء وقتاً مقدراً في الأزل، أو لأنه لم يقدر في الأزل قبول دعائه في الدنيا فيعطى في الآخرة من النواب عوضه أو يؤخر دعاء ليلح ويبالغ في الدعاء فإن الله يحب الملحين في الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خبر له من تحصيله والله يعلم وأنتم لا تعلمون“۔ (المراقبة، كتاب الدعوات: ۱۰/۵، رشيدية) (رقم الحديث: ۲۲۲۷، انيس)

(۱) اس لیے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں اس مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے۔

## بعد فراض دعائیں آمین وغیرہ کا حکم:

سوال: بعد جماعت کے جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں، اس میں آمین کہنا چاہیے، یا جو مرضی ہو، دعا مانگے؟

الجواب

جو دعا چاہے مانگے، یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۱/۲)

## فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہیے:

سوال: بعض امام صاحب ہر نماز کے بعد دعا عربی میں مانگتے ہیں، کیا اردو میں دعا مانگ سکتے ہیں، یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعا مختصر ہونی چاہیے، یا لمبی؟

الجواب

فرض نماز کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے، (۲) اور آہستہ کی جانی چاہیے، (۳) اپنے اپنے طور پر جس شخص کی جو حاجت ہو، اس کے لیے دعا کرے، عربی الفاظ ہمیشہ بلند آواز سے نہ کہے جائیں۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۵/۳)

(۱) ثم يسلم، إلخ، مع الإمام، إلخ، ويدعو ويختم بسبحان ربك. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في كيفية الصلاة: ۴۸۹/۱)

(۲) عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام، تبارك يا ذا الجلال والإكرام." (جامع الترمذی: ۳۹/۱، أبواب الصلاة، باب ما يقول إذا سلم) (من الصلاة، رقم الحديث: ۲۹۸، ص: ۶۹، بيت الأفكار، انیس). (الصحيح لمسلم: ۲۱۸/۱)

وفي الدر المختار: ۵۳۱/۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ويكره تأخير السنة إلا بها اللهم أنت السلام. (۳) عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: خير الدعاء الخفي... وعن أنس رضى الله عنه مرفوعاً، ودعوة السر تعدل سبعين دعوة في العلانية. (إعلاء السنن: ۹۳/۶، أبواب الوتر) (إخفاء القنوت في الوتر وألفاظه وحكم القنوت في الفجر، رقم الحديث: ۱۷۴۳-۱۷۴۵، انیس).

وفي الدر المختار: ۵۰۷/۲ (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۵۰۷/۲، سعيد، انیس): وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولى قلت: ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته لقوله تعالى: "أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً". (سورة الأعراف: ۵۵، انیس)

وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی (۱۳۹/۸، طبع دار إحياء التراث العربی) (مبحث فی تفسیر قوله تعالى: ﴿أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ إلخ) (سورة الأعراف: ۵۵، انیس): وجاء من حديث أبي موسى الأشعري أنه صلى الله عليه وسلم قال لقوم يجهرون: أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، إنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعاً بصيراً، وهو معكم وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته، والمعنى ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصياح في الدعاء

(۴) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة. (السعاية: ۲۶۵/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سهيل الكيضي) ==

دعا کا مسنون طریقہ:

سوال: سنت کے مطابق دعا مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جس کے مطابق دعا کرنے سے قبول ہو، وضاحت سے بیان فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب \_\_\_\_\_ باسم ملہم الصواب

با وضو قبلہ رو دوزانو بادب بیٹھ کر آہستہ خشوع و خضوع سے دعا کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء مثلاً ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ پھر درود شریف پھر دعا، پہلے اپنے لیے، پھر والدین کے لیے، پھر سب مومنین کے لیے، پوری امت کو دعا میں شامل کئے بغیر دعا ناقص رہتی ہے، دعا کا ہر مضمون بار بار دہرایا جائے، کم از کم تین بار تکرار کیا جائے، دعا کے درمیان بار بار درود شریف پڑھا جائے۔ یا ارحم الراحمین، یا ذا الجلال والإکرام سے پکارا جائے، آخر میں درود شریف کے بعد ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱) پڑھ کر آمین پر دعا ختم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
۱۱ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھے جائیں، یا ملا کر؟ بغل کھلی رکھے، یا بند؟ یعنی کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھے، یا ملی ہوئی؟ بینواتو جروا۔

الجواب \_\_\_\_\_

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر دعا کرے اور دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو، ملا کر رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(فیكون بينهما فرجة) (الدر المختار)

قولہ: (ویكون بينهما فرجة) أى وإن قلت، فنیة. (رد المحتار: ۱/۴۷۴) (۲) فقط واللہ اعلم

بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۴/۳)

== قال الطیبی: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مروقة المفاتيح: ۱/۴۲، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، طبع أصح المطابع بمبئی) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶، انیس)

(۱) سورة الصافات: ۱۸۰-۱۸۲، انیس

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: في إطالة الركوع للجائي، انیس

## دعا کے آداب:

سوال: نماز کے بعد بغیر درود شریف کے پیاروں کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟ دعا قبول ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

دعا کے آداب میں سے یہ ہے: پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے، پھر جو حاجت ہو، وہ مانگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت تھے، میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مانگ تجھ کو دیا جائے گا، مانگ تجھ کو دیا جائے گا“۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۸۷) (۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ!

”دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی، یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو“۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۸۷) (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۴/۳)

## دعا کس نیت سے مانگی جائے:

سوال: سب کچھ من جانب اللہ ہے تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے؛ لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے، نہ ملے تو اس میں عین خوشی اور مل جائے تو شکر کریں، ایسا خیال کیسا ہے؟

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود قال: كنت أصلي والنبي صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر معي، فلما جلست بدأت بالثناء على الله تعالى، ثم الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، ثم دعوت لنفسي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: سل تعطه سل تعطه. (رواه الترمذی) (مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها) (كتاب الصلاة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۹۳۱، انيس) / (سنن الترمذی، كتاب الجمعة، باب ما ذكر في الثناء على الله والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعاء، ص: ۱۱۹، رقم الحديث: ۵۹۳، بيت الأفكار، انيس)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منها شيء حتى تصل على نبيك. (رواه الترمذی) (مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، كتاب الدعوات) / (سنن الترمذی، باب ماجاء في فضل الدعاء على النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۴۸۶) / شرح السنة للبلغوي، باب أدب الدعاء ورفع اليدين فيه: ۲۰۵/۵، المكتب الإسلامي، بيروت / مسند الفاروق لابن كثير، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۶، دار الوفاء المنصورة، انيس)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

گویہ خیال فی نفسہ صحیح ہے؛ لیکن اس میں ایک قسم کا استغنا ہے؛ اس لیے دعا اس طرح مانگنا چاہیے کہ بہت ہی حاجت ہے، مالک تو ہی حاجت پور ہی فرما اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۱۱-۷۱۲)

### نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا:

سوال: بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب \_\_\_\_\_

دعا کا عام مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، سجدہ مناجات اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔ ”اشعۃ اللمعات“ میں ہے:  
”سوم سجدہ مناجات و ظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است؛ یعنی تیسرا سجدہ مناجات ہے، اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔“ (اشعۃ اللمعات: ۶۲۰/۱)  
شرح سفر السعادت میں ہے:  
”و دیگر سجدہ مناجات ست بعد از نماز و ظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایس مکروہ است۔“ (شرح سفر السعادت: ۱۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۶/۳۲۰)

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا دعا أحدكم فليعزم المسألة، ولا يقولن: أَللّهُمَّ إِن شئت فأعطني، فإنه لا مكروه له.“ (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب: فليعزم المسئلة فإنه لا مكروه له: ۹۳۸/۲، قديمي) (رقم الحديث: ۶۳۳۸، انيس)

والمراد أن الذى يحتاج إلى التعليق بالمشيئة ما إذا كان المطلوب منه يتأتى إكراهه على الشئ فيخفف الأمر عليه ويعلم بأنه لا يطلب منه ذلك الشئ إلا برضاه، وأما الله سبحانه فهو منزّه عن ذلك فليس للتعليق فائدة وقيل: المعنى أن فيه صورة الاستغناء عن المطلوب والمطلوب منه... قال لأبن عبد البر: لا يجوز لأحد أن يقول: أَللّهُمَّ أعطني إن شئت وغير ذلك من أمور الدين والدنيا؛ لأنه كلام مستحيل لا وجه له؛ لأنه لا يفعل إلا ما شاء. (فتح البارى، كتاب الدعوات، باب فليعزم المسألة، فإنه لا مكروه له: ۱۶۸/۱۱-۱۶۹، قديمي) (رقم الحديث: ۶۳۳۹، انيس)  
مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: (احیاء علوم الدین للغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ: کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وہی عشرة، ص: ۳۸۹-۸۹۳، مکتبۃ حقانیۃ پشاور)

## مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت ”اللہم آمین“ کہنے کا پابند بنانا:

سوال: میں ایک مسجد میں مؤذن ہوں مسجد کے متولی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ”اللہم آمین“ کہو اور جب امام صاحب دعا سے فارغ ہو جائیں تو ”برحمتک یا أرحم الراحمین“ کہا کرو، جبکہ دعا جبراً ہوتی ہے تو متولی صاحب مجھے جو کہتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور وہ مجھے اس کا پابند بنا سکتے ہیں؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب

نماز کے بعد دعا سرماً مانگنا چاہیے، (۱) مقتدی دعا شروع اور ختم کرنے میں امام کا پابند نہیں ہیں، امام سے پہلے بھی دعا شروع کر سکتے ہیں اور امام دعا ختم کر لے، اس کے بعد بھی دعا مانگ سکتے ہیں، لہذا سوال میں درج شدہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، مؤذن کو اس کا پابند بنانا اور اس پر یہ ذمہ داری ڈالنا زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

## مؤذن کا دعا کے شروع میں ”اللہم آمین“ اور آخر میں ”برحمتک“ الخ کہنا:

سوال: جماعت کے بعد امام کے شروع دعا میں مؤذن کا پکار کر ”اللہم آمین“ اور دعا کے ختم پر ”برحمتک یا أرحم الراحمین“ کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

حامداً ومصلیاً الجواب ————— وباللہ التوفیق

نماز کے سلام کے بعد دعا کے شروع میں ”اللہم آمین“ اور دعا کے ختم پر ”برحمتک یا أرحم الراحمین“ کہنا، اس غرض سے کہ سب کو دعا کے آغاز و انجام کا علم ہو جائے، جائز ہے، مگر سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے اور تارک پر لعن، طعن نہ ہو ورنہ، بدعت ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وأحکم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہلوی، وارد حال رنگون۔ الجواب صحیح: مرغوب احمد۔ (مرغوب الفتاویٰ: ۲۰۰/۲-۲۰۰/۱)

## دعائے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ:

سوال: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً: ”اھدنی“ کی جگہ ”اھدنا“۔

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو؛ فتاویٰ رحیمیہ: ۳۲۶/۳-۳۳۴

(۲) فکرم من مباح یصیر بالالتزام ... مکروہا۔ (سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الأول: ۳۴-مجموعۃ رسائل للکھنوی: ص: ۴۹۰)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلياً

درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۱۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۲۴/۵-۷۲۵)

دعا ما توره میں اضافہ:

سوال: فرض نماز کے بعد ”اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكَتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ میں بعض امام ”وَمَنْكَ السَّلَامُ“ کے بعد ”وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حِينَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا دَارَ السَّلَامِ“ بڑھا دیتے ہیں، کیا جائز ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_

فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔ حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ ”وَمَنْكَ السَّلَامُ“ کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے، یہ حدیث سے ثابت نہیں، بے اصل ہے، واعظین کی ایجاد ہے۔

قال الشيخ الجزري في تصحيح المصابيح: وأما ما يزداد بعد قوله: ”وَمَنْكَ السَّلَامُ مِنْ نَحْوِ وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ فَحِينَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا دَارَ السَّلَامِ“ فَلَا أَصْلَ لَهُ بَلْ مُخْتَلَقٌ بَعْضُ الْقِصَاصِ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ: ۳۵۸/۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان) (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۱/۱-۲۴۲)

مذکورہ فتوے پر اشکال اور اس کا جواب:

سوال: آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد اول: ۲۱۴-۲۴۲ میں ہے:

جواب: فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ (وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حِينَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا دَارَ السَّلَامِ) کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے، الخ۔

مگر نظام الفتاویٰ: ۱۶۵، میں ہے:

”اس کو دعائیں بعد نماز کے شامل کر لینا ناجائز و نادرست، یا خلاف تعلیم نبوی علیہ السلام نہ ہوگا۔“

اب آپ کی کیا رائے ہے؟ مینواتو جروا۔

## الجواب

فتاویٰ رحیمیہ احتیاط پر مبنی ہے، دعائے ماثورہ کے درمیان اضافہ یا رد و بدل پسندیدہ نہیں ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو دعا تعلیم فرمائی، جس میں ”بُنِیْک الذی اُرسلت“ کے الفاظ تھے، صحابی نے بغرض تعظیم لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول؛ یعنی ”بِرَسُولک الذی اُرسلت“ پڑھا تو فوراً روک دیا گیا اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت فرمائی۔ (سنن الترمذی: ۱۷۵۲، باب ماجاء فی الدعاء اذا وی الی فراشه) (۱)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

”دعا ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور مقبول ہوں، اس کو انہیں الفاظ پر رکھنا چاہیے، (الی قولہ) اسی طرح کسی دعا ماثورہ میں اپنی طرف سے یہ اضافہ مکروہ ہے۔“

محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ (کفایت المفتی: ۱۰۶۳-۱۱)

## آپ کا دوسرا فتویٰ:

سوال: اذان کی دعائیں ”والفضیلة“ کے بعد ”الدرجة الرفیعة“ اور بعد ”وعدتہ“ کے ”وارزقنا شفاعتہ“ بڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ”الدرجة الرفیعة“ اور ”وارزقنا شفاعتہ یوم القیامة“ کا ثبوت نہیں ہے، پس غیر ثابت الفاظ کو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، پڑھے تو مضائقہ بھی نہیں۔ (کفایت المفتی: ۲۱۶۳)

یہ موقع انفرادی دعا کا ہے اور فرائض کے بعد کا موقعہ اجتماعی دعا کا موقعہ ہے اور عوام سے غیر ثابت کلمات کے بارے میں عدم اعتقاد کی توقع رکھنا مشکل ہے؛ بلکہ وہ تو اس کو مسنون ہی سمجھیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۳۵-۱۳۴۱)

## نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں:

سوال: نماز سے فارغ ہو کر میں درود ابراہیمی، سورہ فاتحہ اور ایک دعا ”رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا“ پڑھ کر باقی دعا اردو میں مانگتا ہوں، کیوں کہ مزید دعائیں (عربی) میں یاد نہیں ہیں، کیا میرا یہ عمل مسنون ہے؟

## الجواب

کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳)

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۵۷۴۔ ترمذی میں یہ باب بلا ترجمہ ہے، یہی حدیث مسلم میں بھی ہے: الصحيح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ص ۱۰۸۶، رقم الحدیث: ۱۷۱۰، بیت الأفكار، انیس)



## نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا:

سوال: نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ مینو اتو جروا۔

الجواب

نماز باجماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے، دوسری زبان میں خلاف افضل ہے، لہذا اس کی عادت نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۵۸/۶)

## مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی و اخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم:

سوال: ایک خط دربارہ دعا اندرون نماز ایک صاحب کے پاس ایک عالم کے یہاں سے آیا ہے، جو ہر شیعہ عریضہ ہذا ارسال خدمت کرتا ہوں، چونکہ مجھ کو اس کے مضمون میں شک ہے، لہذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ سوالات ذیل کے جواب باصواب سے معزز فرمایا جاوے، فرض یا سنت نماز میں سجدہ، یا کسی دوسرے رکن میں عربی، یا کسی دوسری زبان میں کوئی دعا غیر منقول دنیا و آخرت کے لیے مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟ دوران نماز میں مطلقاً کوئی دعا مفسد نماز ہے، یا نہیں؟ خاص کر سجدہ میں بعد تسبیح (اس خط کی نقل یہ ہے) سجدہ میں دعا کرنے کے متعلق صاف حدیثیں ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ تسبیح کے علاوہ یہ ہیں اور تسبیح مقدم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب السجود میں ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول في سجوده: "اللهم اغفر لي ذنبي كله دقء وجله وأوله وآخره وعلانيته وسره". (رواه مسلم) (۱)

اور مسلم میں ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء". (۲)

یہاں سجدوں میں خصوصیت سے کثرت دعا کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی حدیث ہیں، مگر یہ دو کافی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے کہ دعا سجدہ میں علاوہ تسبیحات ماثورہ کے مانگتے تھے اور یہ حکم بھی ہے کہ دعا سجدہ میں بہت مانگا کرو، جب دعا کا حکم ہے تو جس زبان میں انسان چاہے مانگے، ایک شخص عربی نہیں جانتا تو وہ اپنی زبان میں ہی دعا مانگ کر اس حکم کو پورا کر سکتا ہے، مسلمانوں کی نمازیں اسی لیے بے اثر ہو گئی ہیں کہ نماز میں اور بالخصوص سجدوں میں کثرت دعا سے کام نہیں لیتے، آہ۔

(۱) مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب السجود/الصحيح لمسلم، باب ما يقال في الركوع والسجود (ح: ۴۸۳) انیس

(۲) الصحيح لمسلم، باب ما يقال في الركوع والسجود (ح: ۴۸۲) انیس

الجواب ————— ومنه الصدق والصواب

اولاً مقدمات ذیل معروض ہیں مع ان کے دلائل کے:

(۱) دعا کا اطلاق حمد پر بھی آیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أفضل الذكر: لا إله إلا الله، وأفضل الدعاء: الحمد لله“۔ (رواه الترمذی وابن ماجہ) (مشکاۃ: ۱/۹۲۱) (۱)

(۲) اصل نماز فرض میں جماعت ہے واصل جماعت میں تخفیف ہے۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إذا صلى أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم السقيم والضعيف والكبير، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ما شاء“۔ (متفق عليه) (مشکاۃ: ۱/۹۳۱) (۲)

(۳) تطویل صلوٰۃ وادعیہ طویلہ بقرینہ مقدمہ: ۲ نوافل کے ساتھ مخصوص ہے۔

ويؤيده ماروي عن محمد بن مسلمة قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام يصلي تطوعاً، قال: ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ (إلى قوله) اللهم أنت الملك، لا إله إلا أنت، سبحانك وبحمدك ثم يقرأ۔ (رواه النسائي) (مشکاۃ: ۱/۷۰۱) (۳)

(۴) اصل اور سنت مستمرہ رکوع اور سجود میں تسبیح ہے۔

عن حذيفة رضي الله تعالى عنه أنه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم فكان يقول في ركوعه: ”سبحان ربي العظيم“ وفي سجوده ”سبحان ربي الأعلى“۔ (الحديث رواه الترمذی وأبو داود والدارمی والنسائي وابن ماجہ) (مشکاۃ: ۱/۷۵۱) (۴)

(۱) کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتمحید والتهلیل والتکبیر، رقم الحديث: ۲۳۰۶/سنن الترمذی،

کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ص: ۵۳۵، رقم الحديث: ۳۳۸۳، بیت الأفكار/سنن ابن

ماجة، کتاب الأدب، باب فضل الحامدين، ص: ۴۰۶، رقم الحديث: ۳۸۰۰، بیت الأفكار، انیس)

(۲) کتاب الصلاة، باب ما على الإمام، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۳۱/صحیح البخاری، کتاب الأذان،

باب: إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، ص: ۱۴۹، رقم الحديث: ۷۰۳، بیت الأفكار/الصحیح لمسلم، کتاب

الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، رقم الحديث: ۴۶۷، ص: ۱۹۵، بیت الأفكار، انیس)

(۳) کتاب الصلاة، باب ما يقرأ بعد التكبير، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۸۲۱/سنن النسائي، نوع آخر من

الذكر والدعاء بين التكبير (ح: ۸۹۸) انیس

(۴) کتاب الصلاة، باب الركوع، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۸۸۱/سنن لدارمی، باب ما يقال في الركوع (ح:

۱۳۴۵/سنن ابن ماجہ، باب التسبیح في الركوع والسجود (ح: ۸۸۸)/سنن الترمذی، باب ما جاء في التسبیح في

الركوع (ح: ۲۶۲)/سنن أبي داود، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده (ح: ۸۷۱) انیس

(۵) اصل محل دعا کا نماز میں قعدہ کی حالت ہے بعد درود شریف کے۔

عن فضالة بن عبيد، قال: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد إذ دخل رجل فصلى، فقال: "اللهم اغفر لي وارحمني" فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصل علىّ، ثم ادعه"، قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله صلى الله عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: "أيها المصلي! ادع تجب". (رواه الترمذی وروی أبو داؤد والنسائی نحوه) (مشكاة: ۷۸۱/۱) (۱)

ان مقدمات میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریضہ کے سجدہ میں دعا کی عادت کرنا خلاف قواعد سنت ہے، کئی وجہ سے، اول وہ موجب ہے تطویل صلوٰۃ کو، جو فریضہ میں حالت جماعت میں ناپسند ہے اور ترک جماعت خود ناپسند ہے، خصوص جب کہ دعا کے اس ادب کو بھی ملحوظ رکھا جاوے، جس کا اہتمام وارد ہے کہ اس کے قبل درود شریف بھی ہو، یہ سب مل کر تو بہت ہی تطویل ہو جاوے گی، دوسرے تغیر ہے محل دعا کی کہ حالت قعود کی ہے، تیسرے عدول ہے، اصل وظیفہ سجود سے کہ اکتفا ہے تسبیح پر، جیسا ظاہر نصوص کا مقتضا ہے اور سنن مؤکدہ میں بہت احکام میں مشابہ فرض کے ہیں تو اس میں بھی احتیاط اس کے ساتھ ملحق کہی جاویں گی، پس جن احادیث میں دعا فی السجود وارد ہے، یا تو محمول ہے فعل احیاناً پر اور یا نوافل پر اور بعض محمول ہو سکتی ہیں مطلق حمد و ثنا و تسبیح پر؛ تا کہ نصوص و روایات اور ان کے مقتضیات و قواعد میں تعارض نہ ہو تو یہ گفتگو تھی مطلق دعا میں، اب خصوصیت سے باقی رہی بحث دعا بغیر العربیۃ فی الصلوٰۃ کی، سو فقہانے اس سے مع نقل اثر کے تعرض کیا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

”ودعا بالعربیۃ و حرم بغیرھا“، نہر. (الدر المختار)  
رد المحتار میں ہے:

قال فی غرر الأفكار شرح درر البحار فی هذه المحل: وكره الدعاء بالعجمية؛ لأن عمر نهى عن رطانة الأعاجم، آه (إلى قوله) ولا يبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهاً تحريماً في الصلاة وتنزيهاً خارجاً عنها. (۵۴۳/۱) (۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر غیر زبان عربی میں دعا کرنا، یا حرام ہے، یا مکروہ تحریمی اور حضرت عمر رضی

(۱) کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۹۳۱ / جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات عن النبي صلى الله عليه وسلم، باب بلا ترجمه. رقم الحديث: ۳۴۷۵، ص: ۵۴۸، بیت الأفكار / سنن النسائی، باب التحمید والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

(ح: ۱۲۸۴) / سنن أبي داؤد، باب الدعاء (ح: ۱۴۸۱) انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فی الدعاء لغیر العربیۃ، انیس

اللہ عنہ کا اثر اسی پر محمول ہے اور نیز یہ وجہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عجمی کو اس کی اجازت نہیں دی اور رہا یہ کہ بے سمجھے دعائیں حضور نہ ہوگا، سو ایسی مختصر دعاؤں کا جو کہ نماز میں اپنے محل پر پڑھی جاتی ہیں، کسی سے پوچھ کر ترجمہ، یا اس کا حاصل معلوم کر لینا اور اس کا استحضار کرنا، دشوار ہے، ورنہ اسی عذر سے شدہ شدہ بجائے قرآن مجید کے اس کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی رائے دی جانے لگے گی۔

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ (تمتہ راجعہ: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۱۲/۱-۳۱۵)

کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے:

سوال: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث، بحوالہ بیان کریں؟

الجواب

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں، البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے؛ اس لیے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشادات نبوی کے عین مطابق ہے، مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳)

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا:

سوال: کیا دعا کے وقت منہ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

صلوۃ استسقاء کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے، اس کو ابہتال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۷)

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يرفع يديه في شيء من دعاءه إلا في الاستسقاء وإنه يرفع حتى يرى بياض إبطيه. (صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب: رفع الإمام يده في الاستسقاء: ۴۰/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۱۰۳۱، أنيس)

”ظاہرہ نفی الرفع فی کل دعاء غیر الاستسقاء، و هو معارض بالأحاديث الثابتة بالرفع في غير الاستسقاء، وقد تقدم أنها كثيرة ...“

## دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہئیں؟ بعض کندھوں تک بتاتے ہیں اور بعض سینے تک، صحیح طریقہ کیا ہے؟ مینواتو جروا۔

الجواب: \_\_\_\_\_ باسم ملهم الصواب

دونوں طرح درست ہے۔

قال شارح التنوير رحمه الله تعالى: (فيسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء. وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: كذا روى عن ابن عباس رضى الله عنهما من فعل النبي صلى الله عليه وسلم، قنية عن تفسير السمان. (رد المحتار: ٤٧٤/١) (١) وفي المراقى: رافعى أيديهم حذاء الصدر، وبطونها مما يلي الوجه. قال الطحطاوى رحمه الله تعالى: الذى فى الحصن الحصين وشرحه أن يرفعهما حذاء منكبيه باسطاً كفيه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء، آه.

قال بعض الأفاضل: ولا منافاة بينهما؛ لأن المراد أن لا يجعل بطونهما جهة الأرض والتفاوت فى مقدار الرفع قليل كما يشير إليه ما فى أبى داؤد عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، قال: المسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيك، أو دونهما. (الطحطاوى على المراقى: ١٧٣) (٢) فقط والله تعالى أعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۵۷۳-۵۸)

== وذهب آخرون الى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النفى على صفة مخصوصة، إما الرفع البليغ فيدل عليه قوله: "حتى يرى بياض إبطيه" ويؤيده أن غالب الأحاديث التي وردت في رفع اليدين في الدعاء إنما المراد به مد اليدين، وبسطهما عند الدعاء، وكأنه عند الاستسقاء مع ذلك زاد رفعهما إلى جهة وجهه حتى حادثاه وبه حينئذ يرى بياض إبطيه. (فتح الباري، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده فى الاستسقاء: ٦٥٨/٢، قديمي) (شرح رقم الحديث: ١٠٣١، انيس)

عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن رسول الله تعالى عليه وسلم قال: "هذا الاخلاص يشير بإصبعه التى تلى الإبهام وهذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه، وهذا ابتهاج، فرفع يديه مدًا. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب فى بعض الآداب الدعاء: ١٧١/٣، إدارة القرآن كراچى)

عن أبى سعيد يقول: وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فجعل يدعو هكذا وجعل ظهر كفيه مما يلي وجهه ورفعهما فوق ثنودته وأسفل من منكبيه. (مسند الإمام أحمد، مسند أبى سعيد الخدرى (ح: ١١٨٠٦) انيس

(١) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصلى إذا أراد الشروع، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

(٢) فصل فى صفة الأذكار، انيس

## دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے:

سوال: کیا دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: \_\_\_\_\_ باسم ملهم الصواب

مستحب ہے۔ کما نقل الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ عن شرح الحصن الحصین۔ (الطحطاوی علی المراقی ص: ۱۷۳) (۱) فقط واللہ تعالیٰ أعلم

۱۱ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

## وقت دعا و دنوں ہاتھوں میں فصل:

سوال: دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دنوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہیے، یا دنوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

”والأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت“، آء. (الهندية: ۱۵/۳۱۸) (۲) فقط واللہ تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۷/۱۳۶۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۷ شعبان ۱۳۶۱ھ۔ صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۲۷ شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵/۷۱)

## دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے:

سوال: دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اور دنوں ہاتھ آپس میں ملا کر رکھے جائیں، یا کچھ فاصلے سے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امداد الفتاویٰ میں ملا کر رکھنا لکھنا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(۱) فصل فی صفة الأذکار، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندية، کتاب الکراهية، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، إلخ: ۳۱۸/۵، رشیدیة

”والرفع بحذاء أذنيه) كالتحريمه... (فيسبط يديه) حذاء صدره) نحو السماء)؛ لأنها قبله الدعاء، ويكون بينهما فرجة“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۷/۱، سعید)

الجواب \_\_\_\_\_ باسم ملهم الصواب

دعا میں ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

فی الباب الرابع من كراهية الهندية: والأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت ولا يضع إحدى يديه على الأخرى فإن كان في وقت عذراً أو برد شديداً فأشار المسبحة قام مقام بسط كفيه والمستحب أن يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صدره، كذا في الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۱، المطبعة الكبرى الأميرية بمصر (۱)

امداد الفتاویٰ میں ضم الکفین فقہ حنبلی کی کتاب شرح لمقنع سے نقل کیا ہے:

ونصه: وتكون يدها مضمومتين لما روى الطبراني في الكبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا دعا: ضم كفيه وجعل بطونهما يلي وجهه، وضعفه في المواهب. (۲)  
اس روایت کی بنا پر اگر کوئی ضم الکفین کی افضلیت کا قول کرے تو اس کی گنجائش ہے اور یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ ضم سے مراد تقریب ہے، جو فرجہ قلیلہ کے منافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۵۱/۳-۵۲)

### سوال مثل بالا:

سوال: کیا دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے، یا کشادہ رکھا جائے؟ اس سے متعلق مولانا محمد اجمل صاحب رسالہ آداب الدعاء میں فرماتے ہیں:  
”علامہ طحاوی النہر الفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وفي النهر: من فعل كفيته المستحبة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت. (۳)

(۱) كتاب الكراهة، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن، إلخ، انيس

(۲) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع السابع من عبادته: ۵۲۱/۳، المكتبة التوفيقية القاهرة. انيس  
عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دعا جعل باطن كفه إلى وجهه. (المعجم الكبير للطبراني، سعيد بن جبیر عن ابن عباس (ج: ۱۲۲۳۴) انيس)

عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الإخلاص هكذا ورفع إصبعاً واحدة من اليد اليمنى والإبتهال هكذا ومد يديه وجعل بطن الكف مما يلي الأرض والدعاء هكذا وجعل يديه بطونهما مما يلي السماء. (الدعاء للطبراني، باب رفع اليدين على المنبر في الاستسقاء (ج: ۲۱۷۸) انيس)

(۳) المستحب أنه يرفع يديه عند الدعاء نحو إبطيه باسطاً كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت. (النهر الفائق، فرع: ۲۱۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

اور اس کے آگے علامہ موصوف حسن حصین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ!

دعا کے آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے اور انگلیوں کا رخ بجانب قبلہ ہونا چاہیے۔

وفی شرح الحصن والظاهر أن من الأدب أيضاً ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة.

اور آگے فرماتے ہیں کہ باہم ملانا افضل اور بہتر ہے اور اگر معمولی کشادگی رکھی جائے تو بھی جائز ہے اور امام شعرانی

لوائح الانوار، ص: ۲۹ پر فرماتے ہیں:

”آسمان کی طرف دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ دربار خداوندی سے معنوی عطیات حاصل کرنے

کے لیے ہاتھ ایک ذریعہ ہے، پس دونوں کو باہم اس قدر ضم کیا جائے، جس طرح پانی پینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو

باہم ملاتا ہے۔“ (رسالہ آداب الدعاء، ص: ۴۰)

اس کے بعد ناکارہ نے بعض کتب حدیث دیکھیں، مرقاة میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الدعوات کی فصل

ثالث میں حدیث: ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه يقول ان رفعكم أيديكم“ الخ کے ذیل میں یہ

حدیث نقل فرماتے ہیں:

وقد ورد أنه صلى الله عليه وسلم في الدعاء يوم عرفة جمع بين كفيه وجعلهما مقابل صدره

كاستطعام المسكين. (مرقاة المصابيح: ۴۷/۵) (۱)

لیکن اس کی کوئی سند نہیں لکھی، احقر نے مجمع الزوائد دیکھی تو اس میں حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد حافظ نور الدین

رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

رواه الطبرانی في الأوسط وفيه الحسين بن عبد الله بن عبيد الله وهو ضعيف. (۳)

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاة، ج: ۵، ص: ۴۲ پر فرماتے ہیں:

إنّ الضعيف حجة في الفضائل اتفاقاً، آه. (۳)

نیز حسب ذیل احادیث سے بھی ضم یدین عند الدعاء کی تائید ہوتی ہے:

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه بعرفة

يدعوف قال أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم هذا لا يتهاون ثم خاضت الناقة ففتح إحدى يديه

فأخذها وهو رافع الأخرى، رواه البزار والطبرانی في الأوسط بنحوه إلا أنه: قال فرفع يديه فسقط

(۱) مرقاه المصابيح، کتاب الدعوات: ۵۳۷/۴، دار الفکر بیروت. انیس

(۲) مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الإشارة فی الدعاء ورفع الیدین: ۱۰/۶۸، مكتبة القدسي القاهرة. انیس

(۳) مرقاه المصابيح، کتاب الدعوات: ۵۳۲/۴، دار الفکر بیروت. انیس



زمَام الناقَة فتناوله ورفع يديه وزاد هذا الابتهاال والتضرّع ورجال البزار رجال الصحيح غير أحمد بن يحيى الصّوفى وهو ثقة ولكن الأعمش لم يسمع من أنس رضى الله تعالى عنه. (مجمع الزوائد: ۱۶۹/۱۰) (۱)

”و عن سلمان رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما رفع قوم أكفهم إلى الله عز وجل يسئلونه شيئاً إلا كان حقاً على الله أن يضع فى أيديهم الذى سألوا“. قلت: له حديث فى السنن غير هذا رواه الطبرانى و رجاله رجال الصحيح. (خواله بال) (۲) اور وہ تمام احادیث بھی ضم یدین کی مؤید ہیں جن میں مسح یدین علی الوجہ بعد الدعاء اور نزول برکات سماویہ و انوار الہیہ کا ذکر ہے۔

نیز عقلاً بھی احقر کو ضم یدین میں تواضع و انکساری محسوس ہوتی ہے، اس کے برخلاف فرجہ بین الیدین میں تکلف معلوم ہوتا ہے، نیز فرجہ بین الیدین کی تائید میں احقر کو ابھی تک کوئی حدیث نہیں ملی۔ امید ہے کہ حضرت والا اپنے محاکمہ اور تحقیق انیق سے احقر کو مطلع فرمائیں گے؟ بڑا کرم و احسان ہوگا۔ (جزاکم اللہ أحسن الجزاء)

الجواب ————— باسم ملهم الصّواب

رسالہ آداب الدعاء میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ حاشیہ درمیں ہے، یا کہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں: اس لیے دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑا، طحاوی علی الدر المختار میں تو کوئی ایسی عبارت دستیاب نہیں ہوئی، البتہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں موجود ہے؛ مگر اس کے کسی جز سے بھی بوقت دعا ضم الیدین کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کے برعکس فرجہ بین الیدین کے استحباب کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وفى النهر: من فعل كيفيته المستحبة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت: وأن لا يضع إحدى يديه على الأرض، فإن كان لا يقدر على رفع يديه لعذر، أو برد فأشار بالمسحة أجزأه. لكن فى شرح الحصن الحصين، والظاهر أن من الأدب أيضاً ضمّ الیدین وتوجيه أصابعهما نحو القبلة. وفى شرح المشكوة، ورد أنه صلى الله عليه وسلم يوم عرفة جمع بين كفيه فى الدعاء

(۱) مجمع الزوائد، باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع الیدین: ۱۶۹/۱۰، مكتبة القدسي القاهرة، مسند بزار، حدیث رجل من مزینة (ج: ۷۵۵۸) میں ”ثم حاصت الناقَة“ ہے، انیس

(۲) كذا فى المعجم الكبير، سعيد الجريرى عن أبى عثمان عن سلمان (ج: ۲۱۳۲) / الملخصيات من الثانى عشر (ج: ۲۸۱۵) انیس

وإن أريد بالضمّ في الكلام القرب التام لا ينافي وجود الفرجة القليلة، وأما قوله: جمع بين كفيه لا ينافيه أيضاً لأن المعنى جمع بينهما في الرفع ولا يفرد أحدهما به. (الطحاوی علی المراقی: ۱۷۳) (۱)

رسالہ آداب الدعاء کی عبارت میں دوسرا تسامح یہ ہوا ہے کہ ضم الیدین کے استحباب کو حصن حصین کی طرف منسوب کیا ہے، حالاں کہ یہ عبارت حصن حصین کی نہیں؛ بلکہ شرح الحصن کی ہے، ممکن ہے کہ یہ نسخ کا سہو، یا کاتب کی غلطی ہو۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الحصن کی عبارت کو نہر کے جزئیہ سے تطبیق دینے کی جو صورت بیان فرمائی ہے، بندہ نے بعینہ یہی وجہ تطبیق مورخہ ۲۴ / جمادی الاولیٰ ۹۶ھ کے محررہ فتویٰ میں قنیه کے جزئیہ اور شرح المقنع کی عبارت میں تحریر کی تھی، فللہ الحمد علی توفیقہ لموافقة الأکابر۔

لوائح الانوار تلاش کی گئی، لطائف الممنن کے حاشیہ پر دستیاب ہوئی، مستقل نہیں ملی؛ اس لیے حوالہ میں لکھا ہوا صفحہ نمبر کارآمد نہ ہوا، سرسری تلاش سے عبارت مذکورہ دستیاب نہ ہوئی، اگر اعتماداً اس عبارت کا وجود لوائح الانوار میں تسلیم کر لیا جائے تو مؤلف کی طرف سے طحاوی کے جزئیہ کی طرح اس میں بھی عبارت کے فہم میں یا نقل میں تسامح کا احتمال ہے، علاوہ ازیں امام شعرانی شافعی ہیں؛ اس لیے ان کا قول احناف کے لیے حجت نہیں، ممکن ہے کہ عند الشوافع ضم الیدین افضل ہو، جیسا کہ شرح المقنع سے عند الحنابلہ بھی ضم الیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، احناف کی مندرجہ ذیل کتب میں استحباب فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۱) درمختار فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۲) قنیه کا جزئیہ شامیہ فصل تالیف الصلوٰۃ اور عالمگیریہ کتاب الکراہۃ میں مذکور ہے۔

(۳) شامیہ میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی پر اعتماد فرمایا ہے۔

(۴) عالمگیریہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(۵) النہر الفائق کی عبارت اوپر طحاوی کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

(۶) علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہر کے جزئیہ کے خلاف شرح المشکوٰۃ کی روایت اور شرح الحصن کی

عبارت ذکر فرمانے کے باوجود نہر کے جزئیہ کو ترجیح دی ہے۔

(۷) حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے حاشیہ میں حصن حصین کی شرح الحرز

الشمین لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقات اس قدر کثرت سے لائے ہیں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الحرز الشمین کو بالاستیعاب نقل فرمایا ہے، مع ہذا اس موقع پر الحرز الشمین کی عبارت کی بجائے قنیه کا جزئیہ ذکر فرمایا ہے، جس میں فرجہ کا استحباب مذکور ہے۔

یہاں کتب فقہ کا استقرار نہیں کیا گیا، ممکن ہے اور بھی کئی کتب میں یہ حکم موجود ہو۔

طحطاوی نے شرح المشکوٰۃ سے جو روایت نقل کی ہے یہ بعینہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکور ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں شرح المشکوٰۃ سے مرقاۃ اور شرح الحصن الحصین سے الحرز الثمین مراد ہے، الحرز الثمین دستیاب نہ ہو سکی، اگر واقعہً اس میں ضم الیدین مذکور ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے صرف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں ضم الیدین کا ذکر ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی تاویل ”القرب التام“ کر کے اختلاف عبارت کو رفع فرما دیا ہے، بالفرض شرح الحصن کی عبارت کو اس کے ظاہر ہی پر رکھا جائے تو اس سے احناف میں سے صرف ایک فرد کا تفرّد ثابت ہوگا، بہر حال شرح الحصن کی عبارت، یا مؤول عن الظاہر ہے، یا اس میں تفرّد ہے؛ اسی لیے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے حصن حصین کے حاشیہ میں اس کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا۔

### رجوع الی الحدیث:

رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں، مع ہذا برائے تسکین خاطر خام بقدر ضرورت تحریر ہے:

### (۱) شرح المشکوٰۃ کی روایت:

اس کا جواب علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے اوپر نقل کیا جا چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب محض تاویل ہی نہیں؛ بلکہ متبادر مطلب یہی ہے؛ اس لیے کہ سوال کے لیے ایک ہاتھ پھیلائے اور ایک ہاتھ سے اخذ عطاء معمول ہے، اس کے پیش نظر دعائیں بھی اس کا مظنہ تھا، اس کو رفع کرنے کی غرض سے ”جمع بین کفّیہ“ کے الفاظ لائے گئے، چنانچہ انہی الفاظ کی بنا پر حضرات فقہار رحمہم اللہ تعالیٰ نے کراہت افرادید کا فتویٰ دیا ہے۔ کما قدمناہ عن العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ عن النہر۔

مرقاۃ کے الفاظ ”کاستطعام المسکین“ (۱) کی شرح عنقریب آرہی ہے۔

### (۲) روایۃ البزار والطبرانی عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ نے اس روایت میں ”ففتح إحدى یدیہ“ سے استدلال کیا ہے، حالاں کہ یہ الفاظ شرح المشکوٰۃ کی روایت میں تاویل مذکور کی تائید کر رہے ہیں، الفاظ مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی مہار تھامنے کے لیے ایک ہاتھ بڑھایا اور دوسرا ہاتھ دعا کے لیے بدستور اٹھا رہا، اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں اصل یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، اکتفاء علی الواحد بحالت عذر ہے، لہذا ”جمع بین کفّیہ“ میں جمع فی الرفع مراد ہونا ظاہر ہے۔

(۳) فی روایۃ الطبرانی عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان حقاً علی اللہ أن یضع فی أیدیہم ماسألوا، و دیگر احادیث متعلقہ مسح الیدین علی الوجہ بعد الدعاء و نزول برکات السماویہ و الانوار الالہیہ۔  
ان احادیث میں ضم الیدین کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، وضع فی الیدین کنایہ ہے اعطاء سے، اسی طرح دفع الیدین کا استطعام الطعام اور مسح علی الوجہ سے صرف تمثیل مقصود ہے، امور ذیل پر غور کرنے سے اس حقیقت کے سمجھنے میں مزید سہولت ہوگی۔

(۱) دعا بلا رفع الیدین کی صورت میں بھی یقیناً برکات و انوار عطا ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ صرف ہاتھوں ہی میں دیتے ہیں تو اس حالت میں ظرف ہی موجود نہیں۔

(۲) ہاتھوں کا ظرف ان کی عطا کی بہ نسبت بہت چھوٹا ہے، بالخصوص جس کے ہاتھ بھی چھوٹے ہوں، وہ تو بہت ہی خسارہ میں رہے گا۔

(۳) بوقت دعا ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہنا چاہیے، اس حالت میں ہتھیلیاں تقریباً سیدھی رہیں گی؛ اس لیے ظرف میں امساک طعام کی صلاحیت بہت کم ہو جائیگی، بالخصوص جب کہ مظروف سیال ہو، کما زعم الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ، گویا ظرف کا صرف تلا موجود ہے، دیواریں نہیں۔

(۴) دعا شروع کرنے کے بعد ہاتھوں کا ظرف تو فوراً ہی پر ہو جائے گا؛ اس لیے فوراً ہی منہ پرل لینا چاہیے، ورنہ ہاتھ بھر جانے کے بعد مظروف گرنے لگے گا؛ بلکہ مظروف سیال ہے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ ویسے ہی ہاتھوں سے بہہ جائے گا۔

اپنا ایک قصہ یاد آگیا، ایک بار مجھے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا، میں نے دیکھا کہ میت کی چار پائی پر سے چادر زمین تک لٹکا کر چار پائی کے نیچے کا خلا بند کر دیا گیا ہے، میں نے وجہ دریافت کی تو اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ دعا چار پائی کے نیچے سے نہ نکل جائے۔

ان امور پر توجہ کرنے سے یہ امر خوب واضح ہو گیا کہ رب کریم کی عطاء صرف ہاتھوں کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی ان کے ید سحاء اللیل والنہار اور ”یدادہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء“ کی شان کے یہ لائق ہے کہ وہ صرف سائل کے ہاتھوں کے ظرف کے برابر ہی عطا کریں، لہذا رفع الیدین سے مقصد صرف تشبہ بالسائل ہے، نہ کہ عطا کی حفاظت۔

بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ہاتھوں سے عطائی کی حفاظت مقصود ہے تو عطاء کثیر کے؛ یعنی اور اٹھانے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کے درمیان لازماً فرجہ رکھنا پڑتا ہے؛ اس لیے کہ عطاء کثیر اگر سیال یا جامد فہیت ہے تو وہ کسی بڑے برتن میں ڈال کر دی جائے گی اور اگر جامد غیر فہیت ہے، مثلاً: بکر، مسلم وغیرہ تو اس کا حجم کافی بڑا ہوگا، دونوں صورتوں

میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنا پڑے گا، ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونے پر جو اشکال تھا، اس صورت میں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ بڑے حجم کی چیز کو اٹھاتے وقت ہاتھوں کو چلو نہیں بنایا جاتا؛ بلکہ ہاتھ تختی کی طرح سیدھے رہتے ہیں، یہ سب کچھ آپ کے زعم کے مطابق لکھ دیا ہے، ورنہ حقیقت وہی ہے کہ ہاتھوں سے عطا کی حفاظت مقصود ہی نہیں۔

فرجہ بین الیدین سے متعلق ممکن ہے کہ حضرات فقہار رحمہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی صریح حدیث ہو، ورنہ کم از کم کسی حدیث سے استنباط تو ضرور کیا ہوگا، ان حضرات کے فیصلے ہوائی تیر نہیں ہوتے۔

حاصل یہ کہ بوقت دعا فرجہ بین الیدین مستحب ہے اور ضم الیدین کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرہ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۲۳-۵۷)

### دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف رکھی جائیں، یا اوپر آسمان کی طرف صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: \_\_\_\_\_ باسم ملہم الصواب

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے۔

قال العلّاء رحمہ اللہ تعالیٰ: (فیسط یدیہ) حذاء صدرہ (نحو السماء)؛ لأنها قبلۃ الدعاء ویكون بينهما فرجة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۷۴/۱) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۷/۳)

### دعا کے لیے لائٹ بند کرنا:

سوال: مسجد میں رات کو تارکی کر کے اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟ یہ عمل شیعوں کے شام غریباں کے مماثل تو نہیں؟

\_\_\_\_\_ هو المصوب

مذکور عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں، یہ عمل مہمل ہے اور اس کو لازم سمجھنا غلط ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۷/۳)

### اعمال کے وسیلہ سے دعا:

سوال: میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعا کی: ”اے اللہ! اگر میں نے یا میرے

بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو، جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے۔ کیا میرے یہ دعائیہ الفاظ درست ہیں؟

(ثمینہ نسرین، گلبرگہ)

الجواب

دعا میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے، (۱) یہاں تک کہ جو علما وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں؛ اس لیے آپ کے کلمات دعا درست ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۹۴)

### ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا:

سوال: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہدایت سے نواز دے، میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے سو فیصد راضی ہو جائیں، اور میرے ذمے جو فرائض اور حقوق ہیں، ان کی ادائیگی کر سکوں، کیا یہ دعا مانگنا صحیح ہے؟

الجواب

بس یہ دعا کافی ہے کہ یا اللہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور مجھ سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہوں، انہیں محض اپنے فضل اور احسان سے معاف فرما، اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۱۷)

### درازی عمر کی دعا:

سوال: کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ ”اللہ پاک تیری عمر دراز کرے“ تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا، کیوں کہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

حقیقہً اگرچہ عمر میں درازی نہ ہو؛ لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ لینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درازی عمر

ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۱۷)

(۱) احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعا کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۷۴، عن ابن عمر، باب إجابة دعاء من برّ والدیہ .

(۲) وذلك فيما رواه ابن سعد ياسناد صحيح عنه عن أنس رضي الله تعالى عنه: قال ”اللهم أكثر ماله وولده، وأطل عمره، واغفر ذنبه“. (فتح الباری، کتاب الصوم، باب من زار قومًا فلم يفطر عندهم: ۲۸۶/۴، قدیمی) (ح: ۱۹۸۲، انیس)

عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قالت أم سليم وهي أم أنس خويّدُمك ألا تدعوله؟ فقال: اللهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته، واغفر له“. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب دعوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمه بطول

==

العمر و بکثرة ماله: ۱۵۱/۱، قدیمی) (ح: ۶۲۴۴، انیس)

## تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳ سال کی عمر ملے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً

اگر کسی شخص میں اتباع سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع، قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں؛ بلکہ ان شاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۳/۱/۱۳۸۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵/۷۱-۷۱۸)

== ”قوله أطال الله بقاءه: أى وجوده، والمراد الدعاء بالبركة في عمره لأن الأجل محتوم، وذكر ط عن الشرعة و شرعها ما يفيد كراهة الدعاء بذلك، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلاة والسلام دعا لخادمه أنس رضي الله تعالى عنه بدعوات منها: ”وأطال عمره“ ومذهب أهل السنة أن الدعاء ينفع وإن كان كل شيء بقدر.“ (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعيد)

(والحديث رواه ابن أبي شيبة في مصنفه، عامر بن عبد قيس (ح: ۳۵۱۱) ابن ماجة في سننه، باب في المكثرين (ح: ۴۱۳۳) وأبي يعلى الموصلي في مسنده، أبو عمران الجوني عن أنس (ح: ۴۲۳۶) انيس) (۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من تمسك بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد“. (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ۳۰، قديمي) (كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۱۷۶) / المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۵۴۱۴) / الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ما أمر من التمسك بالسنة والجماعة (ح: ۲۱۲) / أمالي ابن بشران: ۲۱۸، دار القطن الرياض، انيس)

ومنها الدعاء فإنني يفتح باباً عظيماً من المحاضرة ويجعل الإنقياد التام والاحتياج إلى رب العالمين في جميع الحالات بين عينيه وهو قوله صلى الله عليه وسلم: ”الدعاء مخ العبادة“، وهو شبح توجه النفس إلى المبدأ بصفة الطلب الذي هو السر في جلب الشيء المدعو إليه. (حجة الله البالغة، باب اسرار أنواع البر: ۱/۴۳، دار الجيل، انيس)

الدعاء عبادة وله أثر بالغ وفائدة عظيمة ولولا ذلك لم يأمرنا الحق عز وجل بالدعاء ولم يرغب النبي صلى الله عليه وسلم فيه فكم رفعت محنة بالدعاء وكم من مصيبة أو كارثة كشفها الله بالدعاء ... وكان من جملة أسباب النصر في بدر دعاء النبي صلى الله عليه وسلمو الدعاء سبب أكيد لغفران المعاصي ولرفع الدرجات ولجلب الخير ودفع الشر ... وذهب جمهور الفقهاء إلى جواز كل دعاء دنيوی وأخروی ولكن الدعاء بالمأثور أفضل من غيره.

(الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۰/۲۵۹-۲۶۲، دار السلاسل، انيس)

## نا جائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے:

سوال: دعا کی حد کیا ہے؟ خطبات موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے کر کے لکھا ہے، اس کی کیا حد ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

جس چیز کا آدمی کا حق نہ ہو، اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے، (۱) یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر تک دعا مانگنا منع ہے؛ بلکہ جب تک دل لگے، دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (۲)

شب و روز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵/۷۶-۷۷)

(۱) قال اللہ عز و جل: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

”عن أبي نعامة أن عبد الله بن مغفل رضى الله عنه سمع ابنه يقول: اللهم إني أسئلك القصر الأبيض عن يمين الجنة إذا دخلتها قال: أي بني اسأل الله الجنة وتعوذ به من النار، فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”إنه في هذه الأمة قوم يعتدون في الطهور والدعاء“. (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب الإسراف في الوضوء: ۱/۱۴، إمداد، ملتان)

ويحرم سؤال العافية مدى الدهر، أو خير الدين ودفع شرهما، أو مستحيلات العادية كنزول المائدة، قيل: والشرعية“. (الدر المختار)

”قوله: ويحرم سؤال العافية إلخ) فقال الثاني: من المحرم أن يسأل المستحيلات العادية، وليس نبياً ولاولياً في الحال، كسؤال الاستغناء عن التنفس في الهواء ليأمن الاختناق، أو العافية من المرض أبد الدهر لينفع بقواه وحواسه أبداً؛ إذ دلت العادة على استحالة ذلك“. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في الدعاء بغير العربية: ۲۲/۵۰، سعيد)

(۲) عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاءً من قلب غافل لاه“. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة بعد ماجاء جامع الدعوات: ۲/۸۶، سعيد)

”إعلم أن مقصود الدعاء هو حضور القلب كما سبق بيانه، والدلائل عليه أكثر من أن تحضر، والعلم به أوضح من أن يذكر“. (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالى، باب الحث على حضور القلب في الدعاء: ۹۲، دار البيان، بيروت)

(۳) تفصيل کے لیے دیکھئے! عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى / وكتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالى، أبواب الدعوات للترمذی رحمه الله من جامعه، كتاب الدعوات للبخارى من صحيحه.



## نماز پنجگانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ:

سوال: نماز پنجگانہ، جمعہ و عیدین سے فارغ ہو کر مسجد و مصلیٰ میں قیاماً اجتماعی شکل ”السلام علیکم یا اہل القبور“ یا ”السلام علیکم دار القوم المؤمنین“ پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے، حالاں کہ بعض جگہ مقبرہ مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلياً

یہ طریقہ ثابت نہیں، اس کو ترک کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۰۹/۵)

## دعائے سریانی:

سوال: دعائے سریانی ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلياً

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے، جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم ہوا؛ اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۲۵/۵)

## ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی دعا کا اثر:

سوال: ایک شخص صوم و صلاۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، توالی اور دیگر خرافات نذر و نیاز اولیاء کا قائل ہے تو اس کے لیے ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے، وہی صراط مستقیم ہے؟

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما

لیس منہ فہورد“ متفق علیہ. (مشکاۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۲۷، قدیمی)

قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: من أصر علی أمر مندوب، وجعلہ عزمًا، ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أمر علی بدعة أو منکر“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد) (رقم الحدیث: ۹۴۲: ۳۱/۳، رشیدیہ)

الجواب ————— حامداً و مصلياً

قبول دعا کے کچھ شرائط بھی ہیں: کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔  
ہدایت کے بھی درجات ہیں: نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی  
غیر مطلوب چیز کا ملنا، یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے۔  
الغرض!

کسی چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت، یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا  
رہنے والے ہیں، وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔ (۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۵-۲۳۷)

(۱) عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ممن أحد يدعو بدعاء إلا  
أتاه الله ما سأل أو كف عنه من السوء مثله، ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم". (جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ما جاء  
أن دعوة المسلم مستجابة: ۷۵/۲، سعید) (رقم الحديث: ۳۳۸۱، انیس)

قال: ومن شرائط الدعاء أن يكون مطعمه حلالاً. وكان يحيى بن معاذ الرازي رضى الله تعالى عنه  
يقول: كيف أدعوك وأنا عاص؟ وكيف لا أدعوك وأنت كريم؟... وقال الإمام أبو حامد الغزالي في الإحياء: آداب  
الدعاء عشرة: الأول: أن يترصد الأوقات الشريفة كيوم عرفة وشهر رمضان ويوم الجمعة والثالث الأخير من الليل  
ووقت الأسحار. الثاني: أن يغتنم الأحوال الشريفة كحالة السجود والتقاء الجيوش ونزول الغيث وإقامة الصلاة  
وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة ورفع اليدين ويمسح بهما وجهه في آخره. الرابع: خفض  
الصوت بين المخافة والجهر. الخامس: ألا يتكلف السجع وقد فسر به الاعتداء في الدعاء، والأولى أن يقتصر على  
الدعوات الماثورة، فما كل أحد يحسن الدعاء. فيخاف عليه الاعتداء... السادس: التضرع والخشوع والرهبة...  
السابع: أن يحزم بالطلب ويوقن بالإجابة ويصدق رجاءه فيها ودلائل كثيرة مشهورة... الثامن: أن يلح في الدعاء  
ويكرره ثلاثاً ولا يستبطئ الإجابة. التاسع: أن يفتح الدعاء بذكر الله... العاشر: وهو أهمها والأصل في الإجابة وهو التوبة  
ورد المظالم، والإقبال على الله تعالى.

(فصل) قال الغزالي: فإن قيل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لا مرد له؟ فأعلم أن من جملة القضاء رد البلاء  
بالدعاء، فالدعاء سبب لرد البلاء ووجود الرحمة، كما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من  
الأرض، فكما أن الترس يدفع السهم فيتدافعان، فكذلك الدعاء والبلاء، وليس من شرط الاعتراف بالقضاء  
ألا يحمل السلاح، وقد قال الله تعالى: ﴿وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾. (النساء: ۱۰۲) فقدر الله تعالى  
الأمر وقدر سببه. وفيه من الفوائد ما ذكرناه، وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهاية العبادة والمعرفة والله عز وجل  
أعلم. (كتاب الأذكار للنووي، جامع الدعوات، باب في آداب الدعاء، ص: ۴۸۹-۴۹۰، دار البيان، بيروت)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: إحياء علوم الدين للغزالي رحمه الله تعالى، (كتاب الأذكار والدعوات، آداب الدعاء  
وهي عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳)

## انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر:

سوال: دعا انبیاء کرام کی تاثیر کیا ہے؟

الجواب

اس بارے میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ واجب ہے، یا نہیں کہ انبیاء کرام کی دعا ضرور قبول کی جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب نہیں، والد ماجد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے حضور میں اس بارے میں بہت گفتگو ہوئی اور آخر میں ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو، یا اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہو، یا اس دعا کے لیے منشاء نبی کی نفس نبوت ہو تو ان صورتوں میں ضروری ہے کہ دعا قبول ہو، اگرچہ اس بارے میں زیادہ دعا کی جائے، ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہے اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ میں تطبیق ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۵)

## دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا:

سوال: جب لوگ دعا مانگ لیتے ہیں تو بعض لوگ اپنے سینے میں پھونک مارتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب

کوئی وظیفہ پڑھ کر پھونکتے ہوں گے اور یہ جائز ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۴)

(۱) عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "كان إذا اشتكى يقرأ في نفسه بالمعوذات وينفث فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وامسح عليه بيده رجاء بركتها. (سنن أبي داود: ۱۸۹/۲، باب كيف الرقي، رقم الحديث: ۲۹۰۵) (كتاب الطب) / مسند الإمام أحمد، مسند عائشة الصديقة (ح: ۲۴۷۲۸) / صحيح البخاري، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته (ح: ۴۴۳۹) / صحيح ابن حبان، ذكر قراءة عائشة المعوذتين على المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم (ح: ۶۵۹۰) انیس)

عن عثمان بن أبي العاص الثقفي قال: قدمت على رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبی وجع قد كاد يبطني فقال لي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اجعل يدك اليمنى عليه ثم قل: "بسم اللہ أعوذ بعزة اللہ وقدرته من شر ما أجد" سبع مرات، ففعلت ذلك، فشفاني اللہ. (مصنف ابن أبي شيبة، في المریض ما يرقى به وما يعوذ به (ح: ۲۳۵۸۳) / موطأ الإمام مالك، ت: عبد الباقي، باب التعوذ والرقية من المرض (ح: ۹) / موطأ الإمام محمد، باب الرقي (ح: ۸۷۸) / مسند الإمام أحمد، حديث عثمان بن أبي العاص الثقفي (ح: ۱۶۲۶۸) / سنن أبي داود، باب الرقي (ح: ۳۸۹۱) انیس)

عن عائشة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان ينفث في الرقية. (مصنف ابن أبي شيبة، من رخص في النفث في الرقية (ح: ۲۳۵۶۴) انیس)

## رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات

السؤال: بسم الله الرحمن الرحيم. ونحمده ونصلي على رسوله الكريم وبعد! فهذا بعض من أجزاء كتاب مسلك السادات إلى سبيل الدعوات الذي ألفه الفاضل الشيخ محمد علي بن المرحوم الشيخ حسين مفتي المالكية بمكة الحمية سابقاً في تحقيق أحكام الدعاء عمومًا واستحبابه أثر الصلوات للفظ ولأئمة المساجد والجماعات خصوصاً في عام الألف والثلاث مائة والاحدى والعشرين من الهجرة كما صرح في آخر الكتاب. لخصتها منه سداً لنكير بعض المتهورين وحكمهم بالبدعة عليه ولقبتها باستحباب الدعوات عقيب الصلوات نفع الله تعالى بها المسلمين وجعلها لي ذخراً ليوم الدين. وأنا أشرف على التهانوى عفى عنه وحررتها في أوائل رجب الأصم ١٣٥٤هـ من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية.

### دعا و نیاز بعد انواع نماز:

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد. یہ رسالہ ترجمہ ہے۔ رسالہ ”استحباب الدعوات عقيب الصلوات“ کا جس کو بقیۃ السلف حجة الخلف آیتہ من آیات اللہ من الذین اذا رؤوا ذکر اللہ مجدد الملة حکیم الأمة سیدی وسندی کھفی ومعتمدی حضرة مولانا اشرف علی التهانوی متعنا اللہ تعالیٰ سائر المسلمین بطول بقاءہ بالخیر نے مفتی مالکیہ علامہ شیخ محمد علی بک کی رسالہ ”مسلك السادات“ سے انتخاب و تلخیص کر کے تالیف فرمایا ہے، مگر مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے حسب ایماء حضرت والا اس کا اردو ترجمہ نفع عوام کے لیے لکھ دیا۔ ترجمہ میں بغرض سہولت عوام تحت اللفظ کی رعایت چھوڑ کر خلاصہ مطلب لیا گیا ہے، حق تعالیٰ اس کو بھی مسلمانوں کے لیے مفید اور سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنادے۔ واللہ ولی التوفیق وهو حسبی ونعم الوکیل

بسم الله الرحمن الرحيم. ونحمده ونصلي على رسوله الكريم

بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ یہ رسالہ ”کتاب مسلك السادات إلى سبيل الدعوات“ کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مکرّمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر مفسر و اورام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے۔

میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بے باک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام ”استحباب الدعوات عقيب الصلوات“ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع دے اور میرے لیے اس کو رور قیامت کے واسطے ذخیرہ بنادے اور میرا نام اثر علی تھانوی ہے، اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میں نے یہ رسالہ اوائل رجب ۱۳۵۴ھ میں تحریر کیا ہے۔ وصلي الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه أجمعين ألف ألف سلام وتحية.

الجزء الأول: روى الحافظ أبو بكر أحمد بن اسحاق المعروف بابن السني في كتابه عمل اليوم والليلة: حدثنا أحمد بن الحسن حدثنا أبو اسحاق يعقوب بن خالد بن يزيد البالسي حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن القرشي عن خفيف عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ما من عبد يبسط كفيه في دبر كل صلاة يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر وتعصمني في ديني فإني مبتلى وتنانني برحمتك فإني مذنب وتنفي عني الفقير فإني متمسك بالإمكان حقاً على الله أن لا يرد يديه خائبتين.

وفى إسناده عبد العزيز بن عبد الرحمن، فيه مقال وصرح في ميزان الاعتدال وغيره بأنه حديث ضعيف؛ لكنه يعمل به في الفضائل كما عرفت. ويقويه ما أخرجه الحافظ أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه عن الأسود العامري عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث)

ولا يخفى أن أئمة الحديث ذكروا أن رواية الضعيف مع الضعيف توجب الارتفاع من درجة السقوط إلى درجة الاعتبار.

پہلا جز (امام نسائی کے شاگرد) ابن سنی نے اپنی کتاب "عمل اليوم والليلة" میں اسناد مندرجہ متن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب کوئی اللہ کا بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے، تو حق تعالیٰ اپنے ذمہ لازم کر لیتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کو محروم کر کے نہ لوٹائیں (بلکہ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں اور ترجمہ دعا کا یہ ہے:)

"یا اللہ میرے معبود اور حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے معبود اور جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما، اس لیے کہ میں مضطر (مجبور) ہوں اور دین کے معاملہ میں میری حفاظت فرما، کیوں کہ بتلاء معاصی ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے اندر لے لیجئے، کیوں کہ میں گناہگار ہوں اور مجھ سے فقر و محتاجی کو دور کر دیجئے، کیوں کہ میں مسکین ہوں۔"

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عبد العزیز بن عبد الرحمن بھی ہیں، جن کے بارہ میں علما کو کلام (اختلاف) ہے اور میزان الاعتدال وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے؛ لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاوے گا، جیسا کہ ہر اہل علم جانتا ہے اور اس حدیث کی تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بروایت اسود عامری عن ابیہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو جانب قبلہ سے ہٹ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی" (آگے دعا وہی ذکر کی ہے جو اوپر والی حدیث میں گزری)

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ائمہ حدیث نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ضعیف روایت کے ساتھ جب دوسری ضعیف روایت (اس کی موید) مل جاتی ہے تو وہ ساقط وغیرہ معتبر ہونے کے درجہ سے ترقی کر کے درجہ اعتبار و اعتماد پر پہنچ جاتی ہے۔

وقال الحافظ السيوطي في فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين في الدعاء: أخرج ابن أبي شيبة قال: حدثنا محمد يحيى الأسلمي (هكذا في الأصل) قال: رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلاً رافعاً يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته، رجاله ثقات، آه.

أفاده العلامة السيد محمد بن عبد الرحمن بن سليمان بن يحيى بن عمر بن مقبول الأهدل الزبيدي رحمه الله تعالى.

وفى المعيار: أخرج عبد الرزاق عن النبي صلى الله عليه وسلم أي الدعاء أسمع؛ أي أقرب إلى الاجابة؟ قال: شطر الليل الأخير وأدبار المكتوبة، وصححه عبد الحق وابن القطان. وذكر الإمام المحدث أبو الربيع في كتاب مصباح الظلام عن النبي عليه الصلاة والسلام أنه قال: من كانت له إلى الله حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة، آه.

الجزء الثاني: وروى ابن السنن أيضاً عن أبي أمامة ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: ”اللهم اغفر لي ذنوبي وخطاياي كلها اللهم أغثنى واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق إنه لا يهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت“.

اور حافظ (جلال الدين) سيوطي رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ”فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين في الدعاء“ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ محمد یحییٰ اسلمی سے نقل کیا ہے کہ ”میں نے ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کو اس طرح دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا، تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے“ اور سب راوی اس روایت کے ثقہ ہیں، اھ۔

یہ تحقیق علامہ سید محمد بن عبد الرحمن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر بن مقبول اہل زبیدی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

اور کتاب المعیار میں ہے کہ (امام حدیث) عبد الرزاق نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ (یعنی زیادہ قبولیت کے قریب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”آخری نصف رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد“۔ اس حدیث کو محدث عبد الحق اور ابن قنطار نے صحیح کہا ہے اور امام محدث ابو الربیع نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا ہو، تو نماز فرض کے بعد مانگے“ اھ۔

جزء دوم: امام ابن سنیؒ نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کبھی نماز فرض یا نفل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ! میرے سب گناہ اور خطائیں معاف فرما دیجئے، اے اللہ! میری مدد کیجئے اور میرا جبر نقصان کر دیجئے اور مجھے عمدہ اخلاق و اعمال کی طرف ہدایت فرمائیے، کیوں کہ اچھے اعمال و اخلاق کی طرف آپ کے سوا کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور نہ برے اعمال و اخلاق سے آپ کے سوا کوئی ہٹا سکتا ہے“۔

وروی النسائی وغيره: ”اللّٰهُمَّ اُصلِحْ لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجَد منك الجَد“.

وَأَبوداؤد: إذا انصرفت من المغرب فقل: ”اللّٰهُمَّ أجرنى من النار“ سبع مرات، إذا قلت ذلك ثم مت من ليلتك كتب لك جواز منها وإذا صليت الصبح فقل: كذلك، إن مت من يومك كتب لك جواز منها.

ف: قال الجامع: وحديث النسائی أخرجه فى كتاب الصلوة باب نوع اخر من الدعاء عند الإنصراف من الصلاة وتمامه: عن عطاء بن مروان عن أبيه أن كعباً حلف له باللّٰه الذى فلق البحر لموسىٰ إننا لنجد فى التوراة أن داؤد نبى الله صلى الله عليه وسلم كان إذا انصرف من صلاته قال: ”اللّٰهُمَّ اُصلِحْ لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى“.

”اللّٰهُمَّ انى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجَد منك الجَد“.

قال: وحديثى كعب أن صهيياً حدثه أن محمداً صلى الله عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من صلاته.

قال الجامع: وأخرج الحاكم فى باب الدعاء بعد الصلوة عن معاذ بن جبل أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيدى يوماً ثم قال: ”يا معاذ! واللّٰه إنى لأحبك“. فقال معاذ: بأبى أنت وأمى يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وأنا واللّٰه أحبك.

اور امام نسائی (اصل رسالہ میں چونکہ نسائی کی حدیث نا تمام لکھی تھی، جس کو تلخیص میں بعنوان فائدہ مکمل لکھا گیا ہے، اس لیے ترجمہ میں مکمل حدیث کا ترجمہ لے لیا گیا ہے، پھر اصل رسالہ میں جس قدر جزو لیا گیا ہے، اس کے ترجمہ کی حاجت نہ رہی۔ منہ) نے حضرت کعب (احبار) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ”قسم ہے اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو شق کر دیا تھا، کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے ”اے اللہ! میرے دین کو درست فرما دے، جس کو آپ نے میرے لیے پناہ بنایا ہے اور میری دنیا کو درست کر دیجئے، جس میں آپ نے میرا گزارہ کیا ہے، یا اللہ میں آپ کے غصہ سے آپ کی رضا کے ساتھ پناہ لیتا ہوں اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور میں آپ سے آپ ہی کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روکیں اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور آپ کے مقابلہ میں کسی کو شش کرنے والے کی کوشش نہیں چلتی۔“

راوی کہتا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور تلخیص رسالہ میں بضمن فائدہ متدرک حاکم باب الدعاء بعد الصلوة سے اس روایت کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ خدا کی قسم میں تم سے محبت رکھتا ہوں، معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔“

فقال: ”أوصيك يا معاذ لاتدعن في دبر كل صلاة أن تقول ”اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك“۔ قال: وأوصني بذلك معاذ الصنابحي وأوصني الصنابحي أبا عبد الرحمن الجبلي وأوصني أبو عبد الرحمن عقبة بن مسلم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔ (وقال الذهبي في التلخيص على شرطهما) (مستدرک: ۱/۲۷۳)

الجزء الثالث: اعلم أنه لا خلاف بأن المذاهب الأربعة في ندب الدعاء سرًا للإمام وأجاز المالكية والشافعية جهرًا الإمام به لتعليم المأمومين أو تأمينهم على دعائه۔

فأما نصوص المالكية ففي المعيار: قال ابن عرفة: مضى عمل من يقتدى به في العلم والدين من الأئمة على الدعاء بأثر لذكر الوارد أثر تمام الصلوة وما سمعت من ينكره إلا جاهل غير مقتدى به ورحم الله بعض الأندلسيين فإنه لما انتهى إليه ذلك ألف جزء ردًا على منكره، آه۔

وفي نوازل الصلاة منه أيضًا: من الأمور التي هي كالمعلوم بالضرورة استمرار عمل الأئمة في جميع الأقطار على الدعاء أدبار الصلوات في مساجد الجماعات واستصحاب الحال حجة واجتماع الناس عليه في المشارق والمغارب منذ الأزمنة المتقدمة من غير نكير إلى هذه المدة من الأدلة على جوازه واستحسان الأخذ به وتأكده عند علماء الملة، آه باختصار۔

پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو بھی نہ چھوڑنا۔ (دعا یہ ہے) ”یا اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد فرما“۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاذؓ نے یہی وصیت صنابحی کو فرمائی اور صنابحی نے ابو عبد الرحمنؓ کو اور ابو عبد الرحمنؓ نے عقبہ بن مسلمؓ کو، حاکم نے اس حدیث کو علی شرط البخاری و مسلم صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو تسلیم کیا ہے (تمت الفائدة) اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھو، یا اللہ مجھے آگ سے نجات دیجئے“ اگر تم نے یہ دعا پڑھ لی اور پھر اسی رات میں تمہیں موت آگئی، تو تمہارے لیے جہنم کی آگ سے نجات لکھ دی جاوے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو، جب بھی یہی دعا اسی طرح پڑھو اگر اس دن میں تمہیں موت آگئی، تو تمہارے لیے جہنم سے نجات لکھ دی جاوے گی۔

تیسرا جزء: خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لیے مستحب ہے اور مالکیہ اور شافعیہ امام کے لیے اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ دعا بجا پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو، یا وہ اس کی دعا پرائیں کہہ سکیں، مالکیہ کی روایات فقہیہ اس بارہ میں یہ ہیں، معیار میں ہے کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ علم اور دین میں جن ائمہ کی اقتدا کی جاتی ہے ان کا عمل اس پر رہا ہے کہ نماز ختم کرنے کے بعد ادعیہ مانورہ پڑھتے تھے اور میں نے کسی کو نہیں سنا جو اس سے انکار کرتا ہو بجز اس جاہل کے جس کا اتباع نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض علمائے اندلس پر کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو ایک رسالہ اس کی تردید میں تصنیف فرمایا، آہ۔

اور (کتاب معیار کے) نوازل الصلوة میں مرقوم ہے: ان امور میں سے جن کا ثبوت مثل ضروریات و بدیہات کے ہے تمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا عمل بھی ہے کہ نمازوں کے بعد مساجد اور جماعات میں دعا مانگتے تھے اور اصحاب حال ایک جتہ شریعہ ہے اور مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں کا اس پر قدیم زمانہ سے مجتمع اور متفق ہو جانا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس عمل کے جائز اور اس کو اختیار کرنے کے مستحب و مستحسن ہونے اور علماء مذہب کے نزدیک اس کے موکد ہونے کے دلائل میں سے ہے، انتہا باختصار



وقال القاضي محمد بن العربي: والدعاء بعد المكتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة. وفي الإكمال: ذكر عبد الحق أماكن قبول الدعاء وأن منها الدعاء أثر الصلوة وأنكر الإمام ابن عرفة وجود الخلاف في ذلك وقال لا أعرف فيه كراهة.

قلت: إن عني بقوله لا أعرف فيه كراهة أي لمتقدم فصحيح وإن عني به مطلقاً ففيه شيء لأن الشيخ شهاب الدين القرافي رحمه الله تعالى ذكره في آخر قواعده وعللها بما يقع بذلك في نفس الإمام من التعاطم، آه.

وأقول: مقتضاه أن القرافي كرهه مطلقاً سراً أو جهراً أو ليس كذلك. ففي حاشية أبي الحسن على الرسالة ما نصه: قال القرافي: كره مالك رضي الله عنه وجماعة من العلماء لأئمة المساجد والجماعات الدعاء عقب الصلوات المكتوبة جهراً للحاضرين فيجتمع لهذا الإمام التقدم وشرف كونه نصب نفسه واسطة بين الله تعالى وعباده في تحصيل مصالحهم على يديه في الدعاء فيوشك أن تعظم نفسه ويفسد قلبه ويعصى ربه في هذه الحالة أكثر مما يطيعه.

ف: قال الجامع: الكراهة لوجود العارض الغير الغالب لا ينفي الإباحة إذا انعدم العارض. الجزء الرابع: وقد أكثر الناس في هذه المسئلة أعني دعاء الإمام عقب الصلوة وتأمين الحاضرين على دعائه.

اور قاضی محمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ دعا بعد نماز فرض کے افضل ہے دعا بعد النفل سے، اور اکمال میں ہے کہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع کو جمع کیا ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے، ان میں سے ایک دعا بعد نماز بھی ہے اور امام ابن عرفہ نے اس بارہ میں کسی کا خلاف ہونے کا انکار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتا میں کہتا ہوں کہ امام ابن عرفہ نے اگر اپنے قول میں کسی قسم کی کراہت نہ سمجھنے سے یہ مراد لی ہے کہ کسی متقدم بزرگ نے اس کو مکروہ نہیں کہا تو صحیح ہے اور اگر مطلقاً مکروہ نہ کہتا مراد ہے تو اس میں ایک تردد ہے وہ یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین قرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قواعد کے آخر میں کراہت ذکر کی ہے اور علت کراہت کی یہ بیان کی ہے کہ امام کے نفس میں اس کی وجہ سے تعاطم و تکبر پیدا ہوتا ہے، انتہی اور میں کہتا ہوں کہ مقتضی اس کا یہ ہے کہ قرآنی نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ سراسر اہو یا جہراً، حالاں کہ واقعہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ ابوالحسن کے حاشیہ رسالہ میں ایہ الفاظ ہیں قرانی کہتے ہیں کہ امام مالک اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد و جماعات کے لیے فرض نمازوں کے بعد حاضرین کو سنانے کے لیے جہراً دعا مانگنا مکروہ سمجھا ہے کیوں کہ اس صورت میں اس کے لیے دو چیزیں بڑائی اور سیادت کی جمع ہو جائیں گی بوجہ امت کے سب کے آگے ہونا دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دعا میں ایک واسطہ بنا کر قائم کر دیا ہے تو عجب نہیں کہ اس کے نفس میں تکبر پیدا ہو جاوے اور اس کا قلب فاسد ہو جاوے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی جتنی عبادت کر رہا ہے، اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جائے، (ف) حضرت جامع (رسالہ استخاب الدعوات) میں فرماتے ہیں کہ جو کراہت کسی ایسے عارض کی وجہ سے ہو کہ اس کا وجود اکثر اور غالب نہ ہو، وہ کراہت عارض کے معدوم ہونے کے وقت اباحت فی نفسہ کی معارض و مخالف نہیں۔

چوتھا جزو: لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت بحث و گفتگو کی ہے یعنی نماز کے بعد امام کا دعا کرنا اور حاضرین کا اس دعا پر پرائین کہتے رہنا۔

وحاصل ما انفصل عنه الإمام ابن عرفة والغبرینی أن ذلك إن كان علی نية أنه من سنن الصلاة وفضائلها فهو غير جائز وإن كان مع السلامة من ذلك فهو باقٍ علی حکم أصل الدعاء والدعاء عبادة شرعية فضلها من الشريعة معلوم عظمه.

الجزء الخامس: وأما نصوص الشافعية ففي فتح المعين مع المتن: وسن ذكر ودعاء سرًا عقبها أى الصلاة أى یسن الإسرار بهما لمنفرد ومأموم وإمام لم یرد تعلیم الحاضرين ولا تأمینهم لدعائه بسماعه، آه.

وفی شرح العباب لابن حجر وفتاویہ الكبرى: ویسن للمصلی إذا كان منفردًا أو مأمومًا، كما فی المجموع عن النص بعد السلام عن الصلاة إكثار ذکر الله تعالى والدعاء سرًا للاخبار الصحيحة ؛ لكن قال الأسنوی: الحق أنه یسن للإمام أن یختصر فی الذکر والدعاء بحضرة المأمومین فإذا انصرفوا طول.

الجزء السادس: بعد قوله أما نص الحنابلة بأسطر:

فیؤخذ من مجموع ذلك أن الدعاء أثر الصلوات مسنون عند الحنابلة لأنه من ساعات الإجابة كما دلت علیه الأحادیث المارة؛ بل قال الشیخ منصور بن إدریس الحنبلی فی شرح الإقناع مع المتن:

اور خلاصہ اس تحقیق کا جو امام ابن عرفہ اور غبرینی نے فرمائی ہے یہ ہے کہ ایسی دعا اگر اس نیت سے ہو کہ یہ نماز کی سنتوں اور مستحبات میں سے ایک سنت و مستحب ہے تب تو ناجائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے سلامتی کے ساتھ (محض ایک دعا مستجاب ہونے کی حیثیت سے ہے) تو وہ اصل دعا کے حکم میں ہے اور دعاء ایک عبادت شرعیہ ہے جس کی فضیلت نصوص شریعت سے معروف و مشہور ہے، آہ، یہاں تک عدوی کا کلام ختم ہوا کسی قدر تصرف و زیادت کے ساتھ۔

پانچواں جزو:- اور مذہب شافعیہ کی روایات فقہیہ (اس مسئلہ میں) یہ ہیں فتح المعین اور اس کے متن میں ہے اور مسنون ہے ذکر اور دعا بعد نماز کے آہستہ یعنی دعا کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے منفرد کے لیے بھی اور امام اور مقتدی کے لیے بھی اور اس امام کے لیے بھی جو اس کا ارادہ نہ رکھے کہ حاضرین کو تعلیم ہو یا حاضرین اس کی دعائیں کر پھر آئیں کہیں اھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح عباب میں اور ان کے فتاویٰ کبریٰ میں ہے: مسنون ہے نماز کے لیے، جب کہ وہ منفرد یا مقتدی ہو (جیسا کہ کتاب مجموع میں بحوالہ نص مذکور ہے) یہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کثرت سے ذکر اللہ کرے اور پست آواز سے دعا مانگے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے؛ لیکن امام اسنوی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ مقتدیوں کے ساتھ ذکر و دعا میں اختصار کرے جب وہ چلے جائیں (یا منتشر ہو جائیں) پھر طویل ذکر دعا کر سکتا ہے۔

چھٹا جزو:- اور مذہب حنابلہ کی روایات فقہیہ کے متعلق کچھ عبارات صاحب رسالہ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان عبارات کے مجموعہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دعا بعد تمام نمازوں کے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے اس لیے کہ یہ وقت ساعات اجابت میں سے ہے، جیسا کہ احادیث مذکورہ اس پر دلالت کرتی ہیں؛ بلکہ شیخ منصور ابن ادریس حنبلی نے شرح اقناع میں فرمایا کہ!

یسن ذکر اللہ والدعاء والاستغفار عقب الصلاة المكتوبة (إلى أن قال: ) ويدعو الإمام بعد فجر وعصر لحضور الملائكة فيهما فيؤمنون على الدعاء فيكون أقرب إلى الإجابة وكذا يدعوا بعد غيرهما من الصلوة لأن من أوقات الإجابة أذبار المكتوبات ويبدأ الدعاء بالحمد لله والثناء عليه ويختتم به ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم أوله وآخره ووسطه ويستقبل الداعي غير الإمام هنا القبلة لأن خير المجالس ما استقبل به القبلة ويكره للإمام استقبال القبلة بل يستقبل المأمومين لما تقدم أنه ينحرف إليهم إذا سلم ويلح الداعي في الدعاء ويكره ثلاثاً لأنه نوع من الإلحاح والدعاء سرّاً أفضل منه جهراً لقوله تعالى ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ لأنه أقرب إلى الإخلاص.

قال: ويكره رفع الصوت به في الصلوة وغيرها إلا لحاج فإن رفع الصوت له أفضل لحديث: "أفضل الحج العج والشج" آه.

المراد والظاهر أنهم لا يكرهون الجهر بالدعاء لقصد التعليم والتأمين فتدبر.

الجزء السابع: وأما نص الأحناف ففي شرح نور الإيضاح للشيخ حسن الشرنبلالي الحنفی مع المتن: يستحب للإمام بعده أى بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة أن يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابله مصل. لما في الصحيحين: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه".

مسنون ہے ذکر اللہ اور دعا واستغفار بعد نماز فرض کے (یہاں تک فرمایا ہے اور) دعا کرے امام بعد نماز فجر وعصر؛ کیوں کہ ان دنوں نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تو وہ اس کی دعا پر آمین کہیں گے، جس سے وہ اقرب الی القبول ہو جاوے گی اور اسی طرح ان دنوں نمازوں کے علاوہ اور نمازوں میں دعا کرے کیوں کہ اوقات اجابت میں سے ایک وقت فرض نمازوں کے بعد ہے اور چاہیے کہ دعا کو حمد و ثناء سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے دعا کے اول و آخر میں بھی اور وسط میں بھی اور سب دعا کرنے والے اس وقت قبلہ کی طرف کومنہ کریں، علاوہ امام کے کیوں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں استقبال قبلہ ہو؛ لیکن امام کے لیے استقبال قبلہ (بعد ختم نماز کے) مکروہ ہے بلکہ وہ مقتدیوں کی طرف توجہ کر کے بیٹھے کیوں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام کو بعد سلام کے مقتدیوں کی طرف پھر جانا چاہیے اور چاہیے کہ دعا کرنے والا دعا میں إلحاح و اصرار کرے اور دعا کو تین مرتبہ مکرر کرے؛ کیوں کہ مکرر کرنا بھی صورت إلحاح کی ہے اور دعا پست آواز سے بہ نسبت جہر کے افضل ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ یعنی اپنے رب کو پکارو إلحاح و زاری کے ساتھ، خفی آواز سے؛ کیوں کہ خفیہ اور سرا دعا کرنا اخلاص کی طرف اقرب ہے فرمایا (یعنی شیخ منصور نے) اور دعا میں جہر اور بلند آوازی نماز اور غیر نماز میں مکروہ ہے؛ مگر حج کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کے لیے آواز بلند کرنا ہی افضل ہے بوجہ اس حدیث کے کہ افضل حج وہ ہے، جس میں آوازیں (دعا تبلیہ کی) بلند ہوں اور خون (قربانیوں کے) بہائے جائیں، اھ، مراد بظاہر یہ ہے کہ اگر دعاء کا جہر تعلیم حاضرین اور ان کے آمین کہنے کے قصد سے ہو تو علماء اس کو مکروہ نہیں کہتے۔

مسائل جزئہ: اور مذہب حنفی کی روایات فقہیہ یہ ہیں علامہ شرنبلالی کی شرح نور الایضاح اور اس کے متن میں ہے مستحب ہے امام کے لیے بعد نفل کے اور بعد فرض کے اگر بعد اس فرض کے کوئی نفل نہ ہو، یہ اگر چاہے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے، بشرطیکہ اس کے مواجہہ میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو؛ کیوں کہ صحیحین (بخاری مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولى.

لما في مسلم: ”كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه“.

وإن شاء ذهب لحوائجه. قال تعالى: ”فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ“. والأمر به الإباحة (إلى قوله) رافعى أيديهم حذاء الصدور ووطنها مما يلي الوجه بخشوع وسكون، إلخ.

الجزء الثامن: فتحصل من هذا كله أن الدعاء دبر الصلوات مسنون ومشروع في المذاهب الأربعة لم ينكره إلا ناعق مجنون قد ضل في سبيل هواه ووسوس له الشيطان فأغواه ۛ

ظن الجهول بأن مطلق عقله	يهديه يوماً للسبيل المستوى
فاضله حتى الشريعة ردها	بمجرد البهتان والسفه القوى
يارب سلمنا وسلم ديننا	واهد العباد لمنهج الحق السوى

اور اگر چاہے تو امام یہ بھی کر سکتا ہے کہ اپنی بائیں جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی دائیں جانب کرے اور اگر چاہے تو اپنی دائیں جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی بائیں جانب کرے اور یہ اخیر صورت اولیٰ و بہتر ہے؛ اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ چاہتے تھے کہ ہم آپ کی دائیں جانب میں کھڑے ہوں؛ تاکہ آپ کا چہرہ مبارک ہماری طرف ہو۔

اور امام کو یہ بھی اختیار ہے کہ بعد نماز کے نہ بیٹھے بلکہ اپنی حاجات کے لیے اٹھ کھڑا ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب نماز پوری ہو جائے تو اطراف زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق و روزی کو طلب کرو اور یہ حکم (منتشر ہو جانے کا) اباحت و جواز کے لیے ہے (الی قولہ) دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سینوں کے برابر اور ہاتھ کی اندرونی جانب یعنی تھیلی کی طرف اپنے چہرہ کی جانب ہو اور یہ تمام افعال خشوع و سکون کے ساتھ ہونا چاہیے۔

آٹھواں جزء: پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون و مشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہو گیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔

(ترجمہ نظم) جاہل نے یہ سمجھ لیا کہ محض اس کی عقل کسی وقت اس کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر دے گی، اس کے اس گمان نے اسے گمراہ کر دیا یہاں تک کہ شریعت کو محض بہتان اور اپنی انتہائی بیوقوفی سے رد کرنے لگا، اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے دین کو سلامت رکھ اور اپنے بندوں کو صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔

الجزء التاسع فيما يتعلق برفع اليدين عند الدعاء: قال السيد محمد بن عبد الرحمن الأهدل: اعلم وفقنى الله وإياك لمرضاته أن رفع اليدين فى الدعاء أى دعاء كان فى أى وقت كان بعد الصلوات الخمس وغيرها دلت عليه الأحاديث خصوصاً وعموماً. فمن العموم ما أخرجه أبو داود والترمذى وحسنه وابن ماجه وابن حبان فى صحيحه والحاكم وقال: صحيح على شرط الشيخين من حديث سلمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله حى كريم يستحي إذا رفع الرجل إليه يديه أن يردهما صفراً خائبين".

وأخرج الحاكم وقال صحيح الإسناد من حديث أنس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله رحيم كريم يستحي من عبد أن يرفع إليه يديه ثم لا يضع فيهما خيراً". وأخرج أحمد وأبو داود من حديث مالك بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا سألت الله فاسأله ببطون أكفكم ولا تسأله بظهورها".

وأخرج أيضاً من حديث ابن عباس نحوه وزاد فيه: "إذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم". وأخرج الترمذى من حديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه".

نواں جزء: دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق سید محمد بن عبد الرحمن اہل فرماتے ہیں: سمجھ لو حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے کہ دعا کے وقت خواہ کوئی دعا ہو اور کسی وقت ہونمازوں کے بعد ہو، یا ان کے سوا دوسرے اوقات میں ہاتھ اٹھانے پر احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں، خاص خاص اوقات کے لیے بھی اور عام اوقات کے لیے بھی الفاظ عموم کی روایات تو یہ ہیں، ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

اور حاکم نے متدرک میں اس کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے، وہ حدیث یہ ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بہت حیا کرنے والے اور کریم ہیں، وہ اس سے حیا کرتے کہ کوئی شخص اس کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی اور محروم لوٹا دے اور حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اس بندے سے حیا کرتا ہے، جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے کہ اس کے ہاتھوں پر کوئی خیر و عطا نہ رکھے۔

اور امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری طرف سے نہ کرو (یعنی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف ہوں اور پشت نیچے دست کی طرف)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ زیادہ کیا ہے کہ جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لو۔ اور ترمذی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو نہ ڈالتے تھے، جب تک کہ ان سے چہرہ مبارک پر مسح نہ فرمالیں۔

وقال فی فتح الباری فی کتاب الدعوات فی باب رفع الیدین فی الدعاء: وقد وردت الأخبار فی مشروعیة الرفع وقد أخرج أبو داؤد والترمذی وحسنہ وغیرہما من حدیث سلمان رفعہ: ”إن ربکم حی کریم یتحیی من عبدہ إذا رفع یدیه أن یردہما صفرًا“. بکسر المہملۃ وسکون الفاء آہ خالیۃ. وسندہ جید، آہ. ومن الخصوص ما مرفی الفصل الأول.

ف: ۱۔ قال الجامع: أى من أصل الكتاب وهو ما سبق فی الجزء الأول من هذا الانتخاب.  
ف: ۲۔ قال الجامع: أما استحباب رفع الأیدی للدعاء علی کل حال فمراده إذا قرأ ألفاظ الدعاء وبنیۃ الدعاء وطلب الحاجة كما هو دأب الداعی وأما إذا ذکر بعض الأدعیۃ المأثورة بنیۃ الذکر والاستئذان بسنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، كما فی أدعیۃ الصباح والمساء والنوم والیقظة ودخول الخلاء والخروج عنه ودخول المسجد والخروج عنه والدعاء عند الوضوء والقیام من المجلس ودخول السوق وأمثال ذلك علی ما بسطہ علماء هذا الفن، كما فی عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی والأذکار للنووی والحصن الحصین وغیرہا. فلم یسمع بمن قال بسنیۃ رفع الیدین فی هذه المواضع ولم یسمع فی السلف والخلف بمن یفعل ذلك. کیف ولو کان كذلك لرأیت الناس فی عامۃ أحوالہم وأحوالہم رافعی أیدیہم وهذا الفرق فی ذکر ألفاظ الأدعیۃ قد رعاہ الفقہاء حق الرعاۃ حیث قالوا فی الجنب: إنه لا یجوز لہ قراءۃ الأدعیۃ إذا کان بنیۃ التلاوة وأما إذا ذکرہا بنیۃ الدعاء فیجوز، كما فی عامۃ کتب الحنفیۃ، انتہی.

اور فتح الباری کتاب الدعوات باب رفع الیدین فی الدعاء میں ہے کہ وارد ہوئی ہیں، بہت سی احادیث ہاتھ اٹھانے کی مشروعیت میں اور حضرت ابوداؤد نے حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا رب حیا کرنے والا کریم ہے اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے ان کو خالی لوٹا دے اور سند اس حدیث کی عمدہ ہے اور وہ روایات جن میں خاص خاص اوقات کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا ارشاد ہے، وہ اس رسالہ کی فصل اول میں گزر گئی ہیں۔

فائدہ نمبر ۱۔ اس رسالہ کی تلخیص کرنے والے حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ فصل اول سے اصل رسالہ مسلک السادات کی فصل اول مراد ہے اور اس تلخیص رسالہ میں یہ روایات جزء اول کے زیر عنوان گزری ہیں۔

فائدہ نمبر ۲۔ حضرت جامع فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ فرمانا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہر حال اور ہر وقت میں بعد نماز ہو یا دوسرے اوقات میں بہر حال مستحب ہے یہ اس وقت ہے جب کہ الفاظ دعا کو طلب حاجت کے قصد و نیت سے پڑھے لیکن جب یہ قصد نہ ہو؛ بلکہ بطور ذکر مسنون کے پڑھنا ہو جیسے صبح وشام اور خواب و بیداری کے اوقات کی دعائیں یا بیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کی اور مسجد میں جانے اور نکلنے کی اور وضو کی دعائیں اور مجلس سے اٹھنے اور بازار میں داخل ہونے وغیرہ کی دعائیں جیسا کہ کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور اذکار نووی اور حصن حصین میں دعائیں مفصل مذکور ہیں تو ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں اور سلف و خلف میں کسی عالم یا فقیہ کو نہیں سنا گیا کہ وہ ان میں ہاتھ اٹھانے کے مستحب، یا مسنون ہونے کا قائل ہوا اور کیسے ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو مسلمان کا کوئی وقت بھی ہاتھ اٹھانے سے خالی نہ رہتا؛ کیوں کہ یہ دعائیں تو انسان کی ہر نقل و حرکت پر مسنون ہیں اور یہ فرق جو مذکور ہوا حضرات فقہانے اس کی رعایت دوسرے موقع پر بھی فرمائی ہے، مثلاً: جہنمی کے لیے حکم ہے کہ اگر تلاوت قرآن بہ نیت تلاوت کرے تو جائز نہیں اور اگر بہ نیت ذکر ماثور، یا طلب حاجت کرے تو جائز ہے، جیسا کہ عام کتب فقہ میں موجود ہے۔

الجزء العاشر فی حکم رفع الیدین علی المذاهب الأربعة: أما عند المالكية: ففي عتبة قال مالک: رأيت عامر بن عبد الله يرفع يديه وهو جالس بعد الصلاة يدعو، فقليل لمالك: أترى بهذا بأساً؟ قال: لا أرى به بأساً ولا يرفعهما جداً، وقال أيضاً: رفع الیدین إلى الله تعالى عند الرغبة على وجه الاستكانة والطلب محمود وقال القاضي أبو محمد بن العربي: اختلفوا في الرفع إلى أين يكون قليل: إلى الصدر وقليل: إلى الوجه وجاء عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يرفع يديه في الدعاء حتى يبدو بياض إبطيه.

الجزء الحادي عشر: وأما عند الشافعية ففي فتح المبين على الأربعين لابن حجر: ورفع الیدین في الدعاء سنة في غير الصلاة وفيها في القنوت اتباعاً له صلى الله عليه وسلم.

الجزء الثاني عشر: وأما عند الأحناف فقد مر عن الشرنبلالي: طلب رفعهما في الدعاء دبر الصلاة حذاء الصدر ووطونهما مما يلي الوجه بخشوع وسكون.

ف: قال الجامع: وسبق ما عن الشرنبلالي في الجزء السابع.

الجزء الثالث عشر: وأما عند الحنابلة فمقتضى قول الشيخ البهوتي شرح المقنع، باب الاستسقاء: ويرفع يديه استحباباً في الدعاء لقول أنس كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يرفع يديه في شيء من دعائه إلا في الاستسقاء وكان يرفع حتى يرى بياض إبطيه، متفق عليه. وظهورهما نحو السماء لحديث رواه مسلم. ومقتضاه أن رفعهما مكروه في غير الاستسقاء لكن مرعنه رفعهما في القنوت.

دسوال جزء: (رفع یدین فی الدعاء کے متعلق مذاہب اربعہ کی تصریحات) حضرات مالکیہ کی روایات تو یہ ہیں، عتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبد اللہؓ کو دیکھا کہ نماز کے بعد بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں امام مالکؒ کسی نے سوال کیا کہ آپ اس میں کچھ کراہت سمجھتے ہیں فرمایا کہ میں اس میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا البتہ ہاتھوں کو بہت زیادہ نہ اٹھائے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھانا بوقت رغبت کے اظہار عاجزی و طلب کے طور پر محمود و مستحسن ہے اور قاضی ابوجمہا بن العریٰ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کس حد تک ہونا چاہئے بعض نے فرمایا ہے کہ سینہ تک اور بعض نے چہرہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دعا میں اس حد تک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

گیارہواں جزء: اور مذہب شوافع کی روایت فقہی یہ ہے کہ فتح المبین حاشیہ الرعین ابن حجر میں ہے اور اٹھانا ہاتھوں کا دعا میں سنت ہے غیر نماز میں اور نماز میں صرف قنوت کے وقت حسب اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بارہواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہی بحوالہ شرح نور الایضاح شرنبلالی او پرگزرجکی ہے جس میں تمام نمازوں کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ سینہ تک ہاتھ اٹھانے اور ان کے اندرونی حصہ کو چہرہ کی طرف کرنے کا مطلوب و مستحب ہونا مذکور ہے۔

ف: حضرت جامع مد ظہم فرماتے ہیں کہ شرنبلالی کی یہ عبارت ساتویں جزء میں مذکور ہوئی ہے۔

تیرہواں جزء: اور حنابلہ کی روایات مذہب یہ ہیں شرح مقنع باب الاستسقاء میں شیخ بہوتی کا قول ہے کہ اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ دعا میں استحباباً بوجہ ارشاد حضرت انسؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ بغل کسی دعا میں سوائے استسقاء کے اور آپ (استسقاء میں) اس حد تک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی، یہ روایت بخاری و مسلم میں ہے اور (استسقاء میں) پشت ہاتھوں کی آسمان کی طرف رہنا چاہئے روایت کیا اس کو مسلم نے اور مفتی اس قول کا یہ ہے کہ اٹھانا ہاتھوں کا نماز استسقاء کے سوا سب مواقع میں مکروہ ہے، لیکن خود شیخ بہوتی کا قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ قنوت میں بھی ہاتھ اٹھائے جائیں۔

بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في شرح الإقناع مع المتن: ومن آداب الدعاء بسط يديه ورفعهما إلى صدره، لحديث مالك بن يسار مرفوعاً: إذا سألت الله فاسأله ببطون أكفكم ولا تسأله بظهورها“. رواه أبو داود بإسناد حسن، وتكون يده (هكذا في الأصل والظاهر يده) مضمومتين، لما روى الطبراني في الكبير عن ابن عباس: ”كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا دعا ضم كفيه وجعل بطونهما ممائلي وجهه“. وضعفه في المواهب.

الجزء الرابع عشر فيما يتعلق بمسح الوجه باليدين بعد الدعاء:

قد مر ما يدل على طلبه من الأحاديث وأما حكمه على المذاهب الأربعة فعند المالكية:

قال في المعيار: قال ابن زرقون: ورد الخبر بمسح الوجه باليدين عند انقضاء الدعاء واتصل به عمل الناس والعلماء. وقال ابن رشد: أنكر مالك مسح الوجه بالكفين لكونه لم يرد به أثر وإنما أخذ من فعله عليه الصلوة والسلام للحديث الذي جاء عن عمر رضي الله تعالى عنه.

قلت: قال بجواز مسح الوجه باليدين عند ختم الدعاء الإمام الأستاذ أبو سعيد بن لب وأبو عبد الله ابن علاق وأبو القاسم بن سراج من متأخري أئمة غرناطة وابن عرفة والبرزلي والغبريني من أئمة تونس والسيد أبي يحيى الشريف وأبو الفضل العقباني من أئمة تلمسان وعليه مضي عمل أئمة فاس، آه.

بلکہ شیخ منصور بن ادريس حنبلي شرح اقناع میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے ہے پھیلا نا ہاتھوں کا اور اٹھانا ان کا اپنے سینے تک بوجہ حدیث حضرت مالک بن یسارؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری جانب سے نہ کرو، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اسناد حسن سے۔

اور ہاتھ ملے ہوئے چاہئیں اس لیے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تھے تو دونوں ہتھلیوں کو ملاتے تھے اور ہاتھوں کی اندرونی جانب اپنے چہرہ کی طرف کرتے تھے اور مواہب میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

چودھواں جزو: دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کے متعلق وہ احادیث اور روایات اوپر گزر چکی ہیں، جن سے دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، اب رہا چاروں مذاہب میں اس کا حکم، سوما لکیہ کے مذہب کی روایت تو یہ ہے کہ معیار میں ابن زرقون کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے مسح کرنا اپنے چہرہ کا دونوں ہاتھوں سے بوقت اختتام دعا کے اور اس کے ساتھ تمام عوام و خواص اور علما کا عمل مل گیا اور ابن رشد فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے دونوں ہاتھوں کے چہرہ پر پھیرنے کا بایں وجہ انکار کیا ہے کہ اس کے لیے کوئی حدیث نہیں آئی، البتہ اس حدیث سے اس کو لیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام استاد ابو سعید بن لب اور ابو عبد اللہ ابن علاق ابو القاسم بن سراج جو متاخرین علماء غرناطہ میں سے ہیں اور ابن عرفہ اور برزلی اور غبرینی جو ائمہ تونس میں سے ہیں اور سید ابویحییٰ شریف اور ابو الفضل عقبانی جو ائمہ تلمسان میں سے ہیں، یہ سب حضرات دعا کے بعد چہرہ پر دونوں ہاتھ پھیرنے کے جواز کے قائل ہیں اور اسی پر ائمہ فاس کا عمل رہا ہے۔



والمراد بالحديث الذي جاء عن عمر رضى الله عنه ما أخرجه الترمذی عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه آه.

نقل ذلك المازري وغيره كذا في شرح الشيخ محمد بن أبي القاسم المالكي على نظمه للمسائل التي جرى بها عمل الأئمة. قال الشيخ أبو القاسم البرزلي: وهذا يرد إنكار عز الدين بن عبد السلام المسح، آه.

وعند الشافعية والأحناف: أنه سنة في كل دعاء إلا في القنوت، كما في كتبهم. ومر عن الحنابلة أنه سنة في كل دعاء حتى في القنوت. وقد عده ابن حجر في شرح العباب، كما مر من آداب الدعاء، وقال: قال الحلیمی: والمعنى فيه التفاؤل بأن كفيه قد ملئتا خيراً فيفيض منه على وجهه. والله أعلم ف: قال الجامع: وهذا القول من مسح الوجه في القنوت مذكور في أصل الكتاب في آخر المطلب الثاني من الفصل الأول تحت عنوان نص الحنابلة بهذه العبارة. وفيه أيضاً في مبحث صلاة الوتر: ويقتت فيها أى في الثالثة (إلى قوله) ويمسح وجهه بيديه إذا فرغ من دعائه هنا خارج الصلاة، آه. (تمت الرسالة)

(النور - ۹ / ربيع الثاني ۱۳۵۵ھ / تا / النور - ۴ / شعبان ۱۳۵۵ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۷۹۵/۱ - ۸۱۶)

اور مراد اس حدیث سے جو حضرت عمر سے منقول ہوئی ہے، وہ ہے، جو ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو دعا میں تو نہ ڈالتے تھے جب تک کہ نہ پھیر لیتے تھے ان کو اپنے چہرہ مبارک پر، اس کو مازنی وغیرہ نے نقل کیا ہے، ذکر کیا اس کو شیخ محمد بن ابوالقاسم مالکی نے شرح نظم میں جس میں وہ مسائل جمع کئے ہیں، جن پر ائمہ امت کا عمل رہا ہے، شیخ ابوالقاسم برزلی فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عز الدین ابن عبد السلام کے انکار مسح وجہ کی تردید ہوتی ہے۔

اور مذہب شافعیہ کا اس میں یہ ہے کہ وہ سنت ہے ہر دعا میں سوائے دعائوت کے، جیسا کہ شوافع کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ اور مذہب حنابلہ کی نقل گزر چکی ہے کہ وہ سنت ہر دعا میں حتیٰ کہ دعائوت میں۔

اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو آداب دعا میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ حلیٰ فرماتے ہیں کہ راز اس فعل کے مستحب ہونے میں نیک فال لینا ہے کہ گویا اس کے ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں، اس کو اپنے چہرہ پر ڈالتا ہے، اھ۔ واللہ اعلم

ف: حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ قول مسح وجہ فی القنوت کا اصل کتاب میں مطلب ثانی فصل اول میں زیر عنوان نص الحنابلہ اسی عبارت مذکورہ کے ساتھ منقول ہے اور اس میں صلوٰۃ وتر کی بحث میں بھی یہ مذکور ہے کہ تیسری رکعت میں دعائوت کرے (الی قوله) اور مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر جب کہ اپنی دعا سے فارغ ہو اس موقعہ (قنوت) میں بھی اور خارج نماز بھی۔

تمام ہوا ترجمہ ”رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات“ کا، والحمد لله الذي لعزته وجلاله تتم الصالحات

## رسالة غنية الطالب

### فی الدعاء بعد المكتوبات والرواتب

دعا کی فضیلت:

دعا کرنا عبادت ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”الدعاء هو العبادة“۔ (رواہ الترمذی) (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

دَاخِرِينَ﴾ (سورة المؤمن) (۲)

دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”الدعاء منخ العبادة“۔ (رواہ الترمذی) (۳)

دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے؛ کیوں کہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں، جو کسی ذات کی

تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی؛ اس لیے دعا کرنا بے فائدہ ہے؛ لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے؛ (۴)

کیوں کہ جب کوئی شئی عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیاء علیہ السلام کا معمول ہو، وہ عبث نہیں

ہو سکتی اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب و ذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں، اسی طرح دعا بھی

ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

(۱) جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۱۷۳/۲ (رقم الحدیث: ۳۳۷۱، انیس)

(۲) سورة المؤمن: ۶۰۔

(۳) جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، أبواب الدعوات: ۱۷۳/۲ (ح: ۳۳۷۱، انیس)

(۴) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يرد القضاء إلا الدعاء ولا يزيد في

العمر إلا البر“۔ (رواہ الترمذی) (كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء) (رقم الحدیث: ۲۱۳۹، ص: ۳۵۶، بیت

الأفكار، انیس) (مشكاة المصابيح، الفصل الثاني، كتاب الدعوات: ۱۹۵/۱) (رقم الحدیث: ۲۲۳۳، انیس)

آداب دعا:

دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں، جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے۔

(الف) دونوں ہاتھ اٹھانا، کما فی البیہقی: ”یرفع یدیه فی الدعاء“۔ (۱)

لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، کما فی مصنف ابن ابی شیبہ: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته۔ (۲)

(ب) دعا سے پہلے حمد و صلاۃ پڑھنا، لحديث أبي داود: ”إذا صليت ففعدت فاحمد الله بما هو أهله وصل على ثم ادعه“۔ (۳)

(ج) ناجائز سوال نہ کرنا، لحديث مسلم: ”يستجاب لعبد ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم“۔ (۴)

(د) حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحديث الترمذی: ”ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه“۔ (۵)

(هـ) عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحديث البخاری: ”إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة“۔ وعن

أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا يقولن أحدكم: اللهم اغفر لي إن شئت، اللهم ارحمني إن شئت، ليعزم المسئلة، فإنه لا مكره له“۔ (۶)

(۱) عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في الدعاء حتى يرى بياض إبطيه۔ (مشكاة المصابيح، الفصل الثالث، أبواب الدعوات: ۱۹۶/۱) (رقم الحديث: ۲۵۳، انیس)

(۲) المعجم الكبير للطبرانی، محمد بن أبي يحيى الأسلمی عن ابن الزبير (ح: ۳۲۴) انیس

(۳) عن فضالة بن عبيد الله قال: بينما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قاعداً إذا دخل رجل فصلی، فقال اللهم اغفر لي وارحمني۔ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عجلت أيها المصلي! إذا صليت ففعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصل على، ثم ادعه“ قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله وصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أيها المصلي! ادع تجب“۔ (رواه الترمذی) (جامع الترمذی، كتاب الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات عن النبي صلى الله عليه وسلم كيعد باب بلا ترجمه، رقم الحديث: ۳۴۷۵، ص: ۵۴۸، بيت الأفكار، انیس) / وروی أبو داود والنسائی نحوه۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء في جامع الدعوات: ۱۸۶/۲) (كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۹۳۱، انیس)

(۴) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”يستجاب لعبد ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم“ إلخ۔ (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، الفصل الأول، كتاب الدعوات: ۱۹۴/۱) (رقم الحديث: ۲۲۲۷، انیس)

(۵) سنن الترمذی، أبواب الدعوات، باب بعد باب ماجاء في جامع الدعوات: ۱۸۶/۲ (رقم الحديث: ۳۴۷۹، انیس)

(۶) صحيح البخاری، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲ (رقم الحديث: ۶۳۳۹، انیس)

(و) الفاظ دعائین بارکرر کہنا، لحديث مسلم وأبي داؤد: ”أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه أن يدعو ثلاثاً“۔ (۱)

(ر) قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحديث البخاری: ”يستجاب للعبد ما لم يعجل“۔ (۲)

(ح) آخر میں آمین کہنا، لحديث أبي داؤد: ”إن ختم بآمين فقد أوجب“۔ (۳)

(ط) چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحديث أبي داؤد قال عليه الصلاة والسلام: ”فإذا فرغتم، فامسحوا بها وجوهكم“۔ (۴)

(ی) حرام سے بچنا، لحديث مسلم: ”مطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنى يستجاب لذلك؟“۔ (رواه مسلم) (۵)

(ک) ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أَجِيبْتُ دَعْوَتُكُمَا﴾ وفي تفسير القرطبي: ۳۷۵/۸: ”عن أبي العالية كان موسى عليه السلام يدعو وهارون عليه السلام يؤمن“۔ (۶)

اور نبی علیہ السلام ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما رواه الحاكم وذكر في كنز العمال قال النبي صلى الله عليه وسلم: ”لا يجتمع ملاً فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله تعالى“، (۷) وکما رواه الدارمی وذكره الحافظ في الفتح: ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم“۔ (۸)

(۱) سنن أبي داؤد، باب في الاستغفار، كتاب الصلاة: ۲۲۰/۱ (رقم الحديث: ۱۵۲۴، انیس)

(۲) صحيح البخاری، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲ (بخاری میں ”يستجاب لأحكم ما لم يعمل“ ہے، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، انیس)

(۳) سنن أبي داؤد، باب التأمین وراء الإمام: ۱۴۲/۱ (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۸، انیس)

(۴) سنن أبي داؤد، باب الدعاء، كتاب الصلاة: ۲۱۶/۱ (رقم الحديث: ۱۴۸۵، انیس)

(۵) مشکاة المصابيح، الفصل الأول، باب الكسب وطلب الحلال: ۲۴۱/۱ (رقم الحديث: ۲۷۶۰) /

الصحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (رقم الحديث: ۱۰۱۵، انیس)

(۶) تفسير القرطبي: ۳۷۵/۸، سورة يونس: ۸۹۔

(۷) المستدرک للحاکم، ذکر مناقب حبیب بن مسلمة الفهری (ح: ۵۴۷۸، انیس)

(۸) فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب التأمین: ۳۰۸/۱۴۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، زید بن أسلم عن أنس بن مالک: ۲۲۶/۳، دارالكتاب العربی، انیس)

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ، کتاب الحج میں لکھا ہے:

والإجابة في الجمع أرجى. (۱)

(ل) اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں، یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول: اذان کے وقت، دوم: مقدس جنگ کے وقت، سوم: بارش کے وقت، کما فی حدیث ابی داؤد: ”ثنتان لاتردان أو قلما تردان: الدعاء عند النداء وعند البأس وحين يلحم بعضهم بعضاً“ وفي رواية: وتحت المطر. (۲) چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، کما فی حدیث الترمذی: ”قیل: یا رسول اللہ! ای الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“ (۳)

ذکر وغیرہ کے لیے احداث جماعات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، کما رواہ الحاکم یاسنادہ. (۴) تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

کما فی حدیث الترمذی: إذا مررتم برياض الجنة فارتعوا، قالوا وما رياض الجنة قال حلق الذكر. (۵) وکما فی حدیث مسلم، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من أصحابه فقال: ما أجلسكم ههنا قالوا، جلسنا بذكر الله ونحمده في آخره أثناني جبرئيل عليه السلام فأخبرني أن الله تعالى يباهي بكم الملائكة. (۶) وکما فی حدیث ملائکہ سیاحین ہم ای الذاکرون قوم لا يشقى بهم جليسهم. (۷)

(۱) الهداية على صدر فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام: ۳۶۹/۲۔

(۲) ”وفي رواية تحت المطر“ رواه أبو داؤد والدارمي إلا أنه لم يذكر وتحت المطر (كتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحديث: ۲۵۴۰، ص: ۲۸۸، بيت الأفكار، انيس)

(۳) سنن الترمذی: ۱۸۸/۲ (كتاب الدعوات، باب بعد باب ماجاء في عقد التسبيح باليد، رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

(۴) مسند الدارمي، باب كراهة أخذ الرأي: ۶۸/۱۔

(۵) سنن الترمذی، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد: ۱۸۹/۲ (كتاب الدعوات، باب بلا ترجمة بعد باب ماجاء في عقد التسبيح باليد، رقم الحديث: ۳۵۱۰، انيس)

(۶) مشکاة المصابيح، الفصل الثالث، باب ذكر الله والتقرب إليه: ۱۹۸/۱ (رقم الحديث: ۲۲۷۸، انيس)

(۷) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لله ملائكة يطوفون في الطرق يلتمسون أهل الذكر فإذا وجدوا قوماً يذكرون الله تنادوا... قال هم الجلساء لا يشقى جلسهم“ (رواه البخاري) ==

حدیث عبد اللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہونا ہے، (۱) اور یا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے، نہ کہ احداث جماعات پر، کما فی سنن الدارمی: ۶۱/۱: فقال عبد اللہ بن مسعود ما هذا الذی اراکم تصنعون؟ قالوا: یا ابا عبد الرحمن! حصاً نعد به التكبير والتهليل والتسبيح قال: فعدوا سيئاتکم، فانا ضامن أن لا یضیع من حسناتکم شیء. ۴. (۲)

اور یہ ممکن ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل کو اپنی حیثیت کے فوق پر اہتمام پر انکار کیا ہو۔

### لفظ دبر کی تشریح:

دبر الصلاة کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے؛ کیوں کہ ”دبر شی“ کسی چیز کے پچھلے چیز کو کہتے ہیں اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے: ”معقبات لا یخیب قائلهن دبر کل صلاة ثلاث وثلاثون تسبیحة، وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تکبيرة“۔ (۳)

اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

### فائدہ:

دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں، خواہ متصل ہو، یا منفصل، متصل؛ سے خاص نہیں ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض

== وفي رواية مسلم: ”قال إن لله ملائكة سيارة فضلاً يبتغون مجالس الذكر فإذا وجدوا مجلساً فيه ذكر قعدوا معهم... فيقول وله... غفرت، هم القوم لا يشقّی بهم جليسهم. (مشكاة المصابيح، الفصل الأول، باب ذكر الله والتقرب إليه: ۱/ ۱۹۷) (رقم الحديث: ۲۲۶۷، انيس)

(۱) قال العلامة السيد شريف على الجرجاني: المرفوع هو ما أضيف إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خاصة من قول أو فعل أو تقرير سواء كان متصلاً أو منقطعاً... والموقوف وهو مطلقاً ما روى عن الصحابي من قول أو فعل متصلاً كان أو منقطعاً وهو ليس بحجة على الأصح، الخ. (الرسالة في فن أصول الحديث للسيد شريف على الجرجاني، ص: ۲- ۳ الملحقه بالترمذی)

(۲) باب فی کراهية أخذ الرأى، رقم الحديث: ۲۱۰، انيس

(۳) عن كعب بن عجرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”معقبات لا یخیب قائلهن أو فاعلهن دبر کل صلاة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبیحة، وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة“۔ (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، باب الذكر بعد الصلاة: ۸۹/۱) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۶۶، انيس)

کے متصل کئے جائیں، اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوگی، اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائے گی، حالاں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں، یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رساں نہ ہوگی؛ بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رساں نہ ہوگی؛ کیوں کہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر وغیرہ سنن مؤکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

وأما ما ورد من الأحاديث في الأذكار عقب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقب الفريضة، انتهى. (۱) (۴۹۴/۱)

اور محقق ابن الہمام فتح القدير میں فرماتے ہیں:

وما ورد أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول دبر كل صلاة لا إله إلا الله وحده... (إلى أن قال)... لا يقتضى وصل هذه الأذكار بل كونها عقب السنة من غير اشتغال بما ليس هو من توابع الصلاة يصح كونه دبر الصلاة، انتهى. (۲) (۳۱۳/۱)

### دعا بہ ہیئت اجتماعیہ:

اہل علم پر خفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص: ۱۴۰، جلد: ۱) میں روایت ہے:

فرفع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يديه يدعو، ورفع الناس أيديهم معه يدعون. (۳)

(۱) رد المحتار على هامش الدر المختار، قبيل مطلب: فيما لو زاد على العدد في التسبيح عقب الصلاة: ۳۹۱/۱

(كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۲) فتح القدير، باب النوافل: ۳۸۳/۱-۳۸۴

(۳) صحيح البخاري، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام في الاستسقاء: (۱۴۰/۱) (كتاب الاستسقاء، رقم

الحديث: ۱۰۲۹، انيس)

اور بعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، کما روی الحاکم وابن ابی شیبہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: ”اللهم اخلص الولید“ إلى آخره. (۱)

اور یا منہ قوم کی طرف ہوتا، کما روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ قال أبو الأسود: ”صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا“. (۲)

بعد الفرائض، یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے، اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افترا کیا اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افترا ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا، جیسا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوئی اور یہ نہ ہونا مروی ہے، کما فی روایۃ أبی داؤد: ۱۶۹، وغیرہ. (۳)

بہر حال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح ”اللهم أنت السلام“ کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت، یا غواہیت ہے۔ (۳)

(۱) وفي منهاج السنن: وأما رفع الأيدي عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحاديث كثيرة قولية وفعالية في الأمهات الست وغيرها منها ما أخرجه ابن أبي حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره: (۱۷۲/۳)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم اخلص الوليد (إلى آخر الدعاء) وفي سنده على بن زيد بن جدعان وهو متكلم فيه والراجح أنه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث حسن صحيح وقال الجعفي وابن عدي يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، على بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق... وأما ما أخرجه ابن أبي شيبه في مصنفه من حديث الأسود العامري عن أبيه هو عبد الله بن حاجب بن عامر قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب ما يقول إذا سلم: ۱۷۲/۲)

(۲) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى العيد بلا أذان ولا إقامة وأب بكر وعمر أو عثمان شك يحيى. (سنن أبی داؤد، باب ترك الأذان في العيد: ۱۷۰/۱) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۱۱۴۷، انيس)

(۳) قال العلامة مفتي اعظم كفايت الله الدهلوی: شيخ (عبد الحق محدث دهلوی) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آئین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعائیں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فإن عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جدًا، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (کفايت المفتي: ۳۴۸/۳، سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)



قول، فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت امر بدعت نہیں:

پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں، (۱) تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے، غباوت یا غواہیت ہے۔

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا:

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساکت ہے، البتہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ حدیث دبر المکتوبات ہے۔ (رواہ الترمذی) (۲)

اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد و صلاۃ کا ذکر ہے، نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے اور نہ انفراد، یا اجتماع کا ذکر ہے؛ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ ”إذا ثبت الشيء ثبت بآدابه ولو ازمه“، بہر حال اس دعائیں ان آداب کی رعایت کی جائے گی، خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو، یا سنن کے بعد۔

دعاء بعد السنن کے بارے میں فقہاء کے اقوال:

شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے:

و یغتتم بعد المکتوبة قبل السنة علی ما روی عن البقالی (۳) من أنه قال الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والأوراد علی ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحديث. (۴) قلت: ومثل قول البقالی مروی عن الإمام جعفر الصادق فی الطبرانی. (۵)

(۱) قال الشيخ عبد الحق الدهلوی: اعلم أن الحديث فی اصطلاح جمهور المحدثین يطلق علی قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفعله وتقريره ومعنی التقرير أنه فعل أحد أو قال شيئاً فی حضرته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم ينکروا لم ينه عن ذلك بل سکت وقر. (مصطلحات علم الحديث الملحقه بالمشکاة المصابيح، ص: ۳)

(۲) قيل یارسول اللہ! ”أی الدعاء أسمع؟ قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات“. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲) (کتاب الدعوات، باب بعد باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحديث: ۳۴۹۹، انیس)

(۳) المعتزلی فی الأصول، الحنفی فی الفروع، مثل صاحب الکشاف.

(۴) تعلیق الکوکب الدری: ۲۹۱/۲۔

(۵) وفي السعاية نقلاً عن المواهب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن حجر أخرج الطبرانی من رواية جعفر بن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة كفضل المکتوبة علی النافلة. (السعاية، باب صفة الصلاة: ۲۵۸/۲)

پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اور اس کو اکثر اکابر کا میلان ہے اور جمہور کے نزدیک بعد السنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کہا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں:

”لكن عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذي هو عقب الفراغ“۔ (۱) (۳۰۴/۸)

اور صاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شربلانی فرماتے ہیں:

”ويستحب للإمام بعد سلامه أن يتحول إلى جهة يساره لتطوع بعد الفرض ويستحب أن يستقبل بعده أى بعد التطوع، وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة، يستقبل الناس... ثم يدعون لأنفسهم و للمسلمين رافعي أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم“ انتہی بحذف۔ (۲)

اور الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں:

”الاشتغال بالسنة عقب الفرض أفضل من الدعاء“۔ (ص: ۱۲۷-۱۲۸) (۳)

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں:

”بعد الفريضة الاشتغال بالسنة أولى من الاشتغال بالدعاء“۔ (۹۵/۱) (۴)

اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

”وعند الحنفية: يكره له المكث قاعدًا يشتغل بالدعاء؛ لأن القيام إلى السنة بعد أداء الفريضة أفضل من الدعاء والتسبيح والصلاة“۔ (۱۴۴/۲) (۵)

### التزام اور دوام میں فرق:

التزام مالا یلزم اور کسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پر انکار کیا ہے، جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام کیا اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وليس البرأان تأتوا البيوت من ظهورها ولكن البر من اتقى وأتوا البيوت من أبوابها﴾ (سورة البقرة) (۵)  
اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں پر انکار کیا تھا، جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا

(۱) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سنن الصلاة، انیس

(۲) الطحاوی، ص: ۲۵۳-۲۵۷ (کتاب الصلاة، فصل فی صفة الأذکار، انیس)

(۳) غمز عیون البصائر، کتاب الصلاة: ۲۷/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۴) إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۱۴۴/۲، بولاق مصر، انیس

(۵) سورة البقرة: ۱۸۹۔

لازم سمجھتا تھا، حیث قال: ”لایجعل أحدکم للشیطان شیئاً من صلاته یری أن حقاً علیہ أن لا ینصرف إلا عن یمینہ“۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۱) (۱)  
اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

”أن من أصر علی أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال“۔ (المروقة: ۳۵۳/۲) (۲)

الترام دوم کے ہیں: ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم و وجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو؛ لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابتلا آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ خُلُوا فِي السَّلَامِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّيْطَانِ﴾ (البقرة: ۳)

اور اسی طرح انصار کی ابتلا کہ ﴿وَلَيْسَ الْبِرَّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (سورة البقرة: ۴) کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے، التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خیر العمل ما دیم علیہ“ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أحب الأعمال إلى اللہ أدومها وإن قل“۔ (رواہ البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (۵)

الترام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے، جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے؛ لیکن

(۱) صحیح البخاری، باب الانتقال والانصراف عن الیمین والشمال: ۱۸۸/۱ (رقم الحدیث: ۸۵۲، انیس)

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول: ۳۵۳/۲۔

(۳) قال العلامة حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللہ تعالیٰ آمراً عباده المؤمنین به المصدقین برسوله، أن یأخذوا بجمیع عری الإسلام وشرائعه والعمل بجمیع أوامره، وترک جمیع زواجره ما استطاعوا من ذلك... وزعم عکرمة أنها نزلت فی نفر من أسلم من اليهود وغیرهم، کعبد اللہ بن سلام وأسد بن عبید وثعلبة وطائفة استأذنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أن یسبتوا وأن یقوموا بالتوراة لیلاً، فأمرهم اللہ بإقامة شعائر الإسلام، والاشتغال بها عما عداها، وفی ذکر عبد اللہ بن سلام مع هؤلاء نظر، إذ یبعد أن یستأذن فی إقامة السبت، وهو مع تمام إیمانه یتحقق نسخه ورفعہ وبطلانه والنویض عنه بأعیاد الإسلام. (تفسیر ابن کثیر: ۳۲۴/۱، سورة البقرة: ۲۰۸)

(۴) سورة البقرة: ۱۸۹۔

(۵) مشکاة المصابیح، الفصل الأول، باب القصد فی العمل: ۱۱۰/۱ (رقم الحدیث: ۱۲۴۲، انیس)

نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کے لیے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے؛ تاکہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

### تین بار دعا بعد السنن مباح ہے:

پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، کما فی مسلم (۳۱۲/۱): ”جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم البقیع فقام فأطال القيام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف“۔ (۱) اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، امر مباح ہے اور ہر وہ امر مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنیت پیدا ہو جائے، وہ مکروہ بن جاتا ہے، کما فی شرح الکبیر: ”کل مباح یؤدی إلیہ ای إلی اعتقاد الجہالۃ سنیتہا فمکروہ“۔ (۵۷۳) (۲)

### نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقہی مسائل:

جس نماز کے بعد سنن نہ ہو تو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے، یا بیٹھتا ہے؛ لیکن قبلہ کی طرف ”اللہم أنت السلام“ (إلی آخرہ) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے، (بدائع) اور بنا بر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار ”أشهد أن لا إله إلا الله الخ“ دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں؛ لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو، (بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہو تو امام ”اللہم أنت السلام“ کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں، (۴) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی، جہاں فرض ادا کیا ہو، (بدائع: ۱۶۱/۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ (حدیث ابوداؤد) (۵) (تمت المقالة فی الدعاء)

(فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۸/۲-۲۸۰)

(۱) الصحيح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسليم علی أهل القبور والدعاء لهم: ۳۱۳/۱ (یہ حدیث مسلم میں ”باب: ما یقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها“ کے تحت ملی ہے، حدیث نمبر: ۹۷۴، بیت الأفكار، انیس)

(۲) غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری، فصل مسائل شنی، ص: ۵۶۹۔

(۳-۴) مراقی الفلاح والطحطاوی، ص: ۲۵۲-۲۵۳

(۵) عن الأزرق بن قیس... فقام الرجل الذی أدرك معه التکبیرۃ الأولى من الصلاة یشفع فوثب إلیہ عمر فأخذ بمنکبیه فہزه ثم قال اجلس فإنه لم یهلك أهل الكتاب إلا أنه لم یکن بین صلواتهم فصل فرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ فقال أصاب اللہ بک یا ابن الخطاب. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبہ: ۱۵۱۱) (کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۱۰۰۷، انیس)

# امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت

## امامت کی فضیلت کا ثبوت:

سوال: زید کہتا ہے کہ امامت کا ثواب کہیں قرآن و حدیث، یا فقہ کی کتابوں سے ثابت نہیں، اسی وجہ سے میں امامت نہیں کرتا تو کیا واقعی کسی حدیث میں امامت کے ثواب کا کوئی درجہ ہے، اگر ہو تو استدلالاً حدیث صحیح سے جواب عطا فرمایا جائے؟

### الجواب

فضیلت امامت میں حسب ذیل احادیث وارد ہیں، جو اس وقت میری نظر سے گزری ہیں۔  
 عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”من أم قومًا فليتنق الله وليعلم أنه ضامن مسؤول لما ضمن وإن أحسن كان له من الأجر مثل أجر من صلى خلفه، من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا وما كان من نقص فهو عليه“۔ (رواه الطبرانی في الأوسط من رواية معارك بن عباد) (قلت: وهو حسن على قاعدة المنذرى كما لا يخفى)  
 وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”ثلاثة على كتيب المسك، أراه قال: يوم القيامة، عبد أدى حق الله وحق مواليه، ورجل أم قومًا وهم به راضون ورجل ينادى بالصلوات الخمس في كل يوم وليلة“۔ (رواه أحمد والترمذی وقال: حديث حسن)  
 ورواه الطبرانی في الصغير والأوسط بإسناد لا بأس به ولفظه: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ثلاثة لا يهولهم الفزع الأكبر ولا ينالهم الحساب وهم على كتيب من مسك، حتى يفرغ من حساب الخلائق: رجل قرأ القرآن ابتغاء وجه الله وأم به قومًا وهم به راضون۔ (الحديث) (۱)  
 ان احادیث سے امامت کی حسب ذیل فضیلتیں ثابت ہوئیں، بشرطیکہ امام شرائط صلوٰۃ کی پوری رعایت کرے۔  
 (۱) جتنے آدمی اس کے پیچھے ہوتے ہیں، ان سب کی نمازوں کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کی نماز کا ثواب علاحدہ ہے۔

(۱) کذا فی الترغیب للمنذری: ۷۸/۱ ((الترغیب فی الإمامة والاحسان، والترہیب منها عدمها، رقم الحديث: ۶۶۰-۶۶۲، انیس)

(۲) قیامت کی گھبراہٹ سے مامون رہے گا۔

(۳) حساب کتاب سے محفوظ رہے گا۔

(۴) مشک کے ٹیلوں پر قیامت میں بے فکر بیٹھا رہے گا، یہاں تک کہ مخلوق حساب سے فارغ ہو اور فقہانے

لکھا ہے کہ امامت اذان سے افضل ہے؛ کیوں کہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔ (۱)

۷/شوال ۱۳۴۰ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۱۶/۲-۱۱۷)

### امام کا مرتبہ:

سوال: اسلام میں امام کا مرتبہ و مقام کیا ہے؟

هوالمصوب

اسلام میں امام کا مقام بہت اہمیت کا حامل ہے، امامت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت جبرئیل کے بعد سے تاحیات امامت فرماتے رہے، آپ کے عذر کی حالت میں اور آپ کے مابعد تمام خلفاء راشدین اور مسلم سلاطین اس منصب کو اپنے لیے شرف کا باعث سمجھتے ہوئے امامت کرتے رہے ہیں۔ (۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۵۹/۲)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة ينطحون على كنان المسك يوم القيامة في الجنة، رجل دعا إلى الصلوات الخمس في اليوم واليلة يتبغى بذلك وجه الله، ورجل تعلم كتاب الله فأثم به قوم وهم به راضون، وعبد مملوك يشغله رق الدنيا عن طاعة الله. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الإمامة وفيها (رقم الحديث: ۱۸۷۶) ۱/ ۴۸۸، انيس)

(۲) الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم أرشد الأئمة واغفر للمؤذنين. (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت، رقم الحديث: ۵۱۷) (وكذا في سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، رقم الحديث: ۲۰۷)

... ولذلك نقل عن الصحابة رضی اللہ عنہم أجمعين أنهم كانوا يتدافعون الإمامة والصحيح أن الإمامة أفضل، إذ واظب عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما والأئمة بعدهم... فقد قال صلى الله عليه وسلم: أنتمكم شفعاءكم، أو قال: وفدكم إلى الله فإن أردتم أن تزكو أصلا تكمل فقدموا خياركم. وقال بعض السلف: ليس بعد الأنبياء أفضل من العلماء، ولا بعد العلماء أفضل من الأئمة المصلين؛ لأن هؤلاء قاموا بين يدي الله عز وجل وبين خلقه: هذا بالنبوة وهذا بالعلم وهذا بعماد الدين وهو الصلاة. (احياء علوم الدين: ۲۳۵/۱) (كتاب أسرار الصلاة، الباب الرابع في الإمامة والقدرة، وفي أركان الصلاة وبعد السلام، إلخ، انيس)

## نفل حج کرنا افضل ہے، یا امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، اسی مسجد میں ۳۴ سال سے امامت کرتا ہے، زید امام و خطیب قاضی و مدرس ہے، ۳۴ سال سے اس مسجد میں خدمت انجام دے رہا ہے، اسی دوران زید نے ۹ حج کئے اور ان شاء اللہ مسال بھی حج پر جانے کا موقع ہے؛ لیکن ٹرستیان، مسجد کے ذمہ داران کی جانب سے رکاوٹ آگئی ہے، یہ حضرات حج کو جانے سے منع کرتے ہیں، حج کرو، یا امامت کرو۔ امامت کرنا ہو تو حج کو مت جانا، میری خواہش ہے کہ ہر سال حج کروں؛ لیکن حج کرنے میں امامت چھوٹ جائے گی، جو ہمیشہ کا کام ہے، آپ مجھے بتائیں کہ حج کو جانا بہتر ہے، یا امامت کا کرنا؟

(۲) امام صاحب اگر فرض نماز میں جہری دعا کرے تو کیا حکم ہے، گناہ ہے، یا بدعت؟

هوالمصوب

حج فرض آپ ادا کر چکے ہیں، جبکہ امامت آپ کی ذمہ داری ہے، اگر آپ کے ذمہ دار اس کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اور آپ کے لیے امامت کرنا ضروری ہے تو امامت مقدم ہوگی، اگر امامت کرنا ضروری نہیں ہے اور آپ حج بغیر ریا کے کرنے کے خواہش مند ہیں تو آپ کے اختیار میں ہے، آپ جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔

(۲) دعا جہری جائز ہے؛ لیکن سری دعا افضل ہے۔ (۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء، ۲۶/۲-۲۶/۲)

## کیا امام، امامت سے استاذ بن جاتا ہے:

سوال: چند مسائل درپیش ہیں، جن کا جواب درکار ہے۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ کسی شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے وہ استاذ بنتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ استاذ بن جاتا ہے تو کیا اس کا احترام بھی اسی طرح ضروری ہے، جیسا کہ عام مروجہ استاذوں کا احترام کیا جاتا ہے؟

(۲) عام عرف میں امام کو استاذ کہا جاتا ہے، کیا یہ استاذیت، امامت کی خصوصیت ہے، یا مطلق نماز پڑھنے کی؟

(۳) کیا ایک حافظ قرآن دوسرے حافظ قرآن کی منزل سنتا ہے، کیا یہ منزل سنا تعلیم میں شمار ہوتا ہے، یا کہ تذکرہ میں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ استاذ کب اور کیسے بنتا، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں؟

الجواب

(۱) محض امامت سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر امام کی بھی تعظیم کرنی چاہیے۔

(۱) ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾. (سورة الأعراف: ۵۵)

- (۲) یہ عرف صحیح نہیں ہے، ہاں اگر امام سے کوئی دین کی بات سیکھی ہو تو وہ استاذ ہو گیا۔
- (۳) شرعاً اس سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر چوں کہ قرآن یاد کرنے میں ایک دوسرے کی مدد ہوئی؛ اس لیے ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم
- احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۸/۱۲/۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر ۱۳۸/۵۶) (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۶/۱)

### نماز اور شرائط امامت سے متعلق مختلف سوالات:

- سوال (۱) شرائط امامت کیا کیا ہیں؟
- (۲) کیا جو امام پنجوقتہ نماز نہ پڑھائے، صرف ایک، دو وقت پڑھائے، اس کے پیچھے نماز درست ہے؟
- (۳) کیا جو قصد انیس جمعہ قضا کرے، بیسواں جمعہ پڑھا سکتا ہے؟
- (۴) امام اور مقتدیوں میں رنجش و کدورت دلی ہو تو امامت و اقتدا جائز ہوگی؟
- (۵) مفسدات نماز کیا کیا ہیں؟

### الجواب ————— وباللہ التوفیق

- (۱) امامت کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، ہوش و حواس درست ہوں، بقدر ضرورت مسائل نماز و طہارت جانتا ہو۔ (۱)
- (۲) درست ہے۔ (۲)
- (۳) جائز ہے۔ (۳)
- (۴) جائز ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ مصالحت و صفائی قلب کے لیے دونوں طرف کوشش کریں۔ (۴)
- (۵) مفسدات نماز بہت ہیں، فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیجئے۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۲-۳۲۳)

- (۱) يشترط لصحة الجماعة شروط، منها الإسلام، والبلوغ والذكورة والعقل وأن يكون الإمام قارئاً إذا كان المأموم قارئاً وأن يكون سليماً من الأعذار وأن يكون الإمام طاهراً من الحدث والنخب وأن يكون الإمام سليماً لا يتحول في النطق من حرف إلى حرف وأن يكون الإمام مقتدياً بإمام غيره وأن تكون صلاة الإمام صحيحة في مذهب المأموم. (الفقه على المذاهب الأربعة، باب مباحث الإمام في الصلاة)
- (۲-۳) ای شخص صاحب ترتیب نہیں ہے اور امامت کے لیے صاحب ترتیب ہونا شرط نہیں ہے؛ اس لیے ایسے شخص کی امامت جائز و درست ہے۔ [مجاہد]
- (۴) ولوأم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبي داود لا يقبل الله صلوة من تقدم قومًا وهم له كارهون، (وأن هو أحق لا) والكراهة عليهم. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۲۹۷-۲۹۸) (باب الإمامة: انیس)
- (۵) دیکھئے: الدر المختار: ۲/۳۷۰، ۴۰۴۔



## اہلیت امامت کی شرطیں:

سوال: نماز پڑھانے والے کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ نماز پڑھانے والے شخص کو کن کن چیزوں سے پاک ہونا چاہیے؟

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

امام بننے کے لیے چھ چیزیں شرط ہیں: اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو کوئی شخص امام نہیں بن سکتا ہے، (۱) مسلمان ہو، (۲) عاقل، بالغ ہو، (۳) مرد ہو، (۴) بقدر ضرورت قرآن پڑھنا جانتا ہو، (۵) ان بیماریوں سے صحیح و سالم ہو، جن سے نماز میں خلل ہوتا ہے، جیسے نکسیر یا اس طرح کی دوسری بیماریاں، (۶) صحت نماز کی کوئی شرط مفقود نہ ہو، جیسے طہارت، ستر عورت وغیرہ۔

وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفاقة والتمتمة واللثغ وفقد شرط كطهارة وستر عورة، آ ۵. (۱) اور امام کو تمام ظاہری گناہوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ ویجتنب الفواحش الظاهرة. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۸/ محرم ۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۲۲)

جوارکان اسلام نہیں جانتا، وہ لائق امامت ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور سوداگری کا پیشہ کرتا ہے؛ لیکن ارکان نماز نہیں جانتا، ایسا شخص امامت کے لائق ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

امام بننے کے لیے کیا شرائط ہیں:

(۲) امام کے لیے کن کن باتوں کا ہونا ضروری ہے، جس سے وہ امامت کے لائق ہو سکے؟

الجواب:

(۲-۱) بہتر ہے کہ امام مسائل نماز جانتا ہو، قرآن شریف صحیح اور عمدہ پڑھتا ہو، صالح و پرہیزگار ہو، اگر ان امور کے ساتھ حافظ قرآن بھی ہو تو بہت اچھا ہے؛ مگر مقدم یہ ہے کہ مسائل نماز جانتا ہو؛ تاکہ نماز میں کوئی ایسی غلطی نہ کرے، جس سے نماز فاسد، یا مکروہ ہو جائے۔ فقط (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۴/۳)

(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۲/۲۸۴ (مطلب: شروط الإمامة الكبرى، انیس)

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۸۳/۱ (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بیان من ہو احق بالإمامة، انیس)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلّم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً، إلخ. (تنویر الأبصار: ۵۲۰) ((كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس))

امامت کی شرائط:

سوال: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑہ کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے، وہ شخص امامت کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

امام صحیح العقیدہ، قرآن پاک صحیح پڑھانے والا، مسائل نماز و طہارت سے واقف، متبع سنت ہونا چاہیے، (۱) مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے، (۲) ایسے کاروبار کرنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، (۳) دباغت کے بعد بیع و شرادرست ہے، (۴) دباغت کے لیے کھال کو باقاعدہ پکانا بھی ضروری نہیں؛ بلکہ دھوپ میں، یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر، ایسا بنالینا بھی کافی ہے کہ گلے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہو جائے، (۵) جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے، اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے، (۶) خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی، وہ نجس العین ہے۔ (۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶۶-۳۷۷)

امامت کے لیے سند کی ضرورت ہے:

سوال: دو شخص ایک ہی جگہ مقیم ہیں، ایک سند یافتہ عالم، دوسرا بے سند؛ لیکن مسائل سے واقف ہے اور اس کی قرأت بھی اچھی ہے اور وہ حد درجہ پرہیزگار بھی ہے، اگر بے سند نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کرے تو سند

(۱) الأولى بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة... هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة... ولم يطعن في دينه... ويجتنب الفواحش، آه. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة: ۸۳/۱، رشيدية)

(۲) ”(و) جلد ميتة قبل الدبغ) لو بعوض، ولو بالثمن فباطل.“ (الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۷۳/۵، سعيد)

(۳) ويكره امامة عبد أعرابي وفاسق، آه. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۴) ”(وبعدہ) أى بعد الدبغ (يباع).“ (الدر المختار، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد: ۷۳/۵، سعيد)

(۵) (قوله: دبغ) الدباغ ما يمنع النتن و الفساد، والذي يمنع على نوعين: حقيقى كالقرظ والشب والعفص ونحوه، وحكمى: كالتريب والتشميس والقاء فى الريح، آه. (الدر المختار، مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۳/۱، سعيد)

(۶) ”الحاصل أن زكاة الحيوان مطهرة لجده، ولحمه إن كان الحيوان مأكولاً.“ (رد المختار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۵/۱، سعيد)

(۷) ”(خلا) جلد (خنزير) فلا يطهر.“ (الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۴/۱، سعيد)

یافتہ عالم کے پیچھے جو ثواب ملے گا، اس کے پیچھے بھی وہی ثواب ملے گا، یا امامت میں دونوں برابر حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟ اگر متولی بے سند امام کو بلا جرم شرعی جواب دے دے تو متولی کی خدا کے یہاں پکڑ ہوگی، یا نہیں؟

### الجواب

حامداً مصلیاً، الجواب وبالله التوفیق:

بے سند شخص جو مسائل سے خوب واقف ہے اور قرأت اچھی پڑھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کر رہا ہے تو ایسے معین امام کی موجودگی میں دوسرے سند یافتہ عالم صاحب کو بغیر اجازت امام کے نماز پڑھانا مکروہ ہے، (۱) معین و دیندار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو ثواب ہے وہ ثواب بغیر اجازت کے نماز پڑھانے والے عالم امام کے پیچھے نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ متولیان مسجد کو بغیر قصور امام کو جواب دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت میں امام سے بددلی و ناراضگی ہو تو جماعت کے حسب منشاء مصلیوں کی کثرت رائے سے امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز ہے اور جب کہ متولیان مسجد اور مصلیان مسجد امام کو چار ماہ کی تنخواہ پیشگی دے کر رخصت کرنا چاہتے ہوں تو امام کو لائق ہے کہ عزت سے علیحدہ ہو جائے، زبردستی مسجد میں جماعت کی ناراضگی دیکھتے ہوئے امامت پر اڑے رہنا ناجائز و معیوب ہے اور عزت کے بھی خلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدا ایسے امام کی نماز قبول نہیں کرتا، جو قوم کی کراہت و ناراضگی دیکھتے ہوئے بھی امامت کرتا رہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲۵۵/۲، ۲۵۶)

### امام کس کو بنایا جائے:

سوال (۱) ہمارے یہاں دو مولوی صاحب ہیں، ایک نے تو کسی لڑکی کو بھگا کر شادی کی ہے، پھر طلاق دے دی اور ثانی نکاح بھی کر لیا، ایسی لڑکی سے جس کو حد جاری ہو سکتی ہے اور دوسرے مولوی صاحب ہیں، جن کے حق میں کسی قسم کی بدنامی نہیں ہے، لہذا ان دونوں میں کس کی امامت افضل ہے؛ یعنی نماز پڑھنا پیچھے اول کو ثانی کے سلف پر اور ثانی کو اول کے سلف پر جائز ہے، دونوں مولوی صاحب کی موجودگی میں مطلقاً لڑکی بھگا کر شادی کرنے والی سلف پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اکثر فقہاء کس طرف گئے ہیں؟ جواب قرآن و احادیث و فقہ سے دیں اور خدا بزرگ سے نعمت دارین حاصل کریں۔

(۱) ... ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً. (الدر المختار: ۲۹۷/۲، باب الإمامة)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما: عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبراً رجل أم قوماً وهم له كارهون وامرأة باتت زوجها عليها ساخط وأخوان متصارمان. (سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب من أم قوماً وهم له كارهون، رقم الحديث: ۹۷۱، ص: ۱۲۲، بيت الأفكار، انيس)

## مسجد میں امامت کا حق کس کو ہے:

(۲) ہمارے یہاں ایک مسجد وقف کی ہوئی ہے، وقف کرنے والے کے اولاد میں سے ایک مولوی صاحب ہیں، جو امام کے قابل بھی نہیں ہیں، برابر ایک اور مولوی صاحب کا اعتبار ہے؛ لیکن وقف کرنے والے کے لڑکے مولوی صاحب یوں کہتے ہیں کہ چونکہ مسجد میرے باپ دادا کی وقف کی ہوئی ہے؛ اس لیے امامت کا حق مجھے ہے، کسی کی ملکیت میں مسجد بنایا تو اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز، یا ناجائز؟ (احقر المعاصی بشیر احمد)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

(۱) دوسرا مولوی جس کے بارے میں کوئی بدنامی نہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (۱)  
 (۲) وقف کرنے کے بعد چیز وقف کرنے والے کی ملک سے نکل جاتی ہے اور خاص اللہ کی ملک شمار ہوتی ہے، پھر اللہ کے حکم کے مطابق جو شخص امامت کا زیادہ مستحق ہوگا اور اس کو امامت کا حق زیادہ ہوگا، وقف کی اولاد اگر ایسی نہ ہو تو اس کے بجائے دوسرا شخص جو امامت کا اہل ہو، اس کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب  
 کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۲۲/۲/۱۴۰۳ھ۔ (مختبات نظام الفتاویٰ: ۲۷۸/۱-۲۷۹)

## امام راتب الحق بالامامت ہے:

سوال: مسجد میں ایک امام مقرر ہے، اتفاقاً اگر اس سے زیادہ علم کوئی شخص آجائے تو امامت کا حقدار کون ہے؟  
 بینوا تو جروا۔

الجواب ————— ومنہ الصدق والصواب

امام راتب الحق ہے۔

لما فی شرح التنویر: واعلم أن صاحب البيت ومثله امام المسجد الرواتب أولى بالإمامة من غیره مطلقاً.  
 وفي الشامية: (قوله مطلقاً) أي وإن كان غیره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه (رد المحتار، المجلد الأول) (۲) فقط واللہ تعالیٰ أعلم (حسن الفتاویٰ: ۲۶۴/۳)

## امامت کا مستحق کون:

سوال (۱) مستحق امامت کون ہے؟

- (۱) ”قلت: وسيد ذكر الشارح عند المؤيد بالجواز لو غيره أصلح“. (رد المحتار على الدر ۶/۶۸، مكتبة زكريا)  
 (۲) رد المحتار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، دار الفكر بيروت. انيس

مقتدی کے ناپسند کرنے کے باوجود جبراً امامت کا حکم:

(۲) جو بیچ وقتی کا پابند نہیں ہے وہ زبردستی امامت کرتا ہے، مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیا زانی بالاعلان اور نشہ خوار کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

(۱) امامت کے لیے مستحق عالم، قاری، متقی ہے۔ (۱)

(۲) مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے؛ مگر غیر متقی سے متقی کی امامت اولیٰ ہے؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ مسلمان اس غیر متقی امام کو ایسے طریقہ سے علیحدہ کریں، جس سے فتنہ و فساد و افتراق کی نوبت نہ آئے، ورنہ فتنہ و فساد اور مسلمانوں میں پھوٹ یہ خود بڑا گناہ ہے اور پہلے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس امام سے مقتدیوں کو کراہت ہو، اس امام کی نماز مقبول نہیں ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

”عن عبد اللہ بن عمرو أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول: ثلاثة لا یقبل اللہ منهم صلاة: من تقدم قومًا وهم له کارهون“ إلخ. (رواه أبو داؤد وابن ماجه) (۲)

”عن أبي أمامة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثة لا تجاوز صلاتهم أذانهم: العبد الآبق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وإمام قوم وهم له کارهون“۔ (رواه الترمذی) (۳) فقط واللہ تعالیٰ أعلم

محمد عثمان غنی، ۱۵/۶/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۶۴/۲)

امامت میں ترجیح:

سوال: زید مولوی، طبیب اور حافظ ہے اور عمر حافظ، قاری، سب سے قرأت کا جاننے والا، مشکوٰۃ، ہدایہ، جلالین پڑھا ہوا ہے، امامت تراویح کے لیے کون افضل ہے؟

(۱) (والأحق بالإمامة) ... (الأعلم بأحكام الصلوة) ... (ثم الأحسن تلاوة) (تجویداً) (للقراءة، ثم الأورع). (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۹۲/۲)

(۲) سنن أبی داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له کارهون (ح: ۵۹۳) / سنن ابن ماجه، باب من أم قومًا وهم له کارهون (ح: ۹۷۰) انیس

(۳) جامع الترمذی، باب ما جاء من أم قومًا وهم له کارهون: ۶۴/۱ (رقم الحديث: ۳۶۰) / جامع معمر بن راشد (ح: ۲۰۴۹) / مصنف ابن أبی شیبہ (ح: ۱۷۱۲۸) انیس

## الجواب

ان دونوں میں عمر امامت تراویح وغیرہ کے لیے زیادہ مستحق ہے اور افضل ہے کہ وہ علم دین کے حصول کے ساتھ قاری بھی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹۷-۹۸)

## افضل کو امام بنایا جائے:

سوال: زید حاجی ہے اور بہت پابند پنجگانہ ہے اور زید کے تین لڑکے ہیں، ایک داڑھی نہیں منڈاتا؛ بلکہ لمبی داڑھی ہے، شرعی لباس میں مثل زید کے ہے اور دو داڑھی منڈاتے ہیں، زید اور تینوں لڑکے دوکانداری میں جھوٹ بول کر سودا بیچتے ہیں تو ایسی حالت میں زید اور اس کے لڑکے امامت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

## الجواب

زید اور زید کے لڑکوں میں سے، جو متشرع پابند صوم و صلوة ہے اور ظاہراً کوئی علامت فسق کی اس میں نہیں ہے، اس کی امامت بلا کراہت درست ہے اور جو کوئی امر فسق کا ان میں سے تو امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۸۹)

## زیادہ علم والے اور کم علم والے میں سے افضل کون ہے:

سوال: ایک شخص مسائل سے اچھا واقف ہے، دوسرا شخص کم علم ہے، ان دونوں میں مستحق امامت کون ہے اور کم علم والے کے پیچھے زیادہ علم والا اگر نماز پڑھ لیوے تو درست ہے، یا نہیں؟

## الجواب

احق بالامامت وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کو زیادہ جانتا ہو؛ لیکن اگر زیادہ علم والا کم علم والے کے پیچھے نماز پڑھ لے، نماز ہو جاتی ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۸۲)

(۱) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً، الأعلیٰ بأحكام الصلوة، إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويداً. (الدر المختار) أفاد بذلك أن معنى قولهم أقرأ: أي أجود، لا أكثرهم حفظاً... ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف وما يتعلق بها، قهستانی. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

(۳) الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة هكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة، هكذا في التبيين، ولم يطعن في دينه، إلخ، ويجتنب الفواشح الظاهرة وإن كان غيره أروع منه ...

جس کا علم زیادہ ہو، اسے امام بنانا افضل ہے:

سوال: ایک مسجد میں دو استاد بچوں اور بچیوں کو پڑھاتے ہیں، ایک استاذ مقامی ہیں، جو کہ صرف عالم ہی ہیں، دوسرے غیر مقامی ہیں، جو کہ عالم، قاری اور حافظ بھی ہیں۔

(۲) مقامی استاذ صرف بچیوں کو پڑھاتے ہیں، دوسرے استاذ بچوں کو سارا دن صبح شام پڑھاتے ہیں، جبکہ نمازیں اور جمعہ کی نماز مقامی استاذ پڑھاتے ہیں، ان دونوں میں سے نماز اور جمعہ پڑھانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے؟

الجواب

ان دونوں میں سے جن کا علم زیادہ ہو، خاص طور سے نماز کے مسائل سے جو صاحب زیادہ واقف ہوں اور جن کے علم وتقویٰ پر لوگ زیادہ اعتماد کرتے ہوں، ان کو امام بنانا زیادہ بہتر ہے، (۱) ویسے جائز دونوں کی امامت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۶/۱۳۹۸ھ (فتویٰ نمبر ۹۱/۷۲۹ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۲۱۵)

نمازیوں میں جس کی قرأت بہتر ہو، اس کو امام بنانا اولیٰ ہے:

سوال: ایک آدمی ہے جو کچھ علم تجوید قرأت سے واقف ہے اور اس نے کچھ مشق بھی کی ہے، اس کی نماز دوسرے لوگوں کے پیچھے، جن کی یہ حالت نہیں جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب

نماز جائز ہے؛ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس صورت میں یہی شخص امام بنے، جو اوروں سے اچھا قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔  
كما هو مصرح في عامة كتب الفقه وقال في الدر المختار: ولو قدموا غير الأولي  
أسأؤوا. (۲) واللہ اعلم (امداد المفتين: ۳۰۸/۲)

== وإن كان متبحراً في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو أولي، إلخ، دخل المسجد من هو أولي بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولي، كذا في القنية. (الفتاوى الهندية مصرى، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني: ۷۰/۱، ظفیر) (بیان من هو أحق بالإمامة، انیس)  
(۱) وفي الدر المختار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱: (و الأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صححةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة... ثم الأورع... إلخ.

وفي الهندية: (الباب الخامس في الإمامة الفصل الثاني: ۸۳/۱) (بیان من هو أحق بالإمامة، انیس): الأولي بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هكذا في المضمرة، وهو الظاهر، هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراءة... قدر ماتقوم به سنة القرءة ولم يقطع في دينه)

(۲) الدر المختار على صدر الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۹۷/۲. انیس

## جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے:

سوال: ہماری مسجد کے امام و خطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کوئی اور عالم یا بزرگ آجاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں، شرعاً یہ وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ حقدار ہیں، یا نووارد امام نماز پڑھائیں؟ بینوا تو جروا۔ (نفیس الرحمن، ساہیوال)

### الجواب

پہلے سے مقرر امام (بُخ وقتہ) ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نووارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

”(و اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولی بالإمامة من غيره) مطلقاً، آه. (الدر المختار)

قولہ: (مطلقاً) أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، وفي التاترخانية: جماعة أضياف في دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغي أن يتقدم المالك فإن قدم واحداً منهم لعلمه وكبره فهو أفضل، آه. (رد المحتار: ۴۱۳/۱) فقط واللہ اعلم  
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۰/۲/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۸۱/۲)

## چند امام کی صورت میں زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!  
(۱) ایک شخص جو کہ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے؛ مگر قرآن مجید تجوید سے نہیں ادا کر سکتا ہے۔

(۲) وہ شخص جو پرہیزگار ہے اور نماز کے مسائل سے کچھ واقف بھی ہے اور قرآن صحیح ادا کرتا ہے، اندیشہ ہے کہ اکثر قرأت میں غلطی کرتا ہے، معروف مجہول کی کوئی خبر نہیں ہے۔

(۳) وہ شخص جو پرہیزگار ہے اور اس کی نماز قضا نہیں ہوتی اور نماز کے مسئلوں سے واقف بھی ہے؛ مگر قرآن کی قرأت یا تجوید سے ادائیگی کر سکتا ہے، زیر زبر کی غلطی ہوتی ہے، معروف مجہول میں، زیر زبر میں کچھ پیش نہیں کرتا ہے۔



الجواب ————— وباللہ التوفیق

نمبر سوم: اگر بقدر مسنون قرأت غلطی کئے پڑھ لیتا ہے تو وہ امام بننے کا زیادہ حقدار ہے، صرف غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہونے سے کوئی قباحہ نہیں ہے؛ ہاں اگر بقدر مسنون صحیح قرأت نہیں کر سکتا تو پھر نمبر چہارم کو امام بنانا چاہیے، بشرطیکہ وہ قضا شدہ کی قضا کر لیتا ہے، ورنہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔

(والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً، مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفتوح الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة. (الدر المختار) قوله: (وقيل سنة) قائله الزيلعي وهو ظاهر المبسوط، كما في النهر، ومشى عليه في الفتح، قال ط: وهو الأظهر؛ لأن هذا التقديم على سبيل الأولوية، فالأنسب له مراعاة السنة. (رد المحتار: ۵۷۱/۱-۵۸) (۱)

**نوٹ:** یہ خوب یاد رہے کہ یہ ترتیب افضلیت اور اولیت میں ہے، اگر کوئی بھی ان میں سے امامت کرے گا اور نماز صحیح ہونے کی مقدار بھی اس طرح قرأت کرے گا، جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو امامت درست ہو جائے گی، یہ چیزیں لڑنے کی نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۳/۶/۱۳۸۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۹۷-۱۹۸)

**امامت کا حق کس شخص کو ہے:**

سوال (۱) زید و بکر معمولی سی بات پر ضد میں آکر امام مسجد کو بلا قصور بلا اجازت تمام مصلیان و اہل محلہ ہٹا کر ایک ایسے لڑکے کو امام مقرر کرتے ہیں، جو احکام دین سے بالکل ناواقف اور بدرویہ ہے، نصف مردمان محلہ اس کی امامت سے ناراض ہیں، جس کی وجہ سے وہ لوگ زید و بکر کے ظلم و جاہلانہ افعال سے رنجیدہ ہو کر دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، بروئے شریعت زید و بکر کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) تمام نمازیوں میں کس صفت اور کس قابلیت کا امام ہونا چاہیے؟

(المستفتی: ۲۲۹۵، عبدالحکیم (نارول) ۶/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۶/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

یہ فعل زید و بکر کا صحیح نہیں اور احکام دین سے ناواقف شخص کو امام بنانا، جب کہ اس سے زیادہ مستحق شخص موجود ہو، غلط کاری ہے، جس سے زید و بکر کو توبہ کرنا اور باز آنا چاہیے۔

(۲) احکام نماز سے واقف قرآن مجید صحیح پڑھنے والا صالح شخص امامت کا مستحق ہے۔ فقط (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت لہفتی: ۱۱۵-۱۱۶)

احق بالامامت کو مقدم کرنا سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور غیر احق کو مقدم کرنے کا حکم:

سوال: باب الامامة میں جواحق الامامت الاعلم باحکام الصلوٰۃ مذکور ہے، تو باب اول کتب فقہ کی ترکیب کا ملحوظ رکھنا از قبیلہ مندوبات ہے، یا سنت مؤکدہ ہے؟ بہشتی زیور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت ہے: مسئلہ: اجارہ علی الطاعات متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ متاخرین بعض طاعات میں بضرورت اس کے جواز کے قائل ہیں۔

پس امامت کے لیے کسی کو اجورہ پر مقررہ کرنا بے ضرورت جائز ہے، یا نہیں؟ یعنی فی زمانہ جو متولیان و منتظمان کی مساجد کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ کسی حافظ وغیرہ کو اجرت پر امام مقرر کرتے ہیں اور قوم میں بعضہم فوق بعض عالم، فاضل، قاری موجود ہوتے ہیں، ان سے اس بارے میں کچھ مشورہ نہیں کیا جاتا اور مقتدیوں میں سے جو پنج گانہ نماز میں حاضر رہتے ہیں اور بہت سے ان میں احق بالامامة ہوتے ہیں، ان سے نہیں کہا جاتا کہ تم میں جواحق بالامامة ہو، وہ کار امامت اپنے ذمہ لے؛ بلکہ محض اپنی رائے سے جو مناسب اجورہ پر کوئی معمولی شخص دستیاب ہو گیا کہ نہ وہ ذی علم ہوتا ہے، نہ صحت کے ساتھ مثل قاریوں کے قرآن شریف پڑھ سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ محض حافظ ہوتا ہے اور اس کو امام مقرر کر دیتے ہیں، پھر بسا اوقات ان لوگوں کو جواحق بالامامت ہوتے ہیں، ان کو اس شخص کی اقتدا میں گوناگوں وجوہ سے ضیق واقع ہوتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھانا ہمارے متعلق ہو جاوے تو ہم اس کو بہ طیب خاطر گوارہ کر لیں اور ہمیں تنخواہ وغیرہ سے کچھ غرض نہیں؛ لیکن متولیان و منتظمان مساجد اس طرف توجہ نہیں کرتے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر قوم میں عالم فاضل و افضل لوگ موجود ہوں تو ان کی موجودگی میں متولیان مساجد کو بلامرضی ان کی کسی غیر احق کو امام مقرر کرنا جائز ہے اور موافق سنت ہے یا نہیں؟ اور متولیان مساجد کو اور قوم کو ایسا احق حاصل ہے یا نہیں کہ وہ بموجودگی احق بالامامة کے غیر کو بلامرضی و استمزاز احق بالامامة امام مقرر کر سکیں اور اگر قوم، یا متولیان مساجد کسی غیر احق کو مقدم کریں تو احق اور افضل کو حق منع حاصل ہے، یا نہیں؟

باب الجنائز در مختار میں مذکور ہے: ثم الولی بترتیب عصبوبة الانکاح إلا الأب فیقدم علی الابن

(۱) أو الخیار إلى القوم فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم ولو قدموا غیر الأولی أساؤا بلا إثم. (الدر المختار)

قال الشامی: قوله: اعتبر أكثرهم لا یظهر هذا إلا فی المنصب وإلا فکل یصلی خلف من یختاره، لكن فیہ

تکرار الجماعة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۸/۱-۵۵۹)

إتفاقاً، قال الشامي: قوله فيقدم على الإبن إتفاقاً، إلخ، هو الأصح؛ لأن لأب فضيلة عليه وزيادة سن والفضيلة والزيادة تعتبر ترجيحاً في استحقاق الإمامة، كما في سائر الصلاة، بحر عن البدائع. بعد از اس در مختار میں یہ مذکور ہے:

وله أى للولى و مثله كل من يقدم من باب أولى الإذن لغيره فيها لأنه حقه فيملك إبطاله إلا أنه إن كان هناك من يساويه فله أى لذلك المساوى ولو أصغر سنًا المنع لمشاركته فى الحق. شامی لکھتے ہیں:

فلو كان شقيقين فالأسن أولى لكنه لو قدم أحداً فللأصغر منعه ولو قدم كل منهما واحداً فمن قدمه الأسن. (البحر الرائق)

پس جب کہ ان عبارات سے یہ معلوم ہو گیا کہ باب اولیٰ کا حکم باب الامامة اور باب الجنائز میں برابر ہے، از روئے استحقاق کے تو اس سے ظاہر تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ متولیان مساجد اور قوم اگر کسی غیر اولیٰ کو بموجودگی اولیٰ امام بناویں تو اولیٰ شخص کو حق منع حاصل ہے اور کتب فقہ میں جو اجورہ علی الطاعات متاخرین کے نزدیک مجوز ہے، وہ بشرط ضرورت ہے، چنانچہ یہ امر مصرح ہے کہ اهداء ثواب کے لیے قرأت قرآن اجورہ پر ناجائز قرار دیا گیا ہے، بوجہ اس کے کہ اس کو ایک امر غیر ضروری مانا ہے، نیز کتاب الفرائض باب الرد میں یہ امر مصرح ہے کہ رد علی الزوجین بموجودگی دیگر وراثنا جائز ہے، البتہ اگر ماسوا زوجین کے کوئی اور وارث نہ ہو تو ان پر رد صحیح ہے، پس یہ صورتیں مقتضی اس امر کی ہیں کہ بے ضرورت اجورہ پر امام مقرر کرنا بھی ناجائز ہے، بالخصوص ایسی صورت میں کہ بموجودگی اولیٰ و افضل غیر اولیٰ کو ہمیشہ کے لیے امام مقرر کیا جاوے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

قال فى الدر: (والأحق بالإمامة) تقدماً بل نصباً، مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة)، آه. قال الشامى: (قوله: تقدماً) أى على من حضر معه، (قوله: بل نصباً) أى للإمام الراتب، وفى الدر أيضاً ولو قدموا غير الأولى أسأؤوا بلا إثم.

وفى رد المحتار؛ قال فى التاتر خانية: ولو أن رجلين فى الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الآخر فقد أسأؤوا وتركو السنة ولكن لا يأنمون؛ لأنهم قدموا رجلاً صالحاً، وكذا الحكم فى الإمارة والحكومة، أما الخلافة وهى الإمامة الكبرى فلا يجوز أن يتركوا الأفضل وعليه إجماع الأمة. آه، فافهم. وفى الدر أيضاً (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقاً. وقال الشامى تحته: أى وإن كان غيره من الحاضرين هو أعلم وأقرأ منه، إلخ. (۱) (۵۸۳/۱)

وفی الدرأیضاً: وكذا تكره خلف أمرء (إلى إن قال) ومن أم بأجرة.  
قال الشامی: بأن استؤجر لیصلی إماماً سنة أو شهر ابكذ، وليس منه ما شرطه الواقف علیه فإنه صدقة ومعونة له، رحمتی: أى يشبه الصدقة، ويشبه الأجرة كما سیاتی إنشاء الله تعالى فی الوقف على أن المفتی به مذهباً لمتأخرین من جواز الاستئجار على تعلیم القرآن والإمامة والأذان للضرورة، آه. (۵۸۷/۱) (۱)

وفی الدرأیضاً: طالب التولية لا یولی إلا المشروط له النظر؛ لأنه مولى فیرید التنفيذ.  
وفیه أيضاً: ثم إدامات المشروط له بعد موت الواقف ولم یوص لأحد فولاية النصب للقاضی إذا لا ولاية لمستحق إلا بتولية، آه. (۶۳۵/۳-۶۳۶) (۲)

وفی رد المحتار: وفی البیری عن حاوی الحصری عن وقف الأنصاری: فإن لم یکن من یتولی من جیران الواقف وقرابته إلا برزق ویفعل واحد من غیرهم بالارزق فذلک إلى القاضی ینظر فیما هو الأصلح لأهل الوقف. آه.

فیه أيضاً: ... من الأشباه: إذا ولی السلطان مدرساً لیس بأهل لم تصح تولیته؛ لأن فعله مقید بالمصلحة، خصوصاً إن كان المقرر عن مدرس أهل، فإن أهل لم ینعزل، وصرح البزاری فی الصلح، بأن السلطان إذا أعطی غیر المستحق فقد ظلم مرتین: بمنع المستحق، وإعطاء غیر المستحق، آه. (۵۹۷/۳) (۳)

ان عبارتوں سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

- (۱) سنت یہ ہے کہ احق بالامامہ کو امام مقرر کیا جاوے۔
- (۲) اگر متولیان مسجد غیر احق کو مقرر کریں تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ امامت کا اہل بھی نہیں، مثلاً مسائل صلوٰۃ سے جاہل ہے، یا قرآن قدر صلوٰۃ جواز پڑھنے سے عاجز ہے، یا فاسق ہے، تب تو متولیوں کے امام بنانے سے وہ امام ہی نہ ہوگا اور اگر متولی اس کو تنخواہ مسجد کی آمدنی سے دیں گے تو ظالم و گنہگار ہوں گے اور اگر اہل ہے، گو احق نہ ہو تو اس کا امام مقرر کرنا خلاف سنت ہے، مگر متولیان کو گناہ نہ ہوگا۔
- (۳) جب کوئی شخص امام راتب مقرر ہو جائے، بشرطیکہ وہ نااہل نہ ہو تو پھر وہی احق بالامامت ہے، گو اس کے پیچھے اس سے افضل و اکمل موجود ہوں۔

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. انیس

(۲) کتاب الوقف، فرع طالب التولية، انیس

(۳) کتاب الوقف، مطلب فی عزل الناظر ومطلب: لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة أو عدم أهلیة، انیس

(۴) مستحق امامت کو قبل از تقرر بوجہ اپنے علم و فضل وغیرہ کے کسی امام کو امامت سے روکنے کا حق نہیں۔

(۵) جو شخص خود امام بننا چاہتا ہو وہ امامت کا مستحق نہیں، گو کیسا ہی افضل ہو، ہاں اگر اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو تو وہی مستحق ہے، یا وہ بلا تنخواہ امامت پر راضی ہو اور دوسرے تنخواہ کے بغیر راضی نہیں تو متولیان کو وقف کی مصلحت پر نظر کرنا چاہیے اور جو مناسب ہو، اس کو امام مقرر کرنا چاہیے، اگر بلا تنخواہ امامت کرنے والا ویسے ہی پابندی کر سکے، جتنی تنخواہ والا کرتا ہے اور وہ حق بالا امامت بھی ہو اور اکثر نمازی اس کو پسند بھی کرتے ہوں تو تنخواہ دار کا ایسی حالت میں رکھنا وقف کی مصلحت کے خلاف ہے۔

(۶) اگر واقف نے وقف مسجد میں امام کی تنخواہ مشروط کر دی ہو تو وہ اجرت نہیں بلکہ وہ اعانت و امداد ہے، جو اتفاقاً جائز ہے، اور مشروط نہ کی ہو تو وہ اجرت ہے جو متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ واللہ اعلم

۲۲ صفر ۱۴۱۲ھ (امداد الاحکام: ۱۱۹/۲-۱۲۲)

### جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت:

سوال: [ایک شخص قرآن خوانی میں یہ کہتا ہے کہ میرے برابر دوسرا کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اور میری نماز کسی مولوی کے پیچھے نہیں ہوتی۔

الجواب

اگرچہ وہ شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے، مگر اس کے پیچھے کہ قرآن قدر مایجوز پڑھے، نماز اس کی درست ہے، اور عالم جو قرآن بقدر مایجوز پڑھتا ہو، اس کا امام ہونا حق ہے۔ اور یہ قول اس کا کہ میری نماز کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، محض جہل، ناشی تکبر اور عجب سے ہے، دین کی بات نہیں۔

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۷)

### قاری خوش آوازی کی امامت:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ قاری خوش آواز کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے اور دھیان اس کی قرأت ہی میں رہتا ہے اور کسی کی طرف دھیان نہیں جاتا کہ خدا اور رسول کا بھی خیال نہیں رہتا، یہ کہنا اس کا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ کہنا اس کا غلط ہے، نماز قاری کے پیچھے پڑھنا افضل ہے اور خوش آوازی دوسری خوبی ہے کہ اس کی بھی تعریف حدیثوں میں آئی ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۳)

(۱) عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”زینوا بالقرآن بأصواتکم۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، رقم الحدیث: ۴۶۷، ص: ۱۷۶، بیت الأفكار، انیس) =

اگر امام قرأت بہتر نہ کر سکے تو قاری کا انتظار مناسب ہے:

سوال: اگر جماعت تیار ہے اور امام مقررہ قرأت سے ناواقف ہے، ایک قاری وضو کر رہا تھا تو اس کا انتظار کیا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں انتظار قاری صاحب کا مناسب و بہتر ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۸/۳)

استاذ کی موجودگی میں امامت:

سوال: ایک شخص امام، حافظ، قاری، مشروع وضع قطع میں نہایت نیک صالح، استاذ و والد و جملہ نمازی بہت خوش، ایک دن باصرار امام صاحب نے اپنے استاذ بزرگ بعمر ۷۰ سال سے نماز مغرب پڑھوادی، دو تین مقتدیوں نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، (بسبب باطنی)، کہیں اور جا کر مغرب کی نماز ادا کی، بعد میں امام صاحب سے کہا کہ اپنے استاذ سے نماز نہ پڑھوایا کریں، اس کے بعد امام صاحب نے استعفا دے دیا اور کہا کہ میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ استاذ محترم شہر کی کسی بھی مسجد میں ہوتے ہیں، ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ نماز یہی پڑھائیں، تمام شہر عزت کرتا ہے اور میں ان سے نماز کے لیے نہ کہوں میں برابر کہوں گا، اگر یہ شرط منظور ہو تو نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں۔

امام صاحب نہیں چاہتے تھے کہ بغیر میری شرط منظور کئے نماز پڑھاؤں، برادری کے لوگوں نے امام کے والد پر دباؤ ڈالا اور والد نے اپنی برادری کی لاج رکھتے ہوئے نہ بیٹے کی شرط کی پرواہ کی، نہ استاذ کی بے عزتی کی، اور بیٹے کو مسجد میں لے جا کر خود مصلیٰ پر کھڑا کر کے نماز پڑھوادی اور بعد میں والد نے نمازیوں سے معافی مانگی کہ بھائیو! امام صاحب سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے، اس کی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، امام صاحب والد کے آگے کچھ نہ کہہ سکے، ایسی حالت میں جب کہ استاذ کی بے عزتی کی گئی اور والد نے بھی برداشت کر لی تو ایسی حالت میں امام کو والد کی اطاعت واجب ہے، یا استاذ کی بے عزتی گوارہ کرے اور استاذ کا ادب و احترام ختم کر دے؟

== رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لیس منا من لم یتغن بالقراءة، قال: فقلت لابن اُبی ملیکہ: یا ابا محمد! أرايت إذا لم یکن حسن الصوت قال یحسنه ما استطاع. (سنن اُبی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، رقم الحدیث: ۱۴۷۱، ص: ۱۷۷، بیت الأفكار، انیس)

(۱) اگر امام قرأت میں کوئی ایسی غلطی نہیں کرتا ہے جو مفسد صلوٰۃ وغیرہ ہے تو حکماً یہ امام مقرر دوسرے سے افضل ہے۔

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولی بالإمامة من غیره) مطلقاً. (الدر المختار) أي وإن كان

غیرہ من الحاضرين من أعلم وأقرأ منه. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

البتہ امام بخوشی اس قاری کو امامت کی اجازت دے تو اس کے لیے اس کی اجازت ہے اور انتظار بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

یہ تصور ہی غلط ہے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد نماز پڑھادے تو استاذ کی بے عزتی ہوگئی، خاص کر جب کہ شاگرد کی درخواست پر بھی استاذ امام ہونا پسند نہ کرے، البتہ بلا وجہ شرعی دل میں رنجش رکھنا بہت بُرا ہے، (۱) امام صاحب اگر فتنہ کو ختم کرنے کے لیے والد صاحب کا کہنا مانیں اور نماز پڑھادیا کریں تو اس میں نہ استاذ کی بے عزتی ہے اور نہ اور کوئی گناہ ہے، جو لوگ استاذ سے رنجش رکھتے ہیں ان کو دل صاف کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۳۳۹-۳۵۰)

کم علم امام بڑے عالم کے باوجود امامت کرے گا:

سوال: جو امام کسی جگہ امامت پر متعین ہے اور اس جگہ دوسرا شخص اس سے علم میں زائد ہو تو بلا اجازت اس کے وہ امامت کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کر سکتا ہے؟

الجواب

احادیث اور روایات فقہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص امام کسی مسجد و محلہ کا ہو، اس کی موجودگی میں اس کی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو، (۲) اور نکاح خوانی کے لیے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح کو معین اور مقرر نہیں کیا؛ بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، (۳) پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۳-۸۲)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار". (رواه احمد وابو داؤد) (مسند الإمام أحمد، مسند أبي هريرة (ج: ۹۰/۹۲) سنن أبي داؤد، باب فيمن يهجر أخاه المسلم (ج: ۴۹۱/۴) انيس)

عن أبي خراش السلمی رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من هجر أخاه سنة، فهو كسفك دمه". (رواه أبو داؤد) (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۴۲۷/۲، قديمي) (سنن أبي داؤد، باب فيمن هجر أخاه المسلم (ج: ۴۹۱/۵) انيس)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غيره) مطلقاً (الدر المختار) مطلقاً أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر) (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۲۹۷/۲، دارالکتب العلمیة، انيس)

(۳) قال أصحابنا: يجوز للمرأة أن تعقد النكاح لنفسها وتكون وكيلة للرجل فتعقد له وللولى فتزوج وليته وتزوج أمتها. (التجريد للقدوري، تولى المرأة عقد النكاح: ۴۳۵/۹، دارالسلام القاهرة، انيس)

وللولى نكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيباً فإن كان أباً أو جدّاً لزم وإن كان غيرهما ==

عالم اور معمولی خواندہ میں سے کس کو امام بنانا افضل ہے:

سوال: جماعت میں ایک عالم کے ہوتے ہوئے جس کے ساتھ کثیر جماعت راضی ہو، ایسے معمولی خواندہ آدمی کو امامت کی اجازت دینا، جس کے ساتھ قلیل جماعت راضی نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟  
(المستفتی: ۱۱۳- محمد عنایت حسین صاحب کھنور۔ ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ/۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

اتفاقہ طور پر ایسا معاملہ پیش آجائے، تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ مستقل طور پر افضل آدمی کو امام بنانا چاہیے، اس کا خلاف مکروہ ہے۔ (۱)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۸۱/۳)

مفت یا مشاہرہ لے کر نماز پڑھانے والوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے:

سوال: ایک شخص سند یافتہ تمام علوم کا ہے اور حافظ وقاری ہے، ایک مسجد میں اوجہ اللہ نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا شخص صرف حافظ وقاری ہے؛ لیکن تیس روپے ماہوار اجرت پر نماز پڑھاتا ہے، ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے؟

الجواب

پہلے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے، اول اس لیے کہ وہ علم و اقرار ہے، دوسرے اس لیے بھی کہ اس میں مسجد کا نفع ہے کہ تنخواہ دینی نہیں پڑتی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲۷۹/۲)

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱) امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہ؟ اور جو امام تنخواہ لے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا مکروہ؟

مقررہ امام اور عالم مقتدی میں کون مستحق امامت ہے:

(۲) ایک مسجد میں امام مقرر ہے اور ایک عالم بھی موجود ہے تو نماز کس کے پیچھے پڑھنی چاہیے؟ اور عالم کی نماز اس امام مقرر شدہ کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں؟

== فلہما الخيار إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ خلافاً لأبي يوسف، الخ. (ملتنقی الأبحر، باب الأولیاء والأکفیاء: ۴۹۴/۱، دار الکتب لبنان. انیس)  
(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۵۸۳/۱، انیس



ایسے امام کی اقتداء جس نے دو ماہ تک باوجود علم نجس جائے نماز پر نماز پڑھی اور لوگوں کو پڑھائی، درست ہے، یا نہیں؟

### الجواب

(۱) امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے، (۱) پس تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیے۔

(۲) امام مقرر کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہیے یہی افضل ہے اور عالم کی نماز امام مقرر کے پیچھے صحیح ہے۔ درمختار میں ہے:

ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (رد المحتار: ۵۲۲/۱) (۲)

جانماز اگر نجس ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر موضع سجود قدس پاک ہے تو نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں اور موضع یدین و رکبتین میں خلاف ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے، پس اگر ماسوا ان موضع کے کوئی جگہ جانماز کی نجس ہے تو نماز ہو جاتی ہے، اس صورت میں اعتراض کچھ نہیں ہے۔ درمختار باب شروط الصلوة میں ہے:

و (طهارة) مكانه أي موضع قدميه أو إحداهما أن رفع الأخرى، وموضع سجوده اتفاقاً في الأصح، لا موضع يديه وركبتيه على الظاهر، إلخ. شامی میں ہے:

وفي البحر: واختار أبو الليث أن صلاته تفسد وصححه في العيون. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۹/۳-۳۲۰)

جو پرہیزگار نہ امامت کرے، نہ اقتدا کرے، وہ گناہ گار ہے:

سوال: اگر کسی محلہ یا گاؤں میں مسجد کا پیش امام کسی وجہ سے نماز پڑھانے نہیں آسکا اور اس کی جگہ کوئی بزرگ نماز پڑھا دیں اور پورے گاؤں میں ایک ہی آدمی ایسا ہو جو خود بھی متقی اور پرہیزگار ہو اور وہ نہ خود امامت کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو شرعی نقطہ نگاہ سے وہ آدمی اسلام میں کیسا ہے؟

(۱) ولا لأجل الطاعات (إلى قوله) ويفتئ اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدر المختار على هامش رد المحتار، مطلب في الاستيجار على الطاعات، ظفیر) (كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۷/۷۶، دار الكتب العلمية، بيروت، انیس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس

(۳) رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۳۷۴/۱، ظفیر

## الجواب

وہ شخص گناہگار ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۲۸/۳)

نو وارد عالم کی امامت اور دوہرے فرش پر نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین ان مسئلوں میں کہ!

- (۱) مسجد میں اگر دوہرے فرش مع مقتدیوں و امام کے ہو تو درست ہے، یا نہیں؟
- (۲) ایک امام جامع مسجد ہے اور وہ نماز کے فرائض اور واجبات و سنن و شکندہ (نماز توڑنے والی چیزیں) وغیرہ بخوبی جانتا ہے اور قرآن شریف صحیح خواں ہے، مگر عالم نہیں، ایک عالم وارد ہوا تو نماز وہ امام جی جو ہمیشہ قدیم سے موجود ہے، پڑھاوے، یا وہ عالم نو وارد پڑھاوے؟ اور وہ عالم بلا اجازت امام جی کے نماز پڑھا دے درست ہے، یا نہیں؟ اور نماز بغیر اجازت امام جی کے موجود ہوتے عالم کو پڑھانی درست ہے، یا نہیں؟ یا امام جی کو بلا اجازت عالم کے نماز پڑھانی درست ہے یا نہیں؟ اور اس صورت خاص میں نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

## الجواب

(۱) دوہرے فرش پر نماز درست ہے۔

”وَأَنْ يَجِدَ حِجْمَ الْأَرْضِ“ (۲)

”تفسیرہ أن الساجد لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصح على طنفسة و حصير و حنطة و شعير و سرير“ (۳)

(۲) صورت مذکورہ میں استحقاق امامت کا امام جی کو ہے، وہی نماز پڑھاوے، اس کو عالم کی اجازت کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں اور اس عالم کو بغیر اجازت امام جی کے نماز پڑھانا نہ چاہیے اور اگر پڑھاوے تو نماز ہو جاوے گی، (۴) باقی استحقاق امام جی کو ہے۔

(۱) قال: الجماعة سنة مؤكدة لا يرخص لأحد التخليف عنها بغير عذر... إلخ. (الفتاوى السراجية، ص: ۱۵) (باب في الصلاة بالجماعة، انیس)

أيضاً: ليس في المحلة إلا واحد يصلح للإمامة لا تلزمه ولا يأنم بتركها، كما في القنية. (الفتاوى الهندية: ۸۴/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، فصل صفة الصلاة: ۵۰۰/۱۔

(۳) الطحطاوى ۲۲۲/۱ (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب صفة الصلاة، انیس)

(۴) یعنی مع الکرابۃ، البتہ اگر یہ امام جی قرآن غلط پڑھتا ہو اور عالم صحیح پڑھتا ہو تو امام جی کی امامت درست نہیں اور وہ عالم پڑھاوے، بشرطیکہ جواز کی حد تک قرآن نہ پڑھ پایا ہو۔

فی سنن أبی داؤد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ولا یؤم الرجل فی بیتہ ولا فی سلطانہ ولا یجلس علی تکرمتہ إلا بأذنه. (ص: ۸۷) (۱)

وفیہ أيضاً قال علیہ السلام: من زار قومًا فلا یؤمهم ولیؤمهم رجل منهم. (ص: ۸۹) (۲)  
 ”دخل المسجد من هو أولى بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولى، کذا فی القنیة“۔ (۳)  
 واللہ أعلم

(امداد، ص: ۱۷، ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۷/۱-۳۳۸)

### جماعت میں عالم کی موجودگی کے باوجود متولی کی امامت:

سوال: ہماری جامع مسجد میں عصر کی نماز امام صاحب کی غیر حاضری کے سبب غیر عالم متولی نے پڑھائی، جبکہ اس کے علم میں یہ بات تھی، ایک عالم دین محلے کا باقاعدہ نمازی جماعت کی پہلی صف میں موجود ہے، کیا متولی کے لیے یہ افضل نہ تھا کہ عالم دین سے امامت کو کہتے ہیں؟

الجواب

جی ہاں! یہی افضل تھا۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲۷/۳)

### مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی:

سوال: امامت مقیم کی اولیٰ ہے، یا مسافر کی؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

مقیم کی امامت اولیٰ ہے۔

”الأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة... ثم المقيم علی المسافر“۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم  
 حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۶/۲-۳۹)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۸۲، انیس

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب إمامة الزائر، رقم الحدیث: ۵۹۶، انیس

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۸۲/۱ (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالإمامة، انیس)

(۴) (والأحق بالإمامة) تقدیماً... الأعلیٰ بأحكام الصلاة (فقط صحۃ وفساداً بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة

(قوله تقدیماً) أى علی من حضر معه... إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱)

(۵) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، سعید

عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامت کون ہے:

سوال: فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے، یا جاہل غیر فاسق، فاسق کے پیچھے ادائیگی کا حکم کیا ہے؟ مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

(المستفتی: محمد عبداللہ مدرسہ روضۃ العلوم، پھولپورا عظیم گڈھ)

الجواب \_\_\_\_\_ حامدًا ومصلیًا

عالم فاسق احق بالامامت ہے، ہکذا فی الشامی، فی باب الاذان، جلد اول۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حیب الفتاویٰ: ۵۴۲-۵۵)

متقی جس کی قرأت صحیح نہیں اور غیر متقی جس کی قرأت صحیح ہے؛ ان میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں ایک بوڑھا شخص نماز پڑھاتا ہے، جس کا لباس بھی شرعی ہے اور وہ روزہ، نماز کا بھی پابند ہے اور اس کی داڑھی بھی شرعی ہے؛ لیکن قرأت صحیح نہیں ہے اور وہاں کے مقتدی بھی اس کو پسند نہیں کرتے؛ لیکن وہ خود بخود آگے بڑھ جاتا ہے اور ایک دوسرے صاحب ہیں، جو نماز، روزہ کے پابند تو ہیں؛ لیکن نہ تو لباس شرعی ہے اور نہ داڑھی؛ بلکہ داڑھی پر ہمہ وقت استرہ چلواتے رہتے ہیں، پینٹ، شرٹ پہنتے ہیں؛ لیکن جب نماز پڑھنے جاتے ہیں تو اس کو بدل کر لنگی اور کرتہ پہن لیتے ہیں، قرأت صحیح ہے۔ اس صورت میں نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب \_\_\_\_\_

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا: فی الدر: وفاسق وأعمی إلا أن یكون غیر الفاسق اعلم القوم فهو أولى. وفي الرد: مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمہ کراهة تحريم. (ردالمحتار: ۱/۴۱۴) (۲) عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں امامت کا حق پابند شرع بوڑھے کو ہے، البتہ اگر بوڑھا قرأت بہت غلط پڑھتا ہے کہ ایسی غلطی لُحْن جلی میں داخل ہے تو امامت کا حقدار بوڑھا نہیں ہے، دوسرا شخص ہے، جس کی قرأت درست ہے۔

اور لُحْن جلی کی چار صورتیں ہیں:

(۱) تبدیل حرف بہ حرف یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا۔

(۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا۔

(۱) جاہل سے مراد وہ شخص ہے، جو قرأت نہ کر سکتا ہو، نماز کے ابتدائی مسائل سے واقف نہ ہو۔

الأعلم بأحكام الصلاة صحةً وفساداً. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، انیس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الامامة: ۳۷۶/۱، نعمانية، دیوبند

(۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا

(۴) حرکات اور سکانات میں غلطی کرنا۔

لُحْن جلی کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں بوڑھا امام بننے و بنائے جانے کا حقدار اس لیے نہیں ہے کہ لُحْن جلی حرام ہے اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ (جمال القرآن: ۷)

اور یہ ظاہر ہے کہ صحیح خواں فاسق کی امامت کی بہ نسبت نماز کے اندر قرأت میں لُحْن جلی زیادہ اشد ہے، نیز لُحْن جلی بالکل مشروع نہیں اور فاسق کی امامت مع الکراہۃ مشروع ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: صلو ا خلف کل بر وفاجر. (۱) واللہ أعلم بالصواب  
کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۱۴۰۸ھ/۴/۱۰ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم ۲/۲۴۰-۲۴۲)

زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے:

سوال (۱) شہر کی ایسی جامع مسجد کہ جس میں ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام و صوفیاء عظام وغیرہ نماز پڑھتے ہوں، ایسی مسجد میں امام کس طرح کا مقرر کرنا چاہیے؟

(۲) زید مولوی حافظ، متقی ۳۵-۳۶ برس کا ہے، بکر صرف حافظ ۱۸-۱۹ برس کا، مسائل ضروریہ وضو و نماز سے ناواقف، ان دونوں میں از روئے شرع مستحق امامت کون ہے؟

(۳) اگر ممبران یا مصلیان مسجد زید موصوف کے رہتے ہوئے بلا عذر شرعی بکر موصوف کو امام مقرر کریں تو ممبران کا یہ فعل مذموم مکروہ ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں مسائل ضروریہ سے ناواقف بکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۷۳، محمد عبدالخالص صاحب (آگرہ) ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ/۶ جولائی ۱۹۳۷ء)

### الجواب

ظاہر ہے کہ عالم متقی اور زیادہ عمر والا زیادہ مستحق ہے؛ لیکن اگر بکر کا کوئی اور استحقاق ہے، مثلاً ائمہ سابق کا وہ بیٹا ہے تو اس کو امامت کے لیے مقرر کرنا اور اس کا نائب نماز پڑھانے کے لیے متعین کر کے بکر کی تعلیم کا انتظام کر دینا جائز ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی۔ (کفایت المشتی ۳/۹۸-۹۹)

(۱) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الجہاد واجب علیکم مع کل امیر برّاً کان أو فاجراً والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم برّاً کان أو کان فاجراً، وإن عمل الکبائر، إلخ. (أبو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور: ۳۴۳، قدیمی)

(۲) (والاحق بالامامة) تقدیمًا بل نصبًا (مجمع الأنهر) الأعلّم بأحكام الصلاة فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة و حفظه قدر فرض، وقیل واجب، وقیل سنة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

## پابند اور غیر پابند شریعت میں سے کس کی امامت افضل ہے:

سوال: جبکہ جامع مسجد میں ایک موروثی اور شریعت کی پابندی نہ کرنے والا اور دوسری مسجد میں پابند شریعت حافظ اور مسائل نماز سے بخوبی واقف آزاد امام نماز پڑھاوے تو کس جگہ نماز مکمل و افضل ہوتی ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہے اور حافظ و صالح ہے۔ (۱)  
لیکن جن لوگوں کے محلہ میں جو مسجد واقع ہے ان پر اپنے محلہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے اور ان اہل محلہ کے لیے مسجد محلہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ان کو اسی مسجد میں ثواب جماعت کا حاصل ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۳)

## امامت کے لیے بہتر کون شخص ہے:

سوال: متعلقہ صحت امامت۔

الجواب

اگر امام سود خوار کے ہاں روزہ افطار کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اس سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں، بیوی ہونا تو اچھی بات ہے؛ لیکن جس کے بیوی نہیں، اگر وہ اور باتوں کے لحاظ سے بیوی والے امام سے بہتر ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً متقی پرہیزگار ہو، قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو، وغیرہ۔ (۳)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۲/۳-۱۲۳)

## پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے:

(الجمعية مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: زید پابند شریعت ہے اور مسائل سے واقف ہے، دیندار اور متقی ہے، امامت اور درس و تدریس کا مشغلہ

(۱) والأحق بالإمامة تقدیمًا بل نصبًا، إلخ، الأعلام بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة. (الدر المختار)

وهو الأظهر؛ لأن هذا التقديم على سبيل الأولوية. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱)  
(۲) مسجد المحلة أفضل من الجامع إلا إذا كان إمامه عالمًا (الأشباه) لعل الأفضلية بالنسبة إلى أهل المحلة دون غيرهم لنلا يؤدي إلى تعطيل مسجد المحلة. (شرح حموي، الفصل الثاني، كتاب الصلاة، ص: ۱۹۵، ظفیر)

(۳) والأحق بالإمامة تقدیمًا، بل نصبًا الأعلام بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار: باب الإمامة ۵۵۷/۱)

ہے اور عمر و صاحب اکثر نماز نہیں پڑھتے، عمر میں بڑے ہیں؛ لیکن محصل مدرسہ ہیں اور اس بستی میں جتنا مسلمانوں کو قرض سودی دیا جاتا ہے، اس کے محرر اور منیب ہیں، امامت کے لیے ان دونوں میں کون بہتر ہے؟

### الجواب

صورت مسئلہ میں (زید امامت کا مستحق ہے اور عمرو جو نماز کا پابند بھی نہیں) اس کی امامت مکروہ ہے۔ (۱)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۵/۳-۱۲۶)

### مسائل سے ناواقف اور غیر حاضر رہنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پیش امام صاحب ہیں، وہ صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں، ان کو مسائل کا علم بھی نہیں ہے، اب کچھ عرصے سے انہوں نے لکڑیوں کا بیوپار شروع کر دیا ہے، بعض وقت وہ نماز میں غیر حاضر بھی رہتے ہیں۔

(المستفتی: نظیر الدین امیر الدین (ملیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

### الجواب

تجارت کرنا تو ایسا فعل نہیں ہے، جس کی وجہ سے امامت مکروہ ہو، مگر ان کا نمازوں کے وقت میں غیر حاضر رہنا اور مسائل سے واقف نہ ہونا، یہ ایسی باتیں ہیں، جن کی وجہ سے دوسرا عالم حافظ امام مقرر کرنا جائز ہے۔ (۲)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۱/۳-۱۲۲)

### ریش دراز اور خشکی داڑھی والے میں سے امامت کے لیے کون بہتر ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں دو ابام ہیں: ”ف“، ”م“۔ ”ف“ بعمر ۵۰ سالہ سفید پوش ریش دار، حافظ قرآن پابند جماعت۔ ”م“ بعمر ۳۰-۴۰ سالہ، خشکی داڑھی، ناظرہ قرآن خواں۔ مسجد سے تقریباً ہر وقت غائب اور ایک دفعہ بے وضو جماعت کرائی۔ تو اس حالت میں امامت کس کی بہتر ہے اور کون امام ہونا چاہیے؟

### الجواب

اس صورت میں ”ف“ اہق بالامامت ہے اور نماز ”م“ کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر جبکہ وہ دین کے بارہ میں

(۲-۱) والأحق بالإمامة تقدیمًا، بل نصبًا لأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

وكذا تكروه خلف أمر وشارب الخمر وأكل الرباء، إلخ. (الدر المختار: باب الإمامة: ۵۶۲/۱)

محتاج نہیں ہے اور داڑھی اس کی موافق شرع کے نہیں ہے اور کبھی اس نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۳-۱۲۸)

ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور دوسرے نے حدث کا تو ان میں کس کی امامت افضل ہے:

سوال: ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور دوسرے نے حدث کا اور دونوں علم اور ورع میں برابر ہیں تو امامت کس کی افضل ہوگی؟

الجواب

دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۶/۳)



(۱) ویکرہ إمامة عبد إلخ وفاسق. (الدر المختار)

بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم، (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)  
(ایک قبضہ (مٹھی) ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، اس سے چھوٹی کرنا ڈاڑھی کٹانے کے حکم میں ہے، اور یہ حرام ہے۔

(لا) ویکرہ (دھن شارب و) لا (کحل) إذا لم یقصد الزینة أو تطویل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة،  
وأما الأخذ منها وهی دون ذلک كما یفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد، وأخذ کلها فعل یهود الهند  
ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، مطلب فی الأخذ من  
اللحية: ۱۵۵/۲، ظفیر)

(۲) لهذا قرعہ کے ذریعہ فیصلہ ہو، یا قوم کی اکثریت جس کی طرف ہو۔

”(فإن استوا یقرع) بین المستویین (أو الخیار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (الدر المختار علی هامش  
ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)



## حافظ اور غیر حافظ کی امامت

مولوی احق بالامامت ہے، یا حافظ قرآن:

سوال: عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا، بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ سے پڑھاتے ہیں، پڑھاویں گے اور بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز حافظ صاحب پڑھاویں گے، جنہوں نے رمضان شریف میں قرآن تراویح میں سنایا ہے اور کہتے ہیں کہ حافظ کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، آخر کار امام صاحب نے نماز پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

تفرقہ مسلمانوں میں بُرا ہے، (۱) نماز حافظ صاحب کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے پیچھے بھی، نفسانیت بری ہے، جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیحدہ ہوا اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا، اس نے بُرا کیا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہیے اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۳-۹۲)

(۱) ﴿واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکرو انعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها کذلک یشی اللہ لکم اياته لعلکم تهتدون﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)  
(ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو، جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نا اتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس کو یاد کرو، جب کہ تم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی، سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔ انیس)

(۲) بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نہ پاسکے؛ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سبھیوں کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔

(فإن استنوا یقرع) بین المستویین (أو الخیار الی القوم) فإن اختلفوا اعتبر اکثرهم، ولو قدمو غیر الأولی أسأؤوا بلائهم۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

قاعدہ میں عالم احق بالامامت ہے۔

(و الأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش

الظاهرة، الخ. (الدر المختار، ظفیر) (باب الإمامة، انیس)

## حافظ قرآن اور عالم دین میں امامت کس کی زیادہ بہتر:

سوال (۱) زید صرف حافظ قرآن شریف و نو عمر ہے، مگر مسائل سے بالکل ناواقف ہے، یہاں تک کہ ارکان و شرائط و مفصلات نماز و نوافل و وضو تک کا بھی علم نہیں ہے اور بکر مولوی قاری متقی، واعظ، خوش الحان سن رسیدہ ہے، اب شاہی مسجد کے لیے جہاں کے مقتدی علما و صوفیا و حفاظ و عوام مسئلہ داں ہوں، کس کو امام مقرر کرنا چاہیے؟

(۲) علما و صوفیا و حفاظ و غیر ہم کی نماز زید مذکور کے پیچھے ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۶۵، معین الدین احمد صاحب (آرہ شاہ آباد) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ / مئی ۱۹۳۷ء)

### الجواب

ظاہر ہے کہ امامت کے لیے مقرر کرنے کے لائق بکر ہے، جو مولوی حافظ قاری متقی ہے، زید سے وہ احق و اقدم ہے، زید کے پیچھے نماز تو عالم، حافظ، صوفی سب کی صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو، جو نماز کو فاسد کر دیتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی نماز بھی نہ ہوگی۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی: ۹۸/۳)

## نیک صالح حافظ قرآن امامت کا زیادہ حقدار ہے:

سوال: زید، عمر، بکر تینوں ایک جگہ ملازم ہیں، زید سواروں میں، عمر سپاہیوں میں، بکر ستار بجانے میں، زید حافظ ہے اور طوائف سے پیدا ہوا ہے، پابند صوم و صلوة ہے، ممنوعات شرعیہ سے بچتا ہے، اخلاق اچھا ہے، عمر کا تلفظ درست نہیں ہے، چھوٹی چھوٹی سورتیں بھی صحیح نہیں پڑھتا، پابند صوم و صلوة ہے اور بکر بھی پابند صوم و صلوة ہے، مگر پیشہ ستار بجانے کا کرتا ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، ان تینوں میں مستحق امامت کون ہے؟

### الجواب

ان تینوں میں زید احق بالامامت ہے اور اگر زید نہ ہو اور عمر و بکر موجود ہوں تو بکر اگرچہ فاسق ہے بوجہ پیشہ حرام کے؛ لیکن عمر اگر قرآن پڑھنے میں ایسی غلطی کرتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے تو بکر کو امام ہونا چاہیے کہ وہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اگرچہ امامت فاسق کی مکروہ ہے، مگر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، بخلاف عمر کے کہ اس کے پیچھے نماز فاسد ہونے کا خوف ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۴/۳)

(۲-۱) (و الأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انیس)

حافظ دیندار اور نیم ملا فاسق میں سے احق بالامامۃ کون ہے:

سوال: زید نے بچپن میں کلام مجید حفظ کیا، ہمیشہ تلاوت کرتا ہے اور ماتحوز بہ الصلوٰۃ کو خوب جانتا ہے اور قواعد تجوید سے بھی واقف ہے اور نیک صالح ہے، اس کی امامت سے سب نمازی خوش ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ اور عمر مشکوٰۃ، ہدایہ پڑھ کر بھول گیا اور نمازی اس کی امامت سے خوش نہیں اور شطرنج کھیلتا ہے اور اکثر جمعہ کے دن جمعہ چھوڑ کر شکار کو چلا جاتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان دونوں میں اول شخص کی امامت افضل ہے اور دوسرے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) (۱)  
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹۳)

حافظ مسائل نماز سے ناواقف اور ناظرہ خواں واقف مسائل میں سے لائق امامت کون ہے:

سوال: زید حافظ ہے اور اس کی عورتیں بے پردہ ہیں اور مسائل ضروری سے اچھی طرح واقف نہیں، عمر ناظرہ خواں ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور مسائل ضروری سے بہ نسبت زید کے زیادہ واقف ہے اور اس کی عورتیں پردہ نشین ہیں، اس حالت میں احق امامت کون ہے؟

الجواب

اس حالت میں عمر زیادہ تر لائق امامت کے ہے، اگرچہ زید کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے، مگر عمر کے پیچھے (نماز پڑھنا) افضل ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹۷)

جو مسائل سے ناواقف ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

سوال: اگر امام ایسا شخص ہے جو احکام نماز سے پوری طرح واقف نہیں؛ بلکہ مفسدات صلوٰۃ کو بھی نہیں جانتا، اگر اس کی موجودگی میں دوسرا شخص نماز پڑھائے تو امام موصوف کا نمازیوں سے یہ کہنا کہ میری بلا اجازت نماز نہیں ہوئی، کیا حکم رکھتا ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

(۱) ویکرہ إمامۃ عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامۃ: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(وکرہ إمامۃ العبد)... (و الفاسق) لأنه لا یهتم لأمر دینہ ولأن فی تقدمه للإمامۃ تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، الأحق بالإمامۃ: ۱/۳۴، بولاق القاہرۃ. انیس)

(۲) (والأحق بالإمامۃ) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامۃ: ۵۲۰/۱، ظفیر)

## الجواب

یہ قول اس کا کہ ”میری اجازت نہیں تھی، لہذا نماز نہیں ہوئی“ غلط ہے، (۱) اور نماز کی امامت کے لیے علم بمسائل الصلوٰۃ اولیٰ و احق ہے؛ لیکن نماز غیر عالم کے پیچھے بھی صحیح ہے، بشرطیکہ اس سے کوئی امر مفسد صلوٰۃ سرزد نہ ہو۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۳)

## مسائل سے ناواقف غیر دیندار کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص ہماری مسجد میں امام مقرر ہے؛ لیکن کچھ دیندار آدمی نہیں اور نہ مسائل وضو، نماز و امامت سے پورا واقف اور نہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور نماز میں امیر و غریب میں فرق کرتا ہے؛ یعنی امیروں کے انتظار میں دیر کر دیتا ہے اور غریبوں کو حقیر جانتا ہے اور تمباکو کی دوکان بھی کرتا ہے؛ اس لیے کپڑے بھی خراب رہتے ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں؟

## الجواب

حدیث شریف میں ہے:

”صلوا خلف کل برو فاجر“۔ (الحديث) (۳) (یعنی! ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔)

اور نیز تصریحات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل امامت کے لیے وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، منہیات شرعیہ سے باز رہتا ہو، متقی و پرہیزگار ہو۔ (۴)

(۱) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غيره) مطلقاً (إلا أن يكون معه سلطان أو قاض فيقدم عليه) لعموم ولايتهما، وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۳) غنية المستملی، ص: ۳۵۱، ظفیر (فصل فی الإمامة وفيها مباحث، الرابع فی الأولیٰ بالإمامة، والحديث أخرجه الدارقطني فی سننه، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ۱۷۶۸) انیس)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برأ كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبي داود، باب إمامة البر والفاجر (ح: ۵۹۴) انیس)

(۴) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

پس حتی الوسع ایسے امام کو مقرر کریں اور جب تک ایسا نہ ملے، اسی موجودہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں کہ نماز اس کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور جو اقوال و افعال اس سے خلاف شریعت صادر ہوئے ہوں، اس سے توبہ کرالیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۵)

### مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ ہے؛ لیکن نماز کے مسائل ضروریہ سے اچھی طرح واقف نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں، آمدنی میں حلال و حرام، جائز و ناجائز کا خیال نہیں، ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۲۹، شیخ حاجی مینگو محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ) ۱۱/رمضان ۱۴۵۶ھ، م ۱۶/نومبر ۱۴۳۷ء)

### الجواب

دوسرا اچھا امام جو مسائل سے واقف ہو اور متقی پرہیزگار ہو، پیدا (تلاش) کر کے اس کو مقرر کرنا چاہیے۔ (۱)  
محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳)

### امام کو قرآن کم یاد ہو:

سوال: امام تین سال سے ایک مسجد میں امامت کر رہا ہے اور قرآن مجید کی یادداشت کمزور ہونے کی وجہ سے تراویح نہ سناتا ہے تو کیا ایسے امام کا امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

### ہو المصوب

اگر بقدر قرأت نماز قرآن یاد ہے تو اس کی امامت درست ہے۔ (۲) امامت درست ہونے کے لیے پورا قرآن یاد رہنا شرط نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۲/۲۷۲)

(۱) (والأحق بالإمامة) تقدیمًا، بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۷)

(۲) الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة... لهذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة. (الفتاوى الهندية: ۱/۸۳) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انیس)

عن مرثد بن أبی مرثد الغنوی وکان بدریا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سرکم أن تقبل صلاتکم فلیؤمکم خيارکم، إلخ. (المعجم الكبير للطبرانی، ما أسند مرثد بن أبی مرثد الغنوی (ح: ۷۷۷) انیس)

## نماز کے مسائل سے ناواقف حافظ کی امامت کا شرعی حکم:

سوال: ایک صرف حافظ قرآن ہے اور وہ نماز کے مسائل سے بالکل کور ہے، نہ واجبات کا علم ہے، نہ فرائض کا علم، تو اس کو امام بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ اس حافظ سے آدھے نمازی (مقتدی) مسائل کے نہ جاننے کی وجہ سے کافی متفر ہیں، مگر مسجد کمیٹی والے یہ کہتے ہیں کہ کام چلتا رہے، ہم کو کسی عالم کی ضرورت نہیں، برائے کرم قرآن اور سنت اور فقہ حنفی کی رو سے دلائل دے کر جوابات عنایت فرمائیں؟

### الجواب

جو شخص نماز کے ضروری مسائل سے بھی ناواقف ہو، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس کا وبال انتظامیہ پر ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۳۷/۳)

## حافظ وقاری میں سے امامت کے لیے قاری کو ترجیح دیجائے:

سوال: ایک امام صاحب کا لڑکا حافظ قرآن مع قرأت سند یافتہ ہے، دوسرے حافظ صاحب سادہ لوح بچوں کے درس و تدریس کے لیے متعین ہیں، نیز دو کاندہ ہیں اور گناہ بے لذت کا شکار ہیں، دونوں میں سے کس کو ترجیح کا امام مقرر کیا جائے؟

### الجواب

اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو سند یافتہ قاری قابل ترجیح ہے، حافظ محض سے، نیز حافظ محض کا بتلائے محصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

”والأحق بالإمامة) تقدیمًا بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) إلخ. ثم الأحسن تلاوة) وتجويدًا أفاد بذلك أن معنى قولهم أقرأ: أي أجود، لأكثرهم حفظًا، إلخ، ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالمًا بكيفية الحروف والوقف وما يتعلق بها، آه. (رد المحتار: ۵۲۱/۱) (۲) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۸/۱۰/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۸۳/۳۸۴)

(۱) ویکرہ تقدیم العبد؛ لأنه لا يتفرغ للتعلم والأعرابي؛ لأن الغالب فيهم الجهل. (فتح القدير شرح

الهداية: ۲۴۷/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس

## صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدا:

سوال: ایک شخص چند پاروں کا حافظ ہے، صاحب علم کے ہوتے ہوئے وہ امامت کا حقدار ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت کے لیے مستقبل علوم دینیہ سے فراغت ضروری نہیں، جب قرأت پر قدرت رکھنے کے بعد نماز کے مسائل سے واقف ہو تو عالم دین کے ہوتے ہوئے اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ عالم دین امامت کرائیں، بشرطیکہ موصوف حافظ مسجد کا مستقل امام نہ ہو۔

قال ابن عابدین: وشروط الإمام للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفة والتمتمة واللثغ. (رد المحتار علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۵۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۲/۳)

## مشکوٰۃ کے طالب علم کے ہوتے ہوئے ایک حافظ غیر نمازی کا امامت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں!

(۱) ایک صاحب حافظ ہیں، جو کہ درزی کا کام کرتے ہیں اور تارک جماعت بالکل ہیں؛ یعنی ہفتے کے ہفتے بھی جماعت سے نماز ادا نہیں کرتے ہیں اور وہ سنیما بینی کے بھی شکار ہیں؛ لیکن کثرت سے نہیں؛ بلکہ مہینے مہینے کے بعد اور دوسرا شخص ایک دارالعلوم کا طالب علم موجود ہے تو ان دونوں شخصوں میں سے نماز جمعہ پڑھانے؛ یعنی حق الامامت کس کو پہنچتا ہے، اگر حافظ نے نماز پڑھا، یا تو نماز ادا ہوگی کہ یا نہیں؟ اور طالب علم دارالعلوم کیا کہنے کا حق رکھتا ہے، یا کہ نہیں؟ یا دارالعلوم کا وہ طالب علم موجود نہیں ہے؛ بلکہ حافظ صاحب کے مقابلہ میں دوسرا شخص موجود ہے اور جو کہ نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور نماز وغیرہ کا بہت ہی پابند ہے اور وہ امام صاحب کے نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور یہ نماز کا بھی بہت پابند ہے اور وہ امام کے نہ رہنے پر نماز بھی عام طور پر پڑھاتا ہے اور کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے؟

(۱) قال الشرنبلالی: شروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضي الله تعالى عنه أو صحبتته أو يسبب الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوة الصبي نفل ونفله لا يلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعمده كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمير بتأخيرهن والخشي امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراءة) بحفظ آية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۵۶)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

ایسے شخص کے مقابلہ میں جو سنیماد لیکھتا ہو نماز قضا تک کرتا ہو؛ بلکہ محض کبھی کبھی پڑھ لیتا ہو، وہ شخص جو مشکوٰۃ شریف وغیرہ تک پڑھ چکا ہو، مسائل نماز و امامت سے واقف ہو اور اہلیت امامت کی رکھتا ہو، امامت کا زیادہ مستحق ہے، خواہ دارالعلوم میں پڑھتا ہو، یا کسی اور جگہ، لہذا ایسے موقعہ میں جمعہ کا امام بھی اسی کو بنانا چاہیے جو موقوف علیہ دورہ کا طالب علم ہو اور شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں؛ لیکن اس کے باوجود اگر اول الذکر شخص نماز پڑھاوے گا اور مایجوز بالصلاۃ پورا ہو جائے گا تو نماز بکراہت ادا ہو جاوے گی، لہذا طالب علم مذکور کو یہ تو نہ کہنا چاہیے کہ تم نماز نہیں پڑھا سکتے؛ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ کی امامت ایسے وقت میں مسنون نہیں ہے اور عند الشرح مذموم ہے اور خاص کر اپنی امامت کی خاطر تو ایسا کہنا کہ تم نہیں پڑھا سکتے اور بھی زیبا نہیں ہے، اس گفتگو سے سوال کا جواب بالکل واضح ہو گیا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۹۹/۵۔ ۲۰۰)

### ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز:

سوال: امام مسجد جو ناظرہ خواں اور نہایت نمازی ہے، بوقت مغرب نماز پڑھا رہا تھا، ایک رکعت ہو گئی تھی، اتنے میں ایک عالم آگئے، انہوں نے امام سے زبردستی نیت توڑوا کر خود نماز پڑھائی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ فعل اس مولوی کا نہایت قبیح اور معصیت ہے، وہ سخت گنہگار ہوا، کوئی وجہ بظاہر ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ فرض نماز امام اور مقتدیوں کی توڑوائی جاوے، شاید اس کو یہ خیال ہو کہ ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز نہیں ہوتی، حالاں کہ یہ غلط ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۳)

### مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کئے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ! ایک شخص جو پرہیزگار ہو، قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو، تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو، عالم نہ

(۱)

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولاً) بالإمامة من غير (مطلقاً). (الدرا المختار)

أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر) (مطلب فی

تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)



ہو، نہ بہترین خطیب ہو اور نہ ہی حافظ؛ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا امام رکھنا چاہتے ہوں تو کیا وہ امام مسجد بنے، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے، یا نہیں؟

### الجواب

اگر امام صاحب متقی و پرہیزگار ہیں، نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں، قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸)

### تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے:

سوال: دو حافظ ہیں اور دونوں متقی ہیں، ان میں سے ایک صاحب کو تو رمضان میں محراب سناتے وقت بہت زیادہ متشابہ لگتے ہیں اور دوسرے صاحب کو کم بہت کم، جن صاحب کو متشابہ زیادہ لگتے ہیں، وہ بقدر ضرورت علم صرف ونحو فارسی اور مسائل دینیہ سے اچھے واقف ہیں اور پیشہ سلائی کا کرتے ہیں اور جن صاحب کو متشابہ کم لگتے ہیں، وہ حافظہ کے علاوہ مسائل دینیہ سے ناواقف ہیں اور قوم کے مراشی ہیں؛ مگر اپنے حرام پیشے سے تائب ہیں، ان دونوں میں سے جامع مسجد کی پنجگانہ امامت کے لیے کس کو مقرر کیا جائے؟

(المستفتی: ۹۵، حافظ رحیم بخش صاحب متھرا، ۹ رجب ۱۳۵۲ھ، ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

### الجواب

پنجگانہ نماز کی امامت کے لیے جو صاحب مسائل سے زیادہ واقف ہیں، ان کو مقرر کرنا بہتر ہے، البتہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے ایسے حافظ کو ترجیح دی جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو قرآن مجید خوب یاد ہے اور بقدر ضرورت مسائل سے بھی واقف ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۸۱/۳)

(۱) قال أبو جعفر: (أحق القوم بالإمامة أقرؤهم لكتاب الله عز وجل وأعلمهم بالسنة فإن كانوا في ذلك سواء فأورعهم فإن كانوا في ذلك سواء فأكبرهم سناً) قال أبو بكر: وذلك لما روى أوس بن ضميج عن أبي مسعود الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله عز وجل فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا في السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سناً وإن مالهم يشترط أصحابنا الهجرة لأن المهاجرين انقضوا قبل عصرهم وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا هجرة بعد الفتح. (شرح مختصر الطحاوي، باب الإمامة: ۶۲/۲-۶۳، دار البشائر الإسلامية، انيس)

(۲) (والأحق بالامامة)... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۴)

تراویح میں قرآن سننے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ عوامی چندہ کر کے ہو:

سوال (۱) قصبہ کلیانہ میں مدرسہ اشاعت العلوم عرصہ ۲۰-۲۲ سال سے جاری ہے اور طلبائے عربی تعلیم پاتے ہیں، طلباء کی تعلیم کے لیے ایک مولوی صاحب بصرہ ۲۰ روپے ماہوار اور دوسرے قاری صاحب جو حافظ بھی ہیں، بصرہ ۲۰ روپے ماہوار اور تیسرے حافظ صاحب بصرہ پندرہ روپے ماہوار ملازم ہیں، ہمیشہ رمضان المبارک میں یہ صاحب قرآن مجید تراویح میں سناتے ہیں اور اہل محلہ سے چندہ با اثر آدمی وصول کر کے اجرت دیتے ہیں، شرعاً چندہ دینا ان اشخاص کو اور اجرت لینا ان صاحبوں کو جائز ہے، یا نہیں؟

تنخواہ دار کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں:

(۲) اور مسجدوں میں امام مقرر ہیں، ایک مسجد میں امام صاحب رحم علی شاہ مقرر ہیں اور وہی مدرسہ میں بہ زمرہ چہر اسیاں ملازم ہیں اور پانچ روپے ماہوار مدرسہ سے اور دو روپے ماہوار اہل محلہ دیتے ہیں، ان کو بھی چندہ بموجب فقرہ (۱) دیا جاتا ہے، وہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) ایک مسجد میں امام صاحب عبدالرحیم شاہ مقرر ہیں، ان کو اہل محلہ تین روپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ ملازم نہیں ہیں، ایک اور دوکان بساط خانہ وغیرہ کی ہے، اس میں ان کا بھی حصہ حق یعنی چہارم حصہ ہے، ان کو بھی (فقرہ: ۱) کے بموجب دینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۶۰، سر بلند خاں کلیانہ (ریاست حیدر) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء)

#### الجواب

امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے، (۱) مگر تراویح میں قرآن مجید سننے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، اگر امام مطالبہ نہ کرے اور لوگ خود کچھ رقم جمع کر کے اسے دے دیں تو یہ مباح ہے، بشرطیکہ اس کی طرف سے مطالبہ اور خواہش نہ ہو اور نہ ملے تو ناراض بھی نہ ہو۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۰۷/۳-۱۰۸)

(۱) قال فی الہدایۃ : وبعض مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظہور

التوانی فی الأمور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ ... وزاد فی مختصر الوقایۃ ومتن الاصلاح تعلیم الفقہ وزاد فی متن المجمع الإمامۃ ومثلہ فی متن الملتقی ودرر البحار. (ردالمحتار، کتاب الإجارة: ۵/۵۰)

(۲) ویفتی الیوم بصحتها لیعلم القرآن والفقہ والإمامۃ والأذان، إلخ. (الدر المختار، کتاب الإجارة، مطلب فی الاستیجات علی الطاعات: ۵۵/۶)

## علم تجوید سے ناواقف حافظ کو امام مقرر کرنے کا حکم:

سوال: مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق ہے اور قرأت جو پڑھتا ہے تو وہ الف، عین، حمزہ، ان تینوں حروف کی ادائیگی میں صرف الف ظاہر کرتا ہے اور ت، ط ان دونوں حروف کو ت ادا کرتا ہے اور ث، س، ش، ص ان چاروں حروف کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا اور آگے خ، ذ، ظ ان چاروں حروف کو خ سے ادا کرے گا اور ک، ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا اور ض، د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے، برائے کرم فرمائیے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؛ یعنی مقتدیوں کی نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

ایسے شخص کو لازم ہے کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے، حاصل کرے۔ (۱) کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے، جب تک وہ ایسا نہ کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۸۵)

## حافظ قرآن ناظرہ خواں امام سے افضل ہے:

سوال: پیش امام حافظ قیامت کے دن مقتدیوں کی خدا سے بخشش کرائے گا۔ ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ اور ناظرہ پیش امام سے حافظ پیش امام کی بزرگی ہے، یا نہیں؟ (نظیر الدین امیر الدین (املیز ضلع مشرقی خاندیس)

### الجواب

حافظ قرآن ناظرہ خواں سے افضل ہے، (۲) بشرطیکہ اعمال صالحہ دونوں کے یکساں ہوں، نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کر سکیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۲/۳)

(۱) ﴿رتل القرآن ترتیلاً﴾ (سورۃ المزمل: ۴) (والأخذ بالتجوید حتم لازم) ... ثم هذا العلم لا خلاف فی أنه فرض کفایة والعمل به فرض عین فی الجملة علی صاحب کل قراءة ورواية ولو كانت القراءة سنة وأما دقائق التجوید علی ما سیأتی بیانہ فإنما هو من مستحسناته فالأظهر أن المراد بالحتم هنا أيضا الوجوب الإصطلاحی المشتمل علی بعض أفراد من الوجوب الشرعی لا الجمع بین الحقيقة والمجاز واستعمال المعینین بالاشتراك كما ذهب إليه الشراح من الشافعية. (المنح الفكرية حد التجوید وحکمه: ۱۱۲، دار الغوثانی للدراسات الإسلامیة دمشق. انیس)

(۲) عن إسماعیل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمیع يقول: سمعت أبا مسعود رضی اللہ عنہ يقول: =

## ناظرہ خواں یا ناخواندہ کی حافظ قرآن کا امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۲۸ء)

سوال: ناظرہ خوان، یا ناخواندہ امام کے پیچھے حافظ قرآن کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ناظرہ خواں یا ناخواندہ امام جب کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اور مفسدات نماز کا ارتکاب نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے حافظ اور عالم کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ وہابی۔ (کفایت المفتی: ۱۲/۳)



== قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة فإن كانت قراءتهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فليؤم أكبرهم سناً. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱) (انيس)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراءكم". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)  
(قال في التاتارخانية: "ولأن رجلين في الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الآخر فقد اساءوا وتركوا السنة". (الدر المختار: باب الإمامة: ۵۵۹/۱) (دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمخ يقول: سمعت أبا مسعود رضي الله عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة... (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱. كذا في رد المحتار: باب الإمامة: ۵۵۹/۱)

# مؤذن کی امامت

اذان اور تکبیر کہنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: جو شخص اذان و تکبیر کہے، اگر وہی جماعت کرا دے تو آیا نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۲۴۵-۲۳۶)

مؤذن کی امامت:

سوال: مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ تو مؤذن کا امام ہونا افضل لکھتے ہیں۔

در مختار میں ہے: ”الأفضل كون الإمام هو المؤذن“۔ (۲)

دوسری جگہ باب الامامت میں ہے:

”وقول عمر رضي الله عنه: ”لولا الخلافة لأذنت: أى مع الإمامة، إذ الجمع أفضل“۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۰/۳)

اذان و امامت ایک شخص انجام دے سکتا ہے:

سوال: اذان اور امامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) وجاء أنس بن مالك إلى مسجد قد صَلَّى فيه، فأذن وأقام، وصلى جماعة. (صحيح البخاري: ۸۹/۱،

باب: فضل صلاة الجماعة) (كتاب الأذان، رقم الحديث: ۶۴۵، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر

(۳) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۵/۱، ظفیر (عن قيس بن أبي حازم قال: قال عمر: لو

كنت أطيع الأذان مع الخلافة لأذنت. (السنن الكبرى للبيهقي، باب الترغيب في الأذان (ح: ۲۰۴۱) انيس)

## الحواب

ایک ہی شخص اذان کہے اور امامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے؛ بلکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹۵)

شخص واحد کا اذان و امامت انجام دینا کیسا ہے:

سوال: شخص واحد کا اذان و اقامت علی الدوام کرنا مشروع ہے، یا مکروہ؟

## الحواب

اس کو فقہانے افضل لکھا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

”الأفضل كون الإمام هو المؤذن“ الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۹۷-۱۹۸)

خادم مسجد اور مؤذن کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مستقل ہیں، وہی صفائی کی خدمت اور مؤذن کی خدمت بھی انجام دیتا ہے، مسجد کی صفائی غسل خانہ وغیرہ کی صفائی کی اجرت الگ لیتے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جو مؤذن بھی ہو، نماز درست ہے؟

## الحواب ————— حامداً ومصلیاً

جائز ہے۔

”الأفضل كون الإمام هو المؤذن“ الخ. (الدر المختار: ۱/۲۶۸) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۳۳۹)

(۱) والأفضل كون الإمام هو المؤذن، وفي الضياء أنه عليه الصلاة والسلام أذن في سفر بنفسه وأقام وصلى الظهر، وقد حققناه في الخزان. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۷۲، ظفیر)

(عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراءكم.“ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

(فأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته وأقام أو أقام فتقدم على راحلته فصلى بهم يؤم إيماناً يجعل السجود أخفض من الركوع. (جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة على الدابة في الطين والمطر، رقم الحديث: ۴۱۱، ص: ۸۹، بيت الأفكار، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۷۲، ظفیر

(۳) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۰۱، سعید

أن الأفضل كون الإمام هو المؤذن، وهذا مذهبنا، وعليه كان أبو حنيفة رحمه الله تعالى عليه“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

# امام کے انتخاب کا حق

## امام کے انتخاب کا حق:

سوال: مسجد کا انتظام و انصرام اس کے متولیان کرتے ہیں، مثلاً: پیش امام کا تقرر کرنا، اس کو معزول کرنا، کیا یہ حق متولیان کو حاصل ہے؟

هوالمصوب:

مسجد کی انتظامیہ اور اس کے متولیاں کو امام کے عزل و نصب کا اختیار ہے، (۱) البتہ انہیں تقرر کا اختیار اس صورت میں ہے، جبکہ امام واقعی امامت کے شرائط پر پورا اترے اور معزول کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہے، جبکہ امام کے اندر شرائط امام مفقود ہوں۔ (۲)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۷۶/۲-۲۷۷)

## مسجد کمیٹی کو امامت کے انتخاب کا حق:

سوال: ائمہ کے انتخاب کے لیے قابلیت و صلاحیت دیکھ کر کمیٹی ان کا انتخاب کرتی ہے، ایک صاحب کئی سال سے ایک مسجد میں تراویح پڑھاتے رہے؛ لیکن اس بار اس مسجد کے لیے امام جن کا جلد ہی تقرر ہوا ہے، وہ تراویح پڑھانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کیا طریقہ ہے، کیا قرعہ اندازی سے مسئلہ حل کیا جائے؟

(۱) رجل بنى مسجداً وجعله لله تعالى فهو احق الناس بممرته وعمارته وبسط البواري والحصير والقناديل والأذان والإقامة إن كان أهلاً لذلك فإن لم يكن فالأولى في ذلك إليه. (الفتاوى الهندية: ۱۱۰/۱) (الباب السامع فيما يفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، فصل كره غلق باب المسجد، انيس)

(۲) (الباني) للمسجد (أولى) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القوم أصح ممن عينه) الباني. (الدر المختار وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۷۵۴، دار إحياء التراث العربي)

(قوله: الباني أولى) وكذا ولده وعشيرته أولى من غيره، أشباه (قوله: بنصب الإمام والمؤذن) أما في العمارة فنقل في أنفع الوسائل أن الباني أولى (قوله: إذا عين القوم أصح ممن عينه) لأن منفعة ذلك ترجع إليهم، وأنفع الوسائل. (رد المحتار، كتاب الوقف: ۴/۴۳۰، دار الفکر بيروت. انيس)

هوالمصوب:

دریافت کردہ صورت میں کمیٹی کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید سے دونوں ائمہ میں سے جن کو چاہیں منتخب کریں، (۱) اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۷۷۷)

### امام کا انتخاب نمازیوں کے ذریعہ:

سوال: ایک مسجد جولا ہوں کے نام سے مشہور ہے، جولا ہوں نے امام کو نکال دیا اور حافظ ہم قوم کو بلا کر رکھ لیا۔ کیا دوسرے مسلمانوں کا حق اس مسجد میں ہے؟

الجواب:

جن مقتدیوں کی جماعت زیادہ ہے، ان کی رائے سے امام مقرر ہو سکتا ہے؛ مگر بہر حال امام لائق امامت کے ہونا چاہیے، خواہ کسی قوم کا ہو۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۳۹)

### قوم کی مرضی کے خلاف امام بنانا:

سوال: کیا عدالت کو کوئی حق شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا امام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو امام بنانے پر رضا مند نہیں ہے؟

الجواب:

عدالت کو یہ حق نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا نفع و نقصان قوم کو ہے، لہذا بلا رضا مندی قوم کے ان کے لیے عدالت کوئی امام مقرر نہ کرے اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے، کما مر من أن منفعة ذلك ترجع إليهم. (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹۵)

(۱) قوله: ”كنصب الإمام“ یعنی إذا لم يكن الباني موجوداً أما إذا كان فنصب الإمام إليه وهو مختار الإسكاف رحمه الله قال أبو الليث رحمه الله تعالى: وبه نأخذ إلا أن ينصب شخصاً والقوم يريدون من هو أصلح منه. (العناية على هامش فتح القدير: ۳/۴۵۱، كتاب الديات)

(۲) (أوالخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أساءوا. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

(۳) (أوالخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، الخ، وأم قوماً وهم له كارهون، لفساد فيه، الخ، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: ”لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون“. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)



## امام کی تعیین کا مسئلہ:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں امام متعین نہیں، اگرچہ جماعت سے نماز ہوتی ہے؛ لیکن جو بھی حاضرین میں سے پڑھا دے، فرق مراتب بھی نہیں، غرض سوال یہ ہے کہ کسی امام کا متعین کر لینا مسنون اور زیادتی ثواب کا باعث ہے، یا جس طرح جماعت غیر متعین امام کے پیچھے ہوئی ہے، وہ مسنون ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

مقصد مشروعیت جماعت اور تعامل اہل مدینہ و مکہ کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی امام مقرر کر لیا جائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں امام ومؤذن مقرر کیا ہے، اس کے بغیر مسجد کا نظم و انتظام صحیح رہ نہیں سکتا، دو صحابی سفر میں جارہے تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اذان دیدے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ امام بن جائے، (۱) جب سفر میں آپ نے اتنا اہتمام فرمایا تو حضریں بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ اہتمام فرماتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۷۸/۷۹-۷۸)

## کیا نائب امام ضروری ہے:

سوال (۱) کیا کسی مسجد میں نائب امام کا ہونا ضروری ہے، جبکہ مسجد کے متولی رکھنے سے قاصر ہوں؟ کیا صحیح العقیدہ عالم فاضل امام کی مرضی کے خلاف امام موصوف کا نائب مقرر کر سکتے ہیں؟

(۲) امام کا نائب مقرر کرنے کا حق امام کو ہے، یا اراکین کمیٹی کو؟

هو المصوب

(۲-۱) نائب امام مقرر کرنا از روئے شرع ضروری و لازمی نہیں ہے؛ بلکہ یہ کام اہل حل و عقد اور ذمہ داران مسجد کا ہے کہ جیسی ضرورت ہو، اسی کے مطابق مسجد کا کام انجام دیا جائے، اگر امام اپنا نائب خود مقرر کر لے تو وہ زیادہ بہتر ہے، ورنہ ذمہ داران مسجد مقرر کر سکتے ہیں۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۰/۳۸۱-۳۸۱)

(۱) عن أبي مسعود البدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”یوم القوم أقرؤهم لكتاب اللہ وأقدمهم قراءة فإن كانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرة فإن كانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم أكبر سنًا. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بیت الأفكار، انیس)

(۲) موجودہ دور میں یہ انتشار کا سبب ہو سکتا ہے؛ اس لیے اہل محلہ یا انتظامیہ کمیٹی ہی مقرر کرے۔ انیس

زبردستی امام نہیں بننا چاہیے:

سوال: ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے، اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں، اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زبردستی امام بننا درست نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۶/رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ، الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۶۳/۲-۳۶۴)

جو متعین امام کو زبردستی ہٹا دے اور خود دعویٰ امامت کرے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں:

سوال: ایک مولوی صاحب بیس سال سے قرآن شریف سنانے آیا کرتے تھے، تین سال سے بالکل آنا موقوف کر دیا تھا، گویا لاپتہ تھے، ہم لوگوں نے رمضان شریف سے چھ مہینے پہلے ایک مولوی صاحب کو ملازم رکھ لیا تھا، شروع رمضان میں پہلے مولوی صاحب نے آکر دوسرے مولوی صاحب کو مصلے سے اتا دیا اور ان کو مارا اور ان کا حق خود لے لیا، ان کو کچھ نہیں دیا، اس بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب

جو مولوی صاحب تین برس سے نہ آئے تھے اور دوسرے صاحب کو مقرر کر لیا تھا، ان کو یہ جائز نہ تھا کہ امام جدید کو جس کو نمازیوں نے اور اہل محلہ نے مقرر کر لیا تھا، امامت سے منع کریں اور مصلے سے ہٹا دیں، یہ فعل ان کا حرام اور ناجائز تھا اور مارنا ظلم صریح ہے، وہ فاسق ہو گیا اور اس کا کچھ حق اس میں نہیں ہے جو کہ امام ثانی کے لیے جمع کیا گیا، یہ اس امام سابق کا ظلم صریح ہے کہ اس کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۷/۳)

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تقبل منهم صلواتہم: من تقدم قوماً وهم له کارہون، ورجل أتى الصلاة دباراً والدبار أن يأتيها بعد أن تفتوته ورجل اعتبد محررة". (رواه أبو داؤد، وابن ماجہ) (مشکوۃ المصابیح: ۱۰۰/۱) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۱۲۳) / سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له کارہون (ح: ۵۹۳) / سنن ابن ماجہ، باب من أم قوماً وهم له کارہون (ح: ۹۷۰) / السنن الصغير للبيهقي، باب من كره الإمامة واستحب الأذان (ح: ۵۳۴) / السنن الكبرى، باب ماجاء فيمن أم قوماً وهم له کارہون (ح: ۵۳۳۹) (انيس)

(۲) (والخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، إلخ، وإمام الراتب أولى. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

ثم هذا الإطلاق مقيد بقيود أن لا يكون ثمة راتب فإن كان قدم مطلقاً كمافی السراج. (النهر الفائق، باب الإمامة: ۲۴۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

باقاعدہ امام مقرر نہ ہونے والی مسجد میں استحقاق نہ رکھنے والے کو امام مقرر کرنے کی باز پرس کس سے ہوگی:

سوال: جس مسجد میں امام مقرر نہ ہو یا موجود نہ ہو، امامت کا استحقاق کسے حاصل ہے؟ آج کل خشکی داڑھی

والے امام بہت ہیں۔

### الجواب

خشکی داڑھی والے کی نماز مکروہ ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳: ۴۵۰)

اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو امام بنانا:

سوال: زید و عمر دونوں ایک مسجد میں رہتے ہیں، زید امام مقرر ہے جو عالم، حافظ قاری ہے؛ لیکن خوشامد یا ڈر کی وجہ سے عمر کو نماز کے لیے کھڑا کر دیتا ہے، جو نہ حافظ ہے، نہ قاری اور نہ مولوی ہے اور قرآن پاک بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تو کیا زید کے ہوتے ہوئے عمر کی اقتدا میں سب کی نماز درست ہو جائے گی، یا نہیں؟

### الجواب

اس مسئلے میں دو باتیں قابل غور ہیں، اول یہ کہ زید جب امام مقرر ہے تو عمر کو امامت نہیں کرنی چاہیے، اگر زید کی اجازت کے بغیر امامت کرتا ہے تو پھر تو مکروہ تحریمی ہے اور زید کی اجازت سے پڑھاتا ہے، پھر بھی خلاف اولیٰ ہے؛ (۲) کیوں کہ وہ زید سے کمتر ہے۔ (۳)

(۱) وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته إلخ قوله: (والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه. كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن الإمام. قال: وبه نأخذ، محيط، اهـ. (رد المحتار: ۶/ ۴۰۷) (كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، انيس)

(۲) دخل المسجد من هو أولى بالإمامة من إمام المحلة في إمام المحلة أولى، كذا في القنية. (الفتاوى الهندية: ۸۳/ ۱، الباب الخامس في الإمامة) (الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

أيضاً. ويكره للرجل: أن يؤم الرجل في بيته إلا بإذنه، لما روينا من حديث أبي سعيد مولی بنی أسيد، ولقول النبي صلى الله عليه وسلم: لا يؤم الرجل في سلطانه، ولا يجلس على تكريمة أخيه إلا بإذنه ولأن في التقدم عليه ازدراء به بين عشائره وأقاربه، وإذا لا يليق بمكارم الأخلاق، ولو أذن له لا بأس به؛ لأن الكراهة كانت لحقة إلخ. (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸)، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة (والحديث أخرجه أبو داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة، رقم الحديث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بيت الأفكار، انيس)

(۳) الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة. (الفتاوى الهندية: ۸۳/ ۱، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة)

دوسری بات یہ ہے کہ زید عالم، حافظ وقاری ہے اس کے برعکس عمر قرأت صحیح نہیں پڑھتا، حافظ عالم، قاری بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں دو حالتیں ہیں کہ عمر کی قرأت مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کی ادائیگی کے ساتھ ہے، یا نہیں؟

نمبر: ۱۔ اگر مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کو ادا نہیں کرتا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

اور نمبر: ۲۔ اگر مخارج و صفات ذاتیہ کو ادا کرتا ہے؛ لیکن صفات محسنہ ممیزہ سے بے خبر ہے تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی؛ لیکن زید کے مقابلہ میں اس کی امامت خلاف افضل اور مکروہ تہذیبی ہے۔

رہا یہ کہ قرأت صحیح پڑھتا ہے، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ مستند قراء کر سکتے ہیں، عامۃ الناس نہیں کر سکتے؛ اس لیے زید اگر اس مسئلے میں نرمی کرتا ہے، عمر کی قرأت کسی دوسرے مستند قاری جس پر اعتماد ہو، سنا کر فیصلہ لے لیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۶۳/۳)

جس کا استحقاق نہ ہو امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے امام، منتظمین یا مقتدی:

سوال: جس کا استحقاق نہ ہو، امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے: امام، منتظمین، یا مقتدی؟

الجواب

دونوں سے باز پرس ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۰/۳)

امام کے علاوہ دوسرا شخص امامت کرے:

سوال: کیا امام کا دوسرے شخص کو امامت کے لیے آگے بڑھانا درست ہے؟ اور کیا جماعت میں وقت کی پابندی لازمی ہے؟ اگر کچھ لوگ یہ کہیں کہ کچھ لوگ وضو کر رہے ہیں تو تاخیر کرنا درست ہے؟

هوالمصوب

مقررہ امام نماز پڑھائے، یا اس کی اجازت سے دوسرا امامت کر سکتا ہے، (۲) نماز کے اوقات کی پابندی کا لحاظ کیا جائے گا، اگر عام طور سے لوگ تاخیر سے آتے ہوں تو ان کا خیال کر کے کبھی کچھ تاخیر کی جاسکتی ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۱/۲)

(۱) ومنها القراءة بالالحن أن غير المعنى والإلا. (الدر المختار: ۶۳۰/۱، طبع ایچ ایم سعید)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقاً. (الدر المختار مع

رد المختار: ۲۹۷/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

وقيد في السراج الوهاج تقديم الأعم غير الإمام الراتب وأما الإمام الراتب فهو أحق من غيره وإن كان غيره أفقه منه. (البحر الرائق، الأحق بالإمامة في الصلاة: ۳۶۸/۱، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انیس)

## متولی کی اجازت سے امامت کی جائے:

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک مسجد ہے، جس میں ایک امام مقرر ہے، جو نماز پڑھاتا ہے، ایک صاحب ہیں، جو باہر رہتے ہیں، وہ علم میں اس امام سے بڑھے ہوئے ہیں، وہ کبھی آکر بغیر امام کی اجازت کے نماز پڑھادیتے ہیں، جب کہ امام موجود ہوتا ہے، خاص طور سے جمعہ کے دن، جب کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے، وہ آتے ہی تقریر کرتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے بعد نماز پڑھادیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

هو المصوب

متولی مسجد سے اجازت حاصل کئے بغیر ان کو امامت نہ کرنا چاہیے؛ (۱) کیوں کہ بلا اجازت مسلمانوں میں اختلاف کا اندیشہ ہے، اگر متولی یا مصلیان مسجد کی جانب سے اجازت ہے اور کسی طرح کے انتشار کا اندیشہ نہیں ہے تو مقرر امام ان کے علم ہونے کی وجہ سے ان کو امامت کے لیے بڑھا دے؛ (۲) تا کہ مسلمانوں میں انتشار کا اندیشہ نہ پایا جائے، بہر حال امامت کے مسئلہ کو اختلاف کا باعث نہ بنایا جائے، ان کے بلا اجازت امامت کرنے سے مقتدیوں کی نماز میں کسی طرح کی کراہت نہیں ہوگی۔

تحریر: ساجد علی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۳۸۲/۲-۳۸۳)

## اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لیے آگے بڑھتا ہے،

## اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھیں، یا نہیں:

سوال: وہ شخص جو تقریباً پچیس برسوں سے امامت کرتا چلا آ رہا ہے، اس کی موجودگی میں دوسرا ایک لڑکا گاؤں کا

(۱) (و) أعلم أن صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولاً بالإمامة من غيره) مطلقاً الدر المختار مع الرد: ۲/۲۹۷ قوله: (مطلقاً) أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وإقرأ منه. (رد المحتار: ۲/۲۹۷) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) (وإذا حدث ممانع الإقتداء أو كان بحيث يصح فالسنة أن يقدموا) أي القوم (أعلمهم والمراد به أعلمهم بمسائل الصلاة) أي بما يصلحها ويفسدها (وإن كان غير متبحر في بقية العلوم وهو الولي من المتبحر في البقية) ولم يكن أعلم بمسائل الصلاة (ذكر معناه في شرح الإرشاد) ولا بد مع ذلك أن يكون حافظاً لمقدار ما تجوز به الصلاة لأنه إذا خلى عن ذلك لا يكون عالماً بما يصلحها وشرط الزبلي كونه حافظاً لمقدار المسنون وشرط في النهر أن يكون حافظاً لمقدار الواجب وعزاه إلى الدراية وهو معيز بالمبسوط، الخ. (إسعاف المولى القدير شرح زاد الفقير: ۸۶، مخطوطة جامعة الملك سعود. انيس)

جواب بھی نیا حافظ قرآن ہوا ہے، ۱۵/۱۶ سال کی عمر ہوگی ناکتھ دارٹھی پر ہے اور اکثر بیشتر فجر کی نماز قضا کر دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (بقلم شمس الدین انصاری، پوسٹ شاہ گنج، ضلع جوینپور)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

سابق امام اگر دیندار، صوم و صلاۃ کا پابند ہے، متقی پرہیزگار ہے، نیز لوگوں نے اس کو امام بھی بنایا ہے تو ایسی صورت میں نوجوان لڑکے کو مصلیٰ پر جا کر نماز پڑھانے کا کوئی حق نہیں، جب کہ سابق امام موجود ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اپنی حرکت سے باز آجائے، امام سابق کی موجودگی میں امامت کر کے فتنہ کا دروازہ نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۸/۴)



(۱) (أو الخیار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبروا أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أساءوا. (الدر المختار علی هامش رد المختار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انیس)

عن أبي مسعود البدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”یوم القوم أقرؤهم لكتاب اللہ وأقدمهم قراءة، فإن كانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم أكبر سنًا. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بیت الأفكار، انیس)

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولی بالإمامة من غیره) مطلقاً. (الدر المختار مع رد المختار: ۲۹۷/۲) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

# قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت

قاضی نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: قاضی کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو امامت کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس زمانہ میں قاضی شرعی نہیں ہیں، (۱) ان قاضیوں کو جواب موجود ہیں، امامت وغیرہ کا کوئی حق نہیں ہے، امام ومؤذن کا مقرر کرنا اولاً بانی مسجد اور واقف کا حق ہے، اس کے بعد اس کی اولاد میں جواہل ہے، اس کا حق ہے، ان کے بعد اہل محلہ یا اہل شہر جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوگا۔ (کذا فی الدر المختار والشمی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۰/۳)

قاضی نکاح کو امامت کا کوئی شرعی استحقاق نہیں:

سوال: قاضی کی امامت سے چند لوگ منکر اور چند مقتضی ہوں اور قاضی مصر ہو تو قاضی حق پر ہے، یا نہیں؟

الجواب

قاضی عربی کو اس بارے میں کچھ استحقاق خاص نہیں ہے؛ بلکہ موافق تفصیل اول بانی، یا اس کے ورثہ، یا اہل محلہ کو اس کا استحقاق ہے کہ وہ جس کو چاہیں، مقرر کریں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۰/۳)

(۱) یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب ہندوستان میں انگریزی حکومت برسر اقتدار تھی، کئی جگہوں پر انگریزی حکومت کی جانب سے ہی قاضی سابقہ روایات کے مطابق قاضی کا تقرر ہوتا تھا، انگریزی حکومت کے دوران ہی مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کو قائم کرنے اور دین کے عائلی مسائل کے حل کے لیے ہندوستان میں صوبائی اعتبار سے امارت شرعیہ کا نظام قائم ہونے لگا، امارت شرعیہ شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس کے تحت متفقہ طور پر امیر شریعت کا انتخاب عمل میں آتا ہے، ساتھ ہی ساتھ دارالقضاء کا ایک شرعی ضرورت ہے، قاضی شرعی کی تقرری امیر شریعت کی قانونی ذمہ داری ہے۔ موجودہ دور کے قاضی شرعی کو وہ قوت حاصل نہیں ہے کہ وہ امام کا انتخاب کرے۔ انیس

(۳-۲) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لوعداً. (الدر المختار)

وفى الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولى من غيرهم آه، وسيجيء فى الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولى، وذكره فى الفتح عن النوازل وأقره، آه. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر)

پہلی سند قضا اس وقت کارآمد نہیں ہے:

سوال: قاضی کی سند میں اقامت جمعہ وعیدین و جماعت و ترغیب و تحریریں مردماں بطاعات و عبادات مذکور ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب

جب کبھی سلاطین اسلام کی طرف سے قضاۃ مقرر ہوتے تھے، یہ اس وقت لکھا جاتا تھا، اب ان کو کوئی خاص حق اس بارے میں نہیں ہے اور تحریریں و ترغیب بسوئے طاعات و اعظان اسلام کرتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۳)

شیخ اور سید کی موجودگی میں دوسرا امام بن سکتا ہے یا نہیں اور تا جبر کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: شیخ سید کی موجودگی میں بڑھے کو امام بنانا کیسا ہے اور دوکاندار جو شریف اور متقی ہے، وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے، شیخ و سید کی تخصیص نہیں ہے، شیخ و سید کی نماز غیر شیخ و سید کے پیچھے ہو جاتی ہے، امام کو لائق امامت ہونا چاہیے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے، جو شخص مسائل نماز سے واقف ہو اور متقی ہو، وہی احق بالامامت ہے، سید ہو، یا دوکاندار ہو، یا پیشہ والا ہو، بڑھا ہو، یا جوان ہو۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۹/۳)

یہ غلط ہے کہ سادات ہی مستحق امامت ہیں:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوائے سادات اور کوئی مستحق امامت نہیں ہے، یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ سوائے سادات کے اور کوئی شخص مستحق امامت نہ ہوگا، امامت کا استحقاق علم و فضل و تقویٰ پر ہے اور جو شخص مسائل سے واقف ہو، وہ اگرچہ سید نہ ہو، بہ نسبت سید کے جو مسائل سے ناواقف ہو، احق و اولیٰ بالامامت ہے۔ (کمانی کتب الفقہ) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۳/۳)

(۱) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱، ظفیر)



فقیر و سید میں سے اہق بالا امامت کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں امام قوم کا فقیر ہے، اس کے گھر میں پردہ نہیں ہے، دوسری مسجد میں امام سید ہے اور اس کے گھر میں پردہ ہے؛ لیکن وہ نابینا ہے، نماز جمعہ میں کس امام کو ترجیح ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کے جائتا ہو اور صالح و متقی ہو، اندھے ہونے سے امامت میں کچھ حرج نہیں، جب کہ وہ نیک اور محتاط ہو اور مسائل سے واقف ہو، پس اگر وہ امام اندھا مسائل داں ہے اور نیک ہے تو جمعہ کی امامت کے لیے بھی وہی افضل ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۷/۳)

جولا ہے کا سید کی امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

فی زمانہ سید لوگ کہتے ہیں کہ جولا ہے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ خود بخود قوتہ نماز ادا نہیں کرتے اور جاہل و ناخواندہ ہیں اور قوم جولا ہان میں حافظ عالم ہیں، ان کے پیچھے جاہل سید نماز نہیں پڑھتے؟

الجواب

جولا ہے کی امامت جائز ہے اور جب کہ وہ علم و صلاح میں باقی لوگوں سے اچھا ہو تو اسی کو امام مقرر کرنا افضل ہے، یہ خیال کہ سید کی نماز جولا ہے کے پیچھے نہیں ہوتی، غلط ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۸/۳)

سید اگر وعدہ خلائی کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

جواب دیگر: خدا اور رسول کے احکام میں سید اور امتی دونوں داخل اور مکلف ہیں اگر کوئی سید کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس پر بھی اسی طرح مواخذہ ہوگا، جس طرح کسی غیر سید پر ہوتا ہے، اگر سید نے کسی جائز معاہدے پر رضامندی دیدی اور اس کے بعد اس سے بلاوجہ انحراف کیا تو عہد شکنی اور وعدہ خلائی کا ان پر بھی گناہ عائد ہوگا، سید

(۲-۱) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنبه للفواحش الظاهرة. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱)

... قید کراہة إمامة الأعمی فی المحيط وغیره بأن لا یكون أفضل القوم، فإن أفضلهم فهو أولى،

آہ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

ہونے کی وجہ سے وہ اس مواخذہ سے بری نہ ہو جائیں گے، چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے پھر جانا بھی ایسی ہی عہد شکنی ہے، جیسی کہ پوری پنچایت کے سامنے وعدہ کر کے پھر جانے کی صورت میں ہوتی؛ بلکہ سیدوں پر اتباع شریعت کی ذمہ داری ان کے منصب کے لحاظ سے زیادتی ہوتی ہے، اگر سید صاحب اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو کر توبہ نہ کریں تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور دوسرا امام مقرر کر لیں۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۴/۳-۱۲۵)

### حق نکاح خوانی اور امامت عیدین:

سوال: قاضی شہر مظفر نگر قاضی محمد ضیاء الدین تھے اور وہ پابند صوم و صلوٰۃ تھے، بحیثیت قاضی شہر ہونے کے ان کے کچھ حقوق مقررہ تھے اور دو کام سپرد تھے:

ایک نکاح خوانی، دوسرے امامت عیدین۔

جس سے نسلاً بعد نسل چھ سات پشت تک مستفید ہوتے رہے ہیں؛ کیوں کہ چھ سات پشت سے قضیات براہ راست ان کے بزرگوں میں رہی ہے، ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

اب تین شخص دعویدار ہیں، قاضی ضیاء الدین کے صاحبزادہ جو پابند صوم و صلوٰۃ اور ارکان و مسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی و خطبہ خوانی کو انجام دے سکتے ہیں۔ ایک اور صاحب ہیں، جن کے آباؤ اجداد سے کوئی قاضی نہیں ہوا اور خود سود لیتے ہیں۔ تیسرے صاحب، صاحب متذکرہ کے بڑے بھائی ہیں، پابند صوم و صلوٰۃ ہیں، عربی داں ہیں؛ لیکن غیر مقلد ہیں اور کل باشندگان مظفر نگر حنفی ہیں، ان تینوں صاحبان میں سے کس کا تقرر ہونا مناسب ہے؟

### الجواب

شریعت اسلام میں دونوں امور میں (جو کہ قاضی ضیاء الدین مرحوم کے سپرد تھے؛ یعنی امامت عیدین اور نکاح خوانی) وراثت نہیں ہے؛ (۲) بلکہ جو شخص اہل ان امور کا ہو اور اس میں اوصاف امامت و قضاء پائے جاویں، وہ امام و قاضی بنایا جاوے۔

اوصاف امامت یہ ہیں کہ امام مسائل نماز سے واقف ہو، صالح و متدین ہو، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، فاسق

(۱) ﴿أَوْ فَوَابَا الْعَهْدِ إِنْ الْعَهْدُ كَانَ مَسْتَوِلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

(۲) البتہ بانی مسجد اگر امام ہو تو وراثت میں اس کے بعد امامت کا مستحق اس کے خاندان کا فرد ہوگا، اگر وہ اس عہدہ کے لائق ہو۔

البانی للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه البانی. (رد المحتار، کتاب الوقف: ۶/۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، انیس)

و مبتدع نہ ہو، عام اہل اسلام کو بوجہ اس کے بد اعمال ہونے اور فساد عقائد کے اس سے نفرت نہ ہو؛ کیوں کہ یہ امر بھی باعث کراہت امامت ہوتا ہے۔ (۱)

اور چون کہ عام اہل شہر حنفی مقلد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں؛ اس لیے غیر مقلد اور بدعتی کو ان کا امام نہ بنایا جاوے کہ اولاً بوجہ عدم تقلید، یا بدعات کے، وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ ثانیاً عام اہل اسلام کو اس سے نفرت ہوگی، پس ہر سہ صاحبان مذکورین میں سے ہی اگر کسی کو امام وقاضی بنانا مناسب ہے تو قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے (نمبر ۱) جو کہ پابند صوم و صلوة اور مسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی کو انجام دے سکتے ہیں، امام وقاضی بنانے کے لیے لائق تر ہیں؛ کیوں کہ (نمبر ۲) بوجہ سود خوری کے (۲) اور (نمبر ۳) بوجہ غیر مقلدی... کے امام خفیان اہل سنت بنانے کے لائق نہیں ہیں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۳-۱۱۵)

(۱) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض، إلخ (ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن) الكراهة (لفساد فيه أولأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريماً للحديث أبي داود: "لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون"، (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر) (عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، إلخ. (سنن أبي داود، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبرانی، عمران بن عبد المغافري عن عبد الله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبه، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) / سنن ابن ماجه، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۰۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلًا)

عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمعم يقول: سمعت أبا مسعود رضي الله عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة فإن كانت قراءتهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فليؤم أكبرهم سناً. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱)

(عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراءكم. (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

قال الشرنبلالي: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضي الله تعالى عنه أو صحبته أو يسبب الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوة الصبي نفل ونفله لا يلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراءة) بحفظ آية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۰۶)

(۲) وكذا تكره خلف أمره، إلخ، وشارب الخمر واكل الربوا، (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أى صاحب بدعة، إلخ، وزاد ابن ملك: ومخالف كشافعى، إلخ. (أيضاً: ۵۲۰/۱، ظفیر) (باب الإمامة، انيس)

عید گاہ کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عید گاہ بنائی اور خود اس کا امام ہوا، چند برس کے بعد اس نے کسی دوسرے کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھی، اب امام اول مر گیا، اس کا ایک لڑکا ہے، اس صورت میں حق امامت کس کو ہے؟

الجواب

حق امامت اس صورت میں بانی عید گاہ کو ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۳)



(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۴/۱، ظفیر)

## امامت میں وراثت

### امامت میں وراثت نہیں:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور مسجد ایک بزرگ کی خانقاہ کے متصل ہے، اس مسجد کے اخراجات تیل و چراغ اس مسجد کے متولیان بالاشتراك کیا کرتے ہیں، زید اس خانقاہ کا سجادہ مقرر ہے، باقی متولیان اب تک اس کو اپنا امام مجوز کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں، اب چونکہ اس میں بلحاظ شرعی برادری بہت نقص پیدا ہو گئے ہیں، بدعتی بھی ہے اور وہ اپنی برادری سے بالکل بگاڑ کر چکا ہے، جس کی وجہ سے بہت مقتدیان اس سے برگشتہ اور ناراض ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے اور اپنی برادری سے ایک اور شخص کو جو کہ اس سے علم میں برتر ہے اور بدعتی بھی نہیں ہے، امام بنانا چاہتے ہیں تو اب وہ سجادہ امامت کو اپنی وراثت سمجھ کر علاحدہ نہیں ہوتا اور سجادگی اور قدامت حقوق کو اپنا ثبوت امامت پیش کرتا ہے، کیا اب وہ متولیان و مقتدیان امام کو بدل سکتے ہیں، یا نہ؟ امام سابق کا عذر مسموع ہے، یا نہ؟

### الجواب

امامت میں وراثت نہیں ہے؛ بلکہ امام کے مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو اور اس کی اولاد و اقارب کو ہے، اس کے بعد نمازیان و اہل محلہ کو حق ہے کہ وہ امام مقرر کریں؛ بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی شخص کو امام بنادیا اور وہ صلاحیت امامت کی نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کیا تو وہی امام مقرر ہوگا، جس کو نمازیوں نے مقرر کیا۔  
قال فی الدر المختار: (البانی) للمسجد (أولی) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عینہ) البانی.

وفی رد المحتار: (قوله: البانی أولی) وكذا ولده وعشیره أولی من غیرهم، أشباه (۱).  
الحاصل: جبکہ وہ امام سابق بدعتی ہو گیا اور نمازیان مسجد اس سے ناخوش ہیں، بسبب اس کی خرابی کے تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور عالم مسائل صلوٰۃ کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) امام سابق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ امام مقرر کردہ قوم کے اپنے کو مستحق امامت سمجھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۸۴-۸۵)

(۱) الدر المختار لی هامش رد المحتار، کتاب الوقف: ۵۷۳/۳، ظفیر (۶/۶۴۵)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، انیس

(۲) ویکرہ إمامة، الخ، مبتدع. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

## امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

کیا عید کی نماز جامع مسجد کے امام کے علاوہ دوسرا شخص نہیں پڑھا سکتا، یا کسی شخص کی وصیت، یا سابقہ کے ساتھ دستور کے ماتحت عید کی نماز پڑھانے کے لیے جامع مسجد کے امام کو مخصوص کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جس کے خلاف شرع افعال جیسے مزار کے ساتھ گانا سننا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا فرض عرس کرنا، نیز وہاں پر شیرینی اور پھول وغیرہ چڑھانے کی وجہ سے پہلی بار بستی ہذا میں دو فریق ہو گئے ہیں، دو جگہ عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے؛ بلکہ امام موصوف کی امامت کے باعث فریقین کے مابین نفاق کی آگ بھڑک رہی ہے، مگر امام صاحب اپنے ان افعال غیر شرعیہ کو چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں اور متولیان جامع مسجد و عید گاہ بھی متقدمین کی حیثیت سے مسلمانوں کے نفاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام موصوف کو امامت پر قائم رکھنے کے لیے مصر ہیں، لہذا ایسے متولیان اور امام صاحب کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

امام خواہ نماز عید کا ہو یا جمعہ کا یا فرائض پنجگانہ کا دیندار پر ہیز گار علم بالسنہ ہونا چاہیے، امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں اور یہ مذکورہ افعال معصیت و بدعت ہیں اور اس کی حمایت بھی معصیت و بدعت کی حمایت ہے، جو ناجائز اور اللہ رب العزت کی ناراضی کا سبب ہے، (۱) لوگوں کو چاہیے کہ ایسے امام کو جو بدعت اور معصیت میں مبتلا ہو، اولاً تو نرمی و ہی خواہی سے اس کی اصلاح کریں، اگر اصلاح پذیر نہ ہو تو اس کو بدل دیں، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے صبر کریں اور ان لوگوں کی درستی کے لیے دعا کریں اور ان لوگوں میں صحیح دین مطابق سنت پہنچانے کی اور سب سے زیادہ خود اپنے کو متبع بنانے کی کوشش کرتے رہیں، یہ سب کرشمہ جہالت اور غلط علم کے ہیں، جوں جوں لوگوں میں صحیح علم اور دین پہنچے گا، یہ خرابیاں خود بخود دور ہوتی جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبۃ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۷۵-۱۷۴)

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی ہدم الإسلام. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۶۷۷۲) / حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء عن عبد اللہ بن بسر: ۲۱۸/۵، دارالکتاب العربی / وکذا فی البدع لابن وضاح، النہی عن الجلوس مع أهل البدع (ح: ۱۱۹) / القدر للفریابی (ح: ۳۸۱) / معجم ابن العربی، حدیث الترقفی (ح: ۱۹۵۸) موقوفاً ومرسلاً. انیس)

## منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم:

سوال: ایک شخص جو کسی مسجد کا باقاعدہ امام ہے، وفات کے بعد وہ اپنی جگہ منصب امامت کے لیے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک شخص کو مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر اس نے کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کی ہو تو اس کی رعایت کہاں تک کی جائے گی اور بغیر وصیت کے بھی اگر کوئی شخص اس میں ارث کا دعویٰ کرے تو کیا یہ درست ہے؟

### الجواب

منصب امامت کوئی جائیداد اور مال نہیں کہ جس میں وراثت جاری ہو سکے، یا مورث کی وصیت کی رعایت کی جائے، منصب امامت کی تقرری امام کی اہلیت، ذاتی کردار اور علم و عمل کے علاوہ اہل محلہ کی رضامندی پر ہے، امام کے مرنے کے بعد اہل محلہ جس کو بھی امامت تفویض کریں، وہی محلہ کی مسجد کا امام متصور ہوگا۔

قال الحصكفي رحمه الله: (والأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقبل سنة ثم الأحسن تلاوة للقرءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهًا ثم الأشرف نسبًا). (الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٧/١) (١) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۳۴/۳-۱۳۵)

امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے یا جس کو لوگوں نے مقرر کر دیا:

سوال: ایک امام مسجد نے وفات پائی، اس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں ایک بالغ تھا، بقیہ تمام نابالغ تھے۔ اہل قریہ نے باتفاق بڑے بھائی کو امام بنا دیا، وہ پندرہ سولہ سال سے امامت کرتا ہے، اب چھوٹے بھائی بھی بالغ قابل امامت ہو گئے اور بڑے بھائی پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امامت میں شریک ہیں، اہل قریہ برادران خورد کو بلا رضامندی برادر کلاں امامت میں شریک کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور برادران خورد اگر بلا رضامندی برادر کلاں نماز پڑھا دیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) وفي الهندية: أولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هكذا في المصنوعات، وهو الظاهر، هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة، هكذا في التبيين، ولم يطعن في دينه، كذا في الكفاية، وهكذا في النهاية، ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أروع منه، كذا في المحيط وهكذا في الزاهدى وإن كان متبحرًا في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو أولى، كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية: ۸۳/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

## الجواب

فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ نصب امام کا حق بانی یا اہل محلہ کو ہے، پس جملہ اہل قریہ نے جس کو امام مقرر کر دیا، وہ امام ہو گیا، چھوٹے بھائیوں کو بعد بلوغ کے دعویٰ امامت کا حق اس بنا پر کہ ان کا باپ امام تھا، نہیں پہنچتا، البتہ اہل قریہ اگر ان کو بھی لائق امامت دیکھ کر شریک امامت کر دیوں تو درست ہے، برادر کلاں کی رضامندی ضروری نہیں ہے اور نماز ان سب کے پیچھے صحیح ہے، بلا کراہت، جن کو اہل قریہ نے مقرر کر دیا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۸۳)

## کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے:

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو کہ صومہ و صلاۃ کا پابند نہیں، اس شخص کے دادا مرحوم صوم و صلاۃ کے پابند تھے اور گورنمنٹ سے منظور شدہ قاضی تھے، اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کے اندر ان کاموں کو انجام دینے کی لیاقت تھی، اب قاضی صاحب تو مرحوم ہو چکے بہت مدت ہوئی؛ بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب ان مرحوم کے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہمارا خاندانی کام ہے، لہذا کسی کو اس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نماز عید گاہ میں اور نکاح میری غیر موجودگی میں پڑھائے، یہ دعویٰ انہوں نے کورٹ کے اندر کیا ہے، چونکہ ہمارے یہاں اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے؛ اس لیے گاؤں کے لوگوں نے مل کر ایک حافظ عالم کو بلا لیا، لہذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پر قاضی صاحب کے پوتے نے دعویٰ کر دیا، حالاں کہ وہ صوم و صلاۃ کا پابند نہیں تو کیا امامت اور اس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

## الجواب ————— حامداً ومصلیاً

امامت کا مستحق وہ ہے جو طہارت اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، متبع سنت پابند شریعت ہو، اگر مرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے، ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہو جاتی ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے، اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو محض

(۱) وفي الأشباه: ولد الباني ... أولى من غيرهم، آه. وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصح مما نصبه الباني فهو أولى. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر) (مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، انیس)

وولد الباني وعشيرته أولى من غيرهم. (الأشباه والنظائر لابن نجيم، شرط الواقف: ۱۶۴، دار الكتب العلمية بيروت. انیس)



سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی؛ بلکہ اہلیت سے ملتی ہے، (۱) ایسی حالت میں ان کے لیے زیبا ہے کہ وہ مصلی چھوڑ کر دوسرے اہل شخص کی امامت کے لیے تجویز پیش کریں، نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے، آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے۔ (۲)

نکاح مرد و عورت خود بھی کر سکتے ہیں، کسی اور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں، کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں؛ (۳) لیکن جو شخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو، اس کے پاس رجسٹر ہو، جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقت ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو، اس کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے، مفاہمت کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوا لیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر کر لیں کہ جو شخص قانونی تحفظ و پیش بندی کے لیے درج کرانا چاہے، وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دے دے، اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۴-۳۸۵)

کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے:

(الجمعیۃ مؤرخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

الجواب

جو شخص نماز روزے کا پابند اور نماز روزے کے احکام سے واقف ہے وہ امامت کا مستحق ہے۔ امامت کے لیے ذاتی صلاحیت و لیاقت چاہیے، باپ دادا سے امامت آنے سے لازمی استحقاق حاصل نہیں ہوتا، ہاں اگر خود بھی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو تو خاندانی امامت وجہ ترجیح ہو سکتی ہے۔ (۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۶/۳)

(۱) عن أبي مسعود البدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَاهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَأَقْدَمَهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَلْيُؤْمِّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هَجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهَجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيُؤْمِّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًا، وَلَا يَوْمَ الرِّجْلِ فِي بَيْتِهِ، وَلَا فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ، إِلَّا بِإِذْنِهِ". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۹۳/۱، إمدادية، ملتنا) (رقم الحديث: ۵۸۲، انيس)

(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساد بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة... (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، إلخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۳) (ويعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما وقبول من الآخر، ۵. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

والأحق بالإمامة تقدماً ونصباً الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساد بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

## کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں:

سوال: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو کسی وقت فتویٰ دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ فتویٰ ایک شخص کے پاس ہے، کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے، کیا یہ فاسق ہے تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں، نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے، یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا ہے تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، (۱) حضرت تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، جماعت ترک نہ کرے، (۲) بعض احادیث میں ترک جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۱-۲۸۲)

(۱) عن أبي مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”یوم القوم أقرأهم لکتاب اللہ وأقدمهم قراءة، فإن كانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم أكبر سنًا، ولا یؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه، ولا یجلس علی تکرمتہ إلا بإذنه“. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من هو الأحق بالإمامة: ۹۳/۱، إمدادیة، ملتان)

”و (الأحق بالإمامة الأعلّم بأحكام الصلاة) فقط صحّة وفساداً، ثمّ الأحسن قراءة، ثمّ الأورع، ثمّ الأسن، ثمّ الأحسن خلقاً“. (الدر المختار، کتاب الصلاة، فصل فی بیان من أحق بالإمامة: ۶۶۹/۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) الجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة. فتسنن أو توجب، تظهر ثمرته فی الإثم بتركها مرة علی الرجال العقلاء البالغين الأحرار، إلخ.

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ولذا قال فی الأجناس: لا تقبل شهادته إذا تركها استخفافاً ومجانة... (قوله: بتركها مرة بلا عذر وهذا عند العراقيين، وعند الخراسانيين إنما يأنم إذا اعتاده، كما فی القنية). (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۲/۱-۵۵۴، سعید)

(۳) عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقه، =

## حق امامت کسے حاصل ہے:

سوال: اگر کوئی شخص کسی مسجد پر اپنا حق ثابت کرے اور کہے کہ سات برس سے یہ مسجد میرے قبضہ میں ہے، میرے والد اور بھائی اس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، بعد ان کے میں پڑھاتا ہوں، لہذا میرے سوا کسی کو اس مسجد میں حق نہیں۔ سو اس مسجد میں واقعی اس امام کا حق ہے اور اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

### الجواب

امام کا مقرر کرنا بانی مسجد کے اختیار میں ہے، یا اہل محلہ کے اختیار میں، وراثت کسی امام کا کچھ حق نہیں اور امامت میں وراثت نہیں ہے اور اگر وہ بانی نہیں تو یہ دعویٰ اس کا غلط ہے کہ میرا والد، یا بھائی اس مسجد میں امام رہا ہے، البتہ اگر اہل محلہ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ لائق امامت ہو تو اس کی امامت صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۳-۲۳۴)

== أو مريض، إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة. وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدى، وإن من سنن الهدى الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه“، آه. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول: ۹۶/۱، قديمي)

الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى (ح: ۶۵۴) / مسند ابن أبي شيبة، ما رواه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۴۲۹) / مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عبد الله بن مسعود (ح: ۵۰۲۳) / صحيح ابن خزيمة، باب تخويف النفاق على تارك شهود الجماعة (ح: ۱۴۸۳) / مستخرج أبي عوانة، بيان إيجاب إتيان الجماعة (ح: ۱۲۶۳) / صحيح ابن حبان، ذكر وصف الشيء الذي من أجله كانوا الخ (ح: ۲۱۰۰) / المعجم الكبير للطبراني (ح: ۸۶۰۸) / المسند المستخرج على صحيح مسلم لابن أبي نعيم (ح: ۱۴۶۱) انيس (۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

و في الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولى من غيرهم آه، وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولى. (رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب في كراهة الجماعة في المسجد، انيس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأه المحلة ولا يكون للباني منهم ذلك وقال أبو بكر الإسكاف: الباني أحق بتنصيبها من غيره كما في العمارة كالقاضي، وقال أبو الليث: وبه نأخذ إلا أن يريد الثاني إماماً ومؤذناً والقوم يريدون أصلح فلهم أن يفعلوا ذلك، كذا في النوازل. (البنية شرح الهداية، شرط الواقف أن يستبدل بالوقف أرضاً أخرى: ۵۱/۷، دار الكتب العلمية بيروت) وكذا في البحر الرائق، الناظر بالشرط في الوقف: ۲۵۱/۵، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

والباني أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولى بذلك من غيرهم. (البحر الرائق: ۲۷۰/۵، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

### امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار:

سوال: ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیت سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثا جو کہ اس کے اہل برادری اور مقتدی ہیں، اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعویٰ امامت درست ہے، یا نہ؟

#### الجواب

کتب فقہ میں ہے کہ بانی و واقف مسجد احق ہے، ساتھ مقرر کرنے امام وغیرہ کے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد واقارب احق ہیں۔ اس کے بعد اہل محلہ و اہل مسجد جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوتا ہے۔ پس سجادہ نشین خانقاہ اگر اولاد واقف سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے، امام وغیرہ مقرر کرنے کا؛ لیکن دیگر اہل قرابت واقف کو بھی یہ حق ہے، سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۳)



(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً (الدر المختار) وفي الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولى من غيرهم، وفي الوقف: أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً و كان أصح مما نصبه الباني فهو أولى. (رد المحتار، باب الأذان، فروع: ۳۷۲/۱، ظفیر)

## امامت میں اختلاف

### حکم نزاع در امامت:

سوال: جناب کو ماجرائے ذیل میں ثالث ہم لوگوں نے مانا ہے، جیسا فرمان ہو، عمل میں لاویں گے، ایک محلّہ کے قدیمی دائمی امام قاری صاحب نے دوسرے ضلع میں بضرورت جانا چاہا، مصلیٰ لوگوں نے جواب دیا کہ منشی لطف الرحمن غیر ملکی کو جیسا کہ آگے اور ایک سال چند روز جمعہ (یعنی اٹکلین) دے کر گئے تھے، اب بھی دے کے جائیے، امام قدیم نے موافق اجازت مصلیٰ نئے خطیب سے جا کر کہہ کر دوسری ضلع کو چلے گئے، نئے خطیب نے بعد دو جمعہ آکر مصلیوں سے کہا کہ میں کئی جمعہ کے لیے قبول نہیں کرتا، امام کو آئندہ نہیں رکھیں گے اور قسم بھی اس پر کھائی، اب قدیمی امام آکر دعویدار ہوئے اور فساد یہاں تک بڑھا کہ اب (اب سب مصلیٰ اور قدیم و جدید دونوں امام جناب سے دست بستہ عرض گزار ہیں کہ اس درمانی قول و قرار و قسم کرنے سے نئے امام کو حق امامت کرنا ہے، یا قدیم امام کا، موافق حکم و اجازت مصلیٰ جو کہ نئے امام کو کہہ کر اور امامت کا حکم دے کر دوسرے ضلع گیا تھا، ابھی اسی کا دعویٰ اور حق امامت بحال رہے گا، کس کا خطیبی بحال رہے گا۔

الحاصل مصلیٰ لوگ اور دونوں امام قدیم محلّہ و امام و خطیب غیر محلّہ سب مل کر دستخط کر کے جناب سے مسئلہ طلب کرتے ہیں اور ثالث مانتے ہیں کہ کون دائمی خطیب موافق شرع محمدی کے ہے، موافق اس کے عمل کریں گے؟

### الجواب

صورت مسئلہ میں چوں کہ امام قدیم رخصت لے کر گیا تھا، مستعفی ہو کر نہیں گیا تھا اور اہل محلّہ، یعنی مصلیوں نے امام جدید کو مقرر کرتے ہوئے امام قدیم کو اطلاع نہیں دی کہ تم کو معزول کر دیا گیا؛ اس لیے امام قدیم منصب امامت پر بدستور باقی ہے۔

فإن الإجارة لا يصح فسخاً إلا بحضرة المتعاقدين حقيقة أو حكماً ولو بوجد (۱)

(۱) ثم إذا فسخ أحدهما الإجارة من غير محضر الأخير هل يصح؟ قال بعض المشائخ على قول أبي يوسف، وعلى قولهما لا يصح وقال بعضهم: لا يصح إلا بحضرة صاحبه بالإتفاق، كذا في الذخيرة. (البنية شرح الهداية، حكم من استاجر داراً كل شهر، الخ: ۲۷۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انیس)

اور اس کا دعویٰ حق بجانب ہے؛ کیوں کہ نہ اس نے استعفیٰ دیا، نہ اس کو عزل کی اطلاع دی گئی اور امام جدید کا دعویٰ بھی حق بجانب ہے؛ کیوں کہ جس وقت اس نے امامت سے انکار کیا تو اہل محلہ نے اس کو ہمیشہ کے واسطے امام بنالیا اور اس سے عہد بھی کر لیا تھا، پس امام قدیم اور امام جدید دونوں امامت کے عہدے پر قائم ہیں اور ان ایام کی تنخواہ دونوں کو دینی پڑے گی اور اب اہل محلہ کو اختیار ہے کہ اگر دونوں کو امام نہ رکھ سکیں تو ان میں سے ایک کو جواب دیکر الگ کر دیں، خواہ قدیم کو خواہ جدید کو اور وسعت ہو تو دونوں کو امام بنالیں، یہ تو صورت مسئلہ کا جواب تھا۔ اب بطور نصیحت کے لکھا جاتا ہے کہ اہل محلہ نے اس معاملہ میں یہ سخت کوتاہی کی کہ جس وقت امام جدید کو مستقل امام دائمی بنایا تھا، اس وقت امام قدیم کو اطلاع کیوں نہیں دی کہ تم کو آج سے معزول کر دیا گیا اور امام جدید نے یہ سخت بے مروتی کی کہ امام قدیم کے منصب کی طمع کی اور اس کی جگہ پر قبضہ جمانا چاہا اور امام قدیم نے یہ غلطی کی کہ جب اس کی جگہ اہل محلہ نے دوسرے کو رکھ لیا تھا تو اس میں آکر جھگڑا اور منازعت کی یہ امور علم و اسلام کی شان سے بہت بعید تھے۔ واللہ اعلم

### امامت میں اختلاف ہو تو ترجیح کس کو دی جائے:

سوال: مسجد محلہ میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کیا ہوا امام رہے گا اور جماعت کے جو زیادہ شخص ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم جو امام مقرر کریں گے، وہ امام رہے گا؟

الجواب

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص امام مقرر کریں، وہی امام رہے گا؛ لأن الاعتبار للأكثر. (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۹)

### مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: کسی جگہ ایک مسجد ہے اور ایک امام ہے، لوگ کسی وجہ سے اٹھانے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونے کا اندیشہ ہے، ایسے نازک دور میں امام کا اپنا کیا فرض ہے؟ اس کو اس مسجد میں رہنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اس فساد کو جو کہ خود اس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے، کس طرح روک سکتا ہے؟

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (دالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

فإن استووا يقرع بينهما أو الخيار إلى القوم وإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (اللباب في شرح الكتاب، باب

صفة الصلاة: ۷۹/۱، المكتبة العلمية بيروت. انیس)

## الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں، اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو اس کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علاحدہ ہو جائے، یا اس شرعی قباحت کو دور کرے، اگر اغراض نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کی وجہ سے خلاف ہیں، یا وہ اہل باطل ہیں اور امام اہل حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں، بہر حال جس شخص کی غلطی ہو، اس کو تائب ہونا اور فتنہ و فساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، غفرلہ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۳۳۵)

متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم:

سوال: ایک مقام پر شاہی زمانہ کی تعمیر جامع مسجد ہے، جس کو بادشاہی صوبہ حاکم وقت نے شہر کے آباد کرنے کے ساتھ تعمیر کرایا تھا اور بعد ختم تعمیر جامع مسجد منصب امامت کو ایک مرد صالح کے سپرد فرمایا تھا، چنانچہ اس زمانہ سے آج تک اسی امام کی اولاد میں پشت در پشت امامت منتقل ہو کر آئی ہے، مگر عرصہ پانچ سات سال کا تخمینہ گزرتا ہے کہ امام وقت نے کسی اخبار میں کچھ مضامین بہ نسبت انتظامی قواعد طاعون شکایتی چھپوائے تھے، جس کو بعض افسران سرکاری نے دریافت کر کے بعض رؤساء شہر کو ہدایت فرمائی کہ امام مسجد کو بہتر ہوگا کہ علاحدہ کر دیا جاوے، چنانچہ حسب مصلحت وقت ان کی جگہ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی کو منصب امامت پر مقرر کر دیا، چند سال انہوں نے بھی کام کیا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کو اپنے حوائج ضروریہ کی وجہ سے اتفاقاً سفر در پیش ہوا، جس کی وجہ سے اپنی جگہ ایک مولوی صاحب کو قائم مقام کر دیا، لہذا اب چند سال سے مولوی صاحب موصوف امامت کرتے ہیں، اب کچھ عرصہ بعد امام صاحب جامع مسجد نے

(۱) ”ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره ذلك تحريماً، لحديث أبي داؤد: ” لا يقبل الله تعالى صلاة من تقدم قوماً، وهم له كارهون وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم.“  
(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعید)

(عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ). (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبد المغافري عن عبد الله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) / سنن ابن ماجه، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) / عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً. انيس)

جنہوں نے مولوی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا، کسی جمعہ کو قصد امامت کیا تو یہ امر مولوی صاحب کو سخت ناگوار ہوا، جس پر انہوں نے اپنے چند معتقدین کے ذریعہ سے اس امر کی کوشش کی اور اب تک کر رہے کہ یہ امامت ہم سے نہ نکلے اور ہمارے لیے ہمیشہ کو قائم رہے؛ لیکن اکثر اہل شہر اپنے امام قدیم کو چھوڑنے اور مولوی صاحب کی امامت قبول کرنے سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے گو مولوی صاحب کو بمقابلہ امام قدیم کے علم میں زیادتی ضرور ہے؛ لیکن ان کے نزدیک سوائے اپنے چند ہم خیالوں کے سلف سے اب تک جتنے عالم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے گزرے ہیں اور فی الحال موجود ہیں اور نیز ان کے پیرو عام مسلمان سب وہابی بے دین ہیں، خاص کر آخزمانہ کے عالم مثل مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب شہید دہلوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور علمائے دیوبند اور ندوہ کی شرکت کرنے والے عالموں کو ناجائز الفاظ سے یاد کرنا وظیفہ ہے اور باوجود ان سب باتوں کے بعض صاحبوں نے بنظر رفع شر مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک جمعہ کی نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیجئے اور آئندہ حسب دستور امام قدیمی کی جانب سے پڑھاتے رہیے، اس کو پسند نہیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم کو یزیدی بیعت نہیں ہے، حالاں کہ امام صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں، پس ایسی صورت میں استحقاق امامت امام قدیم کا ہے، یا امامت کے طالب مولوی صاحب کا حق ہے، چوں کہ اس بارہ میں دونوں طرف سے کوشش ہو رہی ہے کون فرقہ خطا پر ہے اور کون حق پر؟

### الجواب

اول تو جب امام اول کے حقیقی بیچازاد بھائی کو شہر کے اہل حل وعقد نے منصب امامت پر مقرر کر دیا تھا؛ تا وقتے کہ وہ معزول نہ کئے جاویں اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں، اس وقت تک اگر یہ امام ثانی بہ مقابلہ ان عالم صاحب؛ یعنی امام ثالث کے باعتبار صفات کے اولیٰ بالامامت بھی نہ ہوتے، تب بھی بوجہ اسبق فی النصب ہونے کے مستحق للامامۃ یہی تھے؛ کیوں کہ اعتبار ان صفات کا وقت نصب کے ہے، نہ بعد نصب کے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

”قوله: (اعتبراً کثرهم) لا یشہر هذا إلا فی المنصب“۔ (ردالمحتار: ۵۲۲/۱) (۱)

اور کسی کو نائب بنانے سے اصل معزول نہیں ہوتا۔

(۱) والا فکل یصلی خلف من یختارہ، ط، لکن فیہ تکرار الجماعة وقد مر مافیہ۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۵۵۹/۱، بیروت، انیس)



دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث بہت سے علمائے حقانی تبعین سنت کو برا کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث عقائد میں سنت کے خلاف ہیں؛ یعنی مبتدع ہیں اور برا کہنا خود عمل فسق ہے اور فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔

فی الدر المختار: (وفاسق وأعمی) ونحوه الأعمی. نہر، إلا أن یکون أی غیر الفاسق (أعلم القوم) فهو أولی (ومبتدع) أی صاحب بدعة، وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة. (۱)

تیسرے سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل شہر مولوی صاحب کی امامت سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے اور وجہ دوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب میں ناراضی کے وجہ بھی شرعی ہیں تو خود ایسی صورت میں امامت کرنا مکروہ ہے۔

فی الدر المختار: (ولو أم قومًا وهم له کارهون، أن) الکراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره) ذلك تحريمًا لحديث أبي داود لا يقبل الله صلوة من تقدم وهم له کارهون (وإن هو أحق) لا والکراهة عليهم. (۲)

چوتھے اگر امام ثالث میں کوئی خرابی نہ ہو، تب بھی چوں کہ اکثر لوگ امام سابق کی طرف ہیں، ایسی صورت میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

فی الدر المختار: (فإن استنوا یقرع) بین المستویین (والخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (۳)

رہا امام ثالث کا عالم ہونا، سو محض عالم ہونا، موجب احقیق امامیت نہیں؛ بلکہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص

(۱) الدر المختار مع رد المحتار باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، بیروت، انیس

وفی المحيط: ولو صلی خلف فاسق أو مبتدع فقد أحرز فضل الجماعة. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة: ۲۴۲/۱، دار الكتب العلمية، انیس)

ومن صلی خلف فاسق أو مبتدع یکون محرزاً ثواب الجماعة. (المحیط البرهانی فی الفقہ النعمانی، كتاب الصلاة: ۴۰۷/۱، دار الفكر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار باب الإمامة: ۵۵۹/۱، بیروت/سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون (ح: ۵۹۳) انیس

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۸/۱، وكذا فی الباب فی شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۷۹/۱، المكتبة العلمية بیروت، انیس

مطعون فی الدین نہ ہو، ورنہ وہ اہل حق لایمات نہیں۔

فی الدر المختار: و(الأحق بالإمامة الأعلّم بأحكام الصلاة).

فی رد المحتار. الأعلّم بالسنة أولى إلا أن يطعن عليه فی دینہ؛ لأن الناس لا يرغبون فی الاقتداء به. (۱)  
لہذا صورت مسئلہ میں استحقاق امامت کا امام قدیم کو حاصل ہے۔ ان مولوی صاحب طالب امامت کا کچھ حق نہیں۔ واللہ اعلم

۲/ شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۵۳/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۵/۱-۳۵۸)



(۱)

الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۰۷/۱ (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

قال الشرنبلالی: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوة الصبي نفل ونفله لا يلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخشّي امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراءة) بحفظ آية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۰۶)

# امام کے لباس

کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام اگر کوٹ پہن کر امامت کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت اس کی بلا کراہت درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۸)

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا:

سوال: ایک امام صاحب پینٹ شرٹ وٹائی لگا کر نماز پڑھاتے ہیں، کیا یہ لباس پہن کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں: کافر سے سود لینا جائز ہے اور بینک سے جو روپے زیادہ ملتے ہیں، وہ جائز نہیں ہے؟

هوالمصوب

پینٹ و شرٹ ہمارے یہاں اہل تدین و صلحا کا لباس نہیں ہے، لہذا پینٹ و شرٹ پہن کر نماز پڑھانا مناسب نہیں ہے، (۲) خصوصاً جب کہ پینٹ تنگ اور شرٹ ساتر نہ ہو، تاہم نماز ادا ہو جائے گی، کافر سے بھی سودی کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، (۳) اسی طرح بینک سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال جائز نہیں ہے۔ (۴)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۸/۲)

(۱) يجب على المصلى أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس إلخ ويستتر عورتہ، لقوله تعالى: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ

عند كل مسجد﴾ إلخ. (الهداية، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۸۷/۱، ظفیر)

(۲) قوله: "ثم الأورع": أى الأكثر اجتناباً بالشبهات. (البحر الرائق: ۶۰۸/۱)

(۳) عن عبد الله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراشى والمرتشى. (مسند أبى داؤد الطيالسى،

الأفراد عن عبد الله بن عمرو (ح: ۲۳۹۰) / مصنف عبد الرزاق الصنعاني، الهدية للأمرء والزى يشفع له (ح: ۱۴۶۶۹) / سنن

الترمذى، باب ماجاء فى الراشى والمرتشى فى الحكم (ح: ۱۳۳۷) انیس

عن ثوبان قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشى والمرتشى والرائش، يعنى الذى يمشى

بينهما. (مصنف ابن أبى شيبة، فى الوالى والقاضى يهدى إليه (ح: ۲۱۹۶۵) انیس)

(۴) وقد ذكرنا أن الإلتفاع بالفوائد المصرفية لا يجوز فى الشريعة بحال. (بحوث فى قضايا فقهية

معاصرة: ۲۲۳/۱، دار القلم دمشق، انیس)

### تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں، ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔

#### الجواب

جس لباس میں باہر نکلتا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو، معیوب سمجھتا ہو، اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے۔

”و صلاتہ فی ثياب بذلة یلبسہا فی بیتہ“۔

”وفی الشامی: قال فی البحر: وفسرہا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذهب بہ الی الأکابر، و الظاہر أن الکراہۃ تنزیہیۃ“ ۵۔ (الدرا المختار و رد المحتار: ۵۹۹/۱) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ رجیہ: ۳۷۴-۳۷۵)

### شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم:

سوال: کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائٹ اور شرٹ پہن کر کے امامت کرے، جب کہ امام صاحب کو کئی بار، یعنی دو بار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جب کہ کرتا پائے جامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں، فجر چار رکعت نماز میں پڑھتے ہیں، ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں، عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشاء نو رکعتیں ہیں۔ اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضا پڑھتے ہیں، سنت بالکل ہی نہیں، کبھی بھی نہیں پڑھتے، اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت، ورنہ دس، جب جماعت سے پڑھتے ہیں، تب عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہیں کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں، نہ حافظ، بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے، جب بیمار پڑے تو ان کو بنا دیا، لہذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے؛ لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

(نوٹ) کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقرعید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامدًا ومصلیًا

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؛ یعنی نماز ہو جائے گی، ہاں امام صاحب کے لیے مناسب یہ ہے کہ لباس شرعی اختیار کریں؛ تاکہ منصب امامت کی توہین نہ ہو اور امام صاحب کے لیے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کر دیں؛ تاکہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمان داری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں کرتے، فجر کی نماز میں دو رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت فرض، ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں، ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے، اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے، واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنت مؤکدہ، باقی نفل ہے، عشا کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنت غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے؛ لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں۔ (۱)

فجر کی نماز اگر قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضا کرنی چاہیے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضا ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت؛ یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، (۲) لہذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہوگئی، تب صرف چار رکعت کی قضا ہے۔ سنت کی قضا نہیں، کسی بھی نماز کی قضا ہو جانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ اس لیے

(۱) (وہی) أی السنن الرواتب (رکعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر ورکعتان بعد الغروب ورکعتان بعد العشاء) فهذه اثنتا عشرة ركعة... (وأربع قبل العصر) وهذا غير مؤكدة... (أو ركعتان)... (وأربع قبل العشاء) وهذه أيضا غير مؤكدة، الخ. (منحة السلوك شرح تحفة الملوک، فصل فی السنن الرواتب وغیرها: ۱/۴۷، قطر. انیس)

(۲) (قوله) والسنة لا تقضى إلا سنة الفجر إذا فاتت مع الفجر) لأن الأصل في السنن أن لا تقضى، لأن القضاء تسليم مثل الواجب فيختص به إلا أن النص ورد في قضاء سنة الفجر تبعاً للفرض بقى ما وراءه على الأصل، وأما إذا فاتت بغیر الفجر هل تقضى؟ فعندهما لا تقضى، وعند محمد تقضى بعد طلوع الشمس إلى الزوال... (قوله) وسنة الظهر أيضا يقضيها في وقته (يعني إذا فاتت الأربع قبل الظهر بسبب شروعه مع الإمام يقضيها في وقته عند الجمهور وقيل لا يقضيها والأول أصح. (منحة السلوك شرح تحفة الملوک، فصل فی السنن الرواتب وغیرها: ۱/۴۷، قطر. انیس)

وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہیے۔

امامت کے لیے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہو جائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہیے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں، ان کو آپ تبدیل کر دیں، بے وجہ فتنہ و فساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہو جائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں، (۱) تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہیے اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی، بغض و عناد اور عداوت و دشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے اور نماز جنازہ اس کا حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”صلو علیٰ کل بر وفاجر“ (۲) (ہر نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھو)، لہذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۷۳-۷۶)

### پتلون والے کی امامت:

سوال: ایک شخص پتلون میں نماز پڑھاتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: \_\_\_\_\_ باسم ملہم الصواب

نماز ہو جائے گی؛ (۳) مگر ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۱۸/۳)

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول: ثلاثة لا یقبل اللہ منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون، الخ. (سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الکبیر للطبرانی، عمران بن عبد المغافر عن عبد اللہ بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبی شیبہ، حدیث سلمان الفارسی (ح: ۴۵۳) / سنن ابن ماجہ، باب من أم قوماً وهم له کارهون (ح: ۹۷۰) انیس

(۲) رواہ الدارقطنی فی سننہ، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیہ (ح: ۱۷۶۸) انیس

(۳) عن أبی ہریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبی داؤد، باب إمامة البر والفاجر (ح: ۵۹۴) انیس)

## شلوار قمیص پہن کر امامت:

سوال: امام کو شلوار جو کہ ۱۲۴ - گز، یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے، پہننا منع ہے، یا نہیں؟

(محمد ادریس)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں، مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے، قمیص پہننا جائز ہے؛ لیکن کرتہ افضل ہے، ہر جگہ جو صلحا کا لباس ہے، وہ اختیار کرنا چاہیے، خصوصاً نماز و امامت کے وقت۔

”ولو ستر قدمیه في السجدة يكره“ (الہندیۃ، ص: ۱۴۱) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود لنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۶)

## کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے، جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے؟ اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے، نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں داخل نہیں، سدل میں چادر لمبا اچکن کی صورتیں آتی ہیں؛ لیکن کرتا کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے، لہذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہ مزید برآں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب و صفحہ بیان فرمائیے اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے، یا نہیں؟ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: سید حسن ازامولہ، ضلع بریلی معرفت ابوالخیر، متعلم مدرسہ مظاہر العلوم، حجرہ مبر: ۵/سہارنپور)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، الكتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة وما لا یکرہ: ۵/۱۰۸، رشیدیۃ

## الحواب ————— حامداً ومصلیاً

گربیان کی گھنڈی کا تکمہ لگانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

”قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من مزينة، فبايعناه وإن قميصه لمطلق الإزار: أي مفتوحها يعني كان جيب قميصه غير مشدود وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعة، وربما يشدونها، وربما يتركونها مفتوحة“ (۱)

لیکن یہی آپ کی دائمی عادت نہیں، پس زید کا یہ کہنا کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے، البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کر لی تھی۔

”قال عروة فما رأيت معاوية رضي الله تعالى عنه ولا ابنه قط إلا مطلق إزارهما قط في شتاء ولا حر، ولا يزران إزارهما“ (۲)

نماز میں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے، گو سدل میں داخل نہیں۔ سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں، جن کو زید نے بیان کیا ہے، فقہاء کرام نے کرتے کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کو سدل میں ذکر نہیں کیا۔

”قوله: فما رأيت معاوية — رضي الله تعالى عنه — إلى آخره) ولهذا وإن كان اختياراً هو خلاف الأولى خصوصاً في الصلاة، لكنهما أحبا أن يكون على ما رأيا النبي صلى الله عليه وسلم وإن كان إطلاق إزاره إذ ذاك لعارض، ولم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله عليه وسلم، وذلك لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلاة إلا أن الكراهة لعلها لا تبقى في حق معاوية — رضي الله عنه — وابن، لكون الباعث لهما حب النبي صلى الله عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية“ (بذل المجهود في حل أبي داود: ۵۲/۵) (۳)

تبا کی جو صورت سدل ہے، وہ یہ ہے کہ!

”عن الفقيه أبي جعفر الهندي أنه كان يقول: إذا صلى مع القباء وهو غير مشدود الوسط فهو مسيء، يعنى ولو أدخل يديه في كميته، وينبغي أن يقيد بما إذا لم يذر إزاره، لا يشبه السدل حينئذٍ، أما إذا زار الإزار، فقد التحق بغيره من الثياب في اللبس، فلا سدل فيه، فلا يكره وأما الأقبية الرومية التي يجعل لأكمها خروق عند أعلى العضد إذا أخرج المصلى يديه من الخرق وأرسل الكم، فإنه يكره أيضاً لصدق السدل عليه“ (الكبرى، ص: ۳۳۶) (۴)

(۱-۳) بذل المجهود في حل أبي داود، كتاب اللباس، باب في حل الإزار: ۵۲/۵-۵۳، المعهد الخليل الإسلامي بهادر آباد، کراچی

(۴) الحلبي الكبير، كراهية الصلاة، ص: ۳۴۸، سهيل اكيڏمي، لاهور



”وقد أخرج البيهقي في شعبه هذا الحديث ... من طريق آخر: فرأيت مطلق القميص . وهذا يؤيد أن يكون رواية الأزار برائين، لا يلزم أن يكون له زراً وعروة، بل المراد أن جيب قميصه صلى الله تعالى عليه وسلم كان مفتوحاً، بحيث يمكن أن يدخل فيه اليد من غير كلفة، ويؤيد هذا، ما ذكره ابن الجوزي في الوفاء عن ابن عمر - رضى الله عنهما - أنه قال: ما اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم قميصاً له زراً، انتهى. قال ابن حجر - رحمه الله تعالى - تبعاً للعصام فيه حل لبس القميص وحل الزر فيه وحل اطلاقه“. (جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی، قلمی، ص: ۸۰) (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی، ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے۔ پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہو گیا اور ایسی حالت میں نماز خلاف اولیٰ بھی نہیں اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۶-۵۶)

### چھ گرہ چوڑا پانچامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: اگر پانچامہ ۶ گرہ چوڑا اور ٹخنوں سے اونچا ہو، امام اس کو پہن کر نماز پڑھاوے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۰/۳)

### دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے:

سوال: دھوتی اور دوپٹی ٹوپی اور اونچا کرتہ پہن کر امامت کرنا مسجد میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ستر عورت پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ و لباس شرعی کے ساتھ نماز پڑھاوے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۶/۳)

- (۱) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۳۶، إدارة تالیفات أشریفة، ملتان
- (۲) اس لیے کہ چوڑے پانچوں کے پانچامے پہننا درست ہے۔ ظفیر
- (۳) والرابع ستر عورته، إلخ، وهی للرجل ماتحت سرتة إلى ماتحت ركبته. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۳۷۴/۱) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلثة أثواب إزار و قمیص و عمامة و لوصلی فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنہ كما یفعله القصار فی المقصورة جاز من غیر کراهة مع تیسر و جود الزائد و لكن فیہ ترک الاستحباب. (غنیة المستملی: ۳۳۷، ظفیر) (کراهیة الصلاة، فصل فی بیان الذی یکره فی الصلاة، انیس)

صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام کو ایک تہبند اور ایک رومال اوڑھ کر امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۶/۳)

چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سر پر چھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے، یا نہیں؟ یہاں کے علماء اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں؟

الجواب

چھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے، لہذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان، ۲۱/۴/۱۳۷۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۴۸/۲)

سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتداء کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سرخ کپڑوں کا استعمال کرتا ہے اور انہی کپڑوں میں نماز بھی پڑھتا ہے تو کیا ان کپڑوں میں اس امام کی اقتداء صحیح ہے؟

الجواب

سرخ کپڑوں کے پہننے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف میں بھی یہی اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن راجح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، لہذا اس بنیاد پر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی؛ اس لیے ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے، ہاں اگر سرخ کپڑے پہننے میں کسی لادین جماعت سے اپنے وابستگی کا اظہار مقصود ہو تو اللہ کے دربار میں ایسی امتیازی حیثیت رکھنے والے شخص کی اقتداء سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱) ”والمستحب أن يصلی الرجل فی ثلثة أثواب إزار وقميص وعمامة ولوصلی فی ثوب واحد متوشحاً به

جميع بدنه كما يفعلہ القصار فی المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب“۔ (غنية المتملی، فصل الذی یکره فی الصلاة، ص: ۳۳۷، ظفیر غفر له ذنوبه)

عن براء قال: مارأيت من ذى لمة فى حلة حمراء أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم له شعر، يضرب منكبيه بعيد ما بين المنكبين لم يكن بالقصير ولا بالطويل. (سنن الترمذی: ۳۰۲۱) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۰۳)

### امامت کے لیے عمامہ باندھنا:

سوال: آیا عمامہ باندھنا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمیشہ یا گاہ بگاہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھاتے تھے، یا کبھی بلا عمامہ بھی نماز پڑھایا ہے، اگر کوئی پیش امام کبھی بلا عمامہ نماز پڑھاوے تو وہ تارک سنت کہا جائے گا، یا اس کا ثواب کم ہو جائے گا بحوالہ کتب احادیث صحیحہ ارشاد فرمائیے گا اور شرح سفر السعادت بمقابلہ کتب احادیث صحیحہ کیا مرتبہ رکھتی ہے؟ بیذواتو جروا۔

### الجواب

عمامہ باندھنا نماز اور غیر حالت نماز دونوں میں سنت ہے، امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی؛ لیکن بدون عمامہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے، اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی؛ بلکہ جہاں عمامہ کو نماز کے لیے لوگ ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو اصلاح عقیدہ عوام کے لیے گاہے گاہے عمامہ کا ترک کر دینا افضل ہوگا۔

قال العلامة المحدث عبد الرؤف المناوی فی شرح الشمائل للترمذی مانصه: والعمامة سنة لا سيما للصلاة وبقصد التجمل لأخبار كثيرة منها واشتداد ضعف كثير فيها يجبره كثرة طرقها وزعم وضع أكثرها تساهل وتحصل السنة بكونها على الرأس أو القلنسوة تحتها- إلى أن قال- ولا بأس بلبس القلنسوة اللائطة بالرأس والمرتفعة المضربة وغيرها تحت العمامة وبلا عمامة؛ لأن ذلك كله جاء عن المصطفى صلى الله عليه وسلم وبذلك أيد بعضهم ما اعتيد في بعض الأقطار من ترك العمامة من أصلها وتمييز علمائهم بطيلسان على قلنسوة بيضاء ولكن الأفضل العمامة، آه. (۲)

وقال العلامة القارى فى شرح الشمائل أيضا: ولأبى داؤد والمصنف فرق ما بيننا وبين

(۱) سنن الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فى الرخصة فى الثوب الأحمر، رقم الحديث: ۱۷۲۴.

قال شمس الأئمة السرخسى: وفيه دليل أنه لا بأس بلبس الثوب الأحمر. (شرح السیر الکبیر، باب السلاح والفروسیة: ۱۱۵/۱، انیس)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله: (ولا بأس بسائر الألوان) وفى المجتبى والفهستانى وشرح النقاية لأبى المكارم لا بأس بلبس الثوب الأحمر ومفاده أن الكراهية تنزيهة، لكن صرح فى التحفة بالحرمة فأفاد أنها تحریمیة وهى المحمل عند الاطلاق. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس: ۳۵۸/۶، انیس)

(۲) باب ماجاء فى صفة عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم، انیس

المشركين العمائم على القلائس. قال المصنف: غريب وليس إسنادہ بالقائم، آ. ۵. (۱۶۵/۱-۱۶۶)  
وفى زاد المعاد لابن القيم: وكانت له (صلى الله عليه وسلم) عمامة تسمى: السهاب، كساها  
عليًا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القنسوة، وكان يلبس القنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة  
بغير قنسوة، وكان إذا اعتم أرخى عمامته بين كتفيه، آ. ۵. (۱۶۵/۱-۱۶۶)  
قلت: وهذا عام للصلوة ولغيرها. والله أعلم  
۱۹/ جمادى الاولى ۱۳۳۱ھ - (امداد الاحكام: ۱۲۲/۲-۱۲۳)

عمامہ کے رہتے ہوئے بغير عمامہ امامت کرنا کیسا ہے:

سوال: مشہور ہے کہ فقہا لکھتے ہیں کہ عمامہ موجود ہوتے ہوئے بدون عمامہ کے نماز مکروہ ہے، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بدون عمامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لیے خود نماز ہی بلا عمامہ مکروہ ہے، خواہ  
امام ہو، یا نہ ہو۔ فی الدر المختار مع رد المحتار مکروہات الصلاة: ۶۴۰/۱:  
”وصلاته في ثياب بذلة يلبسها في بيته“.

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ - (تمتہ ثانیہ: ۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۱/۱)

عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا:

سوال: اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ نماز میں عمامہ کو ضروری خیال کر لیا گیا ہے اور ایسا ضروری نہیں ہے اور وہ اسی وجہ  
سے عمامہ موجود ہوتے ہوئے نہیں باندھتا ہو تو اس کا یہ فعل بُرا ہے، یا نہیں؟

الجواب

گاہ گاہ ہو تو برا نہیں۔

نظیرہ فی رد المحتار فی تعیین السور:

فإن لزوم إيها م ينتفى بالترك أحياناً. (رد المحتار: ۵۶۸/۱) (۲)

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ - (تمتہ ثانیہ: ۶۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۱/۱-۳۹۲)

(۱) فصل في ملابسه صلى الله عليه وسلم، انيس

(۲) (باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس)

بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنے امامت کرنا:

سوال: ایک خط مشتمل بر سوال و جواب ذیل آیا:  
چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ نماز بکلاہ بدون عمامہ مکروہ است یا نہ؟

الجواب

مکروہ است در فتاویٰ غرائب می آرد۔

”ورجل صلی مع قلنسوة و ليس فوقها عمامة أو شئى آخر يكره“.  
و عمامہ بر سر بستن مسنون است خصوصاً در نماز، ملا علی قاری در مقالہ عذہ روایت می کند:  
”انه صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمام و بغير العمام“.  
و در فردوس دلیلی از جابر مرویست:

”رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة“۔ (۱)

وابن عمر آردہ:

”صلاة تطوع أو فريضة بعمامة تعدله خمساً وعشرين درجةً بلا عمامة و جمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة“۔

و نیز در مقالہ مذکورہ می گوید:

أما ما أحدثه فقهاء زماننا من أنهم يأتون المسجد بعمامة كبيرة ثم يضعونها ويلفونها بلقافة صغيرة و يصلون بغير عمامة فمكروهة غاية الكراهة، انتهی واللہ الموافق (فتاویٰ سعدیہ، ص: ۱۵)

بلا عمامہ امامت کا حکم:

تمتہ سوال: جناب عالی گزارش آنکہ مذکورہ جواب سوال مذکورہ کے لیے فتاویٰ سعدیہ میں مسطورہ بالا کے موافق ہے؛ لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور مسئلہ کی نسبت مولانا گنگوہی جائز فرماتے ہیں، اس میں کیا بات ہے؟ دیگر عرض یہ ہے کہ جن کپڑوں سے باہر جانا معیوب سمجھتا ہے، اگر اسی سے وہ شخص نماز پڑھاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے، علامہ مناوی نے فیض القدر: ۳۷/۳۷ میں لکھا ہے کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا الحديث لا يثبت، یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے، سخاوی رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے ہے، ملا علی قاریؒ نے بھی موضوعات کبریٰ اور صغریٰ دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے اور الموضوعات الکبریٰ میں تو سیوطیؒ پر جامع صغیر میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (سعید احمد پلپوری)

## الجواب

یہاں سے اس کا یہ جواب لکھا گیا، دونوں میں تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ کراہت اس کے لیے ہے، جو بلا عمامہ مجامع میں نہ جاتا ہو اور عدم کراہت اس کے لیے جو مجامع میں بلا عمامہ جاسکتا ہو، اسی سے اخیر سوال کا جواب معلوم ہو گیا کہ مکروہ ہے۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ - (تمتہ خامسہ ۸۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۲-۳۹۳)

بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی و فتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ:

سوال: اگر امام کے سر پر عمامہ نہ ہو اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہو تو نماز میں کراہت ہے، یا نہیں؟

## الجواب

کراہت نہیں۔

(تمتہ اول صفحہ: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۱/۱)

بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟

سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

## الجواب

عمامہ بلا ٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے۔ (۱) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۵)

بلا عمامہ امامت کرنا:

سوال: بسم اللہ الرحمن الرحیم، رسالہ الامامہ بعمامہ کی تحریر سے ٹوپی رکھ کر نماز پڑھانا یا پڑھنا مکروہ تحریمی معلوم ہوتا ہے اور کتاب نفع المفتی، صفحہ: ۸۸ سے مکروہ معلوم نہیں ہوتا، ایسا ہی فتاویٰ اشرفیہ تمہ جلد اول صفحہ: ۷۱ جو جناب کا تصنیف کردہ ہے میں بھی مکروہ نہیں بتایا، مذکورہ ہر دو اول رسائل پیش خدمت کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرما کر جواب باصواب سے مشرف فرمادیں؟ تاکہ تسلی ہو جاوے اور جناب اجر پاویں؟

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوة بیضاء. (المعجم الكبير، مسند عبد اللہ

بن عمر بن الخطاب (ح: ۱۳۹۲۰) / شعب الإيمان، فصل فی العمائم (ح: ۵۸۴۸)

مولای یزید بن بلال قال: رأیت علیا یتوضأ فخلخل لحیتہ، قال: ورأیت علیہ قلنسوة بیضاء مضربة. (الکنی

والأسماء للدولابی: ۷۶۹/۲، رقم الحديث: ۱۳۲۸، دار حزم بیروت. انیس)

## الجواب

میں نے پورا رسالہ پڑھا، کسی دلیل سے کراہت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ بعض استدلالات کا جواب مولانا عبدالحی صاحب کے کلام میں مصرح ہے اور بعض کا جواب ظاہر ہے، میں ہر استدلال کا جواب کہاں تک لکھوں، ایک رسالہ بن جاوے گا، آپ کو جو دلیل موجب مدعا معلوم ہوتی ہے، اس کو پوچھ لیجئے، جس کا جواب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر میں نہ ہو، ان سطور کے لکھنے کے بعد درمختار میں یہ روایات مکروہات صلوٰۃ میں نظر پڑی۔

(وصلاتہ حاسراً) ای کاشفا (رأسه للتكاسل) ولألباس به للتذلل، و أمالاً لاهانة بها فكفر، و لوسقطت قلنسوته فإعادتها أفضل، إلخ. (الدر المختار) و فی رد المحتار عن الدرر عن التاتر خانية: والظاهر أن أفضلية إعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل على مامر. (۱)  
اس سے کئی امر مستفاد ہوئے!

ایک یہ کہ بالکل برہنہ سر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، جب براہ تکاسل نہ ہو تو ٹوپی پر اکتفا کرنے کو جب کہ براہ تکاسل نہ ہو، محض برسبیل عادت ہو، کیسے مکروہ ہوگا؟ البتہ اگر کوئی شخص صرف ٹوپی سے اسواق (بازار) و مجمع احباب میں نہ جاتا ہو تو اس کے لیے صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا نماز میں مکروہ ہوگا، جس میں افراد اور اقتداء اور امامت سب برابر ہیں، امام کی تخصیص نہیں؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لیے ٹوپی ثیاب بذلہ و مہنہ سے ہے، جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر عمامہ کی وسعت نہ ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے مکروہ نہیں۔

دوسرا اس سے یہ مستفاد ہوا کہ ٹوپی کے گر جانے پر اعادہ افضل ہے؛ لیکن اگر قصد تذلل ہو تو اعادہ نہ کرنا افضل ہے، یہ جزئیہ اس شخص کے حق میں ہو سکتا ہے، جو صرف قلنسوة؛ یعنی کلاہ سے نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس جزئیہ کو ذکر کر کے اس کے ساتھ یہ کہنا "إلأنه يكره بقاعدة والسكوت عن البيان في موضع الضرورة بيان" دلیل واضح ہے عدم کراہت کی۔

۱۱/ رجب ۱۳۴۰ھ (تمتہ خامسہ: ۲۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۳-۳۹۴)

## حکم نماز امام بلا عمامہ:

سوال: امام اگر بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ یہ مسئلہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر پیش امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے تو جو مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز نہ ہوگی؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی الخشوع: ۶۴۱/۱  
(۶۷۰/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

## الجواب

اگر امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے، کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ امام مالک کے نزدیک امام مسجد کو بغیر چادر اوڑھے امامت کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس کے ترک سے کسی کی نماز فاسدان کے نزدیک بھی نہیں ہوتی۔

قال مالک: وأكره للامام أن يصلي بغير رداء إلا أن يكون إمام قوم في سفر أو رجلاً أم قومًا في موضع اجتماع فيه أو في داره فأما... مسجد جماعة أو مساجد القبائل... فأكره له ذلك وأحب إلي أن لو جعل عمامة على عاتقه إذا كان مسافرًا أو صلى في داره، آه. (المدونة الكبرى: ۸۵/۱) (۱)  
قلت: والخروج من الخلاف مستحب عندنا أيضا والله أعلم

۳/ محرم ۱۴۵۲ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۳۶/۲)

## ٹوپی سے امامت اور اس میں بحث:

سوال: ایک کتاب ”الإمامة بالعمامة والصلاة بالمروحة“ میں ایک بزرگ نے بہت زور سے ثابت کیا ہے کہ ٹوپی سے نماز نہیں ہوتی اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں سے کسی نے ٹوپی سے نماز نہیں پڑھی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں تحریر ہے کہ اگر جماعت بھی ٹوپی سے کرائی جائے تو مکروہ نہیں۔ آیا واقعی نماز ٹوپی سے پڑھنا خلاف سنت ہے؟

## الجواب

امامت ساتھ عمامہ کے افضل واحسن و مستحب ہے؛ لیکن صرف ٹوپی سے بلا عمامہ کے مکروہ نہیں ہے۔ (کما فی شرح

المنية الكبير) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۹/۳-۱۷۰)

## عمامہ کی مقدار:

سوال: نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والے کے

(۱) المدونة الكبرى، الصلاة بالإمامة بالرجل الواحد: ۱۷۸/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انیس

(۲) ”والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب: إزار وقميص وعمامة، ولو صلى في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعل القصار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الطاهر الزائد“، إلخ. (غنية المتملى: ۳۳۷، ظفیر) (كراهية الصلاة، فصل بيان الذى يكره فى الصلاة، انیس)

اس عبارت سے واضح ہے کہ بلا عمامہ وغیرہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور امامت کرنا مکروہ نہیں ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ ظفیر



ساتھ طعن و تشنیع سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہیے، یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہیے، کیا اس کے لیے کوئی قید ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں، جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہننا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔  
(ملا امیر علی، معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈہ، محلہ الملی پورہ)

### الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے، (۱) تو پھر طعن و تشنیع کرنا بڑا ہے بلکہ اگر فعل مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے، لہذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھنا ضروری ہے، (۲) اور اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔  
”وقد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم والمقتدون متعممين، فصلا تهم مكروهة، وهذا أيضاً زخرف القول لا دليل عليه“۔ (نفع المفتی والسائل: ۳۷-۳۸) (۳)  
اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو، اس کی مقدار سات ہاتھ اور بعض اوقات بارہ (۱۲) ہاتھ کا عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔  
”كان له صلى الله تعالى عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة، وأن القصيرة كانت سبعة أزرع والطويلة كانت اثني عشرة ذراعاً، انتهی۔ وظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أزرع مطلقاً من غير تقييد بالقصير والطويل والله أعلم“۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔  
صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۳-۴۵)

- (۱) وقد ذكروا: أن المتسحب أن يصلى في قميص وإزار وعمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة، ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان متعمماً بعمامة والإمام مكتفياً على قلنسوة يكره“۔ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۱۶۹، سعيد)
- ”والمستحب أن يصلى الرجل في ثلاثة أثواب: قميص، وإزار، وعمامة وأمالو صلى في ثوب واحد متوشحاً به، تجوز صلاته من غير كراهة“۔ (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۹، رشيدية)
- (۲) قال الطيبي في حاشية المشكوة: أن من أصر على مندوب وجعله عزماً ولم يجعل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة ومنكر“۔ (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكرا أم لا: ۲/۲۶۳، سهيل الكيومي، لاهور)

(۳) نفع المفتی والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، ذكر المكروهات المتفرقة: ۱۱۳/۴، إدارة القرآن كراچی

(۴) جمع الوسائل في شرح الشماثل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة تأليف أشرفية، ملتان

بلا ٹوپی و عمامہ امامت:

سوال: ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف ایک چادر تھی، جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی، ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے، اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ میں اسی طرح پڑھاؤں گا، جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو، نہ پڑھو، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہیے، تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔  
صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۶)

ٹوپی اور عمامہ سے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے درمیان!  
ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام  
(العارض: خلیل الرحمن مظاہری)

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

یہاں دو امر غور طلب ہیں:

اول: صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا۔

(۱) وصلاتہ حاسراً: أى كاشفاً رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها، فكفر“. (الدر المختار، كتاب الصلاة مكروهات الصلاة: ۶۴۱/۱، سعيد)

”تکروہ الصلاة حاسراً رأسه إذا كان يجد العمامة، وقد فعل ذلك تكاسلاً وتهاوناً بالصلاة، ولا بأس به إذا فعله تذلاً وخشوعاً بل هو حسن كذا فى الذخيرة“۔ (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة وما لا يكره: ۱۰۶/۱، رشيدية)

دوم: صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا، یا امامت کے لیے عمامہ کا ضروری ہونا۔

سومراول کے متعلق عرض ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ!

”فرق مابیننا وبين المشرکین العمام علی القلائس“۔ (۱)

گو اس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا کہ!

”هذاحدیث غریب وإسناده لیس بقائم“۔ (۲)

بخاری نے کہا:

”هوواہ“۔ (۳)

تاہم بذل المجہود: ۵۲/۵، میں لکھا ہے:

”مرادالحدیث أن المشرکین كانوا یعممون علی رؤوسهم من غیر أن یكون تحت العمامة قلنسوة. ونحن نعمم علی القلنسوة، ولأبی الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث قلائس. (الحدیث) (۴)

ملا علی قارئی نے شرح شامل میں لکھا ہے:

”قال: وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلائس تحت العمام. ویلبس العمام بغير القلائس. قال الجزری رحمہ اللہ: قال بعض العلماء: السنة أن یلبس القلنسوة والعمام، فأمالبس القلنسوة بلا عمامة فهو زی المشرکین“۔ (۵)

اور صاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے:

”أی أنهم یکتفون بالقلائس، وبه صرح القاضي أبوبکر فی شرح الترمذی، ویحتمل عکسہ“۔ (۶)

(۱) وتام الحدیث: ”عن أبی جعفر بن محمد بن علی بن رکانة عن أبیہ أن رکانة صارع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصرعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم. قال رکانة: وسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”فرق مابیننا وبين المشرکین العمام علی القلائس“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمام: ۲۰۹/۲، إمدادیہ، ملتان)

(۲) وتام العبارة: ”هذاحدیث غریب إسناده لیس بقائم، ولانعرف أبا الحسن العسقلانی ولا ابن رکانة“ (جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب: ۳۰۸/۱، سعید)

(۳) محمد بن رکانة القرشی إسناده مجهول لا یعرف سماع بعضہ من بعض. (التاریخ الکبیر للبخاری: ۸۲/۱، دائرة المعارف العشمانیہ حیدرآباد، انیس)

(۴) بذل المجہود فی حل أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمام: ۵۲/۵، معہد الخلیل الإسلامی، کراچی

(۵) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی عمامة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة

تالیفات اشرفیہ، ملتان

(۶) عون المعبود، کتاب اللباس، باب فی العمام: ۱۰۲/۱، رقم الحدیث: ۴۰۷۴، دار الفکر، بیروت

زرقانیؒ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے:

”قال ابن العربي: أى أن المسلمين يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة، أما لبس القلنسوة فزى المشرکین“۔ (۱)

اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہؒ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا اثر نقل کیا ہے۔

”أن العمامة حاجز: أى مميز بين المسلمين؛ لأنهم يتعممون والمشرکین؛ لأنهم لاعمام لهم“۔ (۲)  
کو کب میں ہے:

”إنانعمم على القلانس، وهم يكتفون بالعمائم، طيبى. ويحتمل عكس ذلك، بل رجحه القارى فى المرقاة، والأول الشيخ عبد الحق“ آہ۔ (۳)

امردوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی، مزید توضیح کے لیے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں:

”كانت عمامته عليه السلام فى أكثر الأحيان ثلاثة أذرع شرعية، وفى الصلوات الخمس سبعة أذرع، وفى الجمع والأعياد إثنا عشر ذراعاً“۔ (العرف الشذى) (۴)

عن عمرو بن حريث عن أبيه عمرو بن حريث رضى الله عنه قال: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر يخطب وعليه عمامة سوداء“۔ فيه الاستحباب لمن أراد الجمعة أن يعتم ويرتدى، والإمام أكد“۔ (بذل المجهود) (۵)

”عن محمد بن المنكدر قال: رأيت جابر بن عبد الله يصلى فى ثوب واحد، وقال: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى ثوب واحد“۔ (صحيح البخارى) (۶)

(۱) شرح العلامة الزرقانى على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع الثانى فى لباسه و فراشه: ۶/ ۲۷۸، دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) شرح الزرقانى على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع الثانى فى لباسه و فراشه: ۶/ ۲۷۵-۲۷۶، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) الكوكب الدرى، أبواب اللباس، فرق ما بيننا وبين المسلمين: ۱/ ۴۳۶، المكتبة اليعقوبية سهار نفور، الهند

(۴) العرف الشذى على هامش جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب ماجاء فى العمامة السوداء: ۱/ ۳۰۴، سعيد

(۵) بذل المجهود فى حل أبى داؤد، برواية جعفر بن عمرو بن حريث عن أبيه عمرو بن حريث، أيضاً حديث

آخر، آہ۔ “كتاب اللباس، باب فى العمامة: ۵/ ۵۱، معهد التحليل الإسلامى، كراچى

(۶) صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب عقد الإزار على القفا فى الصلاة: ۱/ ۵۱۱، قديمى (وليس فى المتن

لفظ: ”واحد“ من آخر لفظ الحديث بل هو من ألفاظ هامش البخارى. انيس)

”کان الخلاف فی منع جواز الصلاة فی الثوب الواحد قديماً، ثم استقر الأمر علی الجواز“. (فتح الباری مختصراً) (۱)

”والغرض بیان جواز الصلاة فی الثوب الواحد، ولو كانت الصلاة فی الثوبین أفضل“۔ (۲)  
 ”والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثة أثواب: قميص وإزار وعمامة، أما لو صلی فی ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه کإزار المیت، تجوز صلاته من غیر کراهة“۔ (الکبیری) (۳)  
 ”سئلت مرة عن الصلاة بغير عمامة هل تکره، كما هو المشهور بين العوام؟ فتجسسته فی کتب الفقه، فلم أجد سوا قولهم: والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثة أثواب: قميص وإزار و عمامة، و هو لا يدل علی کراهة الصحة بدونها، كما حرره بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترک المستحب مکروه، وذلك لأنه قد صرح فی البحر وغيره أن ترک المستحب لا تلزم منه الکراهة ما لم یقم دلیل خارجي علیه. وقد يستدل علی الکراهة فيما نحن فيه بأن النبی صلی الله علیه وسلم واطب علی الصلاة مع العمامة.

فإنه یعلم من الأخبار أنه کان یضع العمامة علی رأسه دائماً لاسیما فی الصلاة، نعم! کان یضعها بین یدیه فی بیته، والمواظبة دلیل السنية، وخلاف السنة مکروه، وفيه أن المواظبة النبوية التي هی دلیل السنية إنما هی المواظبة فی باب العبادات دون العادات، كما فی شرح الوقاية وغيره. ومواظبته علی العمامة من قبیل الثاني، فلا یكون ترک مکروهاً، نعم! یكون الأولى الإقتداء به. وأفاد الوالد العلام فی بعض تحریراته: أنه تکره الصلاة بدونها فی البلاد التي عادة سكانها أنهم لا یذهبون إلى الکبراء بدون العمامة“۔ (نفع المفتی والسائل للعلامة اللکنوی، ص: ۷۰) (۴)

ومن أصر علی مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان عن الإضلال، فکیف من أصر علی بدعة أو منکر، وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی الله عنه: ”إن الله یحب أن یؤتی رخصه كما یحب أن تؤتی عزائمہ“۔ (السعاية) (۵)

(۱) فتح الباری، کتاب الصلاة، باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاة: ۶۱۷/۱، قديمی

(۲) فتح الباری، کتاب الصلاة، باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاة: ۶۱۶/۱، قديمی

(۳) الحلبي کبير، کتاب الصلاة، فروع فی الستر، ص: ۲۱۶۔

(۴) نفع المفتی و السائل من مجموعة رسائل اللکنوی، ذکر المکروهات المتفرقة: ۱۱۲/۴، إدارة القرآن، کراچی

(۵) السعاية فی کشف ما فی شرح الوقاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل یجهر بالذکر أم لا: ۲۶۳/۲، سهیل اکيڈمی لاہور

”الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة“۔ (سباحة الفكر) (۱)

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) یہ امر من حیث العادة ہے، من حیث العبادۃ نہیں۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت؛ یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہیے، خاص کر ایسی جگہ جہاں

مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حد کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادۂ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۷/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/رجب/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۷-۵۲)

(۱) هذه القاعدة لم أجد لها في سباحة الفكر بلفظها، بل المذكور هناك هكذا: ”أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً“۔ (سباحة الفكر في الجهر بالذكر في مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/۳۴، إدارة القرآن كراچی)

قال الطيبي: ... ومن أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان عن الاضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكرا أم لا: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمي، لاہور) / شرح المشكاة للطبي الكاشف عن حقائق السنن، باب الدعاء في التشهد: ۱۰۵/۱۳، مكتبة نزار مصطفى الباز / مصباح الرجاء شرح سنن ابن ماجة للسيوطي، باب الترجيع: ۱/۶۶، قديمي كتب خانہ كراتشي) / مرقاة المصابيح شرح مشكوة المصابيح، باب الدعاء في التشهد: ۲/۷۵۵، دار الفكر بيروت) / مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۰۱، الجامعة السلفية بنارس، انيس)

## رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) عمامہ تو سات یا گیارہ گز کا ہوتا ہے۔ آج کل امام جو کوئی رومال وغیرہ امامت کے وقت لپیٹ لیتے ہیں اس کو عمامہ کیسے کہیں گے؟

(۲) امام کی بیوی ساڑی لہنگا یعنی جو ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اس امام کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے؟

### الجواب

(۱) سات یا گیارہ گز کی تحدید شارع علیہ السلام نے نہیں لگائی، عرف میں جس کو عمامہ کہتے ہیں، اسی پر عمامہ کا اطلاق کیا جاوے گا۔

(۲) پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ فقط

کتبہ عزیز الرحمن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۳/۳۰)

## امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا علما سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

### الجواب

”أو کلکم یجد ثوبین“ (۱) وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ، یا امامت سے نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۸/۲)

## امامت بغیر عمامہ:

سوال: مشہور ہے کہ بلا عمامہ امام نماز پڑھاوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے، یہ صحیح ہے، یا غلط؟

### الجواب

بلا عمامہ نماز مکروہ نہیں ہوتی؛ لیکن عمامہ کے ساتھ بہتر و افضل ہے، ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۵/۳)

(۱) دیکھئے: الدار قطنی، باب الصلاة فی الثوب الواحد: ۱۰۵/۱، ظفیر (عن أبی هريرة قال: قام رجل فقال: یا رسول الله صلی الله علیه وسلم: أیصلی الرجل فی الثوب الواحد؟ قال: أو کلکم یجد ثوبین؟ الخ. (سنن الدار قطنی، باب الصلاة فی الثوب الواحد (ج: ۱۰۹۱) انیس)

(۲) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلثة أثواب: إزار وقميص وعمامة، ولو صلی فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنہ إلخ جاز من غیر کراهة (غنیة المتملی، ص: ۳۳۷، ظفیر)

عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مقتدیان ہمہ، یا بعض بعمامہ و امام بے عمامہ، یا بالعکس نماز گزارند دروی چہ نقص افتد؟ بینوا بالأحادیث

الصحيحة توجروا بالنعماء العظيمة. (۱)

الجواب

دراں نماز ہیچ نقص نیست در ہر دو صورت۔ (۲)

لحدیث: ”أو כלکم یجد ثوبین“.

وفی شرح المنیة: والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلثة أثواب إزار وقميص و عمامة، ولو صلی فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنہ کما یفعلہ القصار فی المقصورة جاز من غیر کراهة مع تیسیر وجود الطاهر الزائد ولكن فیہ ترک الاستحباب إلخ. (ص: ۳۳۷) فقط واللہ أعلم

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۴۴)

سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اماموں کو سبز یا نارنجی عمامہ باندھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سبز اور نارنجی رنگ کی شرعاً ممانعت نہیں ہے، لہذا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، البتہ نارنجی رنگ کا عمامہ اچھا نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱)

(۱) اگر تمام مقتدی یا بعض عمامہ باندھ کر اور امام بلا عمامہ، یا اس کے برعکس نماز پڑھیں تو کیا اس میں کوئی شرعی خرابی ہے؟ برائے کرم صحیح

احادیث سے جواب دے کر اجر جزیل کے مستحق ہوں۔ انیس

(۲) دونوں صورتوں میں نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ انیس

(۳) و کرہ لبس المصغفر والمزغفر الأحمر والأصفر للرجال، مفادہ أنه لا یکرہ للنساء ولا بأس بسائر الألوان. (الدر

المختار) ففی جامع الفتاوی: قال أبو حنیفة والشافعی ومالك رحمهم الله تعالى یجوز لبس المصغفر، وقال جماعة من

العلماء مکروه بکراهة التنزیہیة. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۱۴/۵، ظفیر)

**لباس سے متعلق چند مسائل:**

**پانچامہ:**

لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور شریعت میں کسی خاص لباس پہننے کی تاکید نہیں ہے، البتہ جو لباس بدن کے حصہ کو اچھی طرح چھپائے وہ شریعت کی نظر میں اسی قدر بہتر ہے، پانچامہ بدن کے حصے کو زیادہ چھپاتا ہے؛ اس لیے اگرچہ تہبند کا استعمال صحیح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زیب تن فرمایا ہے، لیکن پانچامہ کا استعمال بہتر ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچامہ خریدا ہے۔ =



== حضرت مالک بن عمیرہ اسدیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پانچامہ خریدا، اور قیمت زیادہ کر کے دی۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خریدنا بلا ضرورت تو نہ ہوگا، ہاں زیادہ استعمال ازار (تہبند) کا کرتے تھے۔ (فتح الباری: ۳۱۰/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار آیا۔ آپ ایک پارچہ فروش کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں پانچامہ خریدا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ پانچامہ پہنتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟ سفر و حضر اور شب و روز پہنتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے بھی تو جسم پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔“ (فتح الباری: ۳۱۰/۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچامہ زیب تن فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال ہی کے لیے خریدا ہوگا اور ایک سے زیادہ روایتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پانچامہ پہنا ہے اور دوسرے حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پانچامے استعمال کرتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو تہبند نہ پائے تو وہ پانچامہ پہن لے اور جو شخص جوتا نہ پائے تو ٹھین (چمڑے کا مونہ) پہن لے۔“ (صحیح البخاری: ۸۶۳۲)

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچامہ پہننے کی اجازت دے رہے ہیں۔

## لنگی:

پرانے زمانے میں پانچامہ کا استعمال بہت کم ہوا کرتا تھا، اکثر لوگ تہبند اور لنگی پہنتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول تہبند اور لنگی پہننے کا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی تیار کردہ موٹی لنگی اور وہ کپڑا جس کو ملبہ کہا جاتا ہے نکالا اور فرمایا کہ میں خدا کی قسم کہ کبھی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ (ابوداؤد: ۵۵۹۲/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔ (جمع الوسائل فی شرح الشماں: ۱۷۰)

## دھوتی:

دھوتی کو اگر لنگی کی طرح پہنا جائے تو شرعی اعتبار سے درست ہے، لیکن اس طرح پہنا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں لوگوں کے پہننے کا رواج ہے کہ ران اور گھٹنہ کھلا ہے، تو درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے اور احتباء کے ممانعت کی وجہ ستر کا کھلنا ہے اور یہ دھوتی میں موجود ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۳۲/۲)

## کپڑے کاٹخنہ سے نیچے ہونا:

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ہر عمل بندگی کا مظہر اور تواضع کا حامل ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تواضع سے بڑھ کر کوئی وصف محبوب و پسندیدہ نہیں ہے۔ کبر اور شہرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ایسا لباس پہنائیں گے، جس سے آگ کے انگارے پھوٹ رہے ہوں گے۔“ (ابوداؤد: ۵۵۸۲/۲)

== اسلام سے پہلے شاہان مملکت اپنا لباس ٹخنہ سے نیچے لٹکاتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نصف پنڈلی تک تہبند پہننے کا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”مأسفل من الكعبين من الإزار ففي النار“۔ (صحیح البخاری: ۸۶۱/۲)

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے وہ حصہ جہنم میں ہے؛ اس لیے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ، یا لنگی پہننا مکروہ ہے؛ لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا تہبند زیب تن کریں، جو حکم پائجامہ اور لنگی کا ہے وہی حکم قمیص اور کرتا کا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم ازار (لنگی) کے سلسلے میں دیا ہے، وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۱/۲)

## کرتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا زیب تن کیا ہے اور کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب و پسندیدہ کپڑا تھا، جس کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

”كان أحب الثياب إلى النبي صلى الله عليه وسلم القميص“۔ (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھا۔

دوسری روایت میں ہے:

”كانت يدكم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ“۔ (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

## ٹوپی:

اسلامی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ سر ڈھکا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر عمامہ استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔ حضرت رکانہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہے“۔ (ابوداؤد: ۵۶۲/۲)

لیکن بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف عمامہ باندھتے تھے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے، بعض دفعہ

صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے“۔ (زاد المعاد: ۱۳۵/۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لابأس بلبس القلائس وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبسها“۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۳۳۰/۵) ==

== ٹوپی پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پہننا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

## رومال:

سر کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ڈال لینا جو پیشانی تک آجاتا ہو، اس کو رومال کہتے ہیں، اس کا سر پر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس میں یہ ہے: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا ڈال کر سر جھکائے آ رہے تھے۔“ (صحیح البخاری: ۸۶۴/۲)

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اوپر بھی رومال کی شکل کا کپڑا باندھتے تھے جس کو عصابہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں:

”عصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رأسه حاشیة بود۔“ (صحیح البخاری: ۸۶۴/۲)

مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک پر اونی، سوتی رومال رکھے ہوئے تھے، جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنا چہرہ کھولتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۸۶۵/۲)

## عمامہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول عمامہ باندھنے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام صحاب تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باندھا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ کبھی صرف عمامہ باندھتے اور کبھی ٹوپی پہن کر اس کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱۳۵/۱)

عرب میں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا مشرکین اور مسلمان سب باندھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیاز قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے: ”ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور وہ لوگ ٹوپی کے اوپر نہیں؛ بلکہ صرف عمامہ باندھتے ہیں۔“ (ابوداؤد: ۵۶۴/۲)

سن ۸ ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (ابوداؤد: ۵۶۳/۲) فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کالا عمامہ باندھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ یہ بتلایا ہے کہ عمامہ کے چھوڑ کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پیچھے کے بیچ تک چھوڑ دیا جائے۔

”و ندب لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بین الكتفین إلى وسط الظهر۔“ (فتاویٰ ہندی: ۳۳۰/۵)

## موزہ:

موجودہ دور میں مختلف قسم کے موزے عام طور پر استعمال ہو رہے ہیں، چمڑے کے موزہ کا استعمال قدیم زمانے سے ہے۔ آج کل سوتی اور اونی کپڑے کا موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ اونی، سوتی موزے پر اگرچہ عمومی طور پر مسح جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ مونڈھا ہو اور بغیر باندھے پاؤں پر ٹکا ہوا ہو تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ باریک سوتی، اونی موزہ پر مسح نہیں کر سکتے ہیں؛ لیکن اس کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بہر حال موزہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (مسلم: ۱۳۲/۱)

## == سوئیٹر، جیکٹ، گون:

سرد علاقوں میں ٹھنڈک سے محفوظ رکھنے میں سوئیٹر، جیکٹ، گون وغیرہ کا اہم کردار ہے موجودہ دور میں لوگوں نے چادر کو چھوڑ کر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے ان ہی اشیاء کو اپنالیا ہے اور چادر کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جا رہا ہے۔ ان لباسوں کو پہننا از روئے شرع جائز ہے اور اگر حسن نیت ہو تو اجر بھی ملے گا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مابین ”قبا“ تقسیم فرمایا مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک بھی قبا نہیں دیا۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا، پھر کہا کہ اندر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی قبا میں سے ایک قبا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا تھا، حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور خوش ہوئے۔ (صحیح البخاری: ۸۶۳/۲)

## جبہ:

ہندوستان و پاکستان کے سرد علاقوں میں جبہ کا رواج عام ہے، اس کو کرتے کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کرتے کے اوپر بھی پہنتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبہ پہنے ہوئے تھے، عمومی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱۳۳/۱)

## چادر:

انسان سردی گرمی ہر موسم میں کپڑا استعمال کرتا ہے، بعض کپڑے ایسے ہیں جن کو صرف گرمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض کو صرف سردی میں، لیکن چادر ایک ایسا لباس ہے جس کو انسان سردی گرمی ہر موسم میں استعمال کرتا ہے۔ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کچھ پر بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لال رنگ کی چادر زیب تن کر رکھی تھی اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کر رہے تھے۔ (ابوداؤد: ۵۶۳/۲)

یہ لال چادر بالکل سرخ نہیں تھی؛ بلکہ اس کے اندر سرخ رنگوں کی دھاری تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چادر کا استعمال سنت ہے۔ (زاد المعاد: ۱۳۳/۱)

## بستر:

انسان اپنی خواہش کے مطابق نفیس سے نفیس بستر رکھ سکتا ہے، شرعاً درست ہے اسی طرح عمدہ سے عمدہ بستر کی چادر بھی رکھ سکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قالین ہے۔ میں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس قالین کی حیثیت کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مستقبل میں تم لوگوں کو بھی قالین حاصل ہوگی“۔ (ابوداؤد: ۵۷۱/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستر کے بارے میں بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔ (ابوداؤد: ۵۷۱/۲)

**تکیہ:**

==

تکیہ کا استعمال درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استعمال ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”وكان وسادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي ينام عليه بالليل من آدم حشوها ليف“۔ (ابوداؤد: ۵۷۱/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھ کر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔

**کمبل:**

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے کپڑوں کو زیب تن فرمایا ہے وہیں کمبل بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالے کمبل کو رنگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ کی بدبو محسوس کی، چنانچہ اس کو رکھ دیا“۔ (ابوداؤد: ۵۶۳/۲)

نبوت کے ابتدائی دور میں جب وحی کا آغاز ہوا تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دہشت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے کہا تھا: ”زملونی زملونی“ (میرے جسم پر چادر ڈالو) اس کے بعد دوسو مرتبیں نازل ہوئیں:

”یا ایہا المنزل - یا ایہا المذثر“ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کپڑے میں لپٹنے والے اور کمبل میں لپٹنے والے کا نام دے کر پکارا۔ (صحیح البخاری: ۷۳۳/۲)

**کپڑے میں تشبہ:**

لباس اور وضع قطع کے بارے میں شریعت کا اہم قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیے، بلکہ ان کا الگ شعار ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (ابوداؤد: ۵۵۹/۲)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۱/۲)

ان روایات سے تشبہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم سے ہر چھوٹی بڑی چیز میں ممتاز ہونا اور تشبہ سے مکمل طور پر اجتناب کرنا عاداتاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ایسی حدیں مقرر کرنا ضروری ہے، جن کے ذریعہ احکام متعین کئے جاسکیں کہ کن امور میں کس درجہ کا تشبہ ناجائز ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ تشبہ کی بدترین قسم وہ ہے جو دینی و مذہبی شعائر میں ہو، مثلاً ہندوؤں کی طرح تشقہ لگانا، سکھوں کی طرح ہاتھ میں بالے پہننا اور مخصوص انداز میں بال گوگرد کرپڑی باندھنا، عیسائیوں کی طرح صلیب لگانا، برہمنوں کی طرح زنا رہنا وغیرہ یہ بہر حال حرام ہوں گے۔

(۲) جہاں تک معاشرتی اور سماجی زندگی اور باہمی تعلقات کی بات ہے اس میں بھی اسلام کی منشاء یہ ہے کہ مسلمان اپنے طور و طریق میں ممتاز رہیں مثلاً سلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے تشبہ سے روکا گیا۔ پس ایسی چیزیں جن کے لیے شریعت نے اصول مقرر کر دیے ہیں جیسے کھانا پینا، داڑھی، مونچھ، آداب ملاقات، ان امور میں اسلامی طریقے کو نظر انداز کر کے کسی خاص قوم کی وضع کو اختیار کر لینا مکروہ ہوگا۔ ==

== (۳) لباس کے احکام میں چند خاص قیود و حدود کے ساتھ شریعت نے فراخی رکھی ہے۔ ان حدود میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ایسا نہ ہو کہ دوسری قوموں سے تشبہ میں نمایاں ہو اور دیکھتے ہی یہ خیال ہو کہ فلاں قوم کا یہ شخص ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے۔“ (کفایۃ المفتی: ۱۶۰/۹، جواب: ۲۰۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں اس باب میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندوستان میں، وہاں اس کا پہننا ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں پہننا کچھ حرج نہیں۔“ (امداد الفتاویٰ: ۲۶۸/۴)

(۴) اسی طرح مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسی چیز کا استعمال کرنا جس کو دیکھ کر مرد کے عورت اور عورت کے مرد ہونے کا گمان ہو جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ پہننا یہ درست نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ۴۱/۲۲)

البتہ اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کی وضع میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لباس میں یہ تشبہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔ (فتح الباری: ۴۰۸/۱۰)

جیسے فرن جو کشمیر و دیگر سرعلاقوں میں رائج ہے اور عورت، مرد دونوں پہنتے ہیں۔

### فساق کا لباس:

مسلمانوں کو اپنے لباس میں ممکن حد تک غیر مسلموں اور فساق و فجار کی مخصوص وضع اور لباس سے احتراز کرنا چاہیے، نیز مرد و عورت کے لباس اور ان کی وضع قطع میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہیے اور دیندار و صالحین کی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے۔

### کوٹ، پینٹ، ساڑی اور بلاؤز:

کوٹ، پینٹ کا پہننا کسی زمانے میں گرچہ مکروہ تھا اور حدیث ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ میں داخل تھا؛ لیکن موجودہ دور میں بلا کراہت ان کا استعمال درست ہے؛ اس لیے کہ اب یہ کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں ہے اور ان کپڑوں کے استعمال سے ذہن پہننے والوں کو دوسری قوم کا تصور بھی نہیں کرتا ہے اور یہ ہر قوم و مذہب میں مروج ہے، اب یہ کوئی مذہبی و قومی لباس نہیں رہا، مگر لباس پینٹ ہو یا کوئی دیگر اس قدر رنگ و چست ہو جس سے اعضا ظاہر ہوتے ہوں تو جائز نہیں ہے، اسی طرح بلاؤز میں اگر قابل ستر حصہ کھلتا ہے تو بہر صورت ناجائز و حرام ہوگا اور یہ حرمت تشبہ کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عورت کا قابل ستر حصے کا کھلے رہنے کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ساڑی جن علاقوں میں تمام عورتیں پہنتی ہیں، اس کا پہننا جائز ہے اور اب یہ کسی خاص مذہب کا شعار نہیں ہے؛ اس لیے اگر بے ستری نہ ہو تو اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

### جانگیہ پہننا:

مرد کا ستر جس کا چھپانا ضروری ہے ناف سے گھٹنے تک ہے؛ اس لیے ایسا کوئی بھی جانگیہ، یا نصف پانچامہ پہننا جس سے گھٹنے کھلے رہیں، اس کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ اس میں ستر کھلا رہ جاتا ہے، البتہ پانچامہ، یا لنگی کے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (لباس کے احکام و مسائل، ص: ۲۸-۴۱) (انیس الرحمن قاسمی)

# فاسق کی امامت

## فاسق و فاجر کی تعریف اور اس کی امامت:

- سوال (۱) فاسق و فاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟
- (۲) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟
- (۳) امامت کے لیے ذات کا لحاظ ہے، یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اوامر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے، (۱) امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے، نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے؛ مگر مکروہ ہوتی ہے۔ (۲) فقط

(۲) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہو جاتی ہے، اگرچہ امام کا علم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

(۳) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد، الأ جوبہ صحیحہ۔ (دستخط، مہر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۸/۳-۲۹۹ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ) (۳) (بایات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۰)

(۱) الفاسق: من شهد واعتقد ولم يعمل قاله السيد یعنی یرتکب الكبائر و یبصر علی الصغائر. (التعريفات الفقہیة، حرف الفاء: ۱۶۱/۱، دارالکتب العلمیة بیروت/ و کذا فی معجم لغة الفقهاء، حرف الفاء: ۳۳۸/۱، دارالنفائس. انیس)

الفسق: العصیان والترك لأمر الله عز وجل والخروج عن طريق الحق، الخ. (لسان العرب، حرف الفاء: ۳۰۸/۱۰، دارصادر بیروت. انیس)

فاسق لخروجه من طاعة ربه فالفسق هو الخروج يقال: فسقت الرطبة إذا خرجت من قشرها وسميت الفارة فويسقة لخروجها من حجرها ولهذا كان الفاسق مؤمناً لأنه غير خارج من أصل الدين وأركانہ اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملاً، الخ. (أصول السرخسی، فصل فی بیان المشروعات من العبادات: ۱۱۱/۱، دارالمعرفة بیروت. انیس)

(۲) وعند الحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة، الخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۴۹/۱، دارالفکر بیروت. انیس)

(۳) مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین صاحب، باب امامت و جماعت ==

## فاسق کی تعریف اور اس کی امامت کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص باوجود عقیدہ صحیح رکھنے کے تارک ارکان اسلام ہو تو کیا بروئے شریعت اس کو کافر، فاسق، فاجر، یا منافق کہنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو جو شخص ایسے آدمی کو کافر کہے تو عندالشرع اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۴۳، مظفر خان صاحب (لاہور) ۱۳/رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۸/نومبر ۱۹۳۷ء)

== فاسق و فاجر کی تعریف اور اس کی امامت:

سوال (۱) فاسق و فاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟  
متعین امام کے علاوہ امام بکر جماعت شروع کر دے اور امام آجائے تو وہ کیا کرے:  
(۲) محلہ کا امام کسی عذر کے سبب سے نماز کے وقت مسجد میں نہ ہو اور نمازی کسی کو امام کر کے نماز شروع کر دیں پھر امام آجائے تو وہ شریک جماعت ہو یا نہ ہو اور ان لوگوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے:

(۳) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

امامت میں علم کا اعتبار ہے، یا ذات یا ت:

(۴) امامت کے لیے ذات کا لحاظ ہے یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو ادا امر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے۔ امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ (کروہ إمامة الفاسق، والفسق لغة: خروج عن الإستقامة وهو معنى قولهم خروج الشيء عن الشيء على وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة الله تعالى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أى أو إصراره على صغيرة) فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية. (الطحاوى على مراقي الفلاح) باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، انيس) قال في الدر المختار: (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱) فقط  
(۲) صورت مسئلہ میں نماز مقتدیوں کی دوسرے امام صاحب کے پیچھے درست ہو گئی اور امام مذکور کو بھی جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔

(۳) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہو جاتی ہے اگرچہ امام کا علم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

(۴) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد: الأجوبة صحيحة، دستخط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۹/۳-۳۰۰)



الجواب

اگر عقیدہ صحیح ہو، مگر ارکان اسلام مثلاً نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تارک ہو، یا محرمات؛ مثلاً: شراب نوشی کذب وغیرہ کا مرتکب ہو، اس کو اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے، کافر کہنا تو درست نہیں؛ مگر ایسے شخص کو فاسق کہنا صحیح ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۶-۱۰۵/۳)

### فاسق کی امامت:

سوال: ایک دو شخص یا چار شخص ہیں اور وہ آپس میں دونوں یا چاروں شخص فاسق، بدکار، عیاش ہیں اور نماز و روزہ کے بھی پابند ہیں اور عیاشی میں بھی مستعد ہیں، چاروں کی بات ہر ایک کو معلوم ہے، اب اگر انہیں چاروں میں ایک شخص امام ہو جائے اور تینوں مقتدی ہو جائیں اور بعد کو ایک مقتدی اور شامل جماعت ہو جائے، مگر وہ ناواقف ہے، اس کو ان چاروں کے فعل کی کچھ خبر نہیں ہے، اس نے بھی ان کے پیچھے نماز جماعت سے ادا کی تو اس کی نماز درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

ان چاروں کی نماز اس طرح بلاشبہ درست ہے اور اگر یہ لوگ مسجد محلہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور زیادہ اچھا اور ثابت ہوگا اور جس شخص نے بے خبری میں ان لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لی، اس کی نماز ہوگئی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲۸۱/۲)

### فاسق کی امامت اور دیوث کی تعریف:

سوال: عالم اور کامل شرع شخص کا اپنی عورت کو بے پردہ رکھنا و نیز بازار وغیرہ میں خرید و فروخت کے لیے پوری آزادی دینا اور غیر محرم سے بے غیرت مکالمہ کرنا، ایسے عالم کو دیوث کہنا کیسا ہے؟

(۱) وتارکھا عمدًا مجاناً أى تکاسلاً فاسق، إلخ. (الدر المختار: کتاب الصلاة: ۳۵۲/۱)

... ولہذا کان الفاسق مؤمناً لأنه غیر خارج من أصل الدين وأركانہ اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملاً والكافر رأس الفساق في الحقيقة إلا أنه اختص باسم هو أعظم في الذم فاسم الفاسق عند الطلاق يتنازل المؤمن العاصي باعتبار أعماله، إلخ. (أصول السرخصی، فصل في بيان المشروعات من العبادات: ۱۱۱/۱، دار المعرفة بيروت. انیس)

(۲) ويكره تقديم العبد... والأعرابي... والفاسق، وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل برو فاجر. (الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱. انیس)

الإقتداء بالفاسق أولى من الإنفراد. (درر الحکام شرح غرر الحکام، قبیل جماعۃ النساء و حدھن: ۸۶/۱، دار إحياء الكتب العربية. انیس)

- (۲) کسی عالم کا غیر محرم اور فاحشہ عورت کے روبرو بیٹھنا، عمد ابدن پر ہاتھ لگانا اور شہوت انگیز باتیں کرنا، یا دوام جھوٹی باتیں بولنا، ایسے عالم کو فاسق کہنا جائز ہے؟
- (۳) اگر امام دیوث و فاسق ہو، ایسے امام کے پیچھے ان مصلیوں کی نماز جائز ہوگی، جن کو امام کی بدافعالیاں معلوم ہوں، علاوہ ازیں ان مصلیوں کا امام کی بدافعالیوں کو ظاہر کئے بغیر اقتدا ترک کر دیں تو تارک اقتدا پر حد جاری ہو سکتی ہے؟
- ۴ چند اشخاص امام کے برے افعال پر رضامند ہوتے ہوئے بطور جانبداری امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ان ضدی مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامداً و مصلیاً الجواب وباللہ التوفیق:

مجمع البحار: ۴۳۰/۱ میں ہے:

”الديوث: هو من لا يغار على أهله وهو من يرى في أهله ما يسوئه ولا يغار عليه ولا يمنعها“۔ (۱)

وفى الحديث: قيل يا رسول الله ما الديوث؟ قال: (الذى تزنى امرأته وهو يعلم بها)۔ (۲)

مسئولہ صورت میں اس عالم پر دیوث کی تعریف صادق نہیں آتی، لہذا دیوث کہنا جائز نہیں۔

(۲) فاسق کہنا جائز ہے۔ (۲)

(۳) فاسق امام کے پیچھے مع الکراہت نماز صحیح ہے، تارک اقتدا پر حد نہیں تعزیر شرعی کے لیے حاکم اسلام کا ہونا

شرط ہے؛ (۴) اس لیے حد جاری کرنے کا سوال لغو و جہالت ہے۔

۴ برے افعال پر رضامند ہونا فسق ہے اور اس کی جانب داری کرنا تعاون علی الاثم؛ یعنی گناہ کی مدد کرنا

ہے، جو نصاً ممنوع ہے اور اقتدا صحیح ہے۔ (مرغوب الفتاویٰ: ۲۵۹/۲-۲۶۱)

(۱) مجمع بحار الأنوار: ۲۱۹/۲ (حرف ديف، دائرة المعارف العثمانية، انیس)

(۲) ... ”لا يدخل الجنة ديوث“۔ وفى رواية: ”ثلاثة لا يدخلون الجنة“ إلخ، وفيه الديوث، وفى رواية: ”ثلاثة حرم

اللہ عليهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق لوالديه، والذي يقر في أهله الخبث“۔ (تفسير ابن كثير: ۲۵۵/۳، سورة

النور تحت ﴿الزاني لا ينكح﴾ الآية: ۳)

(۳) شامی میں فاسق کی تعریف یہی ہے: ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا

ونحو ذلك۔ (رد المحتار، باب الإمامة: ۲۹۸/۲)

(۴) ”... قالوا: لكل مسلم إقامة التعزير حال مباشرة المعصية وأما بعد المباشرة فليس ذلك لغیر

الحاكم“۔ (الفتاوى الهندية: ۱۶۷/۲، فصل فى التعزير، كتاب الحدود، الباب السابع)

## امام کی نماز کی کراہت سے مقتدی کی نماز کی کراہت:

سوال: امام کی اگر نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اس کراہت سے بچیں گے، یا نہیں؟

الجواب

اس باب میں کوئی روایت نہیں ملی؛ (۱) لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوٰۃ سے ہے، مثلاً ترک واجب یا فعل زائد، تب تو وہ کراہت صلوٰۃ مقتدی تک متعدی ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں اس کی نماز ہی مکروہ ہوئی، و صلاتہ متضمنہ لصلاة المقتدی اور اگر کسی امر خارج عن الصلوٰۃ سے ہے، جیسے کسی ہیئت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی، ایک جدا گانہ فعل مکروہ ہے، گویا شخص کا امام بنانا مکروہ ہو۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تمتہ ثانیہ، ص: ۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۰۱/۱)

## فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے:

الجواب

فاسق کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے، (۲) قاعدے کے لحاظ سے تو واجب الاعادہ ہونی چاہیے، مگر بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۴/۳)

(۱) علامہ شامی نے قاعدہ ”کل صلاة أدیت مع كراهة التحريم تجب إعادتها“ کی شرح میں لکھا ہے: ...الظاهر... أن النقص إذا دخل في صلاة الإمام ولم يجبر وجبت الإعادة على المقتدی، أيضاً، آه. (رد المحتار: ۴۲۵/۱، واجبات الصلاة) (مطلب: كل صلاة أدیت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، انیس)

اس سے حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ مقتدی پر اعادہ کا واجب ہونا دلیل ہے تعدیہ کراہت کی اور یہ اس صورت میں ہے کہ کراہت امام کی نماز میں داخل ہوئی ہو، پس اگر کراہت کسی امر خارج عن الصلوٰۃ کی وجہ سے ہے تو تعدیہ کراہت نہ ہوگا۔ (سعید احمد پالپوری)

(۲) ویکرہ الإمامة فاسق. (الدر المختار: ۵۶۰/۱، طبع ایچ ایم سعید) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۳) وفي المحيط لوصلي خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدیر: ۲۴۷/۱، باب الإمامة، طبع دار صادر بیروت)

وفي الحاشية: والفاسق لأنه لا يهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لما ظهر منه الخيانة في الأمور الدينية لا يؤتمن في أهم الأمور، وقلنا عبد الله بن عمرو وأنس بن مالك وغيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج وكان أفسق أهل زمانه. (فتح القدیر: ۲۴۷/۱)

## اقتداء فاسق مکروہ تحریمی یا تنزیہی:

نحمد الله وحده ونصلي على من لاني بعدہ!

سوال: اقتداء فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

”إذا كان إمام الحي زانياً أو أكل الرباء له أن يتحول“ آہ.

اور طحاوی میں ہے:

”وفى السراج هل الأفضل أن يصلي خلف هؤلاء أم الإفراد قيل: أما في الفاسق فالصلاة خلفه أولى وهذا إنما يظهر على أن إمامته مكروهة تنزيهاً“ (ص: ۱۶۵)

اور شرح عقائد میں ہے:

”ويجوز الصلوة خلف كل بر وفاجر لأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة وأهل الأهواء والبدع من غير نكير“ (ص: ۱۰۰)

اور در مختار میں ہے:

”صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة“.

اور نیز در مختار میں ہے:

”أن الصلاة خلفه أولى من الإفراد ولكن لا ينال كما ينال خلف نقي“.

اور فرماتا ہے کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے اور فسق میں عموم بلوی ہے، لہذا بوجہ لا چاری کے اقتداء فاسق مکروہ تنزیہی ہے۔ اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق ماننا خلاف واقعہ ہے، امت میں لاکھوں متقی موجود ہیں اور لاکھوں ائمہ پر ہیزگار ہیں، علاوہ ازیں امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

”واستظهرنا هناك عدم الكراهة الاقتداء مالم يعلم منه مفسداً كما مال إليه الخیر الرملى (۶۶۵/۱)

اور مفتی فقہ حنبلی میں ہے:

”وإن لم يعلم حاله ولم يظهر منه ما يمنع الائتمام به فصلاة المأموم صحيحة نص عليه أحمد ؛ لأن الأصل في المسلمين السلامة“ (۲۱/۲)

اور ظاہر الفسق شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

”أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه

وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة فإنه لا يؤمن أن يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه تحريم لما ذكرنا“ (۵۲۳/۱)

اور شرح عقائد میں جو سلف صالح کا اقتداء ائمہ جور سے کرنا نقل ہے مجبوراً ضابطہ ”الضرورات تبیح المحظورات“ کے تحت تھا۔ حاصل یہ کہ اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے، دلائل اور بھی تھے؛ مگر سب کو لکھنا نہیں۔ فقط (نذیر احمد، مسجد قبة والی، احمد پور شرقیہ)

الجواب

وفى الدر المختار على رد المحتار : ۵۲۳/۱ : ”(ويكره) تنزيهاً (إمامة عبد) ولو معتقاً - إلى قوله- وفاسق وأعمى“.

وفى رد المحتار: ”لقوله فى الأصل: إمامة غيرهم أحب إلى بحر عن المجتبى والمعراج. ثم قال: فكره لهم التقدم، ويكره الاقتداء بهم تنزيهاً، فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالأقتداء أولى من الانفراد“ (۱)

وفى البحر الرائق: ۲۷۰/۱: ”تحت قوله (وكره إمامة الأعرابى والعبد والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزناء) ... فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية“ (۲)

وفى منحة الخالق: ”(فالحاصل أنه يكره) قال الرملی: ذكر الحلبي فى شرح منية المصلى أن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم“ (۳)

البحر الرائق کے حاشیہ پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ بکراہت تحریمی ہے اور عبد، اعمیٰ اور ولد الزنا کی امامت مکروہ بکراہت تنزیہیہ ہے، لہذا ہر دو قائلین میں سے دوسرے کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، خادم الافاء خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۱۴/۶/۱۳۷۱ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۲۵/۲-۳۲۶)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس

(۲) البحر الرائق، کتاب الجهاد، باب الإمامة، انيس

(۳) منحة الخالق على البحر الرائق، إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا: ۳۷۰/۱، دار الكتاب الإسلامى بيروت. انيس

## فاسق امام اور اس کے حمایتی متولی کا حکم:

سوال: جو امام پانچ وقت نماز پڑھائے، خطیب ہو اور عیدین کی نماز بھی پڑھاتا ہو اور داڑھی صرف سوا انچ کے قریب ہو اور باوجود مقتدیوں کے اصرار کے پوری داڑھی نہ رکھتا ہو اور یہ کہے کہ شادی کے بعد پوری داڑھی رکھوں گا، کیا ایسے امام کی امامت درست ہے؟ کیا نماز باجماعت ہو جاتی ہے؟ مسجد کے متولی بضد ہیں کہ اسی کو امام رکھوں گا، یہ کم تنخواہ لیتا ہے۔

الجواب

یہ امام، حرام اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس لائق نہیں کہ اس کو امام رکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل محلہ کا فرض ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور امام رکھیں اور اگر متولی ایسے امام کے رکھنے پر بضد ہے تو وہ بھی معزول کئے جانے کے لائق ہے، لوگوں کی نمازیں غارت کرنے والے کو مسجد کا متولی بنانا جائز نہیں۔ (۱)  
(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۸۸)

## فاسق معلن کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں اور دوسرے حضرات بھی موجود ہیں، جو کہ فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں ہیں، ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کی ملامت کرتے ہیں؛ لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کر لیتا ہے، حالاں کہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا تو ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے، یا نہیں، کیا حکم ہے؟ اور ان حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اعادہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

”کراهة تقديمه كراهة تحریم“۔ (۲)

(۱) وفي المحيط: لو صلى خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدير: ۲۴۷/۱، باب الإمامة، دار صادر)  
وفي الحاشية: و الفاسق لأنه لا يهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لما ظهر منه الخيانة في الأمور الدينية لا يؤتمن في أهم الأمور قلنا عبد الله بن عمرو أنس بن مالك و غيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج و كان أفسق أهل زمانه. (فتح القدير: ۲۴۷/۱)

(۲) رد المحتار (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس) وطحاوی: ۶۵  
(كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

لہذا متقی پر ہیزگار کو امام بنایا جائے؛ لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا کی تو واجب الاعادہ نہیں، نماز ہو جائے گی۔

”لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ”صلوا خلف کل بر وفاجر“۔ (۱)

لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے، وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا۔

کذا فی الدر المختار وفی النہر عن المحیط: ”صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (قولہ: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفها أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقی ورع“ إلخ۔ (رد المحتار: ۳۷۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۰/۴-۸۱)

**ظلم و فسق کا مرتکب لائق امامت نہیں ہے:**

سوال: ایک نابینا حافظ راجپوت مسلمان قاضی صاحب کی بہن کو قرآن شریف پڑھانے جایا کرتے تھے، حافظ صاحب کو لوگوں نے منع کیا، حافظ جی پڑھانے سے منع نہ ہوئے، حافظ جی صاحب نے قاضی کی بہن کا نکاح اس کے تایا زاد بھائی سے کر دیا، ایک دن گھر میں خوشدا من کے ساتھ لڑائی ہوئی، طعنہ و تشنیع ہونے لگی، غرض قاضی کی بہن کو نکال دیا اور پھر طلاق نامہ لکھ کر اس کو دیدیا، پھر عدت طلاق ختم کے بعد حافظ صاحب نے اپنی شاگردن سے نکاح پڑھوایا، قاضی صاحب کی بہن کی اولاد حافظ صاحب کے تتم سے ہوئی، حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا، اب حافظ صاحب کے لڑکے مدرسہ اسلامیہ قرآنہ میں پڑھنے کے واسطے گئے تو قاضی صاحب نے اپنے بھانجوں کو نکلوا دیا اور یہ کہا: یہاں پڑھنے مت آنا، جو پڑھنے آئے تو مار دیں گے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس قاضی امام کا ان بچوں کو؛ یعنی بھانجوں کو مدرسہ سے نکالنا ظلم ہے، جو محض عصبیت اور جاہلیت پر مبنی ہے اور ظلم و فسق ہے، لہذا جب تک یہ امام اپنے بھانجوں سے اس ظلم کو رفع نہ کرے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کرے، امامت سے الگ کر دیا جائے۔ (۲) فقط واللہ اعلم (امداد الاحکام: ۱۵۴/۲)

(۱) رواہ الدار قطنی (کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۶۸ : ۴۰۴/۲: مؤسسه الرسالہ، انیس) وأبو داؤد (۳۴۳) (امام ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر). (کتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، انیس) والإمام الزیلعی فی نصب الرأیة: ۲۶۲/۲ (کتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث و الستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انیس)

(۲) عن وائلة بن الأشقع يقول: قلت يا رسول الله: ما العصبية؟ قال: أن تعين قومك على الظلم. (سنن أبي داؤد، باب فی العصبية (ح: ۵۱۱۹) انیس)

## ظالم کی امامت:

سوال: زید و عمر ایک خاندان کے ہیں، دونوں میں دنیاوی دشمنی بڑھی ہوئی ہے، عمر کمزور ہے اور زید جماعت بند ہے؛ اس لیے جو چاہتا ہے کرا لیتا ہے۔ ایک روز عمر مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، زید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دروازہ گھیر لیا، جب عمر فارغ ہو کر فرش پر آیا تو عمر کو زید نے گالی دینا شروع کیا، عمر دیوار کو دکر بھاگا، زید نے ساتھیوں کو دوڑا کر پکڑ لیا، مار پیٹ ہونے لگی، زید نے عمر کی داڑھی اکھاڑ لی، اسی روز سے عمر خوف کی وجہ سے اس مسجد میں نماز کو نہیں جاتا، گھر میں نماز پڑھتا ہے، یا دوسری مسجد میں کہیں جا کر پڑھتا ہے۔ عمر کی نماز زید کے پیچھے درست ہے، یا نہیں؟ زید کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

زید کی تعدی اور ظلم ظاہر ہے، اس وجہ سے وہ فاسق ہے، (۱) لائق امام بنانے کے نہیں ہے، بایں ہمہ عمر کی نماز زید کے پیچھے صحیح ہے؛ مگر امام فاسق کے پیچھے نماز سب مقتدیوں کی مکروہ ہوتی ہے، عمر کی نماز بھی مکروہ ہوگی، (۲) اور عمر کو بخوف مذکور اس مسجد میں نہ آنا اور اس مسجد کی جماعت ترک کر دینا درست ہے؛ لیکن حتی الوسع دوسری مسجد میں شریک جماعت ہونا چاہیے، یہ عذر مطلقاً ترک جماعت کا نہیں ہو سکتا، البتہ اگر گھر سے باہر نکلنے میں بھی خوف ضرب و شتم وغیرہ ہو اور اندیشہ فساد ہو تو عمر کو گھر میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۱/۳-۲۷۲)

## جس کے فسق کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: جس پیش امام سے اکثر قوم بسبب فساد و چغل خوری اور حاسد اور مغرور اور غیبتی ہونے کے ناراض ہوں، اس کے سبب بعض تارک جماعت، بعض تارک مسجد ہوئے، اس کو امام ہمیشہ کا بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن الحسن بن أبی الحسین قال: جف القلم ومضى القضاء وتم القدر بتحقيق الكتاب وتصديق الرسل وبسعادة من عمل واتقى وبشقاوة من ظلم واعتدى وبالولاية بالمؤمنين وبالتبرئة من الله عز وجل للمشرکین. (القدر للفريابي، باب ماروی فی الأهواء: ۹۴/۱، أضواء السلف السعودية: انیس)

”وأن الظلم حرام“. (الفتاویٰ الهندیة، مطلب فی موجبات الکفر، الخ: ۲۵۷/۲، دار الفکر بیروت. انیس)

”الأدب هو التخلق بأخلاق الجميلة والخصال الحميدة فی معاشرۃ الناس ومعاملتهم وأدب القضاء التزامه لمناذب إليه الشرع من بسط العدل ودفع الظلم وترك الميل والمحافظة علی حدود الشرع والجری علی سنن السنة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الأول فی تفسیر معنی الأدب: ۳۰۶/۳. انیس)

(۲) ”ویکره إمارة عبد، الخ، وفاسق“. (الدر المختار) ”أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، الخ، بل مشی فی شرح المنية علی أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمارة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)



الجواب

ایسے شخص کو جس کے فسق و معصیت اور بے دینی کی وجہ سے اس سے لوگ ناراض ہوں، اس کو امام دائمی نہ کیا جاوے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، ایسا شخص واجب العزل ہے، اس کو معزول کیا جاوے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عزیز الرحمن، مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۴/۳)

امام کے فاسق ہونے کی صورت میں جماعت علاحدہ کی جائے، یا نہیں:

سوال: جس شہر میں ایک ہی مسجد ہو اور اس کا امام فاسق ہو تو خفی لوگ اپنی جماعت علیحدہ قائم کر لیں یا اسی کے پیچھے نماز پڑھیں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

تفریق جماعت سے یہ بہتر ہے کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے، جیسا کہ درمختار میں نہر سے نقل کیا ہے:  
”وفی النہر عن المحيط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة“۔ (۲)  
اور دوسری جماعت کرنا برا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۳/۳)

فاسق پیر کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک پیر امام مسجد است روزے یک مقتدی ازو پرسید کہ امروز بکدام کار رفتہ بودید؟ جواب داد کہ امروز یک خوک را ختم قرآن بود در انخانه ختم قرآن خواندہ ام و آن خوک دیگر خوکان جمع نمود آں نیز ختم قرآن خواندند آں صاحب ختم عین خوک است و صاحبان ختم بغیر من خوکان اند، این چنین پیر چہ حکم داد و نماز خلف او جائز است یا چہ؟ (۳)

(۱) رجل أم قوماً وهم له كارهون إن كانت الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلك. (الفتاوى الهندية: ۸۶/۱، بيان الإمامة) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)  
(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱۔

”ومن صلی خلف فاسق أو مبتدع يكون محرراً ثواب الجماعة. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة: ۴۰۷/۱، دار الفكر/النهر الفائق، كتاب الصلاة: ۲۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد، لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع، لحديث: ”من صلی خلف عالم تقى فكان نماصلي خلف نبی“۔ (رد المحتار: ۵۲۵/۱، ظفیر) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد) (الدراية في تخريج أحاديث الهدية، ومن الأحاديث الدالة على صحة صلاة المنفرد: ۱۶۸/۱، رقم الحديث: ۲۰۱، دار المعرفة، بيروت، انيس)  
(۳) خلاصہ سوال: ایک پیر ایک مسجد کا امام ہے، ایک روز ایک مقتدی نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کس کام سے گئے ہوئے تھے؟ اس امام نے جواب دیا کہ آج ایک سور کی قرآن خوانی تھی، اس کے گھر پر قرآن ختم پڑھا ہوں اور وہ سور دوسرے سوروں کے ساتھ جمع ہو کر قرآن ختم کئے ہیں اور ختم والا ہی سور ہے اور میرے علاوہ سب سور ہیں، ایسے پیر کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کیا؟ (انيس)

الجواب

این چنین پیر یا وہ گولائق مقتدا بودن و امام شدن نیست نماز خلف چنین کس مکروه است و حسب تصریح فقہا آں کراہت تحریمی است: ”لأن فی جعله إماماً تعظیمة و تعظیم الفاسق حرام“۔ پس باید کہ آں امام را معزول کنند و کسے دیگر صالح و ائف مسائل نماز را امام مقرر کنند۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۸۷-۲۸۸)

### حافظ فاسق کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ لیکن وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے اور یہ حافظ صاحب رمضان المبارک میں قرآن شریف بھی سناتا ہے اور جس مسجد میں یہ حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں، اس میں حافظ صاحب معین ہیں، جو کہ تمام سال اس مسجد میں امامت کرتے ہیں یہ امام صاحب اس کے پیچھے تراویح کی نماز اور عشا کے فرض وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور اہل محلہ میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے ہماری تو نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے ہم تو نہیں پڑھتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب مکمل اور مدلل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

(محمد الیاس، مدرس مدرسہ بدر العلوم قصبہ جیپور، ضلع نینی تال، ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ)

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

سائل نے اس حافظ صاحب کے فسق کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی؛ بلکہ مجمل سوال کیا، لہذا جواب بھی مطلق فاسق کی امامت کا دیا جاتا ہے، اب اس کی تحقیق خود سائل کے ذمہ ہے کہ صورت مسئلہ میں فاسق کی تعریف صادق آتی ہے، یا نہیں؟

(۱) خلاصہ جواب: ایسا پیر مقتدا اور امام ہونے کے لائق نہیں ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروه ہے اور فقہا کی تصریح کے مطابق مکروه تحریمی ہے؛ اس لیے کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم حرام ہے، لہذا ایسے امام کو معزول کر دیں اور کسی دوسرے نیک صالح مسائل نماز سے وائف شخص کو امام مقرر کریں۔ (انیس)

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. بل مشي في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱. ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (تبیین الحقائق، الأحق بالإمامة: ۱/۱۳۴، بولاق القاهرة. انيس)

فاسق کو امام بنانا مطلقاً نماز میں خواہ نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ ہو، مکروہ تحریمی ہے، جب کہ اس سے بہتر متبع سنت مسائل نماز سے واقف امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔

”لو قدموا فاسقاً یا ثمون بناءً علی أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم لعدم اعتنائہ بأمور دینہ و تساہلہ فی الإتیان بلو ازمہ فلا یبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر إلی فسقه آہ“۔ (کبیری: ۴۷۹) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۹۷-۹۸)

### مرتکب کبائر کی امامت:

سوال: ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے، اکثر اوقات محلہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں، بہت باتوں میں جھوٹ کہنا بھی ثابت ہوا، غیفہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی، ”کبسی“ وغیرہ ناشائستہ الفاظ کہے، چنانچہ ایسی بے گناہ پر تہمت زنا لگانے کی وجہ سے ایک دفعہ سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر ہو کر کاخود ہو کر قانوناً جرم ثابت ہونے کے بعد تیس روپیہ جرمانہ بھی دیا ہے اور بھی بعض بعض باتیں، مثلاً: بیگانہ عورتوں کے سینہ پر ہاتھ پھیرنا، چوڑ پر تھپڑ مارنا، کپڑا پکڑ کر کھینچنا، وغیرہ افواہ ان کی بابت سنی جا رہی ہے۔

اب شرعاً ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر یہ شرعاً فاسق ٹھہرا تو اس کے پیچھے جمعہ جماعت مکروہ ہے، یا بلا کراہت جائز ہے؟ اگر مکروہ ہے تو کیا مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ واضح رہے کہ محلہ کے اکثر مصلیوں کو ان کے عیوب پر واقفیت ہونے کی وجہ سے رغبت اٹھ گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔

اگر وہ شخص مذکورہ بزور امام رہے تو جمعہ جماعت میں انتشار پیدا ہو کر سوائے چند ان کے قریبی رشتہ داروں کے سارے مصلیان دوسری مسجد میں منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اب کیا اس شخص کو شرعاً امام رکھنا ضروری ہوگا، یا ان کو معزول کر کے کسی نیک چلن آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

غیبت کرنا، کسی پاک دامن پر تہمت لگانا وغیرہ، گناہ کبیرہ ہے، (۲) اور ایسے امور کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی

(۱) الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولى بالإمامة: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی، لاہور

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”كل المسلم على المسلم حرام: ماله وعرضه ودمه، حسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم“۔

امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیے؛ بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کر لے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرا دی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کر دیا جائے، اگر اس کی علاحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شخص مذکورہ کے پیچھے بھی نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (۱)

”اعلم أن الغيبة حرام بنص الكتاب العزيز، وشبه المغتاب يأكل لحم أخيه ميتاً إذ هو أقبح من الأجنبي ومن الحي“۔ (رد المحتار: ۲۶۰/۵) (۲)

”هو (القذف) من الكبائر بإجماع الأمة“۔ (فتح) (۳)

”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق“ تنوير۔ ”(قوله: فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا ونحو ذلك،

== عن البراء ابن عازب رضى الله عنها قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أسمع العواتق في بيوتها. أو قال: في خدورها. فقال: ”يا معشر من آمن بلسانه، لا تغتابوا المسلمين ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من يتبع عورة أخيه، يتبع الله عورته، يفضحه في جوف بيته“۔ (تفسير ابن كثير: ۲۷۳/۴، دار الفحاء، دمشق). (سورة الحجرات: ۱۲)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا يَأْتِيَنَّ بِهِمَا مَن يَفْتَرِيَنَّهُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِمْ﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲)

”وأخرج أحمد: ”خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله، وقتل النفس بغير حق، أو بهت مؤمن، أو الفرار من الزحف، أو يمين صابرة يقتطع بها مالا بغير حق“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، تمة مسند أبي هريرة رضى الله عنه: ۳۴۰/۱-۸۷۳۷، مؤسسة الرسالة، انيس)

وأخرج الطبراني: ”من ذكر أمراً بشئ ليس فيه ليعيبه به حبسه الله في نار جهنم حتى يأتي بنفاذ ما قال فيه. (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين البهت: ۴۱/۲، دار الفكر) (كتاب النكاح، انيس)

(۱) وفي المواقف وشرحه: إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجب، مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لأن نظامها وإعلائها وإن أدى خلعه إلى فتنه احتمل أدنى الضررين“۔ (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۲۶۴/۴) (مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل، انيس)

”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“۔ (الدر المختار)

وقال الشامي ”فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فلا اقتداء أولى من الإنفراد“۔ (رد المحتار،

كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعيد). (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) رد المحتار، كتاب الحظرو الإباحة، فصل في البيع: ۴۰۸/۶-۴۰۹، سعيد

(۳) فتح القدير، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۳۱۶/۵، مصطفى البابي الحلبي، بمصر

كذا في البر جندی، إسماعیل وفي المعراج: قال أصحابنا: لا ينبغي أن يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يجد إماماً غيره، آه. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصر على قول محمد المفتي به؛ لأنه لا سبيل إلى التحول، آه. (رد المحتار: ۵۸۴) (۱)

”لو قدموا فاسقاً ياثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتناؤه بأمور دينه.“ (كبيرى، ص: ۴۷۹) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۱۳۵۵ھ  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۸/۶-۱۰۰)

### مرتکب کبار شخص کی امامت:

(الجمعية، مورخہ کیم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

- (۱) اگر ایک مسلمان حافظ قرآن باوجود دین کے ضروری احکام سے واقفیت رکھنے کے، غیر مسلم اقوام کے پاس بغرض جھٹکا؛ یعنی گردن مارنے کے لیے جانور (بکرا وغیرہ) بیچتا ہو، جب کہ اس کو علم ہے کہ وہ جھٹکا کریں گے اور پھر صاف ہونے کے بعد ان کے پاس تول (یعنی چڑا وغیرہ صاف کر کے گوشت) فروخت کرتا ہو، یا زندہ بکرا ہی قیمت مقرر کر کے دے دیتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے، یا نہیں؟
- (۲) قضائی کا پیشہ اسلام میں کیسا ہے؟ نیز ایک قصاب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، جو خود ہی کھال اتارے، خود ہی بوٹی کر کے بیچے اور اس کو اپنا پیشہ بنائے، کیا وہ جماعت کروا سکتا ہے؟
- (۳) کچے چڑے کی تجارت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
- (۴) اگر کسی شخص کی عورت گانے والی ہو، یا برائے نام پردہ کرتی ہو، اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟
- (۵) ایک شخص جو بدکلام ہے (گالی گلوچ دیتا ہے) اور مدھک، چنڈو، گانجہ، افیون وغیرہ میں سے کسی چیز کا نشہ کرتا ہے، اس کو امام بننا جائز ہے، یا نہیں؟ یا ایک شخص گناہ کبیرہ اعلانیہ کرتا ہے، مثلاً: چوری کرنا، سود خوری، یا فوٹو کھینچواتا ہے، اس کی امامت کا حکم بھی لکھیں، نیز ایک خانساں جو خنزیر پکا کر انگریزوں کو کھلاتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا آدمی ایک مسلم جماعت، یا انجمن کا صدر ہو سکتا ہے؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید (مطلب فی تکرار الجماعة)

فی المسجد، انیس)

(۲) الحلبي الكبير، کتاب الصلاة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی، لاہور

- (۶) ایسا شخص جس میں مذکورہ عیوب ہیں اور مقتدی اس کی امامت نہیں چاہتے؛ لیکن ایک صاحب اقتدار شخص کے بل پر وہ جبراً امامت کرتا ہے، اس کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟
- (۷) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسق و فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے، فاسق کی تعریف کیا ہے؟
- (۸) اگر کچھ مقتدی باوجود تمام باتوں کے علم کے اپنی ضد پر قائم رہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے رہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

- (۱) اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ بکرا بیچ دے، جو جھٹکا کرتا ہے تو یہ مسلمان گنہگار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جھٹکا کرنا اس کا فعل نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کو یہ معلوم ہے کہ یہ جھٹکا کرے گا تو نہ بیچنا بہتر ہے اور بیچ دے تو گنہگار نہیں، البتہ جھٹکا کئے ہوئے بکرے کا گوشت بیچنا مسلمان کے لیے جائز نہیں، پہلی صورت میں امامت جائز ہے اور دوسری صورت میں مکروہ ہے؛ یعنی جب کہ وہ اپنا جانور جھٹکا کر اگر گوشت فروخت کرتا ہو۔ (۱)
- (۲) قصاب کا پیشہ اسلام میں جائز ہے اور قصاب کے پیچھے نماز بھی جائز ہے، اگرچہ وہ خود کھال اتارتا اور گوشت فروخت کرتا ہو۔ (۲)
- (۳) مذبوہ حلال جانوروں کے کچے چمڑے کی تجارت جائز ہے، ہاں! غیر مذبوہ جانوروں کی کھال کی تجارت بعد و باغت جائز ہوتی ہے۔ (۳)
- (۴) اگر یہ شخص اپنی عورت کے اس فعل سے راضی نہ ہو اور اس کو منع کرتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔ (۴)
- (۵) جو شخص بدکلام دشنام دہندہ، نشہ باز ہو، یا علانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، مثلاً: چور، زانی، شراب خور ہو (اسی کو فاسق کہتے ہیں)، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس طرح نوٹ کھنچوانے والے اور خنزیر پکا کر کھلانے والے کی امامت بھی مکروہ ہے اور ان صفات کا شخص اس قابل بھی نہیں کہ انجمن اسلامیہ کا صدر بنایا جائے، صدر کوئی صالح و نیکار ہونا چاہیے۔ (۴)

- (۱) لا بأس ببيع العصر لمن يعلم أن يتخذ خمرًا أو من أجزأ بيتًا ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو ببيعة أو ببيع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به. (الهداية، كتاب الكراهة، فصل في البيع: ۴/۷۶)
- (۲) ويجوز الاستئجار على الذكاة، لأن المقصود منها طع الأوداج، إلخ (الفتاوى الهندية: كتاب الإجارة، فصل في المتفرقات: ۴/۵۴)
- (۳) قال في التنوير وشرحه: "و جلد ميتة قبل الديغ ببيع و ينتفع به، إلخ، و في الشامية: (قوله ميتة قيد بها؛ لأنها لو كان مذبوحة فباع لحمها أو جلدها جاز؛ لأنه يطهر بالذكاة، إلخ. (باب البيع الفاسد: ۷۳/۵)
- (۴) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى. (الدرا المختار مع رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

- (۶) جب کہ مقتدی بجا طور پر امام صاحب کی امامت سے ناخوش ہوں تو امام صاحب کو نماز پڑھانی اور زبردستی امامت کرنی گناہ ہے۔ (۱)
- (۷) فاسق و فاجر کے پیچھے نماز جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کراہت جائز ہے، نماز ہو جاتی ہے؛ مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (۲)
- (۸) جو لوگ ایسے شخص کو امام بنانے پر اصرار کریں، جس کی امامت ناجائز یا مکروہ ہے، وہ خطا کار ہیں اور اگر ان کی ضد جان بوجھ کر ہو تو وہ بھی فاسق ہو جائیں گے۔
- اگر وہ شخص جس کی امامت مکروہ ہے، زبردستی امامت کرے تو دوسرے خیال کے لوگوں کو چاہیے کہ دوسری مسجد میں نماز باجماعت پڑھ لیا کریں، اسی مسجد میں دوسری جماعت قائم نہ کریں، یا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر اعادہ کر لیا کریں۔ (۳) واللہ اعلم
- محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی: ۱۲۹/۳-۱۳۱)

### معاصی متعدده کے مرتکب کی امامت:

- سوال (۱) جو شخص ہمیشہ اپنی نماز پنجگانہ ادا نہ کرتا ہو؛ بلکہ دیکھا دیکھی کبھی کبھی نماز پڑھتا ہو، یا اگر کہیں مسجد میں کبھی کسی نے امام بنایا ہو تو نماز ادا کر لی، ورنہ نہیں، ایسے شخص کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ جو شخص نماز پنجگانہ ہمیشہ ادا کرتے ہیں، ان کی نماز ایسے شخص کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟
- (۲) اور اس شخص کو ایک مرتبہ بستی والوں نے مسجد سے بنظر حقارت علاحدہ کر دیا ہو اور یہ پھر دوبارہ آنے کی کوشش کر رہا ہو اور اس کی کوشش میں اگر کوئی دوسرا آدمی بستی والے اپنی مسجد میں امام بنانے کو لارہے ہوں تو یہ امام اپنی طمع نفسی کی وجہ سے ایسے شخص کی برائی کرے اور لوگوں کو اس آدمی کی ناجائز اور جھوٹی برائی کرے، جو ہمیشہ ہمیشہ علاوہ نماز پنجگانہ ادا کرنے کے نفل اور نماز اشراق بھی ادا کرتا ہے۔

(۱) ولو اثم قومًا و هم له کارهون، أن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريمًا لحديث أبي داود لا يقبل الله صلاة من تقدم قومًا و هم له کارهون وإن هو أحق لا والكراهة عليهم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱)

(۲) ويكره إمامة عبد و أعرابي و فاسق و أعمى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

(۳) حکم بطور جریا احتیاط کے ہے ورنہ فاسق کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

وفی النهر عن المحيط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (رد المحتار: باب الإمامة: ۵۲۲/۱)

(۳) یہ کہ جس وقت یہ شخص (جس کے لیے دریافت کیا جا رہا ہے) دوبارہ مذکورہ بستی میں اپنے امام ہونے کی خواہش میں آیا ہے، اس کو بستی مذکورہ کے باشندے اس کے سامنے یہ لفظ کہیں کہ میاں جی صاحب! ہم تم کو دوبارہ امام رکھ لیتے لیکن تمہارے اندر چار عیب سخت ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا ہیں؟ بستی والے بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ ہیں:

- ۱۔ ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تم سوتے رہتے ہو۔
- ۲۔ اگر تمہارے ہم عمر تم کو سونے سے کبھی آکر جگا دیوں تو تم اذان بے وضو مسجد میں جا کر پڑھ دیتے ہو۔
- ۳۔ جب کہ تم نو جوان ہو اور تمہاری بیوی نو جوان ہے اور تم اپنے بسترِ راحت پر لیٹے ہوئے ہو، ہمیں کیا معلوم کہ تم غسل کئے ہوئے ہو، یا تم کو غسل کی حاجت ہے، ہمارے اٹھانے پر اور جگانے پر تم اٹھ کر مسجد میں فوراً مصلیٰ پر آ کر جماعت کر دیتے ہو۔
- ۴۔ تم اکثر مویشی رکھتے ہو، جس کے واسطے گھاس وغیرہ کو تم گھسیارے کی شکل ہو کر ہمارے کھیت وغیرہ میں کام کرتے ہو، ہم لوگ دور سے کیا شناخت کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام مسجد ہیں، اگر ہم کوئی لفظ گستاخانہ گھسیارہ سمجھ کر کہتے ہیں تو بے ادبی ہے۔

اس لیے یہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت جس شخص کی ہے اس کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ اور جو شخص نماز پنجگانہ کا نمازی ہے، اس کی نماز ایسے شخص کے ساتھ ہو جائے گی، یا نہیں؟

(زیادہ حداد: احقر محمد صدیق ساکن وتولی ضلع سہارنپور)

الجواب: حامداً و مصلیاً

اپنے جانوروں کے لیے گھاس کھود کر جائز طریقہ سے لانا اور محنت مزدوری کرنا شرعاً کوئی عیب کی چیز نہیں، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا، (۱) اور ”گھسیارہ“ یا کوئی اور لفظ تحقیر و تذلیل کی نیت سے کہنا کسی کو بھی جائز نہیں۔ (۲)

(۱) عن جده رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قیل یا رسول اللہ! ای الکسب أطیب؟ قال: ”عمل الرجل ببیدہ، وکل بیع مبرور“۔ {رواہ أحمد} (حدیث رافع بن خدیج: ۵۰۲/۲۸ (ح: ۱۷۲۶۵) مؤسسة الرسالة، انیس) قال الملا علی القاری: ”قال: (عمل الرجل ببیدہ): أى من زراعة أو تجارة أو كتابة أو صناعة“۔ (مراقبة، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال: ۳۰/۶، رشیدیة. (ح: ۲۷۸۳) انیس)

عن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”طلب کسب الحلال فريضة بعد الفريضة“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال: ۲۴۲/۱، قديمي) (الفصل الثالث (ح: ۲۷۸۱) انیس)

==

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)



اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ وضو سے کہی جائے، (۱) جو شخص اپنے مکان سے اپنی بیوی کے پاس سے آیا ہے، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ بے غسل ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، یہ گمان لغو اور ممنوع ہے، (۲) البتہ اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو غسل کی حاجت ہے تو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے۔ (۳)

غیبت کرنا حرام ہے، (۴) بچہ گناہ نماز فرض عین ہے، اس کا تارک فاسق ہے، (۵) پس شخص مذکورہ کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ دوسرا نیک آدمی امامت کے لائق تہجد گزار موجود ہے، ایسے غیر پابند نماز اور غیبت کرنے والے کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جائے، (۶) تاہم اگر وہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کرتا ہے، اس سے بھی معاف کرا لے

== وهذا يدل على أن اللقب المكروه هو مايكرهه صاحبه، ويفيد ذماً الموصوف به؛ لأنه بمنزلة السباب و الشتيمة، فأما الأسماء والأوصاف الجارية غير هذا المجرى فغير مكروهة، لم يتناولها النهي؛ لأنها بمنزلة أسماء الأشخاص و الأسماء المشتقة من أفعال... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلی: "يا أبا تراب" لما عليه من التراب... وقال سهل بن سعد: ما كان اسم أحب إلى علي رضي الله عنه أن يدعى به من أبي تراب. فمثل هذا لا يكره؛ إذ ليس فيه ذم، ولا يكرهه صاحبه". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۰۳/۳، قديمي)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يؤذن إلا متوضئ". (جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء: ۵۰/۱، سعيد (ح: ۲۰۰) انیس)

"ويكرهه أذان جنب... وإقامة محدث لا أذانه على المذهب". (الدر المختار)

"ثم اعلم أنه ذكر في الحاوي القدسي من سنن الأذان: كونه رجلاً عاقلاً، صالحاً، عالماً بالسنن والأوقات، مواظباً عليه، محتسباً، ثقةً متطهراً مستقبلاً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۲/۱-۳۹۳، سعيد (مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه، انیس)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾. (سورة الحجرات: ۱۲)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث" فهذا من الظن المحظور وهو ظنه بالمسلم سواء من غير سبب يوجب". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۰۴/۳-۶۰۵، قديمي)

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تقبل صلاة بغير طهور، ولا صدقة من غلول". (رواه مسلم) {مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب ما يوجب الوضوء: ۴۰/۱، قديمي} (الفصل الأول (ح: ۳۰۰-۳۰۱) انیس)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل المسلم على المسلم حرام: ماله و عرضه ودمه، حسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم". (تفسير ابن كثير: ۲۷۳/۴، دار الفحاء دمشق)

(۵) (هي فرض عين على كل مكلف... ويكفر جاحداها... و تاركها عمداً مجاناً: أى تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۳۵۱/۱-۳۵۲، سعيد)

==

(۶) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى" (الدر المختار)

اور نماز و جماعت کا پابند ہو جائے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔  
صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی الحجہ/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۱۰۴)

### مرتکب مکروہ کی امامت:

سوال: مکروہات و سنت و مستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

مکروہ ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۱۰۴)

### ہندو تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی مسلمان ہندو کے یہاں اس قسم کی نوکری کرے کہ ہندو کو پوجا کے واسطے بُت کے مکان پر پہنچا دیوے اور اپنی صورت ہندو کی سی رکھے؛ تاکہ ہندو اس کو موقوف نہ کر دیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو مسلمان ایسا فعل کرے، وہ فاسق ہے اور سخت گنہگار ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنے والا بھی فاسق ہے، لائق امام

بنانے کے نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۰/۳-۲۴۱)

== وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فلا إفتاء أولى من الإنفراد... وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید) مطلب  
فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۱) (والأحق بالإمامة) الأعلام (بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(۲) "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانتة شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (مراقى الفلاح). وقال الطحطاوى فى حواشيه: "قال القهستاني: أى أو إصرار على صغيرة". (حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، قديمي)

(۳) ويكره إمامة عبد الخ وفاسق. (الدر المختار)  
بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۳/۱، ظفیر)  
(مطلب فى تکرار الجماعة فى المسجد، انیس)

## جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے

طوائف کی دعوت کھانے والے کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص پیشہ ور عورتوں کی دعوت کھاتا ہو، اس کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۳-۲۵۳)

جس کی لڑکی طوائف کا پیشہ کرتی ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: سخاوت نامی شخص صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، اس کی لڑکی پیشہ طوائف کا کرتی ہے اور سخاوت اس کے پاس رہتا ہے، امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اگر لوگوں کو اس کی امامت سے کراہت ہے تو اس کو امام ہونا مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۶/۳)

امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا:

سوال: آندھرا پردیش میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہندو مسلمان ملے جلے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں، ایک مشہور ہندو رئیس کی موت پر ان کے ورثانے اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کھانے پر بلایا، امام صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوت میں تشریف لے گئے اور کھانے میں جو دس دن کے بعد کھلایا جاتا ہے، برہمن منتر پڑھتے ہیں، کیا مسلمانوں کے لیے ہندو موت کا کھانا جائز ہے، ایسا شخص امامت کے قابل رہتا ہے، یا مرتد ہو جاتا ہے، کیا کوئی حرام کو حلال جان کر بھی مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة، ظفیر)

(۲) ولوأم قوماً وهم له کارهون، إن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريماً  
لحديث أبي داود رحمه الله تعالى: "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون" (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

هو المصوب

بشرط صحت واقعہ دریافت کردہ صورت میں شخص مذکور کا عمل فسق کے دائرہ میں ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ تا آنکہ اس عمل سے توبہ نہ کر لے۔ (۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۶۶/۳)

### امام کو سود کھلانا اور اس کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو بہت متقی و پرہیزگار ہیں اور محلہ میں سود دینے والوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں تو ان کا یہ کھانا کھانا جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً

محلہ والوں کی ذمہ داری ہے کہ امام صاحب کو حلال کمائی سے کھانا کھلائیں، یا حلال کمائی سے اتنی تنخواہ دیں کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کر لیں، سود لینا حرام اور سود سے بچنا فرض ہے، (۲)، خود بھی وہ توبہ کریں، (۳) اور امام صاحب کو بھی سود نہ کھلائیں، اگر امام صاحب کو معلوم ہو کہ یہ سودی مال سے نہیں کھلاتے بلکہ حلال کی کمائی سے کھلاتے ہیں، مثلاً سود کے علاوہ بھی کوئی ذریعہ آمدنی ہے، یا قرض لے کر کھلاتے ہیں تو وہ مال حرام نہیں، اس کا کھانا درست ہے، (۴) حرام کھانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، (۵)، جو سود دیتا ہے وہ گنہگار ہے؛ مگر اس کا مال حرام نہیں۔ (۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۵/۲-۱۳۶)

- (۱) (ویکرہ) تنزیہاً (إمامة عبد... وفاسق وأعمى). (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۲۹۸/۲)
- قوله: "فاسق" من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني و آكل الربا ونحو ذلك. (رد المحتار: ۲۹۸/۲) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس)
- (۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ (سورة آل عمران: ۱۳۰)
- (۳) واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)
- (۴) أهدى إلى رجل شيئاً وأضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في البيابيع". (الفتاوى الهندية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيدية)
- (۵) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (تنوير الأبصار) "قوله: فاسق" من الفسق، وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني و آكل الربا، ونحو ذلك". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس)
- (۶) عن جابر رضى الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله، و كاتبه،

## کوئی دن متعین کر کے موت کا دعویٰ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ۲۵ ذی الحجہ سے عشرہ محرم تک ضرور مر جائے گا؛ لیکن وہ اب تک زندہ ہے، ایسا دعویٰ کرنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ اس کا نکاح بحال ہے، یا نہیں؟ امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص کافر نہیں ہوا، مسلمان ہے اور نکاح اس کا قائم ہے؛ مگر ایسا ادعا اس کو کرنا نہ چاہیے تھا، یہ اس کی غلطی تھی، ایسا دعویٰ کرنا گناہ ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ ایسا دعویٰ نہ کرے۔ (۱) اگر وہ توبہ کر لیوے تو نماز اس کے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۳/۳)

## جو امام جذامی کی گڑی ہوئی لاش کو نکال کر جلانے کا حکم دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ریاست میں ایک قاضی کے فتویٰ دینے سے ایک جذامی مسلمان کی نعش کو دفن کرنے کے دو ماہ بعد جلایا گیا، اس کے متعلق کیا حکم ہے اور جس قاضی نے جواز کا فتویٰ دیا اور درمختار و عالمگیری وغیرہ کا حوالہ دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے، یا اس سے مقاطعہ کر دیا جاوے؟ فقط

الجواب

مسلمان کی نعش کو جلانا جائز نہیں ہے، بالکل حرام ہے، (۳) جس قاضی نے مسلمان جذامی کی نعش کو جلانے کا حکم کیا

== وشاہدیه، وقال: "هم سواء". (رواہ مسلم) (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الربا: ۱/۲۴۴، قدیمی) (الفصل الأول (ح: ۲۸۰۷) / الصحيح لمسلم، باب لعن آكل الربا ومؤكله (ح: ۱۵۹۸) انیس)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس لا يعلم إلا الله ثم قرأ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ إلخ. (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، ص: ۱۲، ظفیر) (ورواہ أبو داؤد مع اختلاف وفيه: وإذا رأيت الحفافة العراة الصم والبكم ملوك الأرض في خمس لا يعلمهن إلا الله، ثم قرأ: إن الله عنده علم الساعة وينزل الساعة الغيث، الآية. (متفق عليه) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۳) انیس)

(۲) "النائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشکاۃ المصابیح، باب التوبة، ص: ۲۰۶، ظفیر) (کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انیس)

(۳) عن أبي كعب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كان آدم رجلاً أشعر، طوالاً، آدم كأنه نخلة سحوق، وأنه لما حضروه الوفاة نزلت الملائكة بحنوطه وكفنه من الجنة فلما مات غسلوه بالماء والسدر ثلاثاً، وجعلوا في الثالثة كافوراً، كفنوه في وترثياب وحفروا له لحداً، صلوا عليه وقالوا: هذه سنة ولد آدم من بعد. (المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب غسل الميت: ۴۰۰/۳، رقم الحديث: ۶۰۸۶، المكتب الإسلامي، انیس)

==

وہ جاہل اور فاسق ہے، کسی کتاب میں جلانے کا حکم نہیں لکھا، یہ اس نے غلط حوالہ دیا، شخص مذکور چوں کہ بدعتی بھی ہے اور فاسق ہے؛ اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اس کو اپنا امام بنانا حرام ہے؛ کیوں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم بدعتی اور فاسق کی حرام ہے۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے:

”من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام“۔ (۲)

یعنی! جس نے بدعتی کی تعظیم کی اور تو قیر کی اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

پس قاضی مذکور کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے سلام و کلام قطع کر دینا چاہیے، ایسا شخص لائق قاضی و مقتدا ہونے کے نہیں ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۹/۳-۲۰۰)

### جو امام حق کی تبلیغ سے روکے، اس کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایک واعظ قرآن و حدیث کے بموجب وعظ بیان کرتا ہے، دوسرا شخص امام مسجد کو یہ کہتا ہے کہ ایسا وعظ مت کہو؛ کیوں کہ تم سب مسائل کو کھول کر بیان کر دیتے ہو، اس سے ہم کو کچھ نہیں ملتا، کچھ ملا لوگوں کا بھی حق رہنے دیا کرو، واعظ کو دوسرے لوگوں سے منع کراتا ہے، بہشتی زیور کے مسائل کو نہیں مانتا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

== وأما في شرعنا فلا يجوز الإحراق بالنار للحيوان. (كتاب قتل الحيات، النهي عن قتل النمل). (شرح النووي على المسلم: ۲۳۹/۱۲، انیس)

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تعذبوا بالنار، فإنه لا يعذب بالنار إلا ربها. (المصنف لأبي بكر بن أبي شيبة، كتاب السير، من نهى عن التحريق بالنار (رقم الحديث: ۳۳۸۱۶) ۵۸۴/۱۷، مؤسسة علوم القرآن، انیس)

عن أبي الزناد حدثني محمد بن حمزة الأسلمي عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمره على سرية قال فخرجت فيها وقال إن وجدتم فلاناً فأحرقوه بالنار فوليت فناداني فرجعت إليه فقال إن وجدتم فلاناً فأقتلوه ولا تحرقوه فإنه لا يعذب بالنار إلا رب النار. (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العبد والنار (رقم الحديث: ۲۶۷۳) ص: ۳۰۱، بيت الأفكار، انیس)

شروع فی مسائل الدفن: وهو فرض كفاية إن أمكن إجماعاً... ومفاده أنه لا يجوز دفنه وجه الأرض ببناء عليه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۱۳۸/۳، دارالكتب العلمية، انیس)

(۱) بل مثلی فی المینة وکراهة تقدیمه اى الفاسق کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۵۲۳/۱، انیس)

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب الإيمان، باب الإعتصام بالکتاب و السنة، الفصل الثالث، ص: ۳۱ (ح: ۱۸۹، انیس) / المعجم الأوسط عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلم، من اسمه محمد (ح: ۶۷۷۲، انیس)

الجواب

واعظ کو مسائل شریعت موافق کتب فقہ کے بیان کرنا چاہیے، کسی کے کہنے سننے اور طعن و تشنیع کی وجہ سے مسائل حقہ مفتی بہا کے بیان کرنے سے رکنا نہ چاہیے اور جو شخص بغرض دنیاوی کے واعظ حقانی کو مسائل حقہ مفتی بہا ضروریہ کے بیان کرنے سے روکے، وہ خطا پر ہے اور عاصی ہے، امام بنانا اس کا مکروہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، ایسا امام مخالف شریعت قابل معزول کرنے کے ہے، (۱) اور بہشتی زیور ایک عالم معتبر کی تصنیف کردہ ہے، اس کے مسائل جو مفتی بہا ہیں، ان کے معتبر ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور کوئی عالم حقانی عموماً اس کے مسائل پر معترض نہیں ہو سکتا۔ باقی اگر کوئی مسئلہ سہو اس میں خلاف رائج یا غیر مفتی بہا لکھا گیا ہے، اس کی تصحیح خود مؤلف علام کرتے رہتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۷۰-۲۷۱)

جونو مسلم کو عید کی نماز میں شریک نہ ہونے دے وہ کیسا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی اقتدا و کفر و اسلام کی نسبت جو کسی غریب، نو مسلم سند یافتہ کو کمین و رذیل سمجھ کر عید کے دن مسلمانوں کی جماعت سے نکلوا دے اور اس مجمع میں نماز نہ پڑھنے دے؛ بلکہ تمام مساجد میں نماز پڑھنے سے مانع ہو؟

(۲) جو لوگ تعصبا شاہی عید گاہ کی رونق بگاڑنے کے لیے گورستان کی مسجد میں نماز پڑھیں، ایسے حضرات کی اقتدا کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی شہر میں عید کی نماز دو جگہ پڑھی جاتی ہو۔ ایک قبرستان کی مسجد میں جس کے پیش امام صاحب وہ حضرت موصوف الصدر ہوں اور دوسری جگہ عید گاہ میں جس کے امام صاحب دائم السکر اور بدون طلاق اور عدت کے ایام و حالت حمل حلال میں بطمع اجرت عورت کا دوسرے شخص سے نکاح پڑھا دینے کے عادی و مجوز ہوں، ایسے موقعہ پر بوجوہات مذکورہ بالا و نیز بغرض رفع فساد و نیز باین خیال کہ ہیج آفت نرسد گوشہ تنہائی را، اپنی جماعت کے ساتھ تیسری جگہ شہر میں نماز پڑھ لیا کرے تو یہ نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ نماز اس کی تیسری نماز کا خطبہ رئیس ریاست کے حق میں منحوس و مضر ہے، یا مسعود و محمود؟ اور اس نماز کو منحوس و مضر بتلانے والے کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) کسی مسلمان کی خواہ وہ قدیم الاسلام ہو، یا نو مسلم، بے وجہ تحقیر و تذلیل کرنا اور مسجد سے نکلوانا حرام اور ناجائز ہے۔ (۲) مرتکب ایسے امور کا فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق (الدر المختار) بل مشی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة

تحریم، (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغير ما کتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبیناً﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۸) ==

(۲) عید گاہ کو چھوڑ کر قبرستان کی مسجد میں نماز عید ادا کرنا مکروہ ہے، اختلاف باہمی اور شقاق و نفاق سے پرہیز کرنا لازم ہے، جو امر موجب تفرقہ بین المسلمین ہو، اس سے بچنا چاہیے۔ (۱)  
حدیث شریف میں ہے:

”صلوا خلف کل برو فاجر“۔ (۲)

فاسق کے پیچھے نماز اگرچہ مکروہ ہے؛ مگر تفرقہ ڈالنے سے یہ اچھا ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لیوے؛ (۳) کیوں کہ فتنہ و فساد سخت تر ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۲/۳-۲۹۳)

قرآن یاد کر کے بھولنے والے اور جماعت کے تارک کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص نے قرآن شریف حفظ کیا، ایک دو سال مسجد میں سنایا بھی، اب اگر بھول گیا اور وہ جماعت کا بھی پابند نہیں ہے، اس کا امام بنانا کیسا ہے؟ دوسرا شخص جو عالم ہے اور جماعت کا پابند ہے اور قرآن شریف جیسا کہ ناظرہ خواں پڑھتے ہیں، ویسا ہی پڑھتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

== ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ“۔ (الصحيح للبخاری باب اعلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۷۹)

حدیث قدسی میں ہے: ”قال یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا“۔ (الصحيح لمسلم باب تحریم الظلم)

”اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات یوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم حملهم علی ان سفکوا دمائهم واستحلوا محارمهم“۔ (مسلم باب تحریم الظلم)

”سباب المسلم فسوق، وقتاله کفر“۔ (البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، جمع الفوائد: ۱۲۹۴)

(۱) ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فِي شَيْءٍ وَتَذَهِبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

﴿اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾۔ (سورة آل عمران: ۱۰۳، انیس)

(۲) رواہ الدارقطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیه: ۴۰۴/۲، رقم الحديث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة/ورواہ أبو داؤد بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف کل مسلم برأؤ کان فاجراً، وإن عمل الکبائر، کتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، انیس)

(۳) (وفی النهر عن المحيط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة) إلخ. أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع. (رد المحتار: ۵۲۵/۱، ظفیر (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(۴) سورة البقرة: ۲۴

الفتنة: القتال، وأصلها: الإبتلاء والإمتحان، والفتنة: العذاب، قال الكسائي في قوله تعالى: ﴿الفتنة أشد من القتل﴾ أى العذاب. (شمس العلوم دواء كلام العرب من الكلوم، مادة: الفتنة: ۵۰۸۲/۸، انیس)



الجواب

قرآن شریف حفظ کر کے بھولنا گناہ کبیرہ ہے، (۱) اور ترک جماعت پر اصرار کرنا بھی معصیت کبیرہ ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۲) اور دوسرا شخص جو عالم اور پابند شریعت ہے اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اس کی امامت افضل ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۸/۳-۲۵۹)

### دھوکہ دینے والے کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: میں نے ایک شخص کو ایک تولہ سونا دیا تھا کہ تم اس کا کشتہ کرو، خلاصہ یہ کہ اس نے سونا رکھ لیا اور تانبہ کا کشتہ مجھ کو دیا اور وہ امام ہے، لہذا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اس کو امامت سے معزول کر دینا چاہیے، (۴) یا یہ کہ وہ توبہ کر لے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۶/۳)

(۱) عن أبي موسى الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعاهدوا هذا القرآن فوالذي نفس محمد بيده لهو أشد تفلثاً من الإبل في عقلها. (الصحيح للبخاري (ح: ۵۰۳۳) / الصحيح لمسلم (ح: ۷۹۱) انيس)  
سعد بن عباد رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسيه إلا لقي الله أجذم. (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، باب القارئ ينسى القرآن: ۲۰۲/۱، دار ابن كثير دمشق / المعجم الكبير للطبراني، ما أسند سعد بن عباد (ح: ۵۳۹۰) انيس)

الضحاک بن مزاحم يقول: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسيه إلا بذنب يحدثه لأن الله تعالى يقول: ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ وإن نسيان القرآن من أعظم المصائب. (فضائل القرآن للقاسم: ۲۰۲/۱ / شعب الإيمان للبيهقي، فصل في تعلم القرآن (ح: ۱۸۱۳) انيس)

قال أبو العالية: كنا نرى من أعظم الكبائر أن يتعلم الرجل القرآن ثم ينام حتى ينساه لا يقرأ منه شيئاً. (الطبقات الكبرى لابن سعد، أبو العالية الرياحي: ۸۲/۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)  
(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ولو أنكم صليتم في بيوتكم كما يصلي هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم، ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم“. (فتح القدیر: ۳۰۱/۱، ظفیر)

(۳) والأحق بالإمامة، تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۴) ويكره إمامة عبد، إلخ، و فاسق (الدر المختار) بل مشي في شرح المنية أن كراهة تقديمه (أى الفاسق) كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

## بیوہ کے نکاح میں خلل ڈالنے والے کی امامت:

سوال: بیوہ عورت کے نکاح کرنے پر رضامند ہو، اس کے نکاح میں جو شخص خلل ڈالے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بیوہ عورت جو کفو میں نکاح کرنا چاہے، اس کو کسی ولی یا غیر ولی کو نکاح سے روکنا نہ چاہیے، ورنہ بے وجہ شرعی کے کسی عورت کو نکاح سے روکنا گناہ ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲، ۱۵۳)

## فاسق امام کے پیچھے نماز کے جواز اور حالت اضطراب میں مکروہ نہ ہونے کا حکم:

سوال: پیش امام جامع مسجد کہ ہزار ہا مخلوق در آنجا نماز ادا می کنند مرد جاہل و ربوا خوار و بخیل و بے تقویٰ و متعلق و کاذب و حارس و غیرہ و غیرہ ہست در جماعت عالم و فاضل و زاہد و عابد و قاری و متقی داخل اند پس آں نماز ایشان چگونہ است اکثر قوم، ناراض اند صرف از طرف حکومت بطریق وراثت آں پیش امامی مقرر شدہ است ہمہ مردمان از طرف حکومت مجبور اند شرعاً چہ باید کرد؟ (۲)

الجواب

صبر باید کرد مخالفت با حکومت نازیباست، (۳) و چون مقتدیان بر عزل امام قادر نیستند پس ایں ہمہ کراہت بر امام خواہد بود نماز مقتدیاں بلا کراہت صحیح خواہد ماند۔ (۴)  
(تمتہ اولیٰ، ص: ۳۱۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۱/۱-۴۱۲)

(۱) اور اس پر اصرار فتنہ ہے، لہذا اس کی امامت مکروہ ہے۔ ویکوہ إمامة عبد ... وفاسق. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

قرآن میں ہے: ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ﴾ (سورة النور: ۳۲) انیس  
عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث حق على الله عونهم الغازی فی سبیل الله والناسک یرید العفاف والمکاتب الذی ینوی الأداء. (مصنف عبدالرزاق، باب فضل الجهاد (ح: ۹۵۴۲) انیس)  
(۲) خلاصہ سوال: جامع مسجد کا امام جاہل، سودخور، بخیل، غیر متقی اور جھوٹا ہے اور نمازیوں میں عالم و فاضل، عابد و زاہد اور قاری و متقی ہیں، پس ان کی نماز کیسی ہوگی، اکثر لوگ ناراض ہیں؛ لیکن چون کہ حکومت کی طرف سے ان امام صاحب کو حق امامت وراثت پہنچا ہے؛ اس لیے تمام لوگ مجبور ہیں، پس شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ (سعید احمد)

(۳) اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو صحیح طریقہ پر ایسے امام کو ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث میں ہے: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فليسهانہ وان لم يستطع فليقلبه. (کتاب الإيمان، کون النهی عن المنکر من الإيمان، رقم الحديث: ۷۸، ص: ۵۱، بیت الأفكار، انیس)

(۴) ترجمہ جواب: صبر کرنا چاہیے حکومت کے ساتھ مخالفت زبانی نہیں ہے اور چون کہ مقتدی امام کو معزول کرنے پر قادر نہیں ہیں؛ اس لیے ساری کراہت امام پر ہوگی، مقتدیوں کی نماز بلا کراہت صحیح ہوگی۔ (سعید)

## فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

سوال: اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کیا جائے اور اگر فاسق (داڑھی کتروانے والے) کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

”صلوا خلف کل بر وفاجر“۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبدالحلیم غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۷/۳)

## فاسق امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کی تحقیق:

سوال: ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے؛ لیکن جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کر لیا کرو، حالاں کہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا، بالخصوص ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم داخل عشرہ مبشرہ پر بلوی کیا ہو؟

الجواب:

یہ روایت مجھ کو نہیں ملی، (۲) اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے، البتہ درمختار میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوٰۃ

(۱) رواہ الدارقطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیه: ۴۰/۲، رقم الحديث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة) (رواہ أبو داؤد، الصلاة المكتوبة، واجبة خلف کل مسلم برأو کان فاجراً، وإن عمل الكبائر، کتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، انیس)

(۲) یہ روایت بخاری شریف (۹۶/۱) باب: إمامة المفتون والمبتدع میں ہے، ونصه: عن عبيد الله بن عدي بن خيار: أنه دخل على عثمان بن عفان رضي الله عنهما وهو محصور، فقال: إنك إمام عامة، ونزل بك ما نرى، ويصلي لنا إمام فسنه، ونتحرج؟ فقال: الصلاة أحسن ما يعمل الناس، فإذا أحسن الناس فأحسن معهم، وإذا أسوأ فاجتنب إساءتهم، آه. (باب الأذان، رقم الحديث: ۶۹۵، انیس)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظام جماعت معطل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز پڑھ لی جاوے، بخاری شریف کے دونوں شارح اس اثر سے یہی مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں:

وفيه: أن الصلاة خلف من تكره الصلاة خلفه أولى من تعطيل الجماعة، آه. (عمدة القاری: ۷۶۴/۲) (کتاب الأذان، باب إمامة المفتون والمبتدع، رقم الحديث: ۶۹۵، انیس) / فتح الباری: ۱۵۹/۲ (کتاب الأذان، باب إمامة المفتون، رقم الحديث: ۶۹۶، انیس)

میں: ”کل صلاة أدیت مع کراهة التحريم تجب إعادتها“ اور رد المحتار میں اس کے عموم پر ایک قوی اعتراض کر کے (۱) تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے، الا أن يدعى تخصيصها بأن مرادهم بالواجب والسنة التي تعاد بتركها ما كان من ماهية الصلاة وأجزائها. (۲)

پس صلوٰۃ خلف الفاسق ونحوہ میں اول تو کوئی امر اجزائے صلوٰۃ میں سے مختل نہیں ہوا؛ اس لیے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہ ہوگا۔ دوسرے افراد سے ان کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے اور اعادہ میں جو غائب علی الانفراد ہوگا، اولیٰ سے غیر اولیٰ کی طرف آنا ہے۔

فی الدر المختار: ”صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة“. وفي رد المحتار: أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد. (۳) فقط

۲۷/ محرم ۱۳۲۲ھ۔ (امداد صفحہ: ۴۷، ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۰/۱-۳۵۱)

### بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کے مسلمانوں نے تحریراً وعدہ و اقرار کیا کہ بیاہ شادی میں حرام رسومات، ڈھول ناچ، بے ہودہ گانا بجانا وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کریں گے، اگر کسی نے کیا تو مبلغ یک صد روپیہ جرمانہ ہوگا، اس پر تقریباً پچیس سال عمل درعمل ہوا، اتفاقاً بستی کے ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر ڈھول اور فاحشہ بازی عورتیں وغیرہ لائے اور ناچ وغیرہ کا پروگرام ہوا اور بستی کے چند افراد نے بھی ساتھ دیا، امام مسجد نے ان کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے تنبیہاً بامید مصلحت ان سے علاحدگی اختیار کی، ان چند افراد نے ایک جاہل ہم خیال کو امام مقرر کر لیا، جس سے بستی میں نہایت پریشانی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان افراد کی یہ حرکت از روئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو امام بلا اجازت امام اول کے مقرر ہوا ہے، از روئے شرع ایسے بدعت پسند ناخواندہ امام کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: پیر سکندر شاہ سوہلن ہزارہ، ۹/۱۲/۱۹۷۷ء)

(۱) اعتراض یہ کیا ہے کہ ”جماعت“ واجب یا کالواجب ہے، لہذا جس شخص نے تنہا نماز پڑھی ہو، اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور رد مختار کے قاعدہ کے موافق اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حالانکہ فقہاء کی تصریح اس کے خلاف ہے، لہذا قاعدہ صحیح نہ رہا۔ علامہ شامی نے تصحیح قاعدہ کے لیے جو توجیہ کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ”اعادہ صلوٰۃ“ اس واجب، یا سنت کے چھوڑنے سے ضروری ہوتا ہے، جو نماز کی ماہیت میں داخل ہو اور جماعت چوں کہ نماز کی ماہیت و حقیقت میں داخل نہیں ہے، بلکہ وصف خارجی ہے؛ اس لیے جماعت کے ترک سے اعادہ نہیں ہوگا۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۷/۱ (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: کل صلاة أدیت مع کراهة التحريم تجب إعادتها، انیس)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار باب الإمامة، مطلب: البدعة اقسام: ۵۶۲/۱، بیروت، انیس

الجواب

ان افراد کی یہ حرکت حرام ہے؛ (۱) لأنهم خالفوا الشرع واخلفوا الوعد نعم التعزیر بأخذ المال منسوخ، (۲) اور اس بے مروت اور بے غیرت امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۹۰-۳۹۱)

توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: رحمت دین سنگ جانی راولپنڈی، ۱۸/۹/۱۹۷۲ھ)

الجواب

جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہگار ہے؛ (۴) لیکن توبہ کے بعد اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۵) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۹۴/۲)

(۱) قال العلامة ابن البزار الكردي: استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر أي بالنعمة. (الفتاوى البنزانية على هامش الفتاوى الهندية: ۳۵۹/۶، الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهي) / (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب ماتجوز به شهادة أهل الأهواء، رقم الحديث: ۲۰۹۲۰-۳۵۶/۱۰، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وفي المجتبى لم يذكر كيفية الأخذ وأرى أن يأخذها فيمسكها فإن أيس من توبته يصرفها إلى ما يرى وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار على هامش الدر المختار: ۱۹۶/۳، مطلب في التعزير بأخذ المال)

(۳) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره إمامة عبد وفاسق. (الدر المختار على هامش رد المختار: ۱۳/۱- ۴۱۴، مطلب البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة)

(۴) عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكبائر الاشرار بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس. (رواه البخاري) وفي رواية أنس: وشهادة الزور بدل اليمين الغموس. (متفق عليه). (مشكوة المصابيح: ۱۷/۱، باب الكبائر وعلامات النفاق) (صحيح البخاري، باب اليمين الغموس (ح: ۶۶۷۵) / الصحيح لمسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ۸۷) انيس)

(۵) وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح: ۲۰۶/۱، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث) (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰) / مسند الشهاب القضاعي، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انيس)

## بلا ثبوت شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا حکم نہیں دیا جاسکتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے شرعی فیصلہ کے لیے مسمی فلاں اور مولوی فلاں سکنہ بیگو خیل کو ثالشان شرعی متعین کئے، فریقین سے بیان لینے کے بعد شرعی فیصلہ سنایا تو ایک فریق کو یہ فیصلہ ناجائز معلوم ہوا تو ثالشان سے کہہ کر فیصلہ رد کر دیا؛ مگر ثالشان نے کہا کہ اگر ہمارے فیصلہ کے خلاف تم لوگوں نے غلطی کا کوئی ثبوت پیش کیا تو ہم تسلیم کریں گے، پھر ہم نے حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فتویٰ نمبر: ۵۹۹۲/طلب کیا تو اس میں ان کے فیصلہ کے خلاف ثبوت پیش ہوا، ہم نے وہ فتوے پیش کئے تو انہوں نے انکار کیا اور اپنے غلط فیصلے پر ثابت قدم رہے؛ لیکن ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ میں رشوت لی ہے اور جو آدمی ہمارے درمیان پھرتا تھا، انہوں نے ہمیں یقین سے کہا ہے کہ انہوں نے رشوت لی ہے، کیا ایسے ثالثوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: اجمال خان سکنہ بیگو خیل لکی مروت، ۶/۲/۱۹۷۷ء)

الجواب

محترم!

واضح رہے کہ بغیر ثبوت شرعی کے ہم صرف اس الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (الآية) (۱)

وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۶۲/۲)



(۱) سورة الحجرات : ۲۶۔

عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إياکم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تحاسدوا ولا تنافسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد اللہ إخوانا. (صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن سوء الظن بأحد من المسلمین: ۵۰۰/۱۲، مؤسسة الرسالة/موطأ الإمام مالک، باب ماجاء فی المهاجرة (ج: ۸: ۹۰۸)/الأدب للبخاری (ج: ۶: ۶۶۰)/مسلم، باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش (ج: ۲۵۶۳) انیس)

## انتہا پسند، کمیونسٹ و انگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت

انتہا پسند سیاسی جماعت سے جڑے امام کے پیچھے نماز:

سوال: ہمارے شہر کے ایک عالم دین جو کہ شہر کی جامع مسجد کے امام بھی بنے ہوئے ہیں، آج کل بھارتی جنتا پارٹی کے ہمنوا ہیں، آج انہوں نے اپنے مدرسہ میں اسی سیاسی پارٹی کے ایک لیڈر کو استقبالیہ دیا اور لوگوں سے مذکورہ لیڈر کے حق میں اپنے ووٹ ڈالنے کی اپیل کی، واضح رہے کہ مذکورہ لیڈر بابر مسجد کی شہادت میں پیش پیش تھا اور رام جنم بھومی تحریک کا بہت اہم لیڈر ہے، اس واقعہ کے بعد عوام الناس تذبذب کا شکار ہیں کہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، البتہ امام کو گندی سیاست میں شریک ہونا درست نہیں ہے۔ (۱)  
تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۲۱/۲-۴۲۲)

آزیری مجسٹریٹ کی امامت:

سوال: ایک شخص جو کہ شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد کا امام اپنے علاقہ کا مفتی اور اہل اسلام کے محکمہ نکاح و طلاق کا قاضی ہے، اسلام، اہل اسلام اور شعائر اسلام، اماکن مقدسہ و جزیرۃ العرب وغیرہ کے موجودہ نازک ترین حالات اور

(۱) والسیاسة نوعان: سياسة ظالمة فالشرعية تحرمها، و سياسة عادلة تخرج الحق من الظالم وتدفع كثيرا من المظالم وتردع أهل الفساد ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد، فالشرعية يجب المصير إليها والاعتماد في إظهار الحق عليها وهي باب واسع تضل فيه الأفهام وتزل فيه الأقدام وإهماله يضيع الحقوق ويعطل الحدود ويجرى أهل الفساد ويعين أهل العناد والتوسع فيه يفتح أبواب المظالم الشنيعة ويوجب سفك الدماء وأخذ الأموال الغير الشرعية ولهذا سلك فيه طائفة مسلك التفريط المذموم فقطعوا النظر عن هذا الباب إلا فيما قل ظنا منهم أن تعاطى ذلك مناف للقواعد الشرعية فسدوا من طرق الحق سبيلاً واضحاً وعدلوا إلى طريق من العناد فاضحة لأن في إنكار السياسة الشرعية رداً للنصوص الشرعية وتغليظاً للخلفاء الراشدين، الخ. (معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام، القسم الثالث من الكتاب في القضاء بالسياسة الشرعية: ۱/۷۹، دار الفكر بيروت. انیس)

اعداء اسلام کی اسلام کے مٹانے میں پوری کوشش و سرگرمی کو دیکھتے ہوئے اور عدم موالات بالکفار کے حکم الہی سے واقف ہوتے ہوئے بھی موجودہ حکام کی طرف سے ملی ہوئی آنریری مجسٹریٹ کو کسی موہوم نفع، یا ضرر کے احتمال سے چھوڑنا پسند نہیں کرتا؛ بلکہ وہ اپنے لیے اس کے ترک کو باعث ذلت و رسوائی اور اس کے وجود کو موجب عزت و فخر تصور کرتا ہے، ہر چند کہ مسلمانوں نے زور سے، نرمی و محبت سے، تنہائی میں و مجالس میں سمجھایا اور تقریراً و تحریراً بارہا اس سے آگاہ کیا اور اسی امر کا مطالبہ کیا؛ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیا ایسا شخص قابل امامت ہے اور کیا اس کے صلوات و جمعات کا ادا کرنا شرعاً صحیح و درست ہے اور کیا شرعی مسائل میں ایسے آدمی کا فتویٰ اور معاملات نکاح و طلاق میں اس کا فیصلہ قابل اعتماد ہو سکتا ہے؟ مینواتو جروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحدہ

نہیں ہو سکتا اور جماعت کا فرض ہے کہ اس منصب سے اسے معزول کر دیں۔

دستخط

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ کیوں کہ آنریری مجسٹریٹ میں حکم خلاف شریعت کرنا لازم ہے، جیسا کہ ظاہر ہے اور بمصدق آیت کریمہ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (۱) فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔ (کمانی کتب الفقہ) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۱/۳-۱۳۲)

(۱) سورة المائدة : ۷، ظفیر ﴿ہم الفاسقون﴾ أي المتمردون الخارجون عن حكمه أو عن الإيمان. (روح المعانی: ۳۱۹/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت. انیس)

(۲) کرہ إمامة الفاسق، والفسق لغة: خروج عن الإستقامة وهو معنى قولهم خروج الشيء عن الشيء على وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة الله تعالى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أي أو إصراره على صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحریمیة. (الطحطاوی علی مراقی الفلاح) (باب الإمامة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة: ۳۰۳/۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت. انیس)

ویکرہ تقدیم العبد ... والأعرابی ... والفساق، وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بروفاجر. (الهدایة، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱. انیس)

”ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفساق“. (الدر المختار)



## انگریز کے مخالف کو کافر سمجھنے والے کی امامت:

سوال: زید گورنمنٹ اسکول میں کورس پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص میری ملازمت کو حرام جانے میں اپنے عقیدہ میں اس کو کافر جانتا ہوں تو اس صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا حرام؟

الجواب

انگریزی اسکول کی ملازمت اگرچہ کسی درجہ میں بعض صورتوں میں جائز بھی ہو؛ مگر اس کے قبیح ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے، لہذا زید جو کہ انگریزوں کی غلامی کو حرام جانے والوں کو کافر سمجھتا ہے، سخت غلطی میں ہے اور عاصی و فاسق ہے، لہذا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا اس کو حرام ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۲/۳)

## انگریزوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے والے کی امامت:

سوال: زید جامع مسجد کا امام اور واعظ ہے، اس نے جارج اور قیصر ہند کے لیے قرآن شریف پڑھ کر بخشا اور خطبہ میں دعا کی اور جب سلطان المعظم کے لیے دعا کرنے کو کہا گیا تو علما کا فتویٰ طلب کرتا ہے، خلافت والوں پر تبراً کہتا رہتا ہے اور عوام کو بہکا دیا کرتا ہے کہ خلافت کمیٹی کچھ دینی بات نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے جو رنڈیوں کے یہاں دعوت کھا لیتا ہے، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت اور وعظ گوئی سے معزول کرنا اور روکنا چاہیے۔ ترکِ موالات فرض (۲) شرعی ہے اور خلافت کی ہمدردی مسلمانوں کو ہر طرح لازم و واجب ہے، اس میں کوتاہی کرنا حرام اور معصیت ہے، (۳) اور جو امام رنڈیوں کے گھر کی دعوت کھاوے وہ بھی لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۲/۳)

(۱) وکراہۃ تقدیمہ ای الفاسق کراہۃ تحریم، (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

(۲)

(۳) إذا تحققت الإمامة الكبرى لأحد فلا يجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبير الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة، (العرف الشدی: ۳۹۸/۳، دار التراث العربی بیروت، انیس)

وظاهر عبارة خزنة الفتاوى لزوم إطاعة من استوفى شروط الإمامة، (ردالمحتار، کتاب الأشربة: ۴۶۰/۶، دار الفکر بیروت، انیس)

(۴) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، (الدر المختار) بل مشی فی شرح المنیة: أن کراہة تقدیمہ کراہة تحریم، (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

انگریزوں کے خانساموں کی نماز اور امامت درست ہے، یا نہیں:

- سوال (۱) انگریزوں کے خانساموں کو جو کہ کھانا پکاتا ہے، خنزیر کا گوشت بھی پکانا اور کھانا ہوتا ہے اور شراب تقسیم کرتا ہے، جب کہ یہ لوگ ایسا کام کرتے ہیں تو ان کی نماز وغیرہ قبول ہوتی ہے، یا نہیں؟
- (۲) اگر ان میں سے کوئی شخص قابل نماز پڑھانے کے ہو تو اس کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

- (۱) چون کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہیں، اس لیے نماز، روزہ ان کا قبول ہے، گناہ سے توبہ کرتے رہیں۔
- (۲) امام بنانا ایسے شخص کو مکروہ ہے؛ لیکن نماز اس کے پیچھے بہ کراہت درست ہے۔ (۱) فقط
- (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۸)

کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت:

- سوال (۱) کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
- (۲) زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
- (۳) بکر حافظ قرآن اور کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ بھی دیا ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟
- (خریدار نمبر: ۱۰۷۷)

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

- کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہب اسلام کے مخالف ہیں، (۲) اور ان کی اس اصل کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بننا مذہب اسلام کی مخالفت کرنا ہے، ان کو ووٹ دینا ایک مذہب اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے، (۳) اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں۔ (۴)

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق، (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵/۲۳۱، ظفیر) مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، انیس)

(۲) إن المنافق غیر معترف بنبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، والدھری کذا لک مع إنکارہ إسناد الحوادث إلى الصانع المختار سبحانہ وتعالیٰ“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، باب المرتدین: ۲/۴۱۷، سعید) مطلب فی الفروق بین الزندیق والمنافقین والدھری والملحد، انیس)

(۳) (وقوله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی﴾ يقتضی ظاہرہ إيجاب التعاون علی کل ماکان طاعة اللہ تعالیٰ؛ لأن البر هو طاعات اللہ“۔

بعض آدمی مذہب اسلام کے معتقد اور پابند ہو کر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بنا پر کمیونسٹ، یا کسی اور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی اس مصلحت کے پیش نظر سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کا یہ حکم نہیں؛ لیکن ان کی اس روش سے ایک مخالف اسلام پارٹی کو فروغ ہو کر اقتدار حاصل ہوتا ہے، جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام کے خلاف نہیں؛ بلکہ موافق سمجھیں گے اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ، جنہوں نے ان کو واقعہً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے، ان سے اپنے ایسے مطالبات منظور کرائیں گے جو کہ اسلام کے مخالف ہوں گے، اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکار قرار دیں گے اور یہ غداری و مکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کر سکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے، ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا، اسلام میں ایسے عمل کی ہر گز اجازت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک و حدیث شریف میں آئی ہے، ایسے لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعتماد تھا نہ خود ان کی پارٹی کو، ان لوگوں کا حال یہ تھا: ﴿مَذْبِذِينَ بَيْنَ ذَلِكَ، لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۳) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (جواہر الفقہ، انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی حیثیت: ۲/۲۹۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی) حفظ واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۸۷/۸۸)

**ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:**

سوال: جو ہندو اپنی رعیت پر ظلم و ستم کرتا ہے، وہ اگر بیمار ہو جائے اور کوئی مسلمان بطمع دنیاوی اس کے لیے دعائے خیر اور ختم جلالی پڑھ کر شفا کی دعا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز اس کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ظالم کے لیے دعا خیر جائز نہیں ہے، اور ظالم کی مدد کرنا ظلم پر، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

== و قوله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ نہی عن معاونة غیر ناعلیٰ معاصی اللہ تعالیٰ“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۴۲۹/۲، قدیمی)

(۴) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى“۔ (الدرا المختار)

”فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فلا قتداء أولى من الإنفراد“۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة،

باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

وعن أوس بن شرحبيل رضى الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من مشى مع ظالم، ليقويه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام. {رواه البيهقي} (۱)  
پس جو شخص جان بوجھ کر ظالم کے لیے دعائے خیر کرتا ہے اور اس ظلم میں اس کی مدد کرتا ہے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۲) إلا أن يتوب. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۸/۳-۱۹۹)

### امن سبھا کے ممبر کی امامت:

سوال: منجانب گورنمنٹ جو امن سبھا قائم ہوئی ہے، اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا کیسا ہے اور جو لوگ ممبر بن چکے، ان کیلئے کیا حکم ہے اور نماز ان کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا اور کوشش کرنا خلاف میں درست نہیں ہے اور وہ درحقیقت شوکت اسلام و خلافت اسلامیہ کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال نہایت خطرناک ہے اور ان کو امام بنانا مکروہ ہے۔ (۳)  
فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۵/۳-۱۵۶)



(۱) مشکاة المصابيح، باب الظلم، الفصل الثالث. ص: ۴۳۶، ظفیر (کتاب الآداب، رقم الحديث: ۵۱۳۵، انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرا المختار)

وأن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة النساء)

ویکره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله في الأمور الدينية. (غنية المستملی، ص: ۳۵۱، ظفیر)

یہ ۱۹۳۷ء سے قبل انگریزی حکومت کے زمانہ کی بات ہے۔ انیس

ووٹ کے سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ ووٹ ایک طرح کی شہادت دینا ہے کہ فلاں امیدوار اپنی شرعی و معاشرتی ذمہ داریاں بخوبی نبھاسکتا ہے، لہذا ووٹ نہ ڈالنا ایک طرح کا گناہ ہے، اس لیے بڑھ چڑھ کر ووٹ میں حصہ لینا چاہئے، مسلمانوں کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم نیکی کی حمایت کریں اور بدی کی مخالفت، اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ با اصول اور اچھے امیدوار کو ووٹ دیں۔ انیس

## شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت

### غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا اس شخص کی اقتدا جائز ہے، جو کئی ایسے غیر شرعی افعال کا اعلانیہ ارتکاب کر رہا ہو، جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو، مثلاً: چوری کرنا، کسی کا حق غصب کرنا، جھوٹ بولنا، غیر محرم عورتوں سے میل جول، بے ریش لڑکوں سے بلا ضرورت اختلاط وغیرہ اور وہ شرعی احکام کے تقدس اور عظمت کی رعایت بھی نہ کرتا ہو، بے حیائی کی مجالس میں اس کی آمد و رفت ہو، سینما گھروں میں آنا جانا ہو، یہاں تک کہ بعض اوقات سینما گھروں میں رسمی طریقہ پر ختم قرآن بھی کراتا ہو؟

الجواب

یہ سب کام امور فسقہ ہیں، جب تک اس شخص کا یہ کردار ہو، یا اس میں یہ افعال موجود ہوں تو اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے، اس کی جگہ کسی نیک شخص کی اقتدا کرنی چاہیے، البتہ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں۔  
قال ابن عابدین رحمہ اللہ تحت هذا القول: (ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق) أي من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۷/۳-۱۵۸)

### شریعت کو حکم نہ تسلیم کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص مولوی اور واعظ ہو کراپنے تنازعات کو بروئے شریعت حقہ تصفیہ کرانے سے گریز کرتا ہے؛ لیکن عوام کے دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں شریعت پر فیصلہ کرنے پر تیار ہوں اور موقع پر کہتا ہے کہ اگر میں شریعت کو حکم مقرر کر لوں تو میرا نقصان ہے، لہذا ایسے شخص کے ایمان اور امامت کا کیا حکم ہے اور اس سے تعلق رکھنا اور امداد کرنا کیسا ہے؟

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۱۶۰ (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

وفی الهندیة: تجوز إمامة الأعرابي والأعمى أو العبد وولد الزنا والفاسق، كذا فی الخلاصة، إلا أنها تكره،  
هكذا فی المتن. (الفتاویٰ الهندیة، باب الإمامة: ۸۵/۱)

{فسق} ... أصله الخروج عن الاستقامة وسميت بها على الاستعارة لخبثهن. (مجمع بحار الأنوار، مادة

فسق: ۱۳۹/۴، مجلس دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد. انیس)

الجواب

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ  
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۱)

پس جو شخص حکم شریعت پر رضا مند نہ ہو اور دل سے اس کو قبول نہ کرے اس کے مومن نہ ہونے کی خبر جناب باری تعالیٰ نے دی ہے اور دوسری جگہ حکم الہی کے نہ ماننے والوں پر کفر و فسق کا حکم فرمایا ہے، پس وہ شخص جو فیصلہ شریعت کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے مقابلہ میں فیصلہ عدالت کو جو کہ خلاف شریعت ہے ناطق سمجھتا ہے، ظالم و فاسق ہے اور اس کے کفر کا خوف ہے، لہذا شخص مذکور لائق امامت و تولیت کے نہیں ہے، (۲) اور ایسا شخص اگر تائب نہ ہو تو اس سے ارتباط و اختلاط حرام ہے اور قطع تعلقات واجب ہے اور مدد کرنا کسی عاصی و فاسق کی اس کی معصیت اور فسق پر حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنِّمِ وَالْعَدْوَانِ﴾ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۹/۳-۱۸۰)

### شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والے کی امامت و تولیت:

سوال: جو شخص عالم اور اہل حدیث ہو کر اپنی بہنوں کو باپ کے ترکہ سے حصہ نہ دے اور کہے کہ ہم رواج کے پابند ہیں؛ اس لیے ہم شرعی حصص تقسیم نہیں کرتے؛ بلکہ اس کے ایما سے اس کے جاہل بھائی نے عدالت میں بیان کیا ہے کہ چون کہ عورتیں ناقص العقل ہیں؛ اس لیے ان کے لیے کوئی حصہ اور ترکہ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ (۴)

نیز ایک عالم کے دریافت کرنے پر کہ اگر تم اسی خیال میں مر گئے تو نجات کی کوئی صورت ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ ہم جہنم کو جائیں گے، مگر یہ کام نہیں کریں گے، ایسے شخص کی امامت و تولیت مسجد، یا اس سے رشتہ وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

عورت کا حصہ نصف مذکر سے نص قطعی سے ثابت ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ (۵)

(۱) سورة النساء: ۶۵، الرکوع: ۹، ظفیر

(۲) أن کراهة تقديمه أى الفاسق کراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

(۳) سورة المائدة: ۲، الرکوع: ۱، ظفیر

(۴) سورة النساء: ۵، انیس

(۵) سورة النساء: ۱۱، الرکوع: ۲، ظفیر

پس عورتوں کے حصہ سے انکار کرنا نص قطعی سے انکار ہے، جو کہ کفر ہے اور آیت ﴿وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ (الآیۃ) (۱) سے اس بارے میں استدلال کرنا سخت جہالت ہے اور گمراہی ہے اور مقابلہ ہے، نص قطعی کا اپنے خیال باطل سے اور یہ قول اس کا کہ ہم جہنم میں، الخ، کفر صریح ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

”ومن قال لمن يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر: لماذا أعرف العلم؟ أو لماذا أعرف الله؟ إنني وضعت نفسي للجحيم أو قال: أعددت نفسي للجحيم، الخ، كفر، أي لأنه أهان الشريعة، أو أيس من الرحمة فكلاهما كفر“۔ (شرح الفقہ الأكبر) (۲)

پس شخص مذکور کو امام اور متولی بنانا اور اس سے تعلق رکھنا اور رشتہ قائم رکھنا سب حرام اور ناجائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۰۳-۱۸۱)

### جرگے کا فیصلہ مقدم ہے، یا باجماعت نماز:

سوال (۱) نماز کا وقت ہو گیا تھا اور مولوی صاحب مسجد کے سامنے جرگہ میں بیٹھے تھے، مولوی صاحب کو دوبار آواز دی گئی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، لوگ انتظار کر رہے ہیں، اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ فرض نماز سے پہلے جرگہ کا فیصلہ اہمیت رکھتا ہے، آئندہ ایسے مولوی صاحب کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) عصر کی نماز کی جماعت کھڑی تھی، مولوی صاحب خود جماعت کر رہے تھے، محلہ میں شور بھگڑا ہو گیا، مولوی صاحب نماز فوراً توڑ کر مسجد سے باہر بھاگ گئے، ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

### الجواب

(۱) جرگے (۳) کا فیصلہ کرنے کے لیے جماعت ترک کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ مسئلہ ایسا ہو کہ اس وقت فیصلہ بیچ میں چھوڑ دینے سے کسی بڑے فتنے فساد کا اندیشہ ہو، لہذا مسئلے کا جواب اس فیصلے کی صحیح نوعیت پر موقوف ہے۔

(۲) صورت مسئلہ میں نماز تو ٹوٹنا جائز نہیں تھا، جن امام صاحب نے ایسا کیا، انہیں اپنے اس عمل پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے، (۴) اور وہ ایسا کر لیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۱۳۹۶ھ۔ (فتویٰ نمبر ۲۳۴۶/۲۷۷ھ) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۳۱)

(۱) سورة النساء: ۵، الرکوع: ۱، ظفیر

(۲) شرح الفقہ الأكبر، قبیل فصل فی الکفر صریحہ و کناہ، ص: ۲۱۵، ظفیر (فصل فی العلم والعلماء، انیس)

(۳) جرگہ پشتوزبان میں اسبلی یا پنجایت کو کہتے ہیں، یہ ایک روایتی پنجایت ہوتا ہے، جرگے میں جو سردار یا بڑے ہوتے ہیں ان کو جرگہ مشران کہتے ہیں، وصیت، طلاق، مگنی، قتل، شید چوٹ اور فتنہ و فساد کے مقدمات کے فیصلے صادر کرتے تھے، جرگے کا کوئی تحریری دستور یا قانون نہ تھا، بلکہ عموماً ہر قسم کے تنازعے کے لیے روایتی سزائیں مقرر تھیں، اکثر امور شرعی قانون کے مطابق حل ہوتے تھے، لیکن بعض امور میں مقامی رسم کو ترجیح دی جاتی تھی، جرگے کے ارکان نامزد ہوتے تھے اور صدر کو کوئی اعلیٰ سرکاری افسر جس کا تعلق قانون اور امن سے ہو، جیسے مجسٹریٹ یا پولیس کل ایجنٹ وغیرہ۔

(۴) ... أن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة، الخ. (البحر الرائق، باب إدراك فريضة الصلاة: ۷۷/۲، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انیس)

## فتویٰ کی خلاف ورزی کرنے والے کی امامت:

سوال: امام جامع مسجد نے جمیع علمائے کرام کے فتوے کے خلاف اور تمام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف جامع مسجد میں دشمنان اسلام کی خوشی کے لیے روشنی کی، جس سے تمام مسلمانان شہر کی بدنامی ہوئی۔

(۲) خطبہ سے پیشتر منبر پر چڑھ کر مغالطات فاحشہ بکی ہوں۔

(۳) تمام نمازیوں کے روبرو جامع مسجد میں صرف اپنی برأت کے لیے حلفیہ بیان کیا اور وہ بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہوا، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اس کو معزول کر کے دوسرا امام مقرر کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ بلکہ معزول کرنے کے لائق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، پس اس کو معزول کر کے دوسرا امام صالح و عالم مسائل شریعت مقرر کرنا چاہیے، (۱) مگر یہ کہ وہ امام اپنی حرکاتِ شنیعہ سے باز آوے اور توبہ کرے تو اس کو امامت پر قائم رکھ سکتے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۴/۳-۱۶۵)

## مسئلوں کا جو انکار کرے، اس کی امامت:

سوال: جو مولوی خلاف شریعت باتیں سن کر چپ رہے، گویا لوگوں کے لحاظ سے جو مسئلہ حق ہووے، اس کو چھپا دے اور شریعت کی بے ادبی کرے اور یہ کہے کہ فتویٰ شریعت میرا کیا کر سکتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے، جو کہ شریعت کے مسئلوں کو نہ مانے اور بے ادبی کے الفاظ کہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۰/۳-۱۲۱)

== (يجب قطع الصلاة) ولو فرضا (باستغاثه) شخص (ملهوف) لمهم أصابه كما لو تعلق به ظالم أو وقع في ماء أو صال عليه حيوان فاستغاث (بالمصلی) أو بغيره وقد ر علي الدفع عنه و (لا) يجب قطع الصلاة (بنداء أحد أبويه) من غير استغاثه لأن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فيما يجب قطع الصلاة وما يجزى: ۱۳۷-۱۳۸، المكتبة العصرية، انیس)

(۱) ویکرہ امامۃ عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الثائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار: ۳۰۶، ظفیر) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انیس)

(۳) ویکرہ امامۃ عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

شرح فقہ اکبر صفحہ: ۵۱۳ میں ہے:

"من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر". (ظفیر) (فصل فی العلم والعلماء، انیس)



## شرعی مسئلہ کو نہ ماننے والے کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی جامع مسجد میں امام ہے، اس میں مندرجہ ذیل عیوب موجود ہیں:

- (۱) جملہ مقتدی اس سے ناراض ہیں، ناراضگی دنیوی کاموں پر ہے، سوائے متولی کے جو کہ اس سے مجبور ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے محلہ کے لوگوں نے اسے لاٹھی بھی ماری، پھر بھی وہ پیش امام ہے۔
- (۲) مقتدیوں پر بہتان اور ان کے عیوب کو افشاء کرنا، اس پیش امام کی عادت ہے۔
- (۳) غرور سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ اگر نماز میں کوئی خلل واقع ہو، خود نہیں جانتا اور اگر مقتدی کسی صاحب علم سے مسئلہ معلوم کر کے بتائیں تو ان کی باتوں کو نہیں مانتا، علما کو غلط کہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا امام امامت کا حقدار ہے، یا اس کو مسجد سے نکال دیں؟

الجواب

اگر سوال میں درج شدہ واقعات درست ہیں؛ یعنی امام خود عالم نہیں ہے اور علما کے بتائے ہوئے مسئلہ کو مانتا نہیں اور مسلمانوں پر بہتان لگاتا ہے تو اسے مقتدیوں کی امامت سے الگ ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ حدیث میں ایسے شخص کی امامت پر اصرار کرنے پر وعید آئی ہے، (۱) اگر وہ خود مستعفی نہ ہو تو متولی مسجد کو بھی اختیار ہے کہ وہ اسے معزول کر دے۔ واللہ سبحانہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۹/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتویٰ نمبر ۷۰۷۷۷/۲۳ ج) (فتاویٰ عثمانی: ۴۱۵/۱-۴۱۶)

(۱) وفي الدر المختار، ۵۵۹/۱ (طبع سعید): ولأولاً قوماً وهم له كارهون، لأن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داود "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون".  
(عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة، من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ). (سنن أبي داود، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبد المغافري عن عبد الله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبه، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) / سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً. انيس)  
وفيه أيضاً: ۵۵۷/۱:

والأحق بالإمامة تقديم ما بل نصباً مجمع النهر الأعلام بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.

وفي البحر الرائق: ۳۴۸/۱ (طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ):

وأما الكراهة فمبينة على قلة رغبة الناس في لإقتداء بهؤلاء فيؤدى إلى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها  
تكثير الأجر. (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص اکثر مسئلہ غلط بتاتا ہو اور اپنے اندر عالم ہونے کا فخر رکھتا ہو تو اہل محلہ کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر نماز صحیح پڑھادی تو نماز ادا ہو جائے گی، اگر غلط پڑھائی تو غلط ہوگی، اکثر مسئلہ غلط بتانے میں ہر نماز کے متعلق احتمال رہے گا، جب صحیح مسائل جاننے والا اور بتانے والا موجود ہو تو غلط مسئلہ بتانے والے کو امام نہ بنایا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۳۸)

احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتا کرتا ہے؛ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو؛ کیوں کہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا؛ لیکن مدعی نے شرعی استفتا حاصل کر لیا، جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنادیا، جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پس پشت ڈالے؛ بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے، اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا، یا اس کو امام نماز بنانا، یا اس کا وعظ سننا، یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا، درست ہے؟ بیوقوفو جروا۔

(۱) والأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷-۵۵۸، سعيد)

عن إبراهيم قال: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سنا.

قال محمد: وبه نأخذ، وإنما قيل أقرؤهم لكتاب الله، لأن الناس كانوا في ذلك الزمان أقرؤهم لكتاب الله أفقههم في الدين، فإذا كانوا في هذا الزمان على ذلك فليؤمهم أقرؤهم فإن كان غيره أفقه منه واعلم بسنة الصلاة وهو يقرأ نحواً من قراءته فأفقههما واعلمهما بسنة الصلاة أولاها بالإمامة وهو قول أبي حنيفة رحمه الله. (كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، باب الرجل يؤم القوم أو يؤم الرجلين (ح: ۹۱): ۹۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

الجواب

اگر واقعہ ایسا ہے، جو سوال میں درج ہے تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات اور اس کی امامت جائز نہیں؛ (۱) لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے، اگر استفتا کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲۳۲/۲-۲۳۳)

### فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: میں اپنی آنکھیں بنوانے کے سلسلے میں تیار ہی تھا کہ اتنے میں رجعت نامہ مل گیا، مرتکبین جرم کو سنایا گیا؛ لیکن ان پر جہل اس قدر غالب ہے کہ کسی مفتی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم توبہ نہیں کریں گے، ہندوستان کے مفتیوں کے خلاف ہیں، ایسی صورت میں ان پر شرعاً معصیت عائد ہوتی ہے، جو فسق پر دلالت کرتی ہے، مسلمانوں کی کوئی حکومت نہیں ہے اور نہ پنچایت ہی قائم رہی، کوئی کسی کی نہیں سنتا اور سخن پروری مسلط ہو چکی ہے، اب ان کی امامت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں سے معاملات رکھنے چاہئیں، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

### فتویٰ کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا بڑا جرم ہے، جس کی سخت سزا ہے۔ (۲)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كتم علماً تلجم بلجام من نار يوم القيامة. (صحيح ابن حبان، ذكر إيجاب العقوبة في القيامة على الكاتم العلم الذي يحتاج إليه في أمور المسلمين (ح: ۹۵) / مصنف ابن أبي شيبة، في الرجل يكتم العلم (ح: ۲۶۴۵۴) / مسند الإمام أحمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه (ح: ۱۰۴۸۷) / انيس) عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كتم علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار. (المستدرک للحاكم: ۱/۸۲، رقم الحديث: ۳۴۶، دار الكتب العلمية بيروت. انيس) في المقاصد الحسنة للسخاوي: "من كتم علماً يعلمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار" لجماعة وحسنه الترمذی وصححه الحاكم ويشتمل الوعيد حبس الكتب عن الطالب لا سيما عند عدم التعدد والابتلاء هذا كثير. (مراجعة المفاتيح، كتاب العلم: ۳۰۴/۱، دار الفكر بيروت. انيس)

(۲) "إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة، فقال صاحبه: ليس كما أفتوا أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير، كذا في الذخيرة". (الفتاوى الهندية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيدية)

إذا أخذ رجل في حادثة فتوى العلماء وجاء إلى خصمه فقال: أنا لا أعمل عليه أو قال: ليس كما أفتوا وهو جاهل إن ذكر أهل العلم بالتحقير، وجب عليه التعزير، وإذا كذب بالتعريض، وجب التعزير، كذا في الحاوي القدسي. (الفتاوى الهندية، فصل في التعزير: ۱۶۸/۲-۱۶۹، دار الفكر بيروت. انيس)

امامت کا منصب تو جلیل القدر منصب ہے، ایسا آدمی اس کا اہل نہیں، (۱) البتہ کسی اہل علم کے نزدیک اس کے علم و بصیرت کی روشنی میں فتویٰ ہی صحیح نہ ہو، یا اس کے نزدیک غلط ہی سوال قائم کیا گیا ہو تو اس کا حکم یہ نہیں، توبہ و استغفار بہر حال امر خیر ہے، جس کا حکم نص قطعی میں موجود ہے، (۲) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت منقول ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۶/۷۵-۷۶)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

”وذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم اللہ تعالیٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۹۷/۱-۹۸، قدیمی)

والصحيح في الأثر والنظر ارتباط صلاة المأموم بصلاة الإمام فإن الإمام جعل ليؤتم به ويقتدى بأفعاله قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ أي يأتمون بك هذا حقيقة الإمام لغة وشرعا فمن خالف إمامه لم يكن متبعا له. (اللباب في الجمع بين السنة والكتاب، باب من اقتدى بإمام ثم علم أنه محدث: ۱/۶۵، دار القلم. انیس)

(۱) قال اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ (سورة التحريم: ۸)

﴿تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ﴾ يقول: ارجعوا من ذنوبكم إلى طاعة الله وإلى ما يرضيه عنكم ﴿تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ يقول: رجوعا لا تعودون فيها أبداً. (تفسير الطبري، سورة التحريم: ۲۳/۹۳، مؤسسة الرسالة. انیس)

عن عبد الله في قوله: ﴿تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ قال: التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود. (مسند الإمام أحمد، كلام بن مسعود رضي الله عنه (ح: ۳۴۵۶۰) انیس)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”والله إني لأستغفر الله وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرة“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، ص: ۲۰۳، قدیمی) (صحيح البخاري، باب استغفار النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۶۳۰۷) سنن الترمذي، باب ومن سورة محمد صلى الله عليه وسلم (ح: ۳۲۵۹) / السنن الكبرى للنسائي، كم يتوب في اليوم (ح: ۱۰۱۹۴) / شرح معاني الآثار، باب الرجل يقول أستغفر الله وأتوب إليه (ح: ۶۹۵۱) / صحيح ابن حبان، ذكر البيان بأن هذا العدد الذي ذكرناه لم يكن بعدد لم يزد عليه المصطفى صلى الله عليه وسلم (ح: ۹۲۵) / مسند الشاميين للطبراني (ح: ۳۰۴۰) / عمل اليوم والليلة لابن السني، باب الاستغفار في اليوم سبعين مرة (ح: ۳۶۷) / انیس)

عن أبي بردة يقول: سمعت رجلا من جهينة يقال له الأغر من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يحدث عن ابن عمر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: يا أيها الناس توبوا إلى ربكم فإني أتوب إليه كل يوم مائة مرة. (صحيح ابن حبان، ذكر الأمر بالاستغفار لله عز وجل (ح: ۹۲۹) / مصنف ابن أبي شيبة، ما ذكر في الاستغفار (ح: ۲۹۴۴۴) / مسند الإمام أحمد، حديث الأغر (ح: ۱۷۸۴۷) انیس)

## لا لچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں سر بلند پورہ کے خطیب ... دوفریقوں کا ثالث مقرر ہوا، لا لچ کی وجہ سے شرعی فیصلہ کے بجائے غیر شرعی فیصلہ کیا اور لوگوں کو ظاہر کیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے، حالاں کہ وہ دھوکہ اور فراڈ تھا، جب اس فیصلہ کو قاضی غلام سرور آف بڈنی کو پیش کیا گیا تو یہ ثالث اپنے فراڈ (دھوکہ) کی وجہ سے حاضر ہونے سے انکاری ہوا اور حاضری نہیں دی۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

بینواتو جروا۔

(المستفتی: حاجی سفید گل سر بلند پورہ پشاور، ۲۱/۲/۱۴۰۲ھ)

### الجواب

چونکہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں حصص شرعی معلوم اور متیقن ہیں اور فائل میں تحریر شدہ ہیں تو اگر اس مصالح خطیب نے بلا رضامندی طرفین یہ فیصلہ کیا ہو تو فیصلہ نا منظور اور کالعدم ہے اور فراڈ کرنے کی صورت میں نیک لوگوں کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۷/۲)

## مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو عدالت کی بار بار تنبیہات کے وجود آبا نہیں کیا اور کیس کی پیروی بھی نہیں کرتا، بالآخر عدالت نے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی، بندہ نے دیوبند، سہارنپور، دہلی، کراچی، ملتان اکوڑہ خنگ وغیرہ سے استفتاءات کئے کہ بصورت مذکورہ شرعاً طلاق ہوئی، یا نہیں؟ تو سب نے لکھا کہ طلاق ہوئی ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہے تو بندہ نے دوسری جگہ نکاح پڑھ دیا، اب ہمارے امام مسجد نے کہا کہ تنسیخ نکاح ہمارے مذہب میں نہیں ہے، لہذا یہ دوسرا نکاح حرام ہے، اب استفتایہ ہے کہ جب مفتیوں نے فتویٰ دیا اور بعد عدت کے جائز سمجھ کر نکاح کیا تو اس کو حرام کہنے والے کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

(المستفتی: نامعلوم.....)

(۱) قال العلامة الحلبي: كذا في الفتاوى الحجة وفيه إشارة إلى إنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً على أن كراهة

تقديمه كراهة تحریم. (الشرح الكبير، ص: ۴۷۵، فصل في الإمامة)

(و كره إمامة العبد) ... ((والفاسق)) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليه

إهانته شرعاً. (تبیین الحقائق، الأحق بالإمامة: ۱/۳۴، بولاق. انیس)

الجواب

اگر ضرورت شدیدہ (مثلاً: عصمت کا ڈر، یا نفقہ کا عدم انتظام) کی بنا پر یہ فسخ ہوا ہو تو یہ فسخ اور حاکم کا طلاق دینا صحیح ہے اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے، (۱) اور اس کو غلط سمجھنے والا مولوی غلطی پر ہے، اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مولوی اصل مذہب (۲) کی بنا پر حق بجانب ہے، اگرچہ جم غفیر کے فتویٰ پر بے اعتمادی کرنے سے غلطی پر ہے۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۵۰/۲)



(۱) الحيلة الناجزة للشيخ أشرف على التهانوي، ص: ۲۹، ج ۲، تفريق الزوجين بحكم حاكم  
(۲) (ولا يفرق) أى لا يفرق القاضى بين الزوجين (لعجزه عن النفقة) لأن التفريق إبطال حقه وفى عدمه تأخير حقها والثانى أحق صدرًا من الأول فكان أولى على أن غاية النفقة أن تكون ديناً فى الذمة وقد أعسر الزوج بها فكانت مأمورة بالانتظار بالنص. (النهر الفائق، باب النفقة: ۵۱۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)  
(قوله ولا يفرق بينهما بعجزه عنها) أى غائباً كان أو حاضراً (قوله بأنواعها) وهى مأكول وملبوس ومسكن ح (قوله حقها) أى من النفقة وهو منصوب مفعول المصدر وهو إيفاء (قوله ولو مؤسراً) المناسب ولو معسراً لأنه إشارة إلى خلاف الشافعى رحمه الله والأصح عنده عدم الفسخ بمنع المعسر حقها كمذهبنا (قوله باعسار الزوج) مقابل قوله ولا يفرق بينهما بعجزه ط (قوله بتضررها بغيبته) أى تضرر المرأة بعدم وصول النفقة بسبب غيبته وفى بعض النسخ وبتضررها بغيبته أى تعذر النفقة وهى أظهر وهذا مقابل قوله ولا إيفاء حقها والحاصل أن عند الشافعى إذا أعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ كذا إذا غاب وتعذر تحصيلها منه على ما اختاره كثيرون منهم لكن الأصح المعتمد عندهم أن لا فسخ مادام مؤسراً وإن انقطع خبره وتعذر استيفاء النفقة من ماله كما صرح به فى الأم، قال فى التحفة بعد نقله ذلك: فجزم شيخنا فى شرح منهجه بالفسخ خبر لا مال له حاضر مخالف للمنقول كما علمت، ولا فسخ بغيبه من جهل حاله يساراً وإعساراً بل لو شهدت بينة أنه غاب معسراً فلا فسخ ما لم تشهد باعساره الآن وإن علم استنادها للاستصحاب أو ذكرته تقوية لا شكاً كما يأتى، (قوله نعم لو أمر شافعيًا) أى بشرط أن يكون مأذوناً له بالاستنباط، خانية، قال فى غرر الذكار: ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ينصب القاضى الحنفى نائباً ممن مذهب التفريق بينهما إذا كان الزوج حاضراً وأبى عن الطلاق لأن دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة إذ الظاهر أنها لا تجد من يقرضها وغنى الزوج مآلاً أمر متوهم فالتفريق ضرورى إذا طلبته، وإن كان غائباً لا يفرق لأن عجزه غير معلوم حال غيبته وإن قضى بالتفريق لا ينفذ قضاءه لأنه ليس فى مجتهد فيه لأن العجز لم يثبت، اهـ.

ونقل فى البحر اختلاف المشائخ وأن الصحيح كما فى الذخيرة عدم النفاذ لظهور مجازفة الشهود كما فى العمادية والفتح، الخ. (رد المحتار، مطلب فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، باب النفقة: ۵۹۰/۳، دار الفكر. انيس)

# جاہلانہ اور غلط رسم و رواج کرنے والے کی امامت

## بارات میں باجہ لے جانے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی امام اپنے لڑکے کی شادی میں باجہ لے جاوے اور یہ عذر بیان کرے کہ لڑکی والے نے کہا ہے کہ اگر باجہ لاوے گا تو نکاح کروں گا، یہ عذر شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ عذر شرعاً مسموع نہیں ہے اور اس عذر کی وجہ سے باجہ لیجانا درست نہیں ہے، اگر امام مذکور نے ایسا کیا تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۱/۳)

## اولاد کی شادی میں ڈھول بجوانے والے کی امامت:

سوال: زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس یوم پہلے سے ڈھول بجوایا اور دیگر رسوم بھی کی گئیں، زید ایفون بھی کھاتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید اس صورت میں فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ امامت کے لائق نہیں ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۷/۳)

(۱) (و) کرہ (کل لہو) لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ”کل لہو المسلم حرام إلا ثلاثۃ: ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ، ومناضلتہ بقوسہ“۔ (الدر المختار) عن أبی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل شیء من لہو الدنیا باطل، إلا ثلاثۃ انتضالک بقوسک وتادیبک فرسک وملاعبتک اہلک فإنہا من الحق۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد (ح: ۲۴۶۸) قال الذہبی: علی شرط مسلم. ج: ۲/ص: ۱۰۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت. انیس)

قوله: (کرہ کل لہو) أى کل لعب وعبث، إلخ، شامل لنفس الفعل، واستماعہ کالرقص والسخریۃ والتصفیق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنہا کلہا مکروہۃ لأنها زی الکفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلک حرام، وإن سمع بغتۃً یكون معذوراً ویجب أن یجتہد أن لا یسمع، قہستانی۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۳۴۷/۵-۳۴۸، ظفیر)

==

(۲) ویکرہ إمامۃ عبد، إلخ، وفاسق۔ (الدر المختار)

## غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنے والے کی امامت:

سوال: زید ناچ و رنگ کی مجلسوں میں حصہ لیتا ہے اور غیر شرعی تقریبات میں شرکت کر کے خورد و نوش کرتا ہے اور بہت سی باتیں خلاف شرع کرتا رہتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے ترک مولات کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

نماز تو فاجر مسلمان کے پیچھے بھی جائز ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف ہے:

”صلوا خلف کل بروفاجر“۔ (۱)

لیکن متقی کے پیچھے نماز افضل ہے، (۲) مسلمانوں کے آپس میں ترک مولات جائز نہیں ہے؛ لیکن بحالت مجبوری محض اصلاح کے ارادہ سے فتنہ و فساد سے بچتے ہوئے جب کہ بایکٹ سے اصلاح کی امید قوی ہو تو اس وقت یہ جائز ہے، جب تک کہ وہ بدکاری سے باز نہ آجائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۴/ صفر ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۳۲۲-۳۲۵)

== من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۱) ”صلوا خلف کل بروفاجر“ أبو داؤد، والدارقطنی واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول، عن أبي هريرة رضي الله عنه. (التلخيص الحبير: ۸۴/۲) (كتاب صلاة الجماعة، رقم الحديث: ۵۷۸، انیس)

والحديث رواه الدارقطنی، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۶۸: ۴/۲، مؤسسة الرسالة/ أبو داؤد: ۳۴۳ بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برأ كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر. كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، والإمام الزيلعي في نصب الرؤية: ۲/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث و الستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انیس

(۲) ”ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي كذا في الخلاصة“ (الفتاوى الهندية: ۸۴/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، انیس)

(۳) قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك... وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمته أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دينه يجوز له مجانته... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“. (مرواة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۷۱۶/۴) (كتاب الآداب، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۰۲۷، انیس)



وہمی کا امام بنانا کیسا ہے:

سوال (۱) ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتا، اگر کوئی مسلمان اس کو کوئی چیز دیوے تو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا، اس سے کہتا ہے کہ زمین پر رکھ دو، پھر وہ زمین پر سے اٹھاتا ہے، ایسے شخص سے بیعت کرنا اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

قومیت بدلنے و دیگر گناہ کرنے والے کی امامت:

(۲) ایک امام مسجد نے اپنی ذات کو تبدیل کر لیا ہے، ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

سہرا باندھنے والے کی امامت:

(۳) ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا، اس نے اپنی دیواروں پر سہرے باندھوائے، اس کی امامت و بیعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا وہمی شخص جس کو اتباع شریعت کا کچھ خیال نہیں ہے، لائق بیعت کرنے کے اور پیر و مقتدا بنانے کے نہیں ہے اور امام بنانا بھی اس کو نہیں چاہئے؛ لیکن اگر اس نے نماز پڑھائی تو اگر کوئی امر مفسد صلوٰۃ اس سے سرزد نہیں ہوا تو نماز ہوگئی۔ (۱)

(۲) ایسا شخص لائق امام بنانے اور پیر بنانے کے نہیں ہے۔ (۲)

(۳) ایسا شخص بھی لائق امامت و بیعت کے نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵/۳)

جن کے گھر غلط رسمیں کی جاتی ہوں اور وہ منع نہ کریں، ان کی امامت:

سوال: بہت سے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ میں گھر کی عورتیں ڈھولک بجاتی ہیں، گیت گاتی ہیں اور دوسروں کے گھر کی عورتیں آکر باہم گاتی بجاتی ہیں، ان کے مردان کو اس کام سے منع نہیں کرتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بہت سے لوگ تیرہ تیزی بارہ وفات اور تین و تیرہ و تینس و آٹھ و اٹھارہ و اٹھائیس تاریخ کو منحوس جانتے ہیں، ان تاریخ میں بیاہ شادی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(۱) والأحق بالإمامة، إلخ، الأعلّم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر

المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱، ظفیر)

(۲-۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أى صاحب بدعة. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

الجواب

جو لوگ اپنی عورتوں کو افعال مذکورہ سے منع نہیں کرتے گنہگار ہیں، ان کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے اور جو لوگ توارخ مذکورہ کو منحوس جانتے ہیں اور ان تاریخوں میں نکاح وغیرہ نہیں کرتے، یہ بے اصل ہے، سب دن اور تاریخ مبارک ہیں اور ایسے برے عقیدہ والے لائق امام ہونے کے نہیں ہیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱/۳۲)

شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پٹیال میں تمام اشخاص نے باہم یہ حلف لیا تھا کہ شادی میں غیر شرعی رسومات مثلاً ڈھول باجا، گانا بجانا، ناچنا وغیرہ نہیں کیا جائے گا، اگر کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ نشست و برخاست اور کھانا پینا ترک کیا جائے گا، تقریباً پانچ سال تک تمام لوگ اس عہد پر پابند رہے، لیکن ہمارے امام مسجد نے اس عہد کو توڑا اور گانا بجانا کیا ان کو دیکھ کر ایک اور شادی میں بھی اسی طرح ہوئی اور گانے بجانے کے ساتھ مغنیہ عورتیں بھی مدعو کی گئیں اور سب کے سامنے نچوائی گئیں، اس امام مسجد نے اس کا بائیکاٹ بھی نہیں کیا اور نکاح کے لیے چلے گئے، اب اس امام کا کیا حکم ہے کہ اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: نامعلوم..... مانسہرہ)

الجواب

اگر عام لوگ امام کے معاون اور امام سے مدافعت کرنے والے نہ ہوں امام کو اکیلے چھوڑنے والے ہوں تو ایسے بے حیثیت اور عہد شکن امام کو معزول کرنا مناسب ہے۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۸/۲-۳۲۹)

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، و فاسق. (الدر المختار) و کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)  
(۲) قال العلامة ابن عابدین: وعند الحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة وإذا قلد عدلاً ثم جار وفسق لا ينزل ولكن يستحب العزل إن لم يستلزم فتنة... (قوله: ويعزل به) أی بالفسق لو طرأ عليه والمراد أنه يستحق العزل كما علمت آنفاً ولذا لم يقل: يعزل. (ردالمحتار علی هامش الدر المختار: ۴۰۵/۱، باب الإمامة) (۵۴۹/۱، دار الفکر بیروت)  
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورۃ لقمان: ۶)

جمہور صحابہ و تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان ہے اور ساز و سامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بد بختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز و موسیقی، نغمہ و سرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلات طرب و شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لہو الحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، سی آر، ویڈیو فلیپس، ڈش انٹینا وغیرہ بھی۔ اللہ ہم سب کو اپنا قریبی بننے کی توفیق دے۔ آمین (انیس)

## بدگوئی امامت

کلمات بد بولنے والے کا امام ہونا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی مسلمان حافظ قرآن پابند صوم و صلوٰۃ چند مسلمانوں کے روبرو باوازا بلند کہے نام لے کر کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے فلاں مولوی مردود کی وجہ سے جنت دیوے تو میں ہرگز قبول نہ کروں؛ بلکہ اس خبیث کے عوض دوزخ کا خواستگار ہوں اور مولوی موصوف جس پر لفظ مردود بولا گیا، ایسا بہمہ صفت موصوف ہو کہ جس کو نصف دنیا کے آدمی اچھا جانتے ہوں اور اعتقاد بھی رکھتے ہوں، یہ شخص کس گناہ کا مرتکب ہوا اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

معصیت ہونا اس کا ظاہر ہے اور ایسے کلمات میں خوف کفر ہے، بدون توبہ کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کیا جاوے اور اگر وہ مولوی ہے تو مصداق اس حدیث کا ہے: ”إن شر الشر شرار العلماء“ (۱) کہ سب سے بدتر شریر علماء ہیں تو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدتر فرمادیں، اس کو بدتر کہنا بیجا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۶/۳)

امام اعظم کو برا بھلا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: بعد تھوڑے عرصہ کے جناب حافظ صاحب مسجد میں نماز مغرب کے قبل تشریف لا کر مصلیوں سے کہنے لگے کہ دیکھئے دیکھئے صاحبو! اس کتاب نام لا معلوم میں لکھا ہے، کیا لکھا ہے: مسئلہ، مردود امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کی خرچی حلال یعنی کی شرح میں موجود ہے، پس مصلیوں میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ جناب حافظ صاحب! آپ شاید امام صاحب کے حالات سے واقف نہیں، امام صاحب وہی ہیں کہ ایک وضو سے چالیس برس تک نماز فجر کی پڑھی تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ امام صاحب نے بدعت کیا تو اسی مصلی نے کہا کہ او نماز یودیکھو اعتقاد حافظ صاحب کا معلوم ہو گیا اور ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس روز مالا بدمنہ کو پدوڑی بنایا اور آج امام صاحب کو زنا کی

(۱) مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الثالث، ص: ۳۷، ظفیر (رقم الحدیث: ۲۶۷) عن حکیم قال: سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال: لا تسألونی عن الشر واسألونی عن الخیر یقولہا ثلاثاً، ثم قال: ألا إن شر الشر شرار العلماء وإن خیر الخیر خیار العلماء. (سنن الدارمی، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغير اللہ (ح: ۳۸۲) انیس)

تہمت لگایا اور بدعتی بنایا، افسوس: جناب حافظ صاحب آپ اگر جماعت مسلمان علم والوں میں ہوتے تو اس گفتگو پر جماعت سے گوشمالی دے کر نکال دیئے جاتے اور امام بننے کے لائق نہ رہتے اور دیکھو بھائیو! میں ان کے کچھ نماز نہ پڑھوں گا اور اگر جماعت ہوتی رہے گی تو وار کعوامع الراکعین کے خیال سے جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنی دہراؤں گا، چوں کہ حافظ صاحب اس محلہ کے امام ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق ہو، اس شخص کا کلام ارقام سے باہر ہے، ایسے کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسے اعتقاد والے کو کیا کہنا چاہیے، صاف صاف مدلل تحریر ہو؟

الجواب

جس نے امام اعظمؒ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کئے، وہ خود مردود ہے، (۱) اس کے پیچھے نماز درست نہیں، مسلمانوں کو کوئی اور امام صالح حنفی متقی تلاش کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

۲/ رجب ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۲۳-۱۲۴)

(۱) ... وفي رواية الشيخين عن أبي هريرة: "والذي نفسي بيده لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس" وليس المراد بفارس البلاد المعروفة بل جنس من العجم، وهم الفرس، لخبر الديلمي: "خير العجم فارس" وقد كان جد أبي حنيفة من فارس ما عليه الأكثرون، قال الحافظ السيوطي: هذا الحديث الذي رواه الشيخان أصل صحيح يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة وهو متفق على صحته وبه يستغنى عما ذكره أصحاب المناقب ممن ليس له دراية في علم الحديث، فإن كان سنده كذا بين ووضايع، آه ملخصا. (رد المحتار، مقدمة: ۵۳/۱، دار الفكر. انيس) قرأت خلف الامام سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی امام ابوحنيفة سے روایت کے متعلق دارقطنی نے لکھا کہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوحنيفة اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور وہ دونوں ضعیف راوی ہیں، اس پر نوٹ لکھتے ہوئے علامہ عینی شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں:

قلت: قد ظهر لك تحامل الدار قطنی علی أبي حنيفة وتعصبه الفاسد فمن أين للدار قطنی تضعيف مثل أبي حنيفة؟ والحال أنه بهذا يستحق التضعيف ثم هو يضعف حديث أبي حنيفة وقد روى هو في سننه أحاديث سقيمة معلولة وأحاديث غريبة منكورة وأحاديث موضوعا، الخ. (شرح سنن أبي داود، من ترك القراءة في صلاته: ۹۷/۳، مكتبة الرشد الرياض. انيس)

قلت: لو تأدب الدار قطنی واستحي لما تلفظ بهذه اللفظة في حق أبي حنيفة فإنه إمام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل ابن معين عنه فقال: ثقة مأمون ماسمعت أحدا ضعفه، هذا شعبة بن الحجاج يكتب إليه أن يحدث وشعبة شعبة. وقال أيضاً: كان أبو حنيفة ثقة من أهل الدين والصدق ولم يهتّم بالكذب وكان مأموناً على دين الله تعالى صدوقاً في الحديث وأثنى عليه جماعة من الأئمة الكبار مثل عبد الله بن المبارك ويعد من أصحابه وسفيان بن عيينة وسفيان الثوري وحماد بن زيد وعبد الرزاق ووکیع وكان يفتي برأيه والأئمة الثلاثة مالک والشافعي وأحمد وآخرون كثيرون وقد ظهر لك من هذا تحامل الدار قطنی وتعصبه الفاسد، الخ. (عمدة القاری شرح البخاری، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلاة: ۱۲/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت. انيس)

### صاحب ہدایہ کو مشرک کہنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص صاحب ہدایہ کو مشرک کہتا ہے اور ہدایہ کو منطق فلسفہ بتلاتا ہے اور صاحب مذہب کو بدعتی کہتا ہے اور نیز اس کو لقب ہذا کے ساتھ خط لکھتا ہے: ”السلام علیکم من اتبع بہدایۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم“، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۶/۳)

### عالمگیری کو گرنٹھ کہنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جو کہ دوران گفتگو ایک مسئلہ کے بلا تاحاشا و بلا خوف فتاویٰ عالمگیری کے حق میں جو کہ علم فقہ کی معتبر اور مستند کتاب ہے، گرنٹھ (مضنفہ گرو نانک جو کہ سکھوں کا پیرو و مقتدا ہے) کہہ دیتا ہے اور پھر اس پر اس کا اصرار ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق اور سخت عاصی ہے، جب تک توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، (۲) اور امام نہ بناویں، کتب فقہ کی توہین کو علما نے کفر لکھا ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۱-۱۲۲/۳)

(۱) کما صرح بہ فی الشامی: أن إمامة الفاسق مکروہ تحریمًا: أي کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

قال سهل بن عبد الله التستري: لا يزال الناس بخير ما عظموا السلطان والعلماء فإن عظموا هذين أصلح الله دنياهم وأخراهم وإن استخفوا بهذين أفسد دنياهم وأخراهم. (عقيدة المسلم في ضوء الكتاب والسنة. (تفسير القرطبي: ۲۶۰/۵، انیس) أن الاستهزاء بالعلماء والصالحين لأجل ما هم عليه من العلم الشرعي واتباعهم للقرآن الكريم والسنة النبوية الصحيحة هو في حقيقته استهزاء بآيات الله تعالى وسخرية بشرائع دين الله عز وجل ولا شك أن هذا الاستهزاء كفر يناقض الإيمان يقول الله تعالى: ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (الجناتية: ۹) ولم يجيء إعداده العذاب المهين إلا في حق الكفار. (الصارم المسلول لابن تيمية: ۵۲، انیس) وفي الخلاصة: من قال: قصصت شاربك وألقيت العمامة على العاتق استخفافاً يعني بالعالم أو بعلمه

كفر. (الموسوعة العقديّة- الدرر السنية، المطلب الثاني: الإستهزاء بالعلماء: ۶۱/۷، انیس)

عن أبي ذر قال: إن خليلي أو صاني أن أسمع وأطيع وإن كان عبداً مجدع الأطراف. (مسلم (ح: ۱۸۳۷) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ و فاسق. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱)

(۳) من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر. (شرح فقہ الأكبر، ص: ۵۱۵، ظفیر) (فصل في العلم والعلماء، وكذا في تهذيب ألفاظ الكفر، ص: ۲۶، انیس)

## امام کو برا بھلا کہنے والے کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک پیش امام بامشاہرہ مقرر ہیں، لوگ ان کو کہتے ہیں کہ تم میرے نوکر ہو اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں، اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

پیش امام جو مشاہرہ پاتے ہیں، بلاشبہ وہ نوکر و ملازم ہیں؛ لیکن وہ عزت دار نوکر ہیں، ان کی تعظیم و تکریم تمام مقتدیوں پر لازم ہے، جس طرح استاد (جو نوکر ہو) کی تعظیم کی جاتی ہے، چوں کہ پیش امام ایسا شخص مقرر کیا جاتا ہے، جو متقی ہو اور مسائل نماز و طہارت سے واقف ہو، قرآن صحیح پڑھتا ہو، ان ہی باتوں کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنی چاہئے اور ان کی اہانت اور برا کہنا اور گالیاں دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کامل مسلمان وہی ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۳-۳۲۴)

## جو امام جاہلانہ جواب دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: جب زید سے صبح کو یہ بات کہی کہ رات تم نے کواڑ کیوں نہیں کھولے تو زید نے غصہ ہو کر جواب دیا کہ نماز پڑھنا مسجد ہی میں منحصر نہیں ہے، گھر پڑھ لی ہوتی اور جب زید کو وہ حدیث سنائی، جس میں یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو اپنی امت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم کرتا کہ جو لوگ گھروں میں مسجد کے ہوتے ہوئے اور تندرست ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کے گھروں میں آگ لگا دو۔ زید نے کہا کہ ایسی حدیثیں بہت ہیں، میں نہیں سنتا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے، یا نہیں؟

== الاستہزاء بالعلم والعلماء کفر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۹۱، انیس)

والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم العلم صفة الله تعالى منحه فضلا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسوله فاستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية: ۳۳۶/۶، انیس)

(۱) واضح رہے کہ امامت یا امامت کی طرح کے دوسرے ملی اور اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے لوگ اصل میں کار عبادت انجام دے رہے ہیں؛ لیکن انہیں اس کا عبارت میں مشغول ہونے اور اس کی وجہ سے محبوس و پابند ہونے کی وجہ سے بصورت اجرت نفقہ احتساب دیا جاتا ہے؛ اس لئے انہیں تنخواہ دار ملازم اور نوکر تصور کرنا غیر اسلامی فکر ہے، عام نوکر کو بھی یہ کہہ کر اس کی توہین کرنا جائز نہیں، چہ جائے کہ امام جو ایک دینی ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر ایک دینی منصب پر فائز ہے، اس کو نوکر کہہ کر اس کی توہین کرنا بڑا گناہ ہے۔ [مجاہد]

عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (مشکوٰۃ المصابيح: ۱۲/۱) (کتاب الإيمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ۶، انیس)

الجواب

زید کا جواب جاہلانہ ہے، ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ (۱)  
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۵/۳-۲۳۶)

اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے تو اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: شخصے معروف النسب وثابت النسب را حرام زادہ گفت و دشنام ناسزا یافتہ واد شرعاً فاسق گردد و امامت  
جائز است یا نہ؟ (۲)

الجواب

در فتن و کراہت امامت کلام نیست، إلا أن يتوب، کذا فی کتب الفقہ. (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۹/۳)

گالی دینے والے کو امام بنانے کا حکم:

سوال: ایک امام بدگو، جلد مشتعل ہو جانے والا اور غصہ میں آپے سے باہر ہو جانے والا ہے؛ نیز غیبت و دروغ  
گوئی کا بھی عادی ہے، ایسے امام کی اقتدا میں نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ ایک امام جس کے پیچھے اس کی اخلاقی پستیوں  
کی بنا پر نماز پڑھنے کی طرف دل مائل نہ ہو اور دوسری مسجد بھی نزدیک نہ ہو تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے  
سے نماز ادا ہو جائے گے؟

الجواب

سب و شتم کا عادی، جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے والا فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے؛ (۴) تا وقتیکہ وہ ان گناہوں  
سے توبہ نہ کرے، البتہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لی گئی ہوں وہ ادا ہو جاتی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۷/۱۱/۲۷ھ۔ (فتویٰ نمبر: ۱۸/۱۳۷۲، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۴-۴۳۵)

(۱) "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (مشکاۃ الصابیح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶،  
ظفیر) (رقم الحدیث: ۲۳۶۳، انیس)

(۲) خلاصہ سوال: ایک شخص نے ایک معروف النسب اور ثابت النسب شخص کو حرام زادہ کہا اور سخت قسم کی گالی دی تو کیا وہ شرعاً فاسق  
ہو گیا اور اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ (انیس)

(۳) ویکرہ تقدیم الفاسق لتساهله فی الأمور الدينية فلا يؤمن من تقصيره فی الإتيان بالشرائط. (غنية المتملى  
شرح منية المصلى، ص: ۳۵۱، ظفیر)

ایسے شخص کے فتن اور امامت کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(۴) وفي الدر المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰، ایچ ایم سعید (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس): ویکرہ  
إمامة عبد... وفاسق، إلخ.

## گالی بکنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اولاد کو ماں بہن کی گالیاں دیتا ہے، حرامی بچہ اور حرام کی اولاد کہتا ہے اور نطفہ میں فرق ہونا بتلاتا ہے، ایک دختر جوان ہے، جس کا پردہ بالکل نہیں کراتا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ امامت اس کی کیسی ہے؟

الجواب

شخص مذکور کے اکثر افعال خلاف شریعت اور حرام اور معصیت ہیں، لہذا اس پر حکم فسق عائد ہوتا ہے، وہ فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۷/۳)

## گالی کے عادی کی امامت:

سوال: جس آدمی کی عادت ہو کہ وہ بات کرنے میں گالی دیتا ہو اور مقتدیوں کو گالی دیتا ہو، منافق کہتا ہو تو کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

یہ وصف ہرگز امام کے لئے زیبا نہیں، اس کا منصب جلیل ہے، شانِ امامت کے خلاف ہے، اس کو اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ تو وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوگا۔ (۲)

**تنبیہ:** مقتدیوں کے لئے سخت ابتلاء ہوتا ہے، جب ان کو ایسے امام ملتے ہیں حق تعالیٰ کی رحمت ہو تو مقتدی بھی اچھے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۶)

== وفي الدر المختار، أيضاً: ٥٦٢/١: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. وقال الشامي رحمه الله تحته قوله: نال فضل الجماعة. أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الأفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع. (وكذا في البحر الرائق: ٣٤٩/١ - ٣٥٠، والفتاوى الهندية: ٨٤/١)

(۱) ويكره إمامة، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مثلى فى شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انیس)

حدیث نبوی ہے: ”سبب المسلم فسوق وقتاله كفر“. (رواه مسلم. ظفیر) (كتاب الإيمان، باب: بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سبب المسلم فسوق وقتاله كفر، رقم الحديث: ۶۴، انیس)

(۲) ”ويعزل به إلفتنه“. (الدر المختار)

وفى رد المحتار: ”قوله: (يعزل به): أى بالفسق لو طرأ عليه، والمراد أنه يستحق العزل“. (كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٤٩/١، سعيد) (مطلب: شروط الإمامة الكبرى، انیس)



کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متدین متشرع شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اور امام مسجد نے آکر اسے کچھ کہا، اس نے جواب میں قرآن مجید بند کر کے کہا کہ میرے ہاتھوں میں کلام اللہ شریف ہے، حلفیہ کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ بات کہی ہے اور نہ یہ کام کیا ہے تو امام نے جواب میں کہا کہ تو تو کافر ہے، منافق ہے، ابلیس ہے، تیرے اس کلام پر بھی مجھے اعتماد نہیں تو اس امام مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ قابل امامت ہے، یا نہیں؟ دائرہ اسلام سے خارج ہے، یا نہیں؟ مینو اتوجروا۔

(المستفتی: عبدالمنان چیمالی ہزارہ..... ۳ نومبر ۱۹۷۷ء)

الجواب

چونکہ اس امام کا اس پہلے شخص کی قسم پر اعتماد نہیں ہے، کلام اللہ پر باقاعدہ اعتماد رکھتا ہے، لہذا یہ امام کافر نہیں ہوا ہے، البتہ سبب (گالی) کی وجہ سے فاسق ہوا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”سباب المسلم فسوق“۔ (رواہ مسلم) (۱)

ان کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے، کما صرح بہ فی إمامة البحر۔ (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدی: ۴۰۲/۲)

مسجد میں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اور مسجد کا احترام نہ کرے، ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

ایسی حرکت سے تو ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے، (۳) امام کا منصب تو بلند ہے، اگر امام باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۲/۶-۱۶۳)

(۱) الصحيح لمسلم: ۵۸/۱، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

(۲) قال العلامة ابن نجيم: فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فإن أمكن الصلاة

خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالإقتداء أولى من الإنفراد. (البحر الرائق: ۹۴/۱، باب الإمامة)

(۳) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر“. (مشکوٰۃ

المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة و الشتم: ۴۱۱/۲، قديمي) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۸۱، انيس)

فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها وتوليئها مما ينبغي التنظيف منه، ولم تبني لأعمال

الدنيا ولولم يكن فيه توهم وتلويث وإهانة. (الحلبى الكبير، فصل فى أحكام المساجد، ص: ۶۱۱، سهيل اكيڈمی، لاہور)

==

(۴) ويكره إمامة عبد و أعرابى وفاسق وأعمى.“

## فحش گواہی اور نقال کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید ہمیشہ فحش بکتا ہے؛ بلکہ کبھی مسجد کے اندر بھی الفاظ فحش کا استعمال کرتا ہے اور گالیاں بھی بکتا ہے اور غیبت کرتا ہے اور دوسرے نمازیوں کی نیت نماز کی نقلیں کرتا ہے، جس سے نمازیوں کو نماز میں ہنسی آ جاتی ہے اور بعض دفعہ نماز میں ہنستا ہے، آیا یہ شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: صلوا خلف کل برو فاجر۔ (۱) لیکن اولیٰ والیق امامت کے وہ شخص ہے کہ علم واقرا ہونے کے ساتھ صالح و متقی ہو؛ کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز اگر صحیح ہے؛ مگر مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں ہے کہ فاسق کو امام مقرر کرنا ممنوع ہے؛ کیونکہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی ممنوع ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۹/۳)

== قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ”قولہ: (و فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأكل الربا، ونحو ذلك. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۱) سنن الدارقطنی، کتاب العیدین، باب صفة الصلاۃ من تجوز الصلاۃ معه: ۴۰۴/۲، رقم الحدیث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة، انیس

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تنزل العلة، فإنه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، قال: ولذا لم يجز الصلاۃ خلفه أصلاً عند مالك ورواية عن أحمد. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

ويقدم في الإمامة كل من كان أفضل والفقيه أولى من الفارء ولا تجوز إمامة الفاسق ولا المرأة ولا الصبي إلا في نافلة، الخ. (التلخيص في الفقه المالكي، باب الإمامة والجماعة: ۴۸/۱، دار الكتب العلمية، انیس)

وكذلك أكره إمامة الفاسق والمظهر البدع ومن صلى خلف واحد منهم أجزأته صلاته ولم تكن عليه إعادة إذا أقام الصلاۃ. (الأم للشافعي، إمامة ولد الزنا: ۱۹۳/۱، دار المعرفة بيروت، انیس)

قال في الوجيز: ولا تصح إمامة الفاسق وهو المشهور. (الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، باب صلاۃ الجماعة: ۳۵۵/۴، هجر جمهورية مصر، انیس)

والفاسق؛ لأنه لا يهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاۃ خلفه لما ظهره منه، الخيانة في الأمور الدينية لا يؤتمن في أهم الأمور. (فتح القدير، باب الإمامة: ۲۴۷/۱، انیس)

## فحش بولنے والے کی امامت:

سوال: بلا تفریق مسلک و عقائد ایک مسجد میں نماز ادا کی جاتی رہی؛ لیکن چند سالوں کے بعد عقائد میں اختلاف رونما ہوا، موجودہ امام نے جمعہ کے روز اولیاء کرام اور بزرگوں کے خلاف لایعنی کلمات نکالے اور امام صاحب نے مسجد کے اندر فحش گالیاں دیں، اس ضمن میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں؟

- (۱) کیا جو امام مسجد کے اندر فحش گالیاں بکے اس کی اقتدار درست ہے؟ اور وہ امامت کے لائق ہے؟
- (۲) کیا اہل سنت والجماعت کی نماز اس طرح کے عقائد رکھنے والے امام کے پیچھے درست ہے؟
- (۳) کیا سنی صحیح العقیدہ کے پیچھے دیوبندی اور غیر مقلد کی نماز ہو سکتی ہے؟
- (۴) ایک مسجد میں دو فریق کے عقائد میں اختلاف کی بنا پر دونوں فریق یکے بعد دیگرے دو جماعت قائم کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

ہو المصوب:

اگر مذکورہ امام نے واقعی اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے تو یہ سنگین گناہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص خدا سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے، (۱) ایسے گناہ میں مبتلا ہونے والے امام نے اگر اپنی اس غلطی پر توبہ نہیں کی تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، البتہ نماز درست ہو جائے گی۔

- (۲-۳) ایسے عقائد کے حامل امام کے پیچھے اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھنے والوں کی نماز ہو جائے گی۔ حدیث میں آتا ہے: ”صلوا خلف کل بر وفاجر“۔ (۱) (یعنی ہر نیک اور فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو۔) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق و فاجر کے پیچھے بھی نماز درست ہو جائے گی۔
- (۴) ایک مسجد میں دو جماعت کرنا کراہت سے خالی نہیں، (۳) اختلاف عقائد اور اختلاف آرا کی صورت میں الگ الگ مسجدوں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۷۲/۳۷۳)

- (۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله قال: من عادى لي ولياً فقد آذنته بالحرب. (صحيح البخاري، كتاب الرقائق، باب التواضع (ح: ۶۵۰۲)
- (۲) سنن الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه (ح: ۱۷۸۸) قال الدارقطني: مكحول لم يسمع من أبي هريرة ومن دونه ثقات. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من قتل نفسه (ح: ۷۰۸۰)
- (۳) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق أو مسجد لإمام له ولا مؤذن. (الدرا المختار مع رد المحتار: ۲۸۸/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

## امام کا مقتدی کو کتا کہنا:

سوال: کیا امام کے لئے جائز ہے کہ مقتدی کو کتا کہے اور یہ بھی کہے کہ دفع ہو جاؤ اور کہیں جا کر نماز پڑھو اور یوں کہے کہ اگر مجھے ہٹا دیا گیا، میرا قائم مقام لایا گیا تو مسجد میں خون کی ندیاں بہا دوں گا اور میں اپنے مخالف کو ہلاک کر دوں گا، میرے پاس ایسے بہت لوگ ہیں، جو یہ کام کر سکتے ہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

امام صاحب سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ اپنے مقتدی کو بلا وجہ کتا کہیں اور مسجد سے نکالیں، امام صاحب کے لیے تو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے لیے بھی دعاء خیر کیا کریں اور مسجد کو اور زیادہ آباد کرنے کی کوشش کریں اور اگر مقتدی نے کچھ نالائقی کی ہو اور اس پر ڈانٹ دیا ہو تو یہ ممکن ہے؛ تاہم مقتدیوں کے ذمہ امام کا ادب و احترام واجب ہے۔ (۱)  
اور امام صاحب کو بھی چاہیے کہ سب سے اخلاق و مروت کا معاملہ کریں، سخت الفاظ خصوصاً خلاف شرع الفاظ بولنے سے پوری طرح احتیاط برتیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۴/۶-۳۹۵)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (سورة القبرۃ: ۱۲۴)

”وَإِذَا ثَبَتَ أَنْ إِسْمَ الْإِمَامَةِ يَتَنَوَّلُ مَا ذَكَرْنَاهُ، فَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي أَعْلَى رُتَبَةِ الْإِمَامَةِ، ثُمَّ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ بَعْدَ ذَلِكَ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ وَالْقُضَاةُ الْعَدُولُ وَمَنْ الزَّمَّ اللَّهَ تَعَالَى الْاِفْتِدَاءَ بِهِمْ، ثُمَّ الْإِمَامَةُ فِي الصَّلَاةِ وَنَحْوَهَا“. (أحكام القرآن للجصاص: ۹۷/۱-۹۸، قديمی)

”وَتَعْظِيمُ أُولَى الْأَمْرِ وَاجِبٌ“، كَذَا فِي الْفَتْحِ. (رد المحتار، باب الامامة: ۲۲۰/۲، سعيد)

(۲) وَفِي رَوَايَةٍ لَهُ: قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ”عَلَيْكَ بِالرَّفَقِ، وَإِيَّاكَ وَالْعَنْفَ وَالْفَحْشَ، إِنَّ الرَّفَقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يَنْزِعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ“... ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَنْ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا“... رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق و الحياء و حسن الخلق: ۴/۳۱، الفصل الأول، قديمی) (حديث عائشة رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، بِأَبْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْخ (ح: ۶۰۳۰) بَلْفَظْ: مَهْلَا يَأْ عَائِشَةُ عَلَيْكَ بِالرَّفَقِ وَإِيَّاكَ وَالْعَنْفَ وَالْفَحْشَ / وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِأَبْ فَضْلُ الرَّفَقِ (ح: ۲۵۹۴) بَلْفَظْ: إِنَّ الرَّفَقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يَنْزِعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ / حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بَلْفَظْ: إِنْ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، بِأَبْ صِفَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح: ۳۵۵۹) انيس)

عن العلاء بن كثير أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن محاسن الأخلاق مخزونة عند الله فإذا أحب الله عبداً منحه منها خلقاً حسناً أو خلقاً صالحاً. (الجامع لابن وهب، ت: مصطفى أبو الخير، باب العزلة (ح: ۴۹۱) ۵۹۱/۱، دار ابن الجوزي الرياض. انيس

ناواقف شخص کا وعظ کہنا اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص شاہ محمد اردو عربی کوروانی سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ صرف و نحو عربی سے نابلد حدیث و قرآن کے معانی سے بیگانہ جمعہ کے روز قرآن شریف سورہ جمعہ رکوع آخر، آیت شریفہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ سے شروع کر کے تعلمون تک پڑھنے کے بعد ممبر شریف پر وعظ فرمانے لگے تو پنجابی دہقانوں کے حسب رواج کچھ گالیاں بھی استعمال کیں، مثلاً ہم پنجابی (گالی) لوگ حقہ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔

جو شخص امام سے عقیدت نہ رکھے اور وقت آنے پر امام سے جھگڑا کرے،

باوجود اس کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اس کی نماز ہوگی، یا نہیں:

(۲) جو شخص امام مسجد کا قلبی طور پر تو مقلد نہ ہو، مگر ظاہر داری کے طور پر اس کے پیچھے نماز ادا کرے اور جب موقع ملے، تب ہی فساد پر آمادہ ہو جائے اور بلاوجہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دے تو کیا ایسے شخص کی نماز امام کے پیچھے جائز ہے۔

(۳) جو شخص قانون شریعت سے قطعی ناواقف اور قانون رائج الوقت سے بھی قطعی واقفیت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ فرقان حمید کا یہ حلف اٹھا کر اقرار کرے کہ میں پنجاب میں بیٹھ کر انصاف کر دوں گا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟

امام کی دودھ سے تواضع کرنا اور مقتدی کا امام کو مارنے دوڑنا کیسا ہے:

(۴) موجودہ رمضان المبارک کی ایک رات کا واقعہ ہے کہ بعد ختم نماز عشاء امام مسجد نے کہا کہ مجھے تکلیف ہے، اگر دیر بھاتی نمازی میرے واسطے پچھلے سال کی طرح دودھ کا انتظام کر دیں تو ان کی مہربانی ہے، مقتدی رضامند ہو گئے، مگر شاہ محمد نامی ایک شخص نے کہا کہ تم آیتوں کو بیچتے ہو۔ الغرض امام صاحب نے شاہ محمد کی منت سماجت کی، مگر وہ بار بار یہی کہتا ہے اور امام صاحب کے لوٹا اٹھا کر مارنے کو دوڑا مگر خود گر گیا، نمازیوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے، اس بارے میں شاہ محمد کا ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

(المستفتی: ۲۰۴۷، حافظ عباس حسین صاحب (ضلع لودھیانہ) ۱۳/ رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) ایسے ناواقف اور بے علم شخص کو وعظ کہنا نہیں چاہیے اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنا حرام ہے۔ (۱)

(۱) سبب المؤمن فسوق و قتاله كفر. (الصحيح لمسلم: ۵۸/۱، ط: قديمي كتب خانة، كراچی) / مسند أبي داؤد الطيالسي، ما أسند عبد الله بن مسعود (ح: ۲۵۶) / مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن مسعود (ح: ۳۶۴۷) / صحيح البخاري، باب ما ينهى من السباب واللعن (ح: ۶۰۴۴) انيس

(۳-۲) نماز تو ہو جائے گی؛ مگر امام سے جھگڑا فساد کرنا ناجائز ہے۔ (۱)

(۴) اس معاملے میں اگر یہ بیان صحیح ہو تو شاہ محمد کی زیادتی ہے، اگر امام کی لوگ دودھ سے تواضع کر دیں تو یہ آیات بیچنا نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۰۶/۳-۱۰۷)

نماز قضا ہو جانے پر امام کا یہ جواب کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی تھی“:

سوال: ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضا ہو گئی جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم نے نماز قضا کر دی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا تو برجستہ انہوں نے کہا کہ نماز حضور کی بھی قضا ہوئی ہے، اس جملے سے لوگوں پر غلط اثر پڑا، ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے علما کی؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلياً

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی، (۲) نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ملی نہیں، اس وقت نماز قضا ہوئی، جس کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد افسوس ہوا اور قلق ہوا، حتیٰ کہ آپ نے بددعا بھی فرمائی کہ ”اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو نماز بھی نہ پڑھنے دی“۔ (۳)

لیکن آج اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس قضا ہوئی نماز پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگیں، نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی ہے، ایسا کہنے والے کو پورا اجتناب لازم ہے، ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے، نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی

(۱) عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده.“ (صحيح البخارى، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه (ح: ۱۰) / الصحيح لمسلم (ح: ۴۱) / سنن أبي داود (ح: ۲۴۸۱) / سنن الترمذی (ح: ۲۶۲۷) / سنن النسائی (ح: ۴۹۹۵) (انیس)

(۲) عن عبد الله بن قتادة عن أبيه رضى الله عنه قال: سرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرست بنيا رسول الله قال: ”أحاف أن تناموا عن الصلاة“ قال بلال رضى الله عنه: أنا وأقظكم فاضطجعوا وأسند بلال رضى الله عنه ظهره إلى راحلته، فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال أين ما قلت؟ قال: ما ألقيت على نومة مثلها قط، قال: ”إن الله قبض أرواحكم حين شاء، وردّها عليكم حين شاء، يا بلال إقم فأذن بالناس بالصلاة“. فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابتاضت، قام فصلى“. (صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب: الأذان بعد ذهاب الوقت: ۸۳/۱ (ح: ۵۹۵۰) (انیس)

(۳) عن علي رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه قال يوم الخندق: ”مألاً الله عليهم بيوتهم وقبورهم ناراً، كما شغلونا عن صلاة الوسطى حتى غابت الشمس“. (صحيح البخارى، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب: ۵۹۰/۲ (ح: ۴۱۱۱) (انیس)

اس میں مبتلا ہوئے، یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضا کر دینا دنیا میں سنت ہے۔ (استغفر اللہ العظیم) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قضا ہونے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۹/۶-۱۶۰)

### امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام ہیں اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ پانچ منٹ دیر سے آتے ہیں، نماز پڑھاتے ہیں، لہذا ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ظہر کی نماز میں امام آئے نہیں تو امام کے چھوٹے بھائی نے نماز پڑھائی؛ لیکن بعد میں امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو وہ مؤذن پر بہت ناراض ہوئے اور یوں کہا کہ تمہاری آنکھیں نہیں تھیں دیکھنے کے لئے، جو تم نے مجھے دیکھا نہیں، میں حوض پر وضو کر رہا تھا، بہر حال میں نے مؤذن کی حمایت کی اور کہا کہ جب آپ نہیں تھے تو آپ کے بھائی نے نماز پڑھادی، آپ مؤذن پر بے کار گرم ہو رہے ہیں، لہذا انہوں نے نماز پڑھانی چھوڑ دی۔  
اس کے بعد نمازیوں نے ان سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ تو انہوں نے کہا ”لعنت ہے ایسی امامت پر“ اور کئی مرتبہ کہا تو آپ بتائیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، جب کہ وہ تین سال سے امامت کر رہے ہیں اور کئی دفعہ ایسا ہی ہو چکا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جن امام صاحب کے متعلق آپ کو تشویش ہے اور ان کی خرابی لکھ کر فتویٰ دریافت کیا ہے تو پھر آپ کو موقع مل گیا ہے کہ ان امام صاحب نے خود ہی نماز پڑھانا چھوڑ دیا ہے، غنیمت جائے ان سے امامت کے لیے دوبارہ عرض کر دیا گیا، انہوں نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ ایسی امامت پر لعنت کی۔ اب بہتر ہے کہ کوئی دوسرا امام جو عقائد کے اعتبار سے صحیح ہو اور مسائل طہارت و صلوٰۃ سے واقف ہو، قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو، متبع سنت ہو تجویز کر لیا جائے، موجودہ امام صاحب کو لعنت سے بچایا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۷/۲-۱۶۸)

### ”میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا“ کہنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دامت برکاتہم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی“. (الدرا المختار) ”قولہ: (وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأكل الربا ونحو ذلك“. (الدرا المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس) ==

بھی ہیں کسی پچھائی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دو تین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا، یا نہ؟ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم! سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، بہت سنگین الفاظ ہیں، اس شخص کو فوراً توبہ کر کے تائب ہونا چاہیے، ورنہ امامت سے ہٹا دیا جائے، اگر وہ توبہ کر کے تائب ہو جائے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے؛ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“۔ (الحديث) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۹۴/۲)

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا، دیگر ایک شخص نے بیان کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے بارگاہ الہی میں دعا کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے، اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے، اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے، مسئلہ بیان کرنے والے نے کہا: یہ شخص حدیث کا قائل نہیں، کافر ہے، جو اسی جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا، ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے؟ دیگر ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کر لیا، باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف، صفحہ: ۳۷۳ (۲) پر موجود ہے؛ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں، اس

== (والأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً (للقراءة ثم الأروع)“ آہ۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(۱) مشکاة الصابیح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انیس

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يلقى إبراهيم أباه آزر يوم القيامة وعلى وجه آزر قترية وغبرة فيقول له إبراهيم: ألم أقل لك لا تعصني، فيقول أبوه: فاليوم لا أعصيك فيقول إبراهيم: يا رب إنك وعدتني أن لا تخزيني يوم يبعثون فأخزي أخزي من أبي الأبعد فيقول الله تعالى: إني حرمت الجنة على الكافرين ثم يقال: يا إبراهيم! ما تحت رجليك؟ فينظر فإذا هو بذئخ ملتطخ فيؤخذ بقوائمہ فيلقى في النار۔ (صحيح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ إبراهيم الخ (ح: ۵۳۰) انیس)



کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی، اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے، بہر حال یہ امام کا فر نہیں ہے اور غلط فہمی کی وجہ سے کٹہر کا رہی نہیں ہوگا، جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے، وہ حق پہ نہیں، بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۹۵/۲)

غصہ میں یہ کہنے والی کی امامت کا حکم ”میں تو حید بیان نہیں کروں گا“:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ تو حید کا مسئلہ بیان کریں، امام مسجد نے جواب دیا: میں تو حید بیان نہیں کروں گا، میں تو شرک بیان کروں گا، مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے، یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں، کیا عند الشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا، امامت کے قابل رہا، یا نہیں؟

الجواب

ان کلمات سے اگرچہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا؛ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ و تائب ہو، اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم  
بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قائم العلوم ملتان۔ الجواب صحیح: محمد انور شاہ غفرلہ، ۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۹۶/۲)

”جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو“ کہنے والے کی امامت:

سوال: ایک صاحب جو فاضل عربی یعنی مولوی ہیں اور پیش امام بھی، نیز ایک دینی دارہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں، ایک دوسرے معلم کے بارے میں جو کافی دنوں سے امام شہر بھی تھے، ان پر اغلام بازی اور مشیت زنی کا چرچا ہوا، اس سے پہلے بھی چند بار ہو چکا تھا، جب معاملہ کی تحقیق و تفتیش کا موقع آیا تو مذکورہ فاضل عربی امام نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں، البتہ جو باتیں میں نے سنی ہیں، ان الفاظ کو دہراتے ہوئے واقعہ کی سچائی اور ثبوت میں ان الفاظ سے قسم کھائی کہ ”جو میں کہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو“ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے جو قسم کھائی ہے، کچھ صاحبان کو شبہ ہے کہ ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

کسی کو مجرم قرار دینے کے لیے اس کا اقرار ضروری ہے، یا شرعی ثبوت (چشم دید گواہوں کا بیان) ضروری ہے، جب تک ان میں سے کوئی بات نہ ہو اس کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، (۱) پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ ”جو کچھ میں

(۱) ومن نظائره: لو ادعی علی رجلین عمداً فأقر أحدهما بالخطأ والآخر بالعمد فالدية عليهما“. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار: ۱۹/۶، رشیدیة) =

کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو، نہایت خطرناک ہے۔ امام صاحب فاضل عربی موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نہیں، محض سنی ہوئی بات پر بغیر خود دیکھے اور بغیر گواہی کے ایسی سخت بات کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے ہم معنی ہے، (۱) ان کو لازم ہے کہ فوراً اپنی اس غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کریں اور جن کے سامنے ایسا کہا ان کے سامنے بھی اپنی توبہ کا اظہار کریں، (۲) ورنہ امامت سے علاحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۸/۶-۱۶۹)

”اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے“ کہنے والے کی امامت:

سوال: جس امام کو یہ کہا گیا کہ دو حجرے ہیں ایک میں جو سامان مسجد کا ہے، اس کو رکھ لو، وہ یہ جواب دے دے کہ ”جو کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟“ اس نے اللہ کی ذمہ داری ختم کر دی اور انسان کی ذمہ داری طلب کرے، وہ شخص کون ہوتا ہے، خواہ امام ہو، یا عام مسلمان، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

یہ انتظام اور تدبیر کی بات ہے، اللہ کی ذمہ داری ختم کرنا نہیں ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۰/۶)

== ”وإذا شهد شاهدان على رجل أنه ضرب رجلاً بالسيف فلم يزل صاحب فراش حتى مات فعليه القصاص“۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار: ۱۶/۶۔ رشیدیہ)

(۱) إذا كان المقتدوف رجلاً، يكون القذف أيضاً من الكبائر، ويجب الحد أيضاً“۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأولی: ۳۵/۱، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾ (التحریم: ۸)

”و عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ان العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب اللہ علیہ“۔ (مشکاۃ المصابیح، باب التوبۃ والاستغفار، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۳۳۰، انیس)

(۳) ”ویکرمہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة: ۵۶۰/۱، سعید)

(۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرس، وكان یرسل معہ أبو طالب کل یوم رجلاً من بنی ہاشم یحرسونه حتی نزلت: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (تفسیر روح المعانی: ۱۹۹/۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

وقال الجصاص الرازی: ولم يدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها سلفهم وخلفهم وجوب ذلك (أی الدفاع) إلا قوم من الحشوو جهال أصحاب الحديث، إلخ۔ (أحكام القرآن: ۵۰/۲، قدیمی)

## بڑوں کی توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص دعوت و تبلیغ سے وابستہ ہے، وہ اپنی مقامی مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، اس نے معمولی جھگڑے میں اپنے سالے کو گالیاں دی اور سرسرم غلطیات وغیرہ اور کافی عرصہ تک اسی طرح بکتا رہا۔

(۱) اس کا نکاح درست ہے، یا فاسد؟

(۲) اس کی اقتدا درست ہے؟

(۳) مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

ہوا المصوب

مذکور شخص کا نکاح درست ہے، مذکور شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اس فعل پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کے پورے عزم کے ساتھ توبہ کرے، توبہ و استغفار کے بعد بلا کراہت مذکور شخص کی اقتدا درست ہوگی، (۱) مسلمانوں کو چاہیے کہ حکمت عملی کے ساتھ اس کو عمل سے باز رکھیں۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۷۲/۳)

## مسجد کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس پر خیانت وغیرہ کا الزام ہے اور ایک شخص نے امام مذکور سے کہا کہ آپ مسجد کی صفائی وغیرہ کا خیال رکھیں، امام نے کہا: میں تو یہاں موتوں کا (پیشاب کروں گا)، لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو معزول کرنا چاہیے اور دوسرا امام عالم و صالح مقرر کیا جاوے، جس

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا. (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرحمة، رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

عن عبد اللہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: سبب المسلم فسوق وقتاله کفر. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی من السبب واللعن، رقم الحدیث: ۶۰۴۴) / الصحیح لمسلم، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبب المسلم فسوق وقتاله کفر (ح: ۶۴) / سنن ابن ماجہ، باب فی الإیمان (ح: ۶۹) / سنن الترمذی، باب ماجاء فی سبب المسلم فسوق (ح: ۲۶۳۵) / مسند البزار، مارواه أبو وائل شقیق بن سلمة عن عبد اللہ (ح: ۱۶۶۰) / سنن النسائی، قتال المسلم (ح: ۴۱۰۸) انیس

میں اوصاف امامت موجود ہوں، امام مذکور کا یہ کلمہ کہ ”میں تو یہاں موتوں گا“ کلمہ کفر کا ہے؛ کیونکہ اس میں توہین مسجد کی ہے، (۱) لہذا اگر اس نے اس سے توبہ نہ کی تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، (۲) بہر حال امام مذکور کا عزل کرنا واجب ہے اور مؤذن رکھنا بھی اس کو بحالت مذکورہ درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۲/۳-۱۹۳)

### عالم امام کا حکم، جو دوسرے عالم کی توہین کرے:

سوال: ایک عالم مفتی صاحب بھی ہیں، ایک شب یہاں کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کچھ علمائے دین کو نام لے کر برا بھلا کہا اور غیبت بھی کی، یہاں تک کہ جب ان کے نام لینا اور جن کے نام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ ہوتا ہے تو سرکار کے اسم مبارک کو معاذ اللہ گالی میں تبدیل کر کے ان کے نام کو لیتا، جیسے احمق (معاذ اللہ) تبدیل کر کے بار بار ان کے ناموں کو لیتا، کیا ایسی حرکت درست ہے اور تا وقت کہ وہ اپنے اس جرم کی تلافی نہ کرے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

عالم کی عالم ہونے کی حیثیت سے توہین کرنا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو لازم ہے، بڑی خطرناک غلطی ہے، سخت گناہ ہے، کفر تک کا خطرہ ہے، ایسے شخص کو عالم کہنا جو منصب علم کو نہ برتے، جائز نہیں ہوگا، ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور ایسی حرکت سے باز آئے، ورنہ آخرت کی باز پرس اور عذاب کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے، اگر تائب ہو کر باز نہ آئے تو اس کو امام بنانا بھی درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: محمد ظفیر غفرلہ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۷-۲۲۸)

### جو امام مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کا امام یہ کہتا ہے کہ جو اس مسجد میں نماز پڑھنے آوے گا، اس کو مار دوں گا تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) وفي تمة الفتاوى: ”من استخف بالقران أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر“۔ (شرح فقہ اکبر: ۲۰۰، ظفیر)

(۲) اس لئے کہ جو حکماً کافر ہو گیا اس کی امامت جائز نہ ہوگی، وقيدہ إلخ بأن لا تكون بدعته تكفروه فإن كانت تكفروه فالصلاة خلفه لا تجوز۔ (البحر الرائق، باب الإمامة: ۳۷۰/۱، ظفیر)

اور باقی امور جو خیانت کے متعلق ہیں ان سے وہ فاسق ہو گیا اس وجہ سے اس کی امامت مکروہ ہے۔ أن كراهة تقديمه (أى الفاسق) كراهة تحریم۔ (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب

ایسا امام فاسق ہے، اس کو معزول کر دینا چاہیے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۸/۳)

**جو مقتدی کو منافق بتائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:**

سوال: جو پیش امام مسلمانوں کو عموماً اور اپنے مقتدیوں کو منافق بتائے اور یہ بھی کہے کہ آج کل تمام نمازیوں کے دل بوجہ منافق ہونے کے ٹڑھے ہو چکے ہیں: اس لیے صف سیدھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس امام کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ اس امام کی بڑی جہالت ہے اور وہ سخت عاصی ہے، ایسے امام کو معزول کر دینا چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۱/۳-۱۹۲)

**مذہب اربعہ کو جو گمراہی سے تعبیر کرے، اس کی امامت:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے حق میں، جس کا عقیدہ ذیل کے اشعار میں درج ہے۔

بجاں نفور ز اہل مذاہب شتی	کہ غرق بحر ضلال اند و حرق نار ہوا
نہ شافعی نہ حنفی نہ مالکی مذہب	نہ نقش بندی و چشتی و نہ کذا و کذا
منم کہ غرہ نامم بنام صاحب نشست	علی ولی و ملقب بخاتم الخلفاء

ایسے شخص کے پیچھے نماز میں اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ واقعی اس کا عقیدہ ہے اور مذاہب ائمہ و طرق مشائخ اربعہ کو ضلال و گمراہی جانتا ہے اور اس کا معتقد ہے تو وہ فاسق و مبتدع ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور عجب نہیں کہ ایسا شخص بوجہ انکار نصوص قطعیہ کفر و ارتداد تک پہنچ گیا ہو، ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی، بہر حال اجتناب اس کی اقتدا سے لازم ہے اور معزول کرنا ایسے امام کا لازم و واجب ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۰/۳)

(۱) أن كراهة تقديمه (أى الفاسق) كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ويكره تقديم العبد، إلخ، والأعرابي، إلخ، والفاسق. (الهداية، باب الإمامة: ۱۱۰/۱، ظفیر)

(۳) ويكره إمامة العبد، إلخ، والفاسق، إلخ، والمبتدع، إلخ. (الدر المختار)

==

## گنہگار کی امامت بعد توبہ کیسی ہے:

سوال: ایک شخص بہت گنہگار ہے، مگر وہ توبہ کرتا ہے تو امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں جب کہ وہ تائب ہوتا ہے، امامت اس کی درست ہے اور اس کے گھر کا کھانا درست ہے، لقولہ علیہ الصلاة والسلام: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“۔ (رواہ ابن ماجہ) (۱)  
وأخبرجه لفسق وخيانة فبعد مدة تاب إلى الله وأقام بينة أنه صار أهلاً لذلك، فإنه يعيده. (الفتاویٰ الهندیة مصری: ۲/۲۳۹) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۹۹)

## گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم:

سوال: شروع میں داڑھی کتر وار ہاتھ؛ لیکن اب نہیں کتر واتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

توبہ کرنے کے بعد فسخ ختم ہو جاتا ہے، لہذا اب نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام بنا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۷)

## رقص و سرور سے توبہ کرنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: ایک امام مسجد ہے، اکثر رقص و سرور میں جاتا ہے، اگر ایسا شخص توبہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کراہت سے خالی ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

امام مذکور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو کراہت مرتفع ہو جاوے گی۔

”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۴۷)

== أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانتهم شرعاً، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تنزل العلة، فلا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكرر إمامته بكل حال، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲-۱) مشکوٰۃ، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، ظفیر (رقم الحديث: ۲۳۶۳، انیس) ==

## امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز:

سوال: گاؤں کے معززین کا ایک اجتماع برائے فلاح و بہبود منعقد ہوا، جس میں امام مسجد شریک ہوئے، باتوں باتوں میں ایک شخص نے مولوی صاحب کے اعتراض پر کہا کہ مولوی بکواس کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے، کیا یہ شخص مجمع عام کے سامنے امام کی بے عزتی کر کے دوبارہ کسی جگہ فرض، واجب وغیرہ ان امام صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کر سکتا ہے، اس کے لیے شرعی تعزیر، یا سزا کیا ہے؛ تاکہ آئندہ کے لیے سد باب ہو سکے اور امام صاحب کی عزت محفوظ رہ سکے، یاد رہے کہ مذکورہ امام صاحب عرصہ دس سال سے فی اللہ دینی خدمات، عیدین، جمعہ، جنازہ، دعا وغیرہ سرانجام دے رہے ہیں؟

الجواب

امام کی ناحق توہین کر کے وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور امام صاحب سے معافی مانگنی چاہیے۔ (۱) نماز اس کی امام صاحب کے پیچھے جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۶۴/۳)

== ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورۃ لقمان: ۶)

جمہور صحابہ و تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان ہے اور ساز و سامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بد بختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز و موسیقی، نغمہ و سرور اور گانے وغیرہ کو خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلات طرب کو شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لہو الحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز ٹریلر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلیس، ڈش، اینٹینا وغیرہ بھی اور ایسا شخص فاسق ہے۔ (انیس)

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ (أى بالشتم واللعن والغيبة والبهتان والنميمة والسعي إلى السلطان وغيره ذلك) (ويده) بالضرب والقتل والهدم والدفع والكتابة بالباطل. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۶۳/۱) (کتاب الإیمان، رقم الحديث: ۶، انیس)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (المسلم) ای المسلم الكامل فی اسلامہ (من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ) بأن لا يتعرض لهم بما حرم من دماءهم وأموالهم وأعراضهم وإنما خص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء يحصل بهما. (شرح المصباح لابن الملك، كتاب الإیمان: ۳۰/۱، إدارة الثقافة الإسلامية. انیس)

قوله: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی المسلم الكامل فی اسلامہ من لا يؤذى أحداً بلسانہ بالشتم والغيبة والبهتان ولا يأخذ مال أحد ولا يضرب أحداً بغير حق ولا يمد يده إلى امرأة ليست منكوحه ولا مملوكة له، وإنما اختص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء والضرر يحصل بهذين العضوين وإلا يمكن إيذاء الناس بالعين والرجل بأن ينظر إلى بيت أجنبي أو يمشي إلى موضع يتأذى أهل ذلك الموضع من دخوله عليهم. (المفاتيح شرح المصباح، كتاب الإیمان: ۶۶/۱، دار النوادر. انیس)

امام کی برائی کرنے والے کا اسی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا:

سوال: ایک شخص امام کے پیچھے ہر وقت برائی کرتا ہے اور پھر اس کے پیچھے نماز بھی پڑھتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

پیش امام لائق احترام ہے، اس کی بے عزتی کرنا جائز نہیں، برائی کرنا تو ہر مسلمان کا برا ہے، خاص طور سے پیش امام کی برائی کرنا اور بھی فتنہ ہے؛ لیکن اس سے اس پیش امام کے پیچھے برائی کرنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱)

سوال: ایک شخص پیش امام کے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھالیتا ہے اور پھر بھی وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سابق میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸ھ۔ (فتویٰ نمبر ۱۹۱۷۷- الف) (فتاویٰ عثمانی: ۳۵۸/۱)



(۱) (وقوله صلى الله عليه وسلم: من سلم المسلمون من لسانه ويده) معناه: من لم يؤذ مسلماً بقول ولا فعل وخص اليد بالذكر لأن معظم الأفعال بها، الخ. (شرح النووى لمسلم، باب بيان تفاضل الإيمان: ۱۰/۲، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس)

عن أبى الدرداء رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ماشئى أثقل فى ميزان المؤمن يوم القيامة من حسن خلق وإن الله ليبغض الفاحش البذى. (سنن الترمذى باب ماجاء فى حسن الخلق (ح: ۲۰۰۲) انيس)  
عن عبد الله رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذى. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى اللعنة (ح: ۱۹۷۷) انيس)



# فتنہ پرداز کی امامت

فتنہ پرداز کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایسے مفسد شخص کو جو مسلمان لوگوں کے آپس میں جھگڑا کر دے اور غلط مسئلہ بتا دے، امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے مفسد کو امام نہ بنایا جاوے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۴)

فسادی شخص کی امامت:

سوال: اس بارے میں کیا رائے ہے کہ میرے گاؤں کی مسجد میں ایک پرہیزگار، دیندار، شریعت پرست، نہایت صحیح قرآن خواں اور حاجت مند شخص امام مقرر تھے اور ساتھ ہی ساتھ سرکاری پرائمری مکتب کے معلم بھی تھے اور سرکاری نوکری کی وجہ سے دوسری جگہ ان کو سرکاری قانون کے مطابق ملازمت کی خاطر بدلی ہو گئی، مقرر امام صاحب جاتے وقت مسجد میں اپنی جگہ دوسرے کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے، اس شرط پر کہ جب میں دوبارہ اپنی بدلی ہو کر یہاں آ جاؤں گا، اسی وقت امامت بھی لے لوں گا، قائم مقام امام بھی اس شرط پر راضی تھے اور اپنی خواہش کے مطابق اب پھر بدلی اسی سابقہ جگہ پر ہو گئے ہیں، اب مقرر امام صاحب سابق صاحب امام کو عہدہ امامت واپس کر دیا جاوے تو اسی روز عشاء کے وقت سے دوسرے امام امامت چھوڑی اور سابق امام کی غیر حاضری کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی امامت پر نماز ادا کرتے رہے، قائم مقام امام نے بھی مصلیوں کے ساتھ دوسرے کی امامت میں شرکت دی اور یہی حالت تین چار روز تک قائم رہی ہے، اس کے بعد ایک صبح کو فجر کی نماز کے وقت قائم مقام امام صاحب اچانک امامت کے لئے کھڑے ہو گئے اور کمیٹی کی تحریک کو پامال کر ڈالی ہے، بعدہ باضابطہ امامت کر رہے ہیں اور وہ کسی پیر عالم باعمل

(۱) اس لئے کہ یہ فاسق ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے:

ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

﴿وَلَا تَبِعِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورة القصص: ۷۷. انیس)

أى لا تعمل فيها بمعاصي الله، إن الله لا يحب المفسدين فى الأرض. (فتح القدیر للشوکانی، تفسیر سورة

القصص: ۲۱۵/۴، دار ابن کثیر. انیس)

کی خدمت میں حاضر ہو کر کمیٹی کے خلاف فتویٰ طلب کیا؛ لیکن پیر صاحب موصوف بھی کمیٹی کی رائے پر ان کو عمل کرنے کا حکم دئے؛ تاہم وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں جمے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم امامت کر رہے ہیں اور ایک فساد برپا کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں، آیا ایسے امام کے پیچھے مقتدی کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

جب کہ منظمہ اور سب مقتدیوں نے ان کو امامت سے علاحدہ کر دیا اور سابق امام صاحب مستقل وہیں موجود ہیں تو علیحدہ شدہ شخص کو زبردستی نماز پڑھانے کا حق نہیں ہے؛ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں، وہ ادا ہو گئیں، آپ کو بھی چاہئے کہ تنہا نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھا کریں اور سابق امام کو بھی نماز پڑھانے کے لئے تجویز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمیٰ عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۰۶/۵-۲۰۷)

### فراڈی شخص کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فراڈ کا کام کیا ہے، اس کا ایک کیس ایک عدالت میں چل رہا ہے، اسی کیس کے سلسلے میں جیل ہو گئی تھی، اب ضمانت پر آیا ہوا ہے، موجودہ کیس یہ ہے کہ چند روپے چاندی کے سکے لے کر بننے کے پاس گیا اور کہا کہ میرے پاس چاندی کے ایک ہزار روپے ہیں، ستاون ہزار روپے میں معاملہ ہو گیا، دھوکہ سے بننے سے ستاون ہزار روپے لے لیے اور تھیلی میں ایک ہزار روپے گیلٹ کا دے دیا، موقع پر پکڑا گیا کیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، (۱) اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو منصب امامت نہ دینا چاہیے اور اس کو امام نہ بنانا چاہیے، یہاں تک کہ اس کا مقدمہ ختم ہو کر یہ تائب نہ ہو جائے اور اس کے حالات توبہ سے اطمینان نہ ہو جائے؛ کیوں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمیٰ عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمن خیر آبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۰۷/۵-۲۰۸)

(۱) عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتى يكون صديقا وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ==

## مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت:

سوال (۱) قصبہ میں پہلے ایک جگہ جمعہ ہوتا تھا، زید جو کہ عالم ہے، اس نے کچھ لوگوں کو سابق امام کو بدعتی کہہ کر دوسری جگہ جمعہ کے قیام پر ابھارا اور جمعہ قائم کروادیا، امام کے انتقال کے بعد زید خود امام ہو گیا تو دوسرے جمعہ کی مخالفت شروع کر دی اور عدم جواز کا فتویٰ دے دیا، حتیٰ کہ اختلاف کی نوبت آ گئی، بالآخر لوگوں نے تیسرا جمعہ قائم کر لیا؟

(۲) زید صرف جمعہ کا امام ہے، مسجد میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہوا، جس میں زید پنجوقتہ نماز پڑھانے پر ضد کی، جبکہ جماعت کے ذمہ دار امام متعین کرنا چاہتے تھے، زبردستی ظہر و عصر پڑھائی، مغرب، عشا اور فجر حکمت عملی سے جماعت والوں نے دوسرے سے پڑھوائی؟

(۳) زید کھلم کھلا ظالمین و قاتلین کی حمایت کرتا ہے؟

هو المصوب

اگر واقعتاً مذکور شخص امت میں انتشار پھیلاتا ہے اور ظالموں و قاتلوں کی حمایت کرتا ہے وہ فاسق ہوگا اور فاسق کی امامت مکروہ ہوتی ہے، لہذا مذکور شخص کی امامت مکروہ ہوگی، (۱) اور اگر اپنے اعمال بد سے توبہ کر لیتا ہے اور امت میں انتشار پھیلانے کا کام نہیں کرتا ہے تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔ بہر حال حکمت عملی سے وہ راہ اپنائی جائے، جس سے کہ باہمی اختلاف کو بڑھاوانہ ملے اور حتی الامکان موجودہ انتشاری کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، ذاتی رنجشوں کو انتشار دینی کا سبب نہ بنایا جائے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے، اللہ سر اڑکا جانے والا ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۵/۲-۳۸۶)

== وإن الرجل ليكذب حتى كذب عند الله كذابا. (صحيح البخارى، باب قول الله اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (ح: ۶۰۹۴) / الصحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح: ۲۶۰۷) انيس)

عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس منا. (صحيح لمسلم، باب قال النبي صلى الله عليه وسلم من غش فليس منا (ح: ۱۰۲) انيس)

(۱) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ... بحسب إمرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه. (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، رقم الحديث: ۲۵۶۴)

ويكره تنزيهاً إمامة عبد ... وفاسق. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

## جھگڑا اور فساد کی امامت:

سوال: گزارش ہے کہ اس سے قبل خط روانہ کر چکا ہوں، اس میں آپ نے پانی کے متعلق تو تحریر کر دیا؛ لیکن حافظ جی کے متعلق کچھ نہیں تحریر کیا، جو حافظ جھگڑے فساد گالی وغیرہ سے پیش آتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں ہوگی؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

بے وجہ جھگڑا فساد کرنا اور گالی دینا بہت بُرا ہے، (۱) امام اور مقتدی سب کو اس سے باز آ جانا چاہئے، توبہ کرنا چاہئے، (۲) جو نمازیں اس امام کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، ادا ہو گئیں ہیں، آئندہ ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۶)

## جس کی وجہ سے گروہ بندی ہو، اس کی امامت:

سوال: کسی امام کی وجہ سے مسلمانوں میں گروہ بندی اور جھگڑے ہو جاویں، اس کو امامت پر رکھنا اولیٰ ہوگا، یا علاحدہ کر دیا جاوے؟

الجواب: \_\_\_\_\_

ایسے شخص کا علاحدہ ہو جانا امامت سے بہتر ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۲/۳-۱۸۳)

- (۱) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتالہ کفر". {متفق علیہ} (مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتیم: ۴۱۱/۲، قدیمی (الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۸۱۴) / صحیح البخاری، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا (ح: ۴۸) / الصحیح لمسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق (ح: ۶۴) انیس)
- (۲) ﴿وأحسن كما أحسن الله إليك ولا تبغ الفساد في الأرض ان الله لا يحب المفسدين﴾ (سورة القصص: ۷۷)  
على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح النووي على الصحیح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)
- (۳) "ولوأم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره" إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱)

اور کچھ نہ ہو تو یہی بات کافی ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہم اختلاف ہے جو نہایت بری چیز ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)  
اس لئے کہ امامت کا منشا باہم رشتہ اتحاد و اتفاق کا مضبوط کرنا ہے اور یہاں وہی منشا ختم ہو رہا ہے۔  
"ومن حکمها نظام الألفة وتعلم الجاهل من العالم". (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۵/۱. ظفیر)

## خلافت کے مخالف کی امامت:

سوال: جو شخص خلافت سے قطع تعلق کرے اور اس کے متعلق نہ کوئی کوشش کرے، نہ کسی جلسہ میں شریک ہو اور اگر اس سے سبب دریافت کیا جائے تو اس کو غیر اہم اور خلاف مصلحت بتلاوے اور اپنے زیر اثر اشخاص کو بھی اس کی تلقین کرتا رہے اور فرقہ بندی قائم کر دے، کیا یہ شخص مسلمان ہے؟ اگر ہے تو اس کی امامت جائز اور اولیٰ ہو سکتی ہے؟ (۱)

الجواب

وہ شخص غلطی پر ہے، اسلام اور سلطنت و خلافت اسلام کے ساتھ ہمدردی مسلمانوں کا اولین فرض ہے، مسلمان ہو کر خلافت اسلامیہ سے ہمدردی نہ رکھنا سخت خطا ہے، تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ (۲) بالا جمال یہ ہے کہ خیال مذکور اس شخص کا غلط ہے اور باطل ہے، باقی تکفیر اس کی درست نہیں ہے اور جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے اور کچھ تعرض اس کے ساتھ نہ کیا جاوے اور فتنہ و فساد نہ بڑھایا جاوے، صبر و سکون کے ساتھ اپنا کام کئے جاوے، جو شریک ہو فیہا اور جو شریک نہ ہو، وہ اس کے ذمہ ہے، اس کے ساتھ کچھ تعرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۳۳-۱۳۴)

## غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: وزیر اعلیٰ سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا، سوال میں امام مسجد مولوی عبدالرحمن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے:

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے۔

(۲) قرآن مجید غلط پڑھتا ہے۔

(۳) غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے۔

(۴) جھوٹ سے کام لیتا ہے۔

(۱) ۱۹۰۰ء میں خلافت ترکی کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں اس کی بحالی کی تحریک چلائی جا رہی تھی، اسی کے بارے میں سوال ہے۔ انیس

(۲) عن ابن عمر قال: خطبنا عمر بالجابية فقال: ... عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الإثنين أبعد، الخ. (سنن الترمذی، باب جاء فی لزوم الجماعة (ح: ۲۱۶۵)

إذا تحققت الإمامة الكبرى لأحد فلا يجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبير الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة. (العرف الشذی: ۳/۳۹۸، دار التراث العربی بیروت. انیس)

وظاهر عبارة خزانة الفتاوى لزوم إطاعة من استوفى شروط الإمامة. (رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۶۰، دار الفكر بیروت. انیس)

(۵) تحریری معاہدہ سے منحرف ہو گیا ہے، وغیرہ۔

الجواب

مسجد کی منظمہ کمیٹی و معتمد علیہ نمازی تحقیق کر لیں، اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں، (۱) اس کو امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلك عالم کو امام مقرر کر دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ۔ الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۷/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۶۷)



(۱) ﴿وَلَا تَبْعَ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورة القصص: ۷۷) أی لا تعمل فیہا بمعاصی اللہ، إن اللہ لا یحب المفسدین فی الأرض. (فتح القدیر للشوکانی، تفسیر سورة القصص: ۴/۲۱۵، دار ابن کثیر. انیس)  
﴿واعصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمة اللہ علیکم إذ کنتم أعداء فاللہ بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخواناً وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تهتدون﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)  
(ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نا اتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔ انیس)

عن مرثد بن أبی مرثد الغنوی وکان بدریاً قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن سرکم أن تقبل صلاتکم فلیأتمکم خیارکم، الخ. (المعجم الكبير للطبرانی، ما أسند مرثد بن أبی مرثد الغنوی (ح: ۷۷۷) انیس)  
إذا لحن فی الإعراب لحناً فهو علی وجهین: إما أن لا یتغیر المعنی بأن قرأ ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ﴾ (الحجرات: ۲) ... وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته بالإجماع، وأما إن یتغیر المعنی بأن قرأ ﴿هو الخالق البارئ المصور﴾ (الحشر: ۲۴) بنصب الواو ورفع المیم ... وفي هذا الوجه اختلف المشايخ، قال بعضهم: لا تفسد صلاته وهكذا روى عن أصحابنا وهو الأشبه لأن فی اعتبار الصواب فی الإعراب إيقاع الناس بالخرج والخرج مرفوع شرعاً وروی عن هشام عن أبی یوسف إذا لحن القاریء فی الإعراب وهو إمام قوم وفتح علیہ رجل إن صلاته جائزة وهذه المسئلة دلیل علی أن أبی یوسف کان لا یقول بفساد الصلاة بسبب اللحن فی الإعراب فی المواضع كلها، الخ. (المحیط البرهانی، الفصل العاشر فی اللحن فی الإعراب: ۱/۳۳۱-۳۳۲، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)  
عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کتم علماً أجمعه اللہ یوم القيامة بلجام من نار. (المستدرک للحاکم: ۱/۱۸۲، رقم الحديث: ۳۴۶، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)  
عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدق یتهدی إلى البر وإن البر یتهدی إلى الجنة وإن الرجل لیصدق حتی یکون صديقاً وإن الکذب یتهدی إلى الفجور وإن الفجور یتهدی إلى النار وإن الرجل لیکذب حتی یتکذب عند اللہ کذاباً. (صحيح البخاری، باب قول اللہ اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین (ح: ۶۰۹۴) / الصحيح لمسلم، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله (ح: ۲۶۰۷) انیس)

# نس بندی کرانے والے کی امامت

## نس بندی کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص جان بوجھ کر نس بندی کرائے، اس کی امامت کیا ہے؟ حرام، یا مکروہ؟

الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

جان بوجھ کر ایسا کرنا ممنوع و حرام ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب  
کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (مختبات نظام الفتاویٰ: ۲۸۶/۱)

## نس بندی کرانے والے کی امامت:

سوال: احقر نے آپریشن کرالیا ہے، سات اولاد ہونے کے بعد، احقر کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، احقر صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، امامت کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

اولاد زیادہ ہونے کے خوف سے نس بندی کرالینا خدا کی صفت رزاقیت اور ربوبیت پر اعتماد نہ کرنا ہے، ہر نماز میں الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر خدا کی ربوبیت اور اس کی رزاقیت کا انسان اقرار کرتا ہے، پھر نس بندی کا کیا کام، جو خدا اولاد دیتا ہے، وہی اس کے لیے رزق کا وعدہ بھی کرتا ہے؛ (۲) اس لیے آپ نے آپریشن کرا کے بہت بڑا گناہ کیا ہے،

(۱) ﴿لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ﴾ (سورة الإسراء: ۳۱ - انیس)

قال عبد اللہ: کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وليس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك ثم رخص لنا أن ننكح المرأة بالثوب ثم قرأ علينا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرُمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (سورة المائدة: ۸۷). (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء (ح: ۵۰۷۵) / الصحيح لمسلم، باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ (ح: ۱۴۰۴) / السنن الكبرى للنسائي، قوله تعالى: لا تحرموا طيبات ما أحل الله، الخ (ح: ۱۱۰۸۵) / مسند أبي يعلى، مسند عبد الله بن مسعود (ح: ۵۳۸۲) انیس)

فدل على أنه حرام في آدمي صغيراً كان أو كبيراً لأن فيه تغير خلق الله تعالى، ولما فيه من قطع النسل وتعذيب الحيوان. (عمدة القاري شرح الصحيح للبخاري، باب قول الرجل لأخيه، الخ (ح: ۱۷۰۵): ۷۱/۲۰. انیس)

(۲) ﴿وَمِمَّنْ دَابَّةٌ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ (سورة هود: ۶)

آپ کو چاہئے کہ بارگاہ الہی میں روکر گڑگڑا کر توبہ واستغفار کریں، اگر آپ صدق دل سے توبہ کر لیں تو آپ کے پیچھے نماز درست صحیح ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۸/۳/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۲۶)

## نس بندی کرائے ہوئے شخص کی امامت:

سوال: نس بندی کرائے ہوئے آدمی کے پیچھے امامت کا کیا حکم ہے، جب کہ آدمی اس وقت صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے؟

ہو المصوب:

نس بندی کرنا حرام ہے، (۲) اس کی امامت مکروہ ہے، (۳) توبہ استغفار کرے، اگر تائب ہو جائے اور آثار توبہ ظاہر ہو جائیں تو امامت کر سکتا ہے۔ (۴)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۹۸)

## کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرنا شرعاً درست نہیں:

سوال: جس کا خاندانی منصوبہ بندی کا آپریشن ہوا ہو (جس نے برضا و رغبت کیا ہو) اور وہ اس وقت امامت کا خواہاں بھی ہو، کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ نیز ایک شخص ہے، جو کثرت اولاد کے ڈر سے اپنی بیوی کا آپریشن کروالیا ہو اور اب امامت کرتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

(۲) دو سگی بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟ دونوں بہنیں ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک مرد کے نکاح میں حیات ہیں، کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". {رواہ بن ماجہ} {مشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ، الفصل الثالث: ۲۰۶/۱} (رقم الحدیث: ۲۳۶۵، انیس)  
(۲) خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۵/۳۵۷) (الباب التاسع عشر فی الختان و الخصاء و قلم الأظفار، إلخ، انیس)

أما خصاء الآدمی فحرام. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۳۴۲، کتاب الحظر والإباحۃ، انیس)

ومرتکب الحرام فاسق. (الطحطاوی علی المراقی: ۲۷، مصری، انیس)

(۳) ویکرہ تنزیہاً إمامۃ عبد... وفاسق. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۸، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، انیس)

(۴) ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾. (سورۃ المائدہ: ۳۹، انیس)

﴿الْأَمْنُ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلِئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾. (سورۃ الفرقان: ۷۰، انیس)



(۳) ایک شخص ہے، جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے، نیز وہ اپنی روزی کے لیے دوسرا کاروبار دست کاری بھی کرتا ہے، اچانک مشین کے ذریعہ سے ایک ہاتھ کا آدھا پنچہ اس کا کٹ جاتا ہے، حالات صحیح ہو جانے پر کیا وہ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے؟

هوالمصوب

(۱) نس بندی اگر اپنی مرضی سے کرایا ہے تو یہ ایک بڑا گناہ ہے، (۱) اس کے بعد امامت مکروہ ہے، بعد کو توبہ واستغفار کرے اور اس کے آثار بھی ظاہر ہوں تو اس کی امامت کر سکتا ہے، کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعاً درست نہیں، (۲) اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ (۳)

(۲) جو دو بہنوں سے نکاح کر کے دونوں سے تعلق رکھے، وہ امامت نہیں کر سکتا ہے، اس کی امامت مکروہ ہے۔ (۴)

(۳) مشین کے ذریعہ ہاتھ کا پنچہ کٹ جائے تو وہ امامت کر سکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۲۹۹/۲-۳۰۰)

### بیوی کا آپریشن کرانے والے کی امامت:

سوال: زید نے شدید مجبوری کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرایا ہے اور زید کی فی الحال امامت کی ذمہ داری ہے۔ کیا امامت صحیح ہوئی؟

هوالمصوب

اگر ماہر مسلم ڈاکٹر کے مشورہ سے آپریشن کرایا ہے تو برہنہ ضرورت کوئی گناہ نہیں ہے، رہا! امامت کا مسئلہ تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، امامت درست ہوگی۔ (۵)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۳۰۳/۲)

(۱) خضاء بنی آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الہندیہ: ۳۵۷/۵) (الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء، انیس)

(۲) (وکذا تکرہ خلف أمرد)... وکذا أجذم... ومجبوب وحاقن ومن له يد واحدة، فتاویٰ الصوفیة عن النحفة، والظاهر أن العلة النفرة، الخ. (رد المحتار: ۳۰۲/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی إمامة الأمرد، انیس)

(۳) (قوله: "وکرہ إمامة العبد والأعرابی والفاسق...")... أما الكراهة فمبنية على قلة الناس رغبة الناس في الإقتداء بهؤلاء فيؤدى إلى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثريراً للآجر... والفاسق لا يهتم لأمر دينه. (البحر الرائق: ۶۱۰/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۴) ﴿حرمت علیکم... أن تجمعوأیین الأختین﴾ (سورة النساء: ۲۳) (انیس)

(۵) خضاء بنی آدم بالاتفاق حرام ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۳۵۷/۵، انیس)

## فیمیلی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت:

سوال: یہ تو معلوم ہے کہ فیمیلی پلاننگ ناجائز ہے اور ﴿خشية إِمْلَاق﴾ قلتِ رزق کی وجہ سے آپریشن، یا مانع حمل ادویہ استعمال کرنا، یا عزل یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی نیم تعلیم یافتہ آپریشن کرائے اور بعد میں جب پوچھتا چھ شروع ہو تو وہ مولوی صاحب مجمع عام میں جامع مسجد کے ایک مفتی صاحب کے سامنے اعلانیہ توبہ کریں اور مفتی صاحب اس کو توبہ کرانے کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز قرار دے تو آیا اس کی توبہ قبول ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے؛ اس لیے مفصل و مدلل جواب جلد از جلد عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

(۲) صورتِ ثانیہ اس مولوی صاحب سے جب مفتیوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ آپریشن کیوں کرایا؟ تو مولوی صاحب حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی اور اہلیہ کی بھی تو میں نے چند اشخاص کے کہنے پر یہ آپریشن کرایا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ علماء لوگ اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں اب آپ مفتی حضرات کے سامنے اور تمام مقتدیوں کے سامنے جامع مسجد میں توبہ کرتا ہوں اور اپنے کئے کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے فعل پر خود نادم اور پشیمان ہوں۔

لہذا خدا را! میری توبہ قبول ہونے کا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں، مفتی صاحب نے جو کہ دارالعلوم کے فاضل ہیں، عام لوگوں کے سامنے اس مولوی صاحب سے اعلانیہ توبہ کرائی اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا حکم فرمایا، ان صورتوں کی علاحدہ علاحدہ تشریح فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلياً

توبہ جب سچے دل سے ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگی، اللہ پاک کا وعدہ ہے، کسی کو کہنے کا حق نہیں کہ فلاں کی توبہ قبول نہیں، (۱) البتہ اگر کوئی شخص اس لیے توبہ کا اعلان کرے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیا گیا اور اس کے پیچھے

== العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز وإن كان غير مستبين الخلق يجوز. (الفتاوى الهندية: ۵/۳۵۶) (الباب الثامن عشر في التداوى والمعالجات وفيه العزل واسقاط الولد، انیس)  
 امرأة مرضعة ظهر بها حبل و انقطع لبنها و تخاف على ولدها الهلاك و ليس لأبي هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج في استئزال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة. (الفتاوى الهندية: ۵/۳۵۶) (الباب الثامن عشر في التداوى والمعالجات وفيه العزل واسقاط الولد، انیس)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾ (سورة طه: ۸۲) ==

نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اب وہ گویا کہ بے روزگار ہو، یا اس کا اقتدار جاتا رہے تو ظاہر ہے کہ یہ تو حقیقی توبہ نہیں، نمازی اس کو تسلیم کرنے کے مکلف بھی نہیں؛ مگر دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۸/۶-۱۰۹)

### حمل ساقط کرانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا، بعد دو ماہ کے پتہ چلا، تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے، تب اس حمل کو ایک ناگوار سمجھ کر قصد اساقط کرا کر، پھر دوبارہ الناکر نکاح کیا، اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟  
(حافظ عظمیٰ اللہ، مقام مصطفیٰ آباد، محلہ قاضیان، ضلع انبالہ)

الجواب ————— حامداً و مصلياً

صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی، البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا، (۲) قصد حمل کو ساقط کرنا ایسی صورت میں سخت گناہ ہے، (۳) اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو

== عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ". {رواہ ابن ماجہ} {مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ: ۲۰۶/۱، قدیمی} (الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۲۳۶۵، انیس)

(۱) وقوله صلى الله عليه وسلم: "أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟"... ومعناه: أنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لك طريق إلى معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب واعتقدها وكانت فيه أم لم تكن، بل جرت على اللسان فحسب، إلخ. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۶۸/۱-۶۹، قدیمی)  
(۲) (و) صح نكاح حبلی من زنی (لا) حبلی (من غيره) وإن حرم وطنها (ودواعيه، حتى تضع) متصل بالمسئلة الأولى لثلا يسقى ماؤه زرع غيره. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (سورة التكوين: ۸-۹)  
إسقاط الحمل حرام بإجماع المسلمين، وهو من الوأد الذي قال فيه: ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۱۷/۴) (مسألة إسقاط الحمل، انیس)

(فائدة) الوأد كبيرة لأنه قتل النفس بغير حق وفي حكمه إسقاط الحمل بعد أربعة أشهر لتمام خلقه الجنين ونفخ الروح في تلك المدة وأقل منه وزراً إسقاط الحمل قبل أربعة أشهر لكنه حرام، ولذلك تجب الغرة إجماعاً فيما ضرب بطن امرأة حبلی فسقط جنينا كامل الخلقة أو ناقصا إذ تصور فيها خلق آدمی إذا انفصل ميتاً وأما إذا انفصل حياً فمات ففيه كمال دية الكبير، إلخ. (التفسير المظهری، تفسير سورة التكوين: ۲۰۶/۱۰، مكتبة الرشدية الباكستان. انیس)

توبہ کرنا لازم ہے، (۱) اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو اور یہ جب صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸/۱۳۵۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،  
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/شعبان ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۳۴-۲۳۵)



(۱) واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح مسلم للنووي، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)  
عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم: كان في بني إسرائيل رجل قتل تسعة وتسعين إنساناً ثم خرج يسأل فأتى راهباً فسأله فقال له: هل من توبة فجعل يسأل فقال له رجل انت قرية كذا وكذا فأدركه الموت فناء بصدرة نحوها فاختصمت ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فأوحى الله إلى هذه أن تقربى وأوحى إلى هذه أن تباعدى وقال: قيسوا ما بينهما فوجد إلى هذه أقرب بشبر فغفر له. (صحيح البخارى، رقم الحديث: ۷۴۳، انيس)  
وفى الحديث مشروعية التوبة من جميع الكبائر حتى من قتل النفس. (عمدة القارى شرح البخارى، رقم الحديث: ۵۶۱۶، دار إحياء التراث العربى بيروت. انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى. (الدر المختار)  
”فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولى من الانفراد... (قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الربا ونحو ذلك.“ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)  
والأحق بالإمامة الأعمى بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

# عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت

## تارک صلوٰۃ کو امام و پیشوا بنانا:

سوال: ایک شخص خود کو عالم اور مرشد کہتا ہے؛ لیکن تندرستی کے باوجود وہ گھر ہی میں رہتا ہے، گا ہے گا ہے جلسوں میں، محفلوں میں، نکاحوں میں جنازوں میں جاتا ہے، شہر سے باہر کا بھی سفر کرتا ہے؛ لیکن گھر کے سامنے ہی مسجد ہے، وہاں جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اور نہ پڑھاتا ہے، نہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہے، نہ تراویح کے لئے مسجد میں جاتا ہے۔

(۱) کیا ایسے شخص کو امام یا پیشوا بنایا جاسکتا ہے؟

(۲) کیا ایسا شخص واجب التقلید ہے؟

(۳) نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) کیا ایسا شخص مرید کر سکتا ہے؟

(۵) کیا ایسا شخص نکاح، یا جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

هو المصوب

(۴، ۲، ۱) نہیں۔ (۱)

(۳) مستقل تارک جماعت فاسق ہے (اگر بلا عذر تارک نہ ہو۔) (۲)

(۵) دوسرے کو پڑھانا چاہیے۔ (۳)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۰۴/۲-۳۰۵)

(۱) عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَقَدْ نَاسًا فِي بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَّ رَجُلًا يَصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَحَالَفَ إِلَى رَجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنْهَا، فَأَمَرْتُهُمْ فَيَحْرِقُوا عَلَيْهِمْ، بِحُزْمِ الْحَطَبِ، بِيَوْتِهِمْ، وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا لَشَهِدَ هَا. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ۶۵۱))

وذكر في غاية البيان معزيًا إلى الأجناس أن تارك الجماعة يستوجب إساءة ولا تقبل شهادته إذا تركها استخفافًا بذلك مجانة أما إذا تركها سهوا... فلا يستوجب الإساءة وتقبل شهادته. (البحر الرائق: ۶۰۳/۱) (كتاب

## نماز چھوڑنے والے کی امامت:

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

(۱) زید ایک شہر کی جامع مسجد کا امام اور کنسل کا ممبر بھی ہے، جمعہ اور عیدین بھی پڑھاتا ہے؛ مگر وہ ظہر، عصر کی نماز نہیں پڑھتا اور جب کنسل میں جاتا ہے تو کئی وقت کی نمازیں غائب کر دیتا ہے؟

## مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

(۲) ایک شخص ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امامت بھی کر لیتا ہے، جمعہ اور پنج وقتی نماز پڑھاتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

الجواب

- (۱) ترک نماز موجب فسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے۔ (۱)  
 (۲) ایک شخص مؤذن بھی ہو، وہی امامت بھی کرے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (۲)  
 محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۳/۳-۱۳۴)

## تارک نماز فجر کی امامت:

سوال: امام مسجد کو وقف سے پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے؛ لیکن وہ ہمیشہ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حاضر نہیں ہوتے؛ کیوں کہ آٹھ بجے تک سوتے ہیں، کیا ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟

== (۲) لأن ترک الصلاة والزكاة معصية. (البحر الرائق، توبة الزندیق: ۱۳۷/۵، دار الكتاب الإسلامی. انیس)  
 تارک الصلاة متعمداً فإنه يقتل فی قول الشافعی وفي قول أبي حنيفة وصاحبيه وأبي عبد الله لا يقتل ويعزر علی ذلك. (النتف فی الفتاوی، تارک الصلاة: ۶۹۴/۲، مؤسسة الرسالة بیروت. انیس)  
 من ترک الصلاة بالجماعات استخفافاً بها و هوأناً بترکها فلا عدالة له لأن الجماعة واجبة. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط رکن الشهادة: ۲۶۹/۶، دار الکتب العلمیة. انیس)

(۳) عن مالک بن الحويرث قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم في نفر من قومي، فأقمنا عنده عشرين ليلة وكان رحيماً رفيقاً فلما شوقنا إلى أهلنا قال: ارجعوا فكونوا فيهم وعلموهم وصلوا فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم. (صحيح البخاري، باب من قال ليؤذن في السفر مؤذن واحد (ح: ۶۲۸) انیس)

## حاشیہ صفحہ ۱۸۰:

- (۱) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)  
 (۲) الأفضل كون الإمام هو المؤذن. (الدر المختار، باب الأذان: ۴۰۱/۱)

الجواب

ایک وقت کی امامت نہ کرنے سے بوجہ نوم وغیرہ کے اس کو تنخواہ لینا ممنوع نہیں ہے اور نہ یہ وجہ کراہت امامت کی ہو سکتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

” لا تفريط فی النوم إنما التفريط فی اليقظة “۔ (الحديث) (۱)

البتہ اگر تارک صلوٰۃ فجر ہونا محقق ہو جاوے تو پھر وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ (۲) لیکن اگر وہ کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں تو پھر تکذیب جائز نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۳۵-۱۳۶)

### نماز میں کوتاہی کرنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے گاؤں میں علما کی تعداد اچھی خاصی ہے، جن میں سے بعض گھر پر ہی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعض کبھی کبھار وہ بھی نوافل کو ترک کر کے پڑھتے ہیں؛ لیکن جب جماعت کا وقت آتا ہے تو وہ امامت کے لیے آگے بڑھ جاتے ہیں اور ہم لوگ ان کے ادب و احترام میں ان کی اقتدا کر لیتے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے وہ امامت کے حقدار ہیں، یا نہیں؟

ہوالمصوب

نفل نماز کے ترک سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، (۳) اس کی امامت درست ہے، البتہ علما، یا کسی کو بلا عذر جماعت ترک کرنا، بڑا گناہ ہے۔ (۴)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۰۶/۲)

(۱) مشکوٰۃ، باب تعجیل الصلوات، ص: ۶۱، ظفیر

مشکوٰۃ میں روایت اس طرح ہے: ليس في النوم تفريط، إنما التفريط في اليقظة. (الفصل الأول، رقم الحديث: ۶۰۴) والحدیث بلفظہ رواہ الإمام أحمد فی مسنده، حدیث أبی قتادة الأنصاری (ح: ۲۲۵۴۶) وكذا فی سنن أبی داؤد، باب فی من نام عن الصلاة أو نسيها (ح: ۴۳۷) / صحيح ابن خزيمة، باب الأذان للصلوات بعد ذهاب الوقت (ح: ۴۱۰) انیس

(۲) (وتارکھا)۔ أى الصلاة - عمداً مجانةً أى تكاسلاً فاسقاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، ظفیر) (۳۵۲/۱، دار الفکر بیروت. انیس)

(۳) وفي النهاية قال مشائخنا: العالم إذا صار مرجعاً في الفتاوى يجوز له ترك سائر السنن لحاجة الناس إلى فتواه لإسنة الفجر. (البحر الرائق: ۸۴/۲) (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انیس)

(۴) وفي النهر عن المفيد: الجماعة واجبة، وسنة لوجوبها بالسنة... إلا أن هذا يقتضي الاتفاق على إن تركها مرةً بلا عذر يوجب إثماً مع أنه قول العراقيين، و الخراسانيون على أنه يأتى إذا اعتاد الترك كما في القنية، آه. وقال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب، من أن تاركها بلا عذر يعزروا تردد شهادته، ويأتى الجيران بالسكوت عنه. (رد المحتار: ۲۸۷/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط إمامة الكبرى، انیس)

## پابند نماز شخص کے غیر پابند نماز کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے، مگر نماز کا پابند نہ تھا، کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھنا چاہتا ہے، ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند ہیں، بلا کراہت ہوگی، یا کراہت؟ اگر مکروہ ہوتی ہو اور وہ اس وقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑیں گے اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں، ان کی قضا پڑھ لیں گے تو کراہت زائل ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

توبہ سے کراہت زائل ہو جاوے گی؛ کیوں کہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہو جاتا ہے اور مطالب بالحق (۱) رہنا موجب فسق نہیں و ہذا ظاہر۔ فقط

۲۴ شعبان ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۹۰/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۸۷/۱)

## نماز چھوڑنے والے اور اس کی امامت کا حکم:

سوال: زید نے دوران تقریر سامعین کو یہ بتایا کہ اگر کوئی شخص ایک وقت کی نماز چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، جب کہ زید اکثر و بیشتر فجر کی نماز ترک کرتا ہے، زید امامت بھی کرتا ہے، شریعت مطہرہ کا ایسے مقرر اور امام کے بارے میں کیا حکم ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب وباللہ التوفیق

نماز تمام عبادات میں اہم اور عظیم عبادت ہے، اس کو دیگر تمام عبادات پر خاص اہمیت حاصل ہے، اسی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے اور اس کے ترک کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

”عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بین العبد و بین الکفر

ترک الصلاة“۔ {رواہ مسلم} {مشکوۃ المصابیح: ۵۸/۱} (۲)

(۱) یعنی اگر شبہ یہ ہو کہ اس بے نمازی نے توبہ کر لی ہے لیکن ابھی فوت شدہ نمازیں قضاء نہیں کی ہیں اور جب اس کے ذمہ قضا باقی ہے تو فسق کیسے ختم ہوا؟ تو حضرت مجیب قدس سرہ جواب دیتے ہیں کہ حقوق (مثلاً نماز کی قضا) کا ذمہ پر واجب رہنا فسق کا سبب نہیں ہے۔ (سعید)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“۔ (سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ (ح: ۴۲۵۰) / مسند الشہاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

(ح: ۱۰۸) / شعب الإيمان، معالجة کل ذنب بالتوبة (ح: ۶۷۸۰) انیس

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۶۹ / الصحيح لمسلم، باب بیان إطلاق

اسم الکفر علی من ترک الصلاة (ح: ۸۲) / سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فیمن ترک الصلاة (ح: ۱۰۷۸) انیس



{ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔ }

اس سلسلہ میں اکثر ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ترک نماز گرچہ کفرانہ عمل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں؛ لیکن اگر کسی نے صرف غفلت سے نماز چھوڑ دی ہے؛ مگر اس کے دل میں نماز سے انکار اور عقیدہ میں کوئی انحراف نہیں پیدا ہوا ہے تو بہر حال وہ مسلمان ہے، البتہ سخت گنہگار ہے۔ (۱)

نماز چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے؛ لیکن گناہ کبیرہ کا مرتکب اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں ہوتا، (۲) پس ایسا شخص اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی؛ لیکن کراہت کے ساتھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
سہیل احمد قاسمی، ۱۴۰۹ھ / ۱۲ / ۴۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۵/۲-۴۲۶)

### کاروبار کی وجہ سے تارکِ جماعت کی امامت:

سوال: زید کاروباری مصروفیات کی بنا پر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔ ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نماز ہو جائے گی؛ مگر اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۹/۲)

(۱) ”(ویکفر جاحداً) لثبوتها بدلیل قطعی (وتارکھا عمداً مجاناً) أى تکاسلاً فاسق“۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة: ۵/۲)

(۲) قوله (ولا یخرج العبد من الإیمان إلا بحدوده ما أدخله فیہ) یشیر الشیخ إلى الرد علی الخوارج والمعتزلة فی قوله بخروجه من الإیمان بارتکاب الكبیره. (شرح العقیده الطحاویة لصدر الدین الحنفی الأذرعی الصالحی الدمشقی، الجمع بین الخوف والرجاء: ۵۸/۲، مؤسسة الرسالۃ بیروت. انیس)

(۳) (الجماعة سنة مؤکدة للرجال) قال الزاهدی: أرادوا بالتأکید الوجوب. (الدر المختار) وقال فی شرح المنیة: والأحكام تدل علی الوجوب، من أن تارکها بلا عذر یعزرو ترد شهادته، ویأثم الجیران بالسکوت عنه. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۲/۱، سعید) (مطلب: شروط الإمامة الکبری، انیس) ویکره إمامة فاسق. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة“. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

## جو شخص نماز کا عادی نہ ہو، اس کو امام مقرر کرنا:

سوال: زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں؛ مگر وہ امامت کرانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلہ اس کے واسطے کچھ ٹھہرا کر اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ مکروہ ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو وہ مکروہ تحریمی ہوگی، یا تنزیہی؟ اگر بغیر کچھ ٹھہرائے، اس خیال سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جب تک زید نماز کا عادی نہیں تو فاسق تھا تو اس کی امامت مکروہ تحریمی تھی، (۱) جب تو بہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی، کچھ ٹھہرا کر امامت کرائے، یا بلا ٹھہرائے، دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے۔ (۲) رہا نیت کا حال، سو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۵/۶، ۱۵۶)

== وأما بيان من يصلح للإمامة في الجملة فهو كل عاقل مسلم... كابن عمر وغيره والتابعون اقتدوا بالحجاج في صلاة الجمعة وغيرها، مع أنه كان أفسق أهل زمانه... ولأن جواز الصلاة متعلق بأداء الأركان، وهؤلاء قادرون عليها إلا أن غيرهم أولى“. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۶۶۶/۱-۶۶۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“. ”قوله: (وفاسق) من الفسق، أي الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وأكل الربا، ونحوها ذلك... على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) والأحق بالإمامة الأعمى بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراءة، ثم الأورع، آه. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۴)

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه - وهذا حديث ابن أبي شيبة - قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في سرية... قال: أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا، آه.

قال الإمام النووي في شرحه: ”ومعناه أنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لك طريق إلى معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتظهره لقالها القلب واعتقد هاو كانت فيه أم لم تكن فيه بل جرت على اللسان فحسب يعني وأنت لست بقادر على هذا فاقتصر على اللسان ولا تطلب غيره. (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي، كتاب الإيمان، باب تحریم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۶۸/۱، قديمي)

## باری باری نماز پڑھانے والے امام جو درمیان کی نماز نہ پڑھیں:

سوال: ایک مسجد میں چار بھائی نمبر وار نماز پڑھاتے ہیں اور اپنی باری پر نماز پڑھاتے ہیں، بعد میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔ (۱) فقط فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۳/۳-۱۶۴

## مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور حفظ کے بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، جس کی وجہ سے دو تنخواہیں، الگ الگ ملتی ہے، مذکورہ امام تمام وقت کی سنتیں نہیں پڑھتا، خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، کہے جانے پر کہتے ہیں کہ غیر مؤکدہ نہ پڑھنے پر کوئی بات نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں؛ لیکن ہر وقت قصد اُنہ، پڑھنا کیسا ہے؟ ان کے اس فعل سے جاہل طبقہ پر بھی اثر پڑتا ہے اور ان کے شاگرد ایسا ہی کرتے ہیں، ایک نمازی صاحب نے اس کے اس فعل پر ان سے کہا بھی، جس کا انہوں نے مذکورہ جواب دیا، مسجد زیادہ تر جاہل محلے والوں کی ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

سنت مؤکدہ کا مستقلاً ترک کرنا اور ترک کی عادت ڈالنا بد نصیبی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا سبب ہے، (۲) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے، (۳) سنتوں کا اہتمام چاہیے، سنت غیر مؤکدہ کا پڑھنا بھی

(۱) تارک نماز فاسق وعاصی ہے:

”وتارکھا عمداً مجاناً أى تکاسلاً فاسق“ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة: ۵/۱)

اور فقہانے فاسق کی امامت کے سلسلہ میں صراحت کی ہے:

”أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) الحديث الرابع العشرون بعد المائة: قال عليه السلام: ”من ترك الأربع قبل الطهور، لم تنله شفاعتي“. قلت: غريب جداً. (نصب الرأية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة (رقم الحديث:

۲۵۶۴/۲، مؤسسة الريان بيروت)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“. ”قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وأكل الربوا، ونحو ذلك... فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأنه في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانتة شرعاً... على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

فضیلت کی چیز ہے اور حسنات میں ترقی کا ذریعہ ہے؛ (۱) لیکن اگر کوئی شخص ترک کرے تو اس پر مواخذہ نہیں، (۲) مگر غیر مؤکدہ کو بھی حقیر اور خفیف سمجھنا درست نہیں۔ تحفۃ الأخیار (۳) میں سنت سے متعلق نہایت اعلیٰ مضامین و مسائل مذکور ہیں، استدلال میں حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۶/۶-۱۵۷)

### جوامام سنت نہ پڑھے، اس کی امامت:

سوال: ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہمارے یہاں پر ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور عشا کی سنت نہیں پڑھتا ہے، اگر اس کو کہتے ہیں تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں کہنے سے نہیں پڑھنے کا اور اذان بھی نہیں دیتا، کہتا ہے کہ میرے اوپر واجب نہیں ہے۔ دریافت یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر اس کے ذمہ اذان نہیں ہے؛ اس لیے وہ اذان نہیں دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرا آدمی اذان دیا کرے، اگر وہ سنتیں وہاں نہیں پڑھتا ہے، اپنے مکان پر، یا کسی اور جگہ پڑھتا ہے، یا لوگوں کے کہنے سے نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس سے اس کی امامت میں نقصان نہیں آتا ہے، اگر وہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے اور نمازیوں کے کہنے سے ضد ہو گئی ہے تو اس کو سمجھا دیا جاوے کہ یہ ضد ٹھیک نہیں ہے، اس کا انجام خراب ہے اور اگر پھر بھی نہ مانے؛ بلکہ سنتوں کو مستقل ترک کر دے تو اس سے بہتر متبع سنت کو امام تجویز کر لیا جائے، تارک سنت کو امام نہ بنایا جائے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۷/۶-۱۵۸)

(۱) ”عن أم حبيبة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من صلى في يوم وليلة اثنتي عشرة ركعة، بُني له بيت في الجنة: أربعاً قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل صلاة الفجر“۔ (رواه الترمذی) کتاب الصلاة، باب ماجاء فيمن صلى في يوم وليلة اثنتي عشرة ركعة من السنة وماله فيه من الفضل، رقم الحديث: ۴۱۵، ص: ۹۰، بیت الأفكار، انیس)

وفی روایة مسلم (کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب: فضل السنن الراتية قبل الفرائض وبعدهن، وبيان عددهن، رقم الحديث: ۷۲۸، ص: ۲۸۷، بیت الأفكار، انیس): ”ما من عبد مسلم يصلي لله كل يوم اثنتي عشرة ركعة تطوعا غير فريضة، إلا بنى الله له بيتاً في الجنة“۔ أو الأبنی له بيت في الجنة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ۱۰۳/۱، قديمی) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۵۹، انیس)

(۲) ترک السنۃ لا یوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لو عامداً غیر مستخف“۔ (الدر المختار) ==

## تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت:

سوال: ایک حافظ ہیں، قرآن کریم پورا یاد نہیں، کبھی تراویح نہیں پڑھتے، کانوں سے بہرے ہیں، مگر جمعہ وعیدین کی امامت ضرور کرتے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھا دیتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے؛ (۱) لیکن ان کو چاہئے کہ وہ خود ہی امامت سے دست بردار ہو جائیں، تراویح مستقل ترک کرنا ایک سنت کو ترک کرنا ہے، جس کا انجام عتاب الہی ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۸/۶-۱۵۹)

== ”قوله: (لو عامداً غیر مستخف) فلو غیر عامد فلا إساءة أيضاً“. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۷۳/۱-۴۷۴، سعید (مطلب: سنن الصلاة، انیس)

(۳) تحفة الأخیار فی إحياء سنة سيد الأبرار مع حاشية ”نخبة الأنظار“ من رسائل مجموعة اللكنوى، ج: ۴، إدارة القرآن، کراچی  
(۴) والأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، إلخ. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۰۷/۱، سعید)

### حاشیہ صفحہ هذا:

(۱) عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برأ كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برأ كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية، ملتان) (رقم الحديث: ۲۵۳۳، انیس)

”وإن تقدموا جاز لقوله عليه الصلاة والسلام: ”صلوا خلف كل بر وفاجر“. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۴۶/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا على من قال: لا إله إلا الله، و صلوا خلف كل من قال: لا إله إلا الله. (سنن الدارقطني، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ۱۷۶۱) انیس)

(۲) وحكمهما يؤجر على فعله ويلازم على تركه“. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قوله: (يلازم): أى يعاتب بالثناء لا يعاقب، كما أفاده في البحر والنهر، لكن في التسليح ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”من ترك سنتي لم ينل شفاعتي“ آه، وفي التحرير: أن تاركها يستوجب التضييل واللوم، آه، والمراد: الترك بلا عذر على سبيل الإصرار“. (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أر كان الوضوء أربعة: ۱۰۴/۱، سعید)

کیا غیر روزہ دار، روزہ دار کی امامت کر سکتا ہے:

سوال: ایک شخص جو مسجد میں پنجگانہ نماز کی امامت کرتا ہے، وہ بوجہ بیماری رمضان کے روزے نہیں رکھتا ہے، کیا وہ روزے دار نمازیوں کی امامت کر سکتا ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

اگر امام ایسے مرض کا مریض ہے کہ شرعاً بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس مرض کی وجہ سے نماز میں کوئی فتور نہیں واقع ہوتا تو اس کی امامت جائز ہے۔ (۱)

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۲/۷/۱۳۸۵ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۹۲)

جو صوم و صلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور ظلم کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص صوم و صلوٰۃ کا قطعی پابند نہ ہو، جھوٹ کثرت سے بولتا ہو، ظلم و زیادتی کا عادی ہو، زانی ہو، بزرگان دین کو برا کہتا ہو، باوجود ان تمام بدافعالیوں کے اپنے کو ولی ظاہر کرے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ (۲)

اور فرمایا:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَآخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی وہ ہے، جو متقی ہو، بد اعمال شخص ولی نہیں ہے اور دعویٰ اس کا کاذب ہے، وہ شخص جو نافرمان حق تعالیٰ کا ہو، دشمن اللہ کا ہے، اس سے مرید ہونا درست نہیں اور امام بنانا اس کو مکروہ ہے۔ (۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۴/۳)

(۱) ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرٍ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ

بِكُمُ الْعُسْرَ...﴾ (سورة البقرة: ۱۸۵)

اس عذر کی وجہ سے اس پر فتن کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(۲) سورة الأنفال: الرکوع: ۴، الآية: ۳۴، انیس

(۳) سورة يونس: الرکوع: ۷، الآية: ۶۲-۶۳، انیس

(۴) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

جس پر حج فرض ہو اور نہ ادا کرے، اس کی امامت:

سوال: زید ایک محلّہ کی مسجد میں امام ہے، زید پر بوجہ نصاب حج فرض ہے، جس کو وہ ادا نہیں کرتا اور مانع شرعی بھی موجود نہیں، دیگر یہ کہ زید اپنی داڑھی خضاب سے سیاہ کرتا ہے اور حدیث ممانعت کی طرح طرح سے تاویل کرتا ہے، تیسرے یہ کہ زید نے جشن صلح میں خوب دلچسپی سے حصہ لیا اور دیگر مخلوق کو اس میں شریک ہونے کی بہت کچھ ترغیب دی، گویا اسلامی سلطنت اور خلافت کے مٹائے جانے پر ان کی طرف سے دل کھول کر خوشی کا اظہار کیا گیا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے اور اس کی اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی تو گزشتہ نمازوں کا کیا ہونا چاہیے؟

الجواب

در مختار و شامی میں ہے کہ صبح حج کے بارہ میں یہ ہے کہ فی الفور ادا کیا جائے؛ یعنی جس سال فرض ہو اسی سال ادا کیا جائے اور تاخیر سال اول سے گناہ صغیرہ ہے، اگر کئی سال تک تاخیر کرے گا تو فاسق ہو جائے گا، (۱) اسی طرح سیاہ خضاب کو بلا کسی داعی مشروع کے مکروہ لکھا ہے، (۲) پس یہ ہر دو امر موجب کراہت امامت شخص مذکور ہیں؛ یعنی اگرچہ نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام ”صلوا خلف کل برو فاجر“۔ (الحديث) نقلہ فی شرح المنیۃ۔ (۳) لیکن مکروہ ہوتی ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ بھی ہو گئیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لئے کسی دوسرے صالح و عالم شخص کو امام بنانا چاہیے؛ کیوں کہ اس کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے، (۴) اور جشن صلح (۵) کی شرکت کو اس سے علاحدہ رکھنا چاہیے کہ اس میں شرکت کرنے میں بوجہ حکم حکام فی الجملہ رعایا کو مجبوری ہے، محض اس وجہ سے حکم فسق کا نہ کیا جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۴/۳-۱۲۵)

(۱) وهو فرض علی الفور وهو الأصح فلا یباح له التأخیر بعد الإمكان إلى العام الثانی فإذا أخره وأدى بعد ذلك

وقع أداء، کذا فی البحر الرائق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ، مصری، کتاب المناسک: ۲۰۲/۱، ظفیر)

(۲) ویستحب للرجل خضاب شعره ولحيته، الخ، ویکره بالسواد، وقیل: لا۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب

الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۳۷۵/۵، ظفیر) (باب الاستبراء وغیرہ، فروع: کتب إمام قول الشافعی بکتب جواب أبی حنیفۃ، انیس)

(۳) فصل فی الإمامۃ وفيها مباحث، ص: ۵۱۴، درس عادت انیس

(۴) ویکره إمامۃ عبد الخ وفاسق (الدر المختار) وأما الفاسق فقد عللوا کراہۃ تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینہ وبأن

فی تقدیمه للإمامۃ تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً إلخ، بل مشی فی شرح المنیۃ کراہۃ تقدیمه کراہۃ

تحریم۔ (رد المحتار، باب الإمامۃ: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۵) جشن صلح کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، یہ غیر اسلامی طریقہ ہے، عہد نبوی میں صلح حدیبیہ بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، سیرت نبوی

اور تاریخ میں کہیں اس سلسلہ میں جشن منانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ انیس

جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں، یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت:

سوال: جو شخص اعمیٰ حافظ قرآن ہو اور مجرد ہو اور ہمسایہ کی نا محرم عورتوں جو انوں کے پاس، بہ بہانے پڑھانے اور سنانے سو قرآن و مناجات و غزلوں کے، رات میں اور دن میں جاتا ہو اور جو ان عورتوں مکارہ کو، بہ بہانے جھاڑ پھونک بعض اعضاء، یاد دیکھنے بعض زیور کے، بہ لمس مساس کرتا ہو اور بعض سے بعض وقت خلوت بیٹھنے کو بھی حاصل ہوتی ہو، جو بہ تشریح علما گناہ کبیرہ ہے اور کسی لڑکی مرابقہ؛ یعنی قریب بلوغ کو، جب اکثر تعلیم سبق قرآن ہو تو مکان خالی میں زنجیر لگا کر ہو اور ان مواضع تہمت سے باوصف ملام مردم احترام نہ کرے اور امور مذکورہ پر مصر رہے اور تمام سال مسجد جماعت محلہ میں بجز نماز جمعہ نہ پڑھے اور اتفاقاً کبھی پڑھے تو التزام جماعت ہرگز نہ ہو اور تیار جماعت چھوڑ کر تنہا پڑھ جاوے، یا قبل جماعت کبریٰ، ایک دو کو ساتھ لے کر تفریق جماعت کرے اور رمضان المبارک میں طالب امامت صلوٰۃ تراویح اور سنانے قرآن کا ہو اور بعض ضعیف الایمان اس کو بوجہ زود خوانی (۱) واسطے امامت کے پسند کرتے ہیں اور امام صالح مثل کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض؛ بلکہ اکثر اس کی امامت سے کارہ ہوں، یا ناجائز سمجھتے ہوں تو ان میں کون حق پر ہے اور اس طرح کا امام بروئے شرع محمدی کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

اور نیز جہالت اور بے علمی کے ساتھ کلام شطیحات (۲) کرتا ہو اور راہ الحاد [پر] چلتا ہو اور بعض حافظ قرآن ایسے بھی ہیں، کہ بالکل نماز پنجگانہ کے پابند نہیں، یا قطعاً پڑھتے ہی نہیں؛ مگر قرآن رمضان میں سناتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح کے امام اور اس کے مددگار براہِ ضد و فساد، باہر فرش پر اپنے امام کو کھڑا کر کے پڑھیں اور بعض نمازی [نماز] توڑ کر باہر جالیں تو مسلمانوں کو ایسے نزاع میں کیا حکم ہے؟ آیا ان کو لڑ کر مسجد سے نکال دیں، یا علاحدہ علاحدہ ایک وقت میں، دونوں پڑھی جاویں؟

الجواب

یہ حافظ فاسق ہے، اس کی امامت منع ہے، اس کو امام بنانا حرام ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فاسق کو امام بنانا سب مسلمین پر حرام ہے؛ کیوں کہ ایسے فاسق کی اہانت لازم ہے اور تعظیم و تکریم اس کی حرام ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم ہے۔ (۳) پس جو لوگ اس کو ضد سے امام بناتے ہیں لاریب! وہ مرتکب گناہ کبیرہ کے ہو کر، فاسق بنتے ہیں

(۱) جس کے واسطے ”رب تال للقرآن“ (یہ روایت امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب ”فی ذم تلاوة الغافلین“ کے شروع میں نقل کی ہے، مگر علامہ زبیدی نے اتحاف السادة میں اس کی تخریج نہیں فرمائی اور اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھا۔ ملاحظہ ہو: یہ روایت اور کہیں نہیں ملی۔) اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص: ۳۶۸ ج: ۴ (دار احیاء التراث العربی، بیروت) [نور] (وارد ہے۔)

(۲) مخالف ظاہر شرع کے کہنا اور کلمے خلاف شریعت زبان پر لانا۔ (منتخب) [نور]

(۳) کرہ إمامة الفاسق، والفسق لغة: خروج عن الاستقامة وهو معنى قولهم خروج الشيء عن الشيء ==



اور علیٰ ہذا القیاس جو حافظ دوازہ ماہ نماز سے غافل ہوتے ہیں، وہ بھی فاسق ہیں، ان کو قرآن سننے کی غرض سے امام بنانا نہ چاہئے کہ فاسق کی امامت لازم آتی ہے، البتہ اگر وہ توبہ وعہد کریں کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے اور قضاء ماسبق میں مصروف ہوں تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد لنگوہی۔ (بدست خاص) (۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۸-۱۵۹)

### وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص صاحب مال و زکوٰۃ ہوتے ہوئے عداً دیدہ دانستہ طور پر قربانی پر جانور نہ ذبح کرے؛ یعنی قربانی نہ کرے، چہ جائے کہ امام مسجد ہو۔ اگر وہ امام مسجد ہے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: حکیم حشمت علی، قادریہ دواخانہ، ۱۲/۵۸ ایل برائے سوال، ضلع ساہیوال)

الجواب

قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنا سخت گناہ ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے، لہذا امام صاحب کو چاہیے کہ سابقہ قربانیوں کا بھی تدارک کریں، مع ہذا توبہ واستغفار کریں۔

”من وجد سعة فلم یضح، فلا یقر بنّ مصلانا“۔ (الحديث) (۲)

بصورت دیگر وہ امام بننے کے لائق نہیں۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۲/۱۸، ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۷۵/۲)

== علی وجه الفساد، و شرعاً: خروج عن طاعة الله تعالى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أى أو إصراره على صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلى، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية. (الطحاوى على مرقى الفلاح، باب الإمامة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۳، دار الكتب العلمية، انيس) ويكره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله فى الأمور الدينية. (غنية المستملی، ص: ۳۵۱، انيس) والفاسق؛ لأنه لا يهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لما ظهره منه، الخيانة فى الأمور الدينية لا يؤتمن فى أهم الأمور. (فتح القدير، باب الإمامة: ۲۴۷/۱، انيس)

(۱) یہ فتویٰ جو حضرت مولانا کا لکھا ہوا اور حضرت کی مہر سے مزین ہے، ہمارے ذخیرہ میں ہے۔ نور

(۲) مسند أحمد بن حنبل، تنمة أبی هريرة رضى الله عنه (ح: ۸۲۷۳) ۴/۱۴، مؤسسة الرسالة/سنن الدارقطني، الصيد والذبايح والأطعمة وغير ذلك (ح: ۴۷۶۲) المستدرک للحاکم: ۲۵۸/۴، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

## فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام فرضوں سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرے اور نماز کے لیے کھڑا ہو جائے، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے؛ مگر اسے ایسا بلا ضرورت کے کرنا نہ چاہیے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی۔ (کفایت المشتی: ۱۲۵/۳)



(۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدع أربعاً قبل الظهر ورکعتین قبل

الغداة. (صحیح البخاری، باب الرکعتین قبل الظهر (ح: ۱۱۸۲) انیس)

عن عائشة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ثابر علی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی له بیت

فی الجنة أربع قبل الظهر، ورکعتین بعد الظهر ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل الفجر. (سنن

ابن ماجہ، باب ماجاء فی ثنتی عشرة رکعة من السنة (ح: ۱۱۴۰) انیس)

وأما الصلاة المسنونة فهي السنن المعهودة لصلوات المكتوبة... فرکعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر لا

یسلم إلا فی آخرهن ورکعتان بعده ورکعتان بعد المغرب ورکعتان بعد العشاء، کذا ذکر محمد فی

الأصل، الخ. (بدائع الصنائع، فصل: الصلاة المسنونة: ۲۸۴/۱، دار الکتب العلمیة. انیس)

والسنة قبل الفجر وبعد الظهر والمغرب والعشاء ورکعتان وقبل الظهر والجمعة وبعدها أربع. (کنز الدقائق

متن البحر الرائق، الصلاة المسنونة کل يوم: ۵۱/۲، دار الکتاب الإسلامی. انیس)

## مہتمم کی امامت

زنا کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: زید پیدائشی نیک اور پابند شریعت حد درجہ کا ہے اور نماز باجماعت کا پابند بھی اسی درجہ کا ہے اور عرصہ بیس سال سے نماز فی سبیل اللہ پڑھاتا ہے؛ مگر اب کچھ دنوں سے ایک ایسے چکر میں پھنسا اور مجبوراً پھنسا کہ زنا کا مرتکب ہو گیا۔ زید عرصہ چودہ سال سے مجرد تھا، صرف نکاح کرنے کی غرض سے زنا کا مرتکب ہوا؛ مگر زید کا زنا کسی کو معلوم نہیں ہے اور واقعہ ٹھیک ہے۔ اگر زید اس فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو اس صورت میں زید کی امامت درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

زید زنا کا مرتکب ہوا تو اس کی امامت ناجائز ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۴/۳)

زانی امام کی اقتدا:

سوال: امام مسجد زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا اور وہ احکام شرعیہ میں اجماع کے خلاف اجتہادی فتاویٰ دیتا رہتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، یا فتوے پر عمل کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾. (سورة النور: ۳) انیس

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبةً يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن. (صحيح البخاري، باب النهي بغير إذن صاحبه (ح: ۲۴۷۵) / مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي (ح: ۵۷) انیس)

الجواب

ایسا شخص جو کہ فاسق ہے اور خلافِ اجماع و خلافِ قولِ امام مجتہد جس کا وہ مقلد ہے، مسئلہ بتلاتا ہے اور غیر مفتی بہا مسائل پر فتویٰ دیتا ہے، لائقِ امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امام نہ بنایا جاوے اور معزول کر دیا جاوے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۲/۳)

## زانی کی امامت:

سوال: ایک شخص امام مسجد نے ایک زمیندار کی لڑکی فرار کر کے اس سے نکاح کیا اور اپنی پہلی زوجہ کو قتل کیا۔ کچھ مدت کے بعد امام مذکور نے ایک لڑکی ناکتخرا کو فرار کر کے دوسری جگہ لے گیا، بعد کو اس کے ورثانے لڑکی کو اس سے علاحدہ کر کے دوسری جگہ نکاح کر دیا، اب پھر گاؤں کے چند مسلمانوں نے اس کو اپنا امام بنالیا ہے، ایسی صورت میں اس کو امام بنانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام مذکور نے اپنے افعال و معاصی سے توبہ نہیں کی تو امام بنانا اس کو مکروہ تحریمی ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۳)

(۱) ویکرہ إمامة عبد الخ وفاسق. (الدر المختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی، إلخ، بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انیس)

(إن الإجماع من المسلمين حجة لا يعدوه الحق والصواب بيقين) كقوله عليه السلام: لا تجتمع أمتى على الضلالة. (الكافى شرح البزوى، باب الإجماع: ۱۶۰/۴، مكتبة الرشد. انیس)

فإن إجماع هذه الأمة إنما كانت حجة موجبة للعلم بالسمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أن الله تعالى لا يجمع أمتة على الضلالة"، والسمع منه موجب للعلم لقيام الدلالة على أن الرسول عليه السلام يكون معصوماً عن الكذب والقول الباطل. (أصول السرخسى، قبيل فصل فى بيان الكتاب وكونه حجة: ۲۷۹/۱، دارالمعرفة. انیس)

(۲) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انیس)

اور اگر اس نے توبہ کر لی ہے تو گنہگار اس کا معاف ہے اور امامت اس کی درست ہے، بحکم: "الثائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشکوٰۃ، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶، ظفیر (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انیس)

## اس شخص کی امامت کا حکم جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح روبرو گواہوں کے ایک شخص کے ساتھ کر دیا؛ لیکن اس لڑکی کا چچا زاد بھائی اس کو شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا اور اپنے پاس رکھ رکھا ہے، اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور ایک مولوی کہتا ہے کہ اس شخص کی امامت جائز ہے، جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے اور کہتا ہے کہ فرعون ملعون بہشت میں جاوے گا اور ایک کم دولاکھ آدم اس آدم سے پیشتر گزر چکے ہیں اور جمعہ بلا دن نصاریٰ میں جائز نہیں ہے اور خضاب سیاہ مباح ہے، اس شخص کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص جس نے اس عورت کو رکھا اور شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا، وہ فاسق و ظالم ہے، اس کی امامت مکروہ ہے، کذا فی الشامی (۱) وغیرہ من الکتب الفقہیہ۔  
اور وہ مولوی جو خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت کے عقائد ظاہر کرتا ہے، وہ ضال مضل ہے، اس کے اقوال کا اعتبار نہیں ہے، اس سے اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

قال عليه الصلاة والسلام: يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آبائكم، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم. {رواه مسلم} (۲)  
وفی حدیث البخاری و مسلم: حتیٰ إذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فاستلوا فأفتوا بغير علم فضلوأ وأضلوأ. (۳) فقط واللہ تعالیٰ أعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۸/۳-۳۱۹)

(۱) ویکرہ تقدیم العبد، الخ والفاسق. (الهدایة، باب الإمامة: ۱۰۱، ظفیر)

(۲) مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول: ۲۷، ظفیر (کتاب الإیمان (ح: ۱۵۴) / الصحيح لمسلم، باب فی الضعفاء والکذابين ومن یرغب، الخ (ح: ۷) / شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الکذابين الثلاثین الذین یخرجون بعده هل هم دجالون أم لا (ح: ۲۹۵۴) انیس)  
عن أبی هريرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سيكون في آخر الزمان ناس من أمتي يحدثونكم ما لم تسمعوا أنتم ولا آباءكم وإياكم وإياهم. (صحيح ابن خزيمة، ذكر الأخبار عما يظهر في آخر الزمان في الروايات والأخبار: ۱۶۹/۱۵، مؤسسة الرسالة (ح: ۶۶۶۷) انیس)

(۳) (کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم (ح: ۱۰۰) ص: ۴۵، بیت الأفكار، انیس)

مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

حتىٰ إذا لم یترک عالماً، اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فاستلوا فأفتوا بغير علم، فضلوأ وأضلوأ. (کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان (ح: ۲۶۷۳) / ۱۰۷۲/۱، بیت الأفكار، انیس)

## زانی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص اپنے حقیقی پسر کی زوجہ سے زنا کرتا ہے اور برضامندی دیگر اشخاص سے زوجہ پسر کو زنا کاری کی اجازت دیتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور اپنی دختر بالغہ کا منہ چومنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۱) اور اپنی دختر کا بوسہ لینا ازراہ محبت و رحمت درست ہے اور ازراہ شہوت حرام ہے اور موجب حرمت مصاہرت ہے اور احترام کرنا، اس سے پہلی صورت میں بھی احوط ہے۔ (۲)  
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۵/۳-۱۹۶)

## زانی اور بیڑی پینے والے کی امامت:

سوال: دو شخص دومسجد کے امام ہیں، ایک نے اپنی سالی سے زنا کیا اور دوسرا بیڑی پیتا ہے۔ ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ یہ لوگ امامت سے روکے جائیں تو فساد عظیم ہونے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ مگر مکروہ ہے، (۳) پس جب کہ امام فاسق کے علاحدہ کرنے میں فتنہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۱/۳)

(۱) وأن كراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس)

(۲) (وما حل نظره) مما مر من ذكر أو أنثى حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه وعليها؛ لأنه عليه الصلاة والسلام كان يقبل رأس فاطمة رضي الله عنه، إلخ وإن لم يأمن ذلك أو شك فلا يحل له النظر والمس. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۲۳/۵، ظفیر)

(ولا بأس بأن يمسه ما يجوز النظر إليه إذا أمن الشهوة) لأن المسافرة معهن حلال بالنص ويحتاج في السفر إلى مسهن في الإركاب والإنزال وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قدم من مغازبه قبل رأس فاطمة وعن أبي بكر أنه قبل رأس عائشة ومحمد بن الحنفية كان يقبل رأس أمه ولأن المحرم لما كان لا يشتهي عادة حلت معه محل الرجال ولا ينبغي أن يفعل شيئاً من ذلك إذا خاف الشهوة أو غلبت على ظنه بل ينبغي أن يغض بصره فإن من رتع حول الحمى يوشك أن يقع فيه قال عليه الصلاة والسلام: دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، إلخ. (الإختیار لتعليل المختار، فصل النظر إلى العورة: ۱۵۵/۴، دارالكتب العلمية بيروت. انیس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، وفي المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (الدر المختار)

## زنا کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے مسجد کے اندر زنا کیا، دو شخصوں نے پچشم خود دیکھا اور امام مذکور ہمیشہ ایسی حرکات کرتے رہتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو اس قسم کے فواحش میں مبتلا ہے، فاسق و عاصی ہے، (۱) امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے۔ لازم ہے کہ اس کو معزول کیا جاوے، (۲) اور دوسرا امام صالح و عالم مقرر کیا جاوے۔ اگر پورا عالم نہ ہو تو کم از کم اتنا ہو کہ مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۰/۳)

== أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس) اگر دوسری مسجد ہو تو وہاں چلا جائے۔

وفى غير الجمعة يجوز أن يتحول إلى مسجد آخر ولا يأنم به. (الفتاوى الهندية مصرى، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره: ۸۱/۱، ظفیر)

(۱) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّيْنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲) ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزُنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (سورة الفرقان: ۶۸) انيس) الزنا معصية كبيرة يجب إخمالتها وإقامة الحد عليها والمؤاخذه بها. (حجة الله البالغة، الحدود: ۲۵۰/۲، دار الجليل بيروت، انيس)

الكبيرة العاشرة الزنا وبعضه أكبر من بعض. (الكبائر للذهبي: ۵۰/۱، دار الندوة الجديدة بيروت، انيس) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس بخمس قالوا: يا رسول الله! وما خمس بخمس؟ قال: ما نقض قوم العهد إلا سلط عليهم عدوهم، وما حكموا بغير ما أنزل الله إلا فشا فيهم الفقر ولا ظهرت فيهم الفاحشة إلا فشا فيهم الموت ولا طففوا المكيال إلا منعوا النبات وأخذوا بالسنين ولا منعوا الزكاة إلا حبس عنهم القطر. (المعجم الكبير للطبراني، طاؤس عن ابن عباس (ح: ۱۰۹۹۲) انيس)

عن أنس بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر ويقل الرجال ويكثر النساء حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد. (صحيح البخارى، باب يقل الرجال ويكثر النساء (ح: ۵۲۳۱) انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى، بل مثلى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

## زنا کا ردھو کہ باز کی امامت:

سوال: زید نے اپنی چچا زاد بہن ہندہ نو جوان کو جس کی شادی دوسری جگہ ہو چکی تھی، ورغلا کر کچھ دنوں اپنے ساتھ رکھا، پھر ایک اسٹامپ ہندہ کے شوہر کے نام سے خرید اور طلاق نامہ لکھ کر دھوکہ سے ہندہ کے شوہر کا انگوٹھا لگوا دیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ دوسرے لوگ قابل امامت موجود ہوں۔

الجواب

زید کی اگر کچھ خیانت ثابت ہو جائے اور بے وجہ تفریق مابین الزوجین میں وہ سماعی ہو ہے، (۱) تو بحالت موجودہ وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، کسی دوسرے شخص صالح و عالم کو امام بناویں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۷/۳)

## زانی اور لوطی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام ہے اور وہ زنا بھی کرتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ برا فعل بھی کرتا ہے، اس کی نسبت کیا حکم ہے، آیا امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص جو زانی اور لوطی ہو، امامت کے قابل نہیں، فاسق اور عاصی ہے، (۳) اگر وہ توبہ کرے، فہما، ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے کہ نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۳)

(۱) قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

”أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا أوْثمن خان“. {الحديث} {مشكاة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، ظفیر} (كتاب الإيمان، الفصل الأول (ح: ۵۶) / صحيح البخاری، باب علامة النفاق (ح: ۳۴) / الصحيح لمسلم، باب بيان خصال المنافق (ح: ۵۸) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) بل مشي في شرح المنية على أن كراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله من ذبح لغير الله، لعن الله من غير تخوم الأرض، لعن الله من كره الأعمى عن السبيل، لعن الله من سب والديه، لعن الله من تولى غير مواليه، لعن الله من عمل عمل قوم لوط. (المستدرک للحاكم، كتاب الحدود (ح: ۸۰۵۲) انیس)

(۴) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (إلى قوله) بل مشي في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)



## زانی کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ایک شخص کی منکوحہ کو لے کر بھاگ گیا اور اس سے زنا کیا اور ولد الزنا بھی پیدا ہوا، اسی بنا پر لوگ اس کو بہت برا اور مکروہ جانتے ہیں، ایسے شخص کو امامت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

در مختار میں لکھا ہے:

(ولو أم قوماً وهم له كارهون إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق منه بالإمامة يكره) له ذلك تحريماً لحديث أبي داود: ”ولا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون“ إلخ. (۱)  
اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مسئلہ میں اس شخص زانی و بدکار کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا کچھ حق امامت میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۶/۳-۲۳۷)

## زانی توبہ کرنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عرصہ سے امام مسجد ہے، اس نے اپنی بھانج سے ناجائز تعلق رکھا اور اس کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا، عورت کو اس کا شوہر لے آیا اور امام مذکور بھی آگیا۔ اب اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص اگر تائب ہو جائے اور پہلے افعال شنیعہ سے توبہ کرے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۳/۳)

## اس زنا کار کی امامت جو توبہ کر چکا ہو:

سوال: ایک شخص ایک عورت منکوحہ کو جس کا خاوند زندہ تھا، لے کر بھاگ گیا اور دو سال تک بلا نکاح رکھا، پھر خاوند اس کا مر گیا اور عدت کے بعد اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور توبہ کی تو امامت اور اذان اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ اور جس پر شبہ ہو کہ یہ زانی ہے اور گواہ نہ ہوں تو اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر (سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبرانی، عمران بن عبدالمغافری عن عبد الله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبی شیبہ، حدیث سلمان الفارسی (ح: ۴۵۳). انیس)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له“. (مشکوٰۃ، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰۶، ظفیر) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳۶۳) انیس)

## الجواب

اس عورت کا خاوند گزرنے کے بعد، اگر عورت کے عدت موت؛ یعنی چار ماہ دس دن پورے کرنے کے بعد، اس مرد نے اس سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا، (۱) اور وہ شخص بوجہ بھگالے جانے دوسرے کی زوجہ کے فاسق ہو گیا، زنا ثابت ہو یا نہ ہو، فاسق ہونا اس کا مسلم ہو گیا۔

اب اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے اور آئندہ کو ایسے افعال ناشائستہ سے باز آوے اور نادام ہو تو امامت اس کی صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے اور اذان کہنا اس کا جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۳-۲۷۴)

### بدکار و فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: جو ولد الزنا ہو، فاسق ہو، لڑکوں سے ناجائز فعل میں پکڑا گیا ہو، بدعتی جاہل ہو، مسجد کی آمدنی خود کھا گیا ہو، وغیرہ۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

## الجواب

وہ شخص جس کے یہ افعال ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں نقل کیا ہے کہ فاسق کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے؛ بلکہ وہ واجب الایمانہ ہے، لہذا فاسق کو امام نہ بنایا جاوے، خصوصاً امام دائمی ہرگز ایسے شخص کو مقرر نہ کیا جاوے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۲/۳)

(۱) ﴿وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مِنْكُمْ وَيَدْرُونَ أَرْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِمْ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (سورة البقرة: ۲۳۴)

(وحل لها التزوج بآخر بعد العدة). (ردالمحتار: ۵۲/۳، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۲، انیس)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“. (مشکوٰۃ، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰۶، ظفیر) (کتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳۶۳) سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبة (ح: الدعاء للطبرانی (ح: ۱۸۰۷) / المعجم الكبير للطبرانی (ح: ۱۰۲۸۱) / مسند الشهاب القضاعي، التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) / السنن الكبرى للبيهقي، باب شهادة القاذف (ح: ۲۰۵۶۱) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ وفاسق. (الدر المختار)

و كراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: في تكرار

الجماعة في المسجد، انیس)

## اغواکار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں دو شخص ہیں، جن میں سے ایک صوم و صلاۃ کا پابند ہے، جب کہ دوسرے میں یہ برائیاں پائی جاتی ہیں۔

(۱) اغوا کرنا اور کرانا۔

(۲) زنا کرنا اور کرنے میں مدد دینا۔

(۳) نکاح پر نکاح پڑھانا۔

(۴) جھوٹی گواہی دینا۔

(۵) جھوٹی قسمیں کھانا۔

(۶) کباڑ مال مسجد سے غائب کرنا۔

جب رمضان شروع ہوتا ہے تو مسجد میں آتا ہے، باقی سارا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان میں آکر مسجد پر قبضہ کرتا ہے، لوگ اسے کہتے ہیں کہ ہماری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی؛ لیکن وہ بضد ہے، نتیجہً مجبوراً لوگ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا تو جروا۔  
(المستفتی: جاوید اقبال، کوٹ دھمیک جہلم)

الجواب

بشرط صدق وثبوت اس برے امام کے پیچھے اقتداء مکروہ تحریمی ہے، کما فی شرح الکبیر (ص: ۴۳۸): أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (۱)

(۱) قال العلامة الحلبي: كذا في فتاوى الحجة وفيه إشارة إلى أنهم قدموا فاسقاً يَأْتُمُون بِنَاءً عَلَى أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (الشرح الكبير للحلبی، ص: ۴۷۵، فصل في الإمامة)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يَنْتَهَبُ نَهْبَةَ ذَاتِ شَرَفٍ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ حِينَ يَنْتَهَبُهَا مُؤْمِنٌ. (سنن الدارمی، باب النهی عن النهبة (ح: ۲۰۳۷) / السنة لأبي بكر بن الخلال، باب مناكحة المرتجة (ح: ۱۲۴۷) / الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ذكر الذنوب التي من ارتكبتها فارقها (ح: ۹۵۲) انیس)

”لا يَنْتَهَبُ نَهْبَةَ“ ذات شرف يرفع الناس إليها أبصارهم وهو مؤمن، النهب: الغارة والسلب، أي لا يختلس شيئاً له قيمة عالية. (مجمع البحار الأنوار، مادة نهب: ۸۰۶/۴، دائرة المعارف العثمانية، انیس)

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ولا يَنْتَهَبُ نَهْبَةَ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (صحيح البخارى، باب النهي إذاذن صاحبه (ح: ۲۴۷۵) / سنن ابن ماجة، باب النهي عن الهبة (ح: ۳۹۳۶) انیس) ==

البتہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا بہتر ہے، کما فی رد المحتار ہامش الدر المختار: ۱/۵۱، باب الإمامة، قبیل مطلب فی إمامة الأُمرد. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۶۹/۲)

اگر عورت کہے: ”فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا“ اس کی امامت:

سوال: ایک عورت اپنی زبان سے یہ کہتی ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، وہ شخص امام مسجد بھی ہے، اب اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ شخص زنا سے انکار کرتا ہے اور عورت فاحشہ ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ عورت کا نکاح اس کے شوہر سے ٹوٹ گیا، یا قائم ہے؟

الجواب

عورت کے کہنے سے مرد پر زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا، (۲) اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں آتی اور عورت مذکور کا نکاح اس کے شوہر سے قائم ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۸/۳)

== منکوحۃ الغیر ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد النزوج کالمحرم. (فتح القدیر، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۲۶۰/۵، دار الفکر بیروت. انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف علی قوله تعالى: ﴿حرمت علیکم امہاتکم﴾ معناه: وحرمت المحصنات من النساء وذلك عبارة عن منکوحۃ الغیر ومعتدته فیکون نفياً لا نهياً. (أصول السرخسی، فصل فی بیان موجب الأمر فی حق الکفار: ۹۰/۱، دار المعرفۃ بیروت. انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهی معطوفة علی قوله تعالى: ﴿حرمت علیکم امہاتکم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج. (الكافی شرح البزدوی، باب حکم الأمر والنهی فی أضدادها: ۱۲۰/۳، مکتبۃ الرشد. انیس)

﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ (سورة الحج: ۳۰) والزور الکذب وذلك عام فی سائر وجوه الکذب وأعظمها الکفر باللہ والکذب علی اللہ وقد دخل فیہ شهادة الزور. (أحكام القرآن للخصاص، باب شهادة الزور: ۳۱۴/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، انیس)

قال ابن مسعود: عدلت شهادة الزور بالشرك بالله، ثم قرأ ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾. (مصنف ابن أبي شيبة، ما ذكر في شهادة الزور (ح: ۲۳۰۳۸) انیس)

”عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”الكبائر: الإشراف بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس“. (صحيح البخارى، كتاب الإيمان والنذر، باب: اليمين الغموس: ۹۸۷/۲ (ح: ۶۶۷۵) سنن الترمذی، باب ومن سورة النساء (ح: ۳۰۲۱) سنن النسائی، ذكر الكبائر (ح: ۴۰۱۱) انیس)

(۲) جب تک چار یعنی شاہدوں کی شہادت نہ پیش کرے، قابل اعتبار نہیں۔

و الشهادة على مراتب منها: الشهادة في الزنا يعتبر فيها أربعة من الرجال لقوله تعالى: ﴿وَاللَّائِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نَسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ﴾ (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفیر)

(۳) جن امور سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، ان میں زنا شامل نہیں ہے۔ انیس

## زانیہ کے شوہر کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: زید کی بیوی سے عمرو کا کافی دنوں سے تعلق تھا اور عمر و شادی شدہ ہے، ایک دن اتفاق سے عمرو کی بیوی نے ان دونوں کو رات کی تنہائی میں زنا کرتے ہوئے دیکھا؛ بلکہ دروازہ کھلوا کر زید کی بیوی کی پٹائی کی اور زید پڑھا لکھا شخص ہے؛ بلکہ وہ جامع مسجد کا امام بھی ہے، یہ خبر گاؤں والوں کو ہوئی تو مقتدی ان سے کترانے لگے، نتیجہ یہ کہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے دور بھاگ رہے ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بیوی کہاں ملے گی، یعنی اس نے اپنی بیوی کو زجر و توبیخ نہیں کی، لہذا یہ بیوی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہے گی، یا نکاح سے خارج ہو جائے گی؟ اور اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

زید کی بیوی کا فعل انتہائی غلط ہے، اس کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، لیکن اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز کو ترک کرنا درست نہیں، نیز ان کی بیوی زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج بھی نہیں ہوئی اس کے ساتھ حسب سابق زید تعلق از دو اجیت قائم رکھے، البتہ زید کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسے اعمال سے توبہ کرائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ ۴/۷۹-۸۰)

## متعہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص حنفی عدالت میں بحلف بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کر لیا، ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس کی بیعت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی تجہیز و تکفین و نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب —————

جو شخص مقرر ہے، اس فعل بد کا، وہ فاسق و عاصی ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۰۰-۱۰۱)

(۱) قوله: (والمزنی بها لا تحرم علی زوجها) فله وطؤها بلا استبراء عندهما. و قال محمد: لا أحب له أن يطأها ما لم يستبرئها، كما فی فصل المحرمات. (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الدخول فی النکاح الأول دخول فی الثانی فی مسائل: ۲۱۲/۵، دارالکتب العلمیة، انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

اگر وہ توبہ کرے تو امامت اس کی درست ہے اور بیعت و حنفیت قائم ہے اور تجہیز و تکفین و نماز جنازہ ہر ایک مسلمان کی کرنی چاہئے، اگرچہ وہ فاسق و بدکار ہو۔ کما فی الحدیث: ”صلوا علی کل برو فاجر“۔ (الحديث) (شرح الفقہ الاکبر: ۹۶، ظفیر) ==

## بے نکاحی عورت رکھنے کی ترغیب اور اس کی امامت:

سوال: جو شخص دوسرے کو رغبت دلا کر بے نکاحی عورت سے گھر آباد کر دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام ہونے کے نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۵/۳)

## غیر کی منکوحہ سے شادی کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے شوہر والی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور جو اولاد اس سے ہوئی، اس کا کیا حکم ہے؟ اور امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مطلقہ عورت سے نکاح حرام و باطل اور اولاد ولد الزنا ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۵/۳)

## شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق و نکاح کے بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت بوجہ مفلسی شوہر و کج نہادی خود، اپنے خاوند سے متنفر ہو کر بلا طلاق اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور بار بار اس کے خاوند نے بلایا، مگر بد طبیعتی سے نہیں گئی، پھر چند عرصہ بعد اس کی بڑی بہن اپنے گھر لے آئی، عرصہ کے بعد وہ بڑی بہن مر گئی، بعد ازیں اس عورت غیر مطلقہ کے خاوند نے اپنی دختر کو، جو اس عورت کے شکم سے تھی، بھیجا کہ اپنی والدہ کو لے آ، اب اس کا وہاں رہنا اچھا نہیں؛ مگر وہ اس کے ہمراہ نہ آئی۔

== (وبطل نکاح المتعة) وهو أن يقول لامرأة: أمتعت بك مدة بكذا من المال (والمؤقت) مثل أن يتزوج بشهادة شاهدين عشرة أيام، كذا في الهداية. (النهر الفائق، فصل في المحرمات: ۲۰۰/۲، دارالكتب العلمية، انیس)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲) ویکرہ امامہ عبد، الخ، وفاسق. (الدر المختار)

من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی، الخ، وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه بأنه لایهتم لأمر دینہ بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقديمه کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) لقوله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (سورة النساء: ۲۳-۲۴، انیس)

وفی الکبیری للحلبی، ص: ۴۷۹ "قدموا فاسقاً یأثمون بناءً علی أن کراهة تقديمه کراهة تحریم". (فصل

فی الإمامة وفيها مباحث، انیس)

پھر اس عورت کی بھابھ اور خالہ بتقریب تعزیت وہاں پر گئی اور اس عورت کو فہمائش کی کہ ہمارے ساتھ چل، مگر مسماۃ مذکورہ نے باشتعالک اپنے بہنوئی کے انکار کیا، بعد اس کے اس بہنوئی سے نکاح کر لیا، وہ شخص باوجودیکہ پیر جی اور مولوی مشہور ہے اور اس موضع میں نماز پنج گانہ و جمعہ پڑھاتے ہیں اور ان کو یقین کامل اس کی طلاق کا نہیں ہے، بلکہ ایک مرتبہ شوہر سابق سے کہلایا کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اگر ان سے کہا تو جواب دیا کہ ایک طلاق ضمناً ہوئی ہے، وہ طلاق ضمناً دے چکا، اب نکاح کو عرصہ چند سال کا ہوا اور اس کی اولاد پیدا ہوئی، اس اولاد کو ولد الزنا کہیں، یا نہ کہیں؟

اور پیر جی صاحب چہلم وغیرہ کو مباح کہتے ہیں اور طعام پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور جو گائے وغیرہ خریدتے ہیں تو اپنے مکان پر لا کر اس کے داہنی کھر کو پانی ڈالتے ہیں اور ہر سال اپنے بھائی کی قبر کو، اس کپڑے سے کہ جس پر کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، غلاف پوش کر کے روشنی کرتے ہیں اور اکثر کام غیر مشروع کرتے ہیں، سو بوجہ امور مذکورہ کے پیر جی صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وغیرہ درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کو دیوث کہنا اور ان سے بغض لکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

لا ریب! ایسا شخص فاسق ہے اور دیوث کا اطلاق ایسے آدمی پر درست ہے اور ایسے شخص سے اگر بغض بوجہ اللہ تعالیٰ کے کرے تو موجب اجر ہے اور نکاح اس شخص کا ہرگز درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ جب تک پہلا خاوند طلاق نہ دیوے، نکاح درست نہیں ہو سکتا اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط

کتبۃ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔ (مجموعہ کلاں، ص: ۱۱۲-۱۱۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۲)

غیر کی منکوحہ سے جو نکاح کرے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کے امام نے ایک عورت سے جو غیر کی منکوحہ ہے اور اس نے اس کو طلاق نہیں دی ہے، نکاح کر لیا ہے، ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

امامت ایسے شخص کی، بوجہ فاسق ہونے کے، مکروہ تحریمی ہے۔ فقط

کتبۃ رشید احمد، الجواب صحیح، عزیز الرحمن عفی عنہ

(۱) (دیوث) هو من لا یغار علی امرأته أو محرمة. (الدر المختار رعلی صدر رد المحتار، کتاب التعزیر: ۷۰/۴، دار الفکر بیروت. انیس)

عن عمار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یدخل الجنة دیوث ولا مدمن خمر. (التوحید لابن خزیمة، باب ذکر أخبار رویت أيضا فی حرمان الجنة: ۸۶۵/۲، مکتبۃ الرشید الریاض. انیس)

قال فی الدر المختار: وكره إمامة عبد و فاسق.

وقال فی رد المحتار: قال فی شرح المنية: إن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (۱)  
اور عالمگیری میں ہے:

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة. (۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۳)

**بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے، جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے، پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا، وہ گزر گیا، جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے، انہوں نے اس کو دوبار پھر قائم کر دیا، جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں، آپ نماز پڑھ کر دوچار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا، جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا، جس پر کسی کی کوئی مہربا دستخط نہیں تھے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے، میں ان کی نماز ضرور پڑھاؤں گا۔ باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے، اس کا گھر والا زندہ ہے، جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا؛ مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے، یا کہ نہیں؟ اور ان کی نماز ہو سکتی ہے، یا کہ نہیں؟

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۷۶/۱ (مطبع مجتہائی، دہلی: ۱۲۸۷ھ) نیز ص: ۴۱۳-۴۱۴، جلد اول، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان: ۱۳۹۹ھ] نیز کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱ [دار الفکر بیروت]

(۲) عالمگیری: ۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: ۱۴۰۳ھ) فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السادس في المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير: ۲۸۰/۱ [نورانی کتب خانہ، پشاور پاکستان] نیز کتاب النکاح، باب مذکور: ۳۹۰/۱ [مطبع بندر ہنگی کلکتہ ۱۲۰۸ھ] (نور) (فتاویٰ دارالعلوم، دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین صاحب ص: ۳۲۰، جلد سوم (دیوبند: ۱۹۷۱ء))



## الجواب

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے، امامت کے قابل نہیں، یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے، (۱) بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرات ہے، اگر سوال کے مطابق واقع ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۶۴/۲)

بے نکاحی عورت کو رکھنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: زید اور ہندہ نامحرم ایک گھر میں مثل یگانہ رہتے ہیں اور نکاح کے متعلق استفسار کرنے پر زید کہتا ہے کہ ہم نے باہم ایجاب و قبول کر لیا ہے، نکاح ثابت نہیں ہے، ہمچا نگلی ثابت ہے، ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

## الجواب

ایجاب و قبول اگر رو برو شاہدین کے ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، مثلاً خود مرد اور عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں اور کوئی تیسرا شخص نکاح پڑھنے والا نہ ہو، تب بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ پس اگر زید یہ کہے کہ خود ہم نے ایجاب و قبول دو گواہوں کی موجودگی میں کر لیا ہے تو ان کا نکاح ثابت ہے، ان کو زوجین سمجھنا چاہئے اور بے نکاحی عورت کے رکھنے کا الزام اس پر نہ لگانا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ (شامی، جلد ثانی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۲/۳)

بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سنیمادیکھنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک جامع مسجد کا امام ہے، عرصہ بارہ سال سے اس کے خلاف چند بستی والوں کی درخواست اراکین جامع مسجد کے پاس آئی ہے کہ زید کے چال چلن کے متعلق بھی لوگوں کے بہت سے شکوک اور اعتراضات قابل وثوق ہیں اور اس کے متعلق بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور وہ اکثر سنیمادیکھتا ہے اور ناچ گانوں کی محفلوں میں شریک رہتے ہیں، درخواست دینے والے نے صرف چودہ گواہوں کے نام پیش کئے ہیں، جن میں سے بارہ گواہوں کا بیان تو یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے سنا اور ذکر کیا، دو گواہوں نے جو بیان دیا، وہ حسب ذیل ہے:

ہم نے زید کو جنگل کی طرف دو کافرہ عورتوں کے ہمراہ جن میں سے ایک جوان اور دوسری بوڑھی تھی، دن کے بارہ بجے قریباً دو سال پیشتر جاتے دیکھا، ہم بھی پیچھے ہو لیے، شہر سے قریب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر زید اور دونوں عورتیں

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۲۸۰/۱، نورانی کتب خانہ پشاور، پاکستان، انیس

(۲) وینعقد ملتبساً بإیجاب من أحدہما وقبول من الآخر، إلخ، وشرط کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما وشرط حضور شاہدین حرین مکلفین سامعین قولہما معاً علی الأصح. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر)

جنگل میں دس قدم ایک دوسرے سے فاصلے پر کھڑی ہوئیں، زید ان میں سے ایک کو اپنی طرف بلا رہا تھا، گواہ عمر و بکر جواگ چھپے ہوئے تھے، ان پر زید کی نگاہ پڑی اور زید وہاں سے چلا آیا، گواہ بکر نے ان عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا کہ زید نے ایک روپیہ دینا کیا تھا، اس معاملہ میں دونوں گواہوں کی ایک ہی زبان ہے، راستہ وغیرہ دونوں گواہ برابر بتاتے ہیں، ایک گواہ نے جائے وقوع نہیں بتلایا؛ لیکن جو نشانات پہلے گواہ نے بتلائے تھے، وہی راستے بتلائے جن کے ہمراہ یہ دو گواہ مختلف اوقات میں جائے وقوع بتلانے گئے تھے، ان میں کا ایک سکرٹری جامع مسجد اور دوسرا نمبر ہے اور وہ دوارا کین بھی ان دو گواہوں کے بیان جائے وقوع کے بتلانے سے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ زید جنگل میں گیا۔

دونوں گواہ صوم و صلوة کے پابند ہیں، دونوں میں دوستی ہے، ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں، دونوں نے بے نکاح عورتیں رکھی ہوئی ہیں، زید یقیناً سنیما دیکھتے ہیں، زنا کا ثبوت نہیں ہے؛ لیکن یہ سب کچھ شک پر ہو رہا ہے، زید شادی شدہ ہے، صاحب اولاد ہے، عمر ۳۵ سال سے ۴۰ تک ہے، نو بچوں کا باپ ہے، اوپر لکھی باتوں پر زید کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۱۶۶، سیٹھ حاجی عمر ملاں (برار) ۲۶ شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

گواہوں کے پاس بے نکاح عورتیں ہیں تو وہ خود فاسق ہیں، نیز دو سال پہلے کا واقعہ بیان کرنا بھی قابل سماعت نہیں، دو برس تک انہوں نے یہ واقعہ کیوں بیان نہیں کیا؟ اس کے اخفا کی وجہ سے بھی یہ شہادت قابل سماعت نہیں۔

ہاں! سنیما دیکھنے کی وجہ سے امام کی امامت مکروہ ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۱۳-۱۱۴)

غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے شخص کی امامت:

سوال: جو شخص امام ہو اور غیر محرم عورتوں میں بیٹھے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۹-۵۶۰)

قال العلامة ابن البزار الكردي الحنفی: استماع صوت الملاهی كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفرأى بالنعمة. (الفتاویٰ البزازية علی هامش الفتاویٰ الهندية: ۳۵۹/۶، الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهی) (والحديث أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، من كتاب الشهادات، في باب ماتجوز به شهادة أهل الأهواء، رقم الحديث: ۲۰۹۲۰-۳۵۶/۱۰، دار الكتب العلمية، بيروت، انیس)

## الجواب

ایسا امام، جو غیر محرم عورتوں میں بیٹھے فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۴-۳۸۵)

مطلقة عورت کو رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مسجد کا امام ہے، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی؛ مگر اس کو اب تک گھر میں رکھ چھوڑا ہے اور طلاق کے بعد اس سے بچے بھی ہوئے ہیں۔ مقتدی یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے، طلاق دینے کا گناہ امام کو ہوا؛ مگر ایک شخص ایک روز جماعت سے علاحدہ ہو گیا اور کہا کہ میری نماز اس کے پیچھے نہیں ہوتی، اس پر امام صاحب نے کہا کہ یہ کافر ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور اس نے جو کافر کہا، اس کا کیا حکم ہے؟

## الجواب

اگر اس امام نے اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی تھی تو رجوع کر لینا بدون نکاح کے جائز ہے اور اگر بانسہ (یا مغلطہ طلاق) دی تھی تو اس عورت کا بدون (تجدید نکاح) یا حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور معزول کرنے کے قابل ہے اور امام کا کسی مقتدی کو کافر کہنا گناہ کبیرہ ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمن

(ویکرہ (إلى قوله) وخلف فاسق، إلخ، فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم، لما

ذکرنا، إلخ. (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۴-۳۹۵)

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)  
بل مشی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)  
(مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

غیر محرم عورتوں کے سلسلہ میں لکھا ہے: (فإن خاف الشهوة) أو شک (امتنع نظره إلى وجهها) فحل النظر مقید بعدم الشهوة... وهذا فی زمانهم، وأما فی زماننا فممنوع من الشبابة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۳۵۲/۵، ظفیر)

(۲) رد المحتار: ۵۲۳/۱، مہدی (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)  
عن أبی ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه كذلك. {رواه البخاری} {مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان والغیبة والشتیم، جمیل (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۴۸۱۶، انیس)}

جو مطلقہ مغالطہ عورت کو بلا حلالہ رکھے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: پیش امام مسجد نے اپنی زوجہ کو تین چار مرتبہ طلاق دیکر گھر سے نکال دیا اور پھر بلا حلالہ کے اس کو گھر میں رکھ لیا، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدون حلالہ کے مطلقہ ثلاثہ کو رکھنا اور اس کو زوجہ بنانا حرام ہے۔ وہ شخص فاسق وزانی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ

ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۱۷)

مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے رکھنے والے کی امامت:

ایک شخص اپنی بیوی کو ایک ہی بیٹھک میں تین طلاق دیدیتا ہے، اس کے بعد بستی کے کل لوگ مجبور کرتے ہیں کہ پھر اس سے شادی کر لیا جائے، چونکہ مطلقہ عورت اندھی ہے، لوگوں کے مجبور کرنے پر اس شخص نے مختلف جگہوں سے فتاویٰ منگوا یا، ہر جگہ سے شادی نہ کرنے کا جواب آیا، جب تک کہ حلالہ نہ ہو؛ لیکن مدرسہ اصلاح المسلمین سے جواب آیا کہ ان کا نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے، چوں کہ ایک بیٹھک میں تین طلاق ایک طلاق کے مانند ہوتی ہے۔ دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

”كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثالثة واحدة“ أو كما قال. (مسلم) (۲)

اس فتویٰ کی بنا پر وہ شخص اپنی بیوی پر ترس کھا کر چوں کہ وہ اندھی تھی اور عدت اپنے شوہر کے گھر میں گزار رہی تھی، اس کی فریاد اور عاجزی قابل رحم تھی، لہذا وہ نکاح کر لیتا ہے۔ گزارش ہے کہ چوں کہ یہ امام مسجد بھی ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا، اکثر لوگ نماز پڑھتے ہیں، اب بستی میں نزاع کی صورت پیدا ہو گئی ہے، ممکن ہے کہ فتنہ پیدا ہو جائے۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ کون سی صورت عورت کے ساتھ اب اختیار کی جائے؟ دیگر ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اکثر بیت ان کے ساتھ اس لیے ہے کہ یہ بستی میں کل لوگوں سے زیادہ پرہیزگار اور پابند شرع ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرا کوئی نہیں، جس کو امام بنایا جائے۔

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وأعرابی، إلخ، وفاسق، إلخ. (الدر المختار)

من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربو ونحو ذلك. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) الصحيح لمسلم، باب طلاق الثلاث (ح: ۱۴۷۲) انیس

الجواب \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

حنفی مذہب کے مطابق یہ نکاح صحیح نہیں ہے، اس کی بیوی بے غیر حلالہ کے اس پر حرام ہے، (۱) جب تمام جگہ سے یہی فتویٰ آیا ہے کہ نکاح حرام اور ناجائز ہے تو سب کو چھوڑ کر اہل حدیث (غیر مقلد) کے فتویٰ پر عمل کرنا اور پھر اپنے کو حنفی ٹھہرانا غلط ہے؛ کیونکہ یہ نفس پروری ہے، فتویٰ کی اتباع نہیں ہے؛ بلکہ ہوا و ہوس کی اتباع ہے، یہ تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں ہے؛ بلکہ نفس پرستی ہے، لہذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ خصوصاً ایسے شخص کو جو اوپر مذکور ہوا، جس سے فتنہ پیدا ہو، نزاع ہو، تفریق بین المسلمین ہو۔

مگر حنفی مسلک پر اس شخص کو فوراً بیوی کو الگ کر دینا چاہیے؛ تاکہ وہ عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لے، ان امام کو بڑا ترس ہے تو اس کی دوسری جگہ اپنی کوشش سے شادی کرادیں، یا باوجود مطلقہ ہونے کے گزارہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۲-۲۹۷)

### تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ:

- سوال (۱) زید نے بقائم ہوش و حواس معززین شہر کے سامنے بکھر کر تین طلاق دے دی، آیا دوبارہ اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟
- (۲) اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے؛ اس لیے میں نے ایسا کیا۔ کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟
- (الف) کیا امام شافعیؒ، یا کسی اور امام کا یہ مسلک ہے کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کر کے مطلقہ کو رکھے؟
- (ب) مقلد امام ابوحنیفہؒ ہو کر ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟
- (ج) ایسے شخص کے ساتھ معاشرت خورد و نوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟
- (د) اگر یہ شخص مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟
- (ه) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(۱) کان عبد اللہ إذا سئل، عن ذلک، قال لأحدہم: أمأنت طلقت امرأتک مرة أو مرتین، فإن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أمرنی بہذا وإن كنت طلقته ثلاثاً فقد حرمت علیک، حتی تنکح زوجاً غیرک، وعصیت اللہ فیما أمرک من طلاق امرأتک. (الصحيح المسلم، کتاب الطلاق، رقم الحدیث: ۱۴۷۱)

قد اختلف العلماء فیمن قال لامراته أنت طالق ثلاثاً فقال الشافعی ومالک وأبو حنیفہ وأحمد وجمہیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث. (نوروی شرح مسلم، باب طلاق الثلاث: ۳۲۸/۵)

(ز) اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد اس بیوی کو مثل منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے؟

(و) کیا اس کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

(۱) اس پر طلاق مغلطہ واقع ہوگی، اب اس سے نکاح حرام ہے۔ (۱)

(۲) اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاق دے مثلاً کہے: ”أنت طالق ثلاثاً“، تو یہ طلاق مغلطہ باتفاق ائمہ اربعہ واقع ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف نہیں، ان کے نزدیک بھی تجدید نکاح بغیر حلالہ کافی نہیں، لہذا تجدید کا قول غلط ہے، ایسا شخص ائمہ اربعہ اور اجماع اور نص قطعی کے خلاف کرتا ہے، جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی توبہ نہ کرے اس سے معاشرت و مجالست ترک کر دی جائے؛ تاکہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے۔ (۲)

اس کی جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے، (۳) البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں تو گنجائش ہے، (۴) زید مذکور کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے، (۵)

(۱) ﴿حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (الآیۃ (سورة البقرة: ۲۳۰)

”وعن عائشة رضی اللہ عنہا: أن رفاعة القرظی تزوج امرأة ثم طلقها، فتزوجت آخر، فأتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذكرت له: أنه لا يأتيها، وأنه ليس معه إلا مثل هذبة، فقال: ”لا، حتى تذوق عسيلته ويذوق عسيلتك“. (صحيح البخاری، كتاب الطلاق، باب إذا طلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بعد العدة زَوْجًا غَيْرَهُ، فلم يمسها: ۸۰۱/۲، قديمی (ح: ۵۳۱۷) انیس)

(۲) قال الملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذا الحديث: ”(لا يحل لرجل أن يهجر أخاه الخ) قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فيجوز فوق ذلك... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“. (مرقاۃ المفاتیح للملا علی القاری، كتاب الآداب، باب ما ينهی عنه من التهاجر و التقاطع، و اتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷) (۵۰۸/۸، رشیدیة)

(۳) وهی فرض علی کل مسلم مات، خلا بغاة، وقطاع طریق إذا قتلوا فی الحرب... وكذا مكابر فی مصر لیلاً بسلاح وخناق. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی: ۲۱۰/۲، سعید)

(۴) وعن مالک وغيره، أن أهل الفضل لا يصلون على الفساق زجراً لهم. (الشرح الكامل للنووی علی الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب ترك الصلاة، علی القاتل نفسه: ۳۱۴/۲، قديمی)

(۵) ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق و أعمى . (الدر المختار)

پس کفارہ یہی ہے کہ عورت مذکورہ کو علاحدہ کر دے اور خدائے پاک کے سامنے سچی توبہ کرے، اس نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل: ”الأعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة“ اور ”الأزہار المربوعة“ وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں، جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے۔

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. قال في الفتح: بعد سوق الأحاديث الدالة عليه: وهذا يعارض ما تقدم، وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة فلا يمكن إلا وقد اطلعوا في الزمان المتأخر على وجود ناسخ أو لعلمهم بانهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاءها في الزمن المتأخر. وقول بعض الحنابلة: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مائة ألف عين رآته، فهل صح لكم عنهم أو عن عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضى الله عنه حين أمضى الثلاث، ولا يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف تسمية كل في مجلد كبير لحكم واحد على أنه إجماع سكوتي. وأما ثانياً فالعبرة في نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين.

والمائة ألف لا يبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وأنس وأبي هريرة والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم. وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق إلا الضلال وعن هذا قلنا: لو حكم حاكم بأنها واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه، فهو خلاف. (رد المحتار: ۲/۵۷۶) (۱)

اعلاء السنن جلد: ۱۱، کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط مدلل کلام کیا ہے، من شاء البسط فليراجع إليه. (۲) فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شوال ۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۳/۶-۲۳۷)

== ”قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی و آكل الربا ونحو ذلك... فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانتة شرعاً... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.“ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹) ۵۶۰، سعید (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۱) رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۳، سعید (مطلب: طلاق الدور، انیس)

(۲) إعلاء السنن، كتاب الرقة هل وقوع الطلاق البدعي مسألة خلافية بين الصحابة والتابعين: ۷۵۲/۱۱، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي

## اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے ایک شخص کو چار سو روپے دے کر اس سے عورت کو طلاق دلوائی، اب وہ مطلقہ اور امام ایک کوٹھری میں اکیلے رہتے ہیں، کیا اب ان کا نکاح بعد میعاد عدت ہو سکتا ہے، نیز امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ عورت مذکور کو وہ مثل لونڈی شمار کرے، یا نہیں؟

الجواب

بعد عدت کے نکاح ہو سکتا ہے اور قبل نکاح وہ عورت اجنبیہ ہے، خلوت اس کے ساتھ حرام ہے، (۱) اور باندی سمجھنا اس کو غلط ہے اور جہالت ہے اور امام مذکور لائق امامت کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کیا جاوے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۳/۳)

## سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت:

سوال: زید و عمر آپس میں ہم زلف (۳) ہیں اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ مذاق کرتا ہے اور دواعی جماع کا ظاہر ارتکاب کرتا ہے، اسی بنا پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا، لہذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے، یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں، یا ظالم و مظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

(۱) وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۲۳/۵، ظفیر)

عن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يخلون رجل بامرأة إلا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال: إن امرأتی خرجت حاجة وإنی اکتبت فی غزوة کذا و کذا فقال علیه الصلاة والسلام: انطلق فحج مع امرأتک. (الصحيح لمسلم، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج (ح: ۱۳۴۱) / صحيح البخاری، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا فی محرم (ح: ۵۲۳۳) / مسند أبي يعلى الموصلي، أول مسند ابن عباس (ح: ۲۳۹۱) / صحيح ابن خزيمة، باب ذكر خروج المرأة لأداء فرض الحج (ح: ۲۵۲۹) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشي في شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ”ہم زلف: ساڑھو، سالی کا خاوند“۔ (فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور)



الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ خلاف شرع ہے اور ناجائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے، (۱) اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کے لیے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے، ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں، (۲) زید البتہ خطا وار ہے اس کو توبہ و احتیاط لازم ہے، (۳) ورنہ وہ منصب امامت سے علاحدہ کرنے کے قابل ہوگا، (۴) جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۵/۶-۱۱۶)

### غیر محرم عورتوں سے بدن دہانے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور قرآن مجید کا حافظ ہے اور پانی پتی لہجہ میں پڑھتا ہے؛ مگر اس کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض باتیں خلاف شرع معلوم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے بعض نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی ہے اور بعض بادل ناخواستہ پڑھتے ہیں اور خلاف شرع یہ باتیں ہیں:

- (۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَدِينُ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبَعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ، أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ، أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرَ أُولَى الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ﴾ (سورة النور: ۳۱)
- (والخلو بالأنجبية حرام۔ (الدر المختار، كتاب الحظرو الإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)
- (۲) قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز ذلك... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات، ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق. (مراقبة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸ - ۷۵۹، رشيدية)
- (۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووي: واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، إلخ". (الصحيح لمسلم ما شرحه الكامل للنووي، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)
- (۴) إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجب، مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلانها، وإن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين. (رد المختار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۲۲۴/۴، سعيد)
- (۵) ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولوبزنا. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۵/۶، سعيد)

کہ ایک دفعہ حافظ صاحب مرضِ نمونیہ میں مبتلا ہو گئے تو حالتِ مرض میں غیر محرم مستورات سے بدنِ دہواتے رہے جو کہ حافظ کی دور کی رشتہ دار ہیں، مثلاً: ایک چچی ہے جس میں بہت دور کا واسطہ ہے اور اسی طرح سے ایک دور کے چچا زاد بھائی کی عورت ہے جس کو حافظ صاحب بھوج کہہ کر پکارا کرتے ہیں اور ایک دو عورتیں ایسی اور بھی ہیں، جن کے ساتھ دور کا رشتہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو نفرت ہو گئی ہے۔

اور ایسے ہی ایک شکایت اور ہے، ایک دفعہ حافظ جی صاحب اسی مذکورہ بھوج کے ساتھ بازار میں جاتے دیکھے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک دفعہ اسی بھوج کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کرتے دیکھا گیا ہے، جس کے باعث لوگ بہت متنفر ہیں اور بعض نے ان کے پیچھے نماز بھی ترک کر دی ہے، لہذا ارشاد فرماویں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ باحوالہ تحریر فرماویں؟ مینو ابالبرہان و توجروا عند الرحمن۔

(محمد الدین، مدرسہ عربیہ خیر العلوم، مقام سرسہ محلہ کھٹکان، ضلع حصار)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

صرف اتنی باتوں سے بدگمان ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دینا اور ان سے نفرت کرنا مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ نرمی اور مناسب طریقہ سے ان کو سمجھا دیا جائے کہ آپ کی ان باتوں سے لوگوں کو بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے، (۱) لہذا آپ احتیاط کریں، خصوصاً جب کہ آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تو اور زیادہ بدگمانی کا موقع ہے، ویسے بھی شرعاً اجنبی عورت کے ساتھ یعنی نامحرم (جس سے پردہ فرض ہو) خلوت ممنوع ہے، (۲) ذرا ذرا سی بات پر امام کو علیحدہ کرنا تو آسان ہوتا ہے؛ لیکن پھر صالح اور صحیح پڑھنے والے امام کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/۲/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۸-۱۱۷)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) اس لئے ان کے اوپر توبہ لازم ہے، اگر اس سے بعد توبہ پر ہیز کریں تو امامت کریں ورنہ انہیں امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ انیس

قال اللہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (سورة النور: ۳۰)  
”سمعتُ أبا أمانة رضى الله عنه يقول: رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ”اكفلوا لي ستاً اكفل لكم بالجنة: إذا حدث أحدكم فلا يكذب، وإذا أوتمن فلا يخن، وإذا وعد فلا يخلف، وغضوا أبصاركم، وكفوا أيدكم، واحفظوا فروجكم“

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إن النظرة سهم من سهام إبليس مسموم، من تركها مخافتى، أبدلته إيماناً يجد حلاوته في قلبه“.

## نوجوان بیوہ سے پاؤں دہوانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد کچھ دنوں سے بیمار تھے، نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ بھی، انہوں نے بھیجے کی بیوی کو جو بیوہ ہے اور نوجوان بھی ہے، اپنی خدمت کے لیے رکھ لیا ہے، اس سے پیر بھی دہواتے ہیں، جب نمازیوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ہسپتال والوں میں نرسیں بھی تو رہتی ہیں، اب نمازیوں میں دوگروپ ہو گئے، ایک کہتا ہے کہ وہ بیٹی سمجھ کر پیر دہواتے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ یہ عورت بیوہ غیر محرم ہے، اس سے ایسی خدمت کیوں لی گئی؟ اب ان امام کے متعلق علمائے دین کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

امام صاحب کو چاہئے کہ اس بیوہ سے نکاح کر لیں، پھر اس طرح کی خدمت لیں، (۱) نا محرم سے اس طرح خلط ملط نہ رکھیں، (۲) اگر امام نہ مانیں تو ان کو امامت سے الگ کر کے کسی پابند شریعت اور متبع سنت کو امام تجویز کر لیا جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۸/۶-۱۱۹)

## متہم کی امامت:

سوال: ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ مگر اس پر چند الزامات لگائے جاتے ہیں کہ غیر مذہب کی عورت ان کے گھر میں بلا نکاح ہے؛ لیکن حافظ صاحب نکاح کرنا ظاہر کرتے ہیں اور مسلمان کرنا بھی ظاہر کرتے ہیں؛ مگر ثبوت کامل نہیں ہے، اس کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟

== عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل عين باكية يوم القيامة إلا عيناً غصت محارم الله، وعينا سهرت في سبيل الله، وعينا يخرج منها مثل رأس الذباب من خشية الله عز وجل". (تفسير ابن كثير: ۳/۳۷۶-۳۷۷، دار الفیحاء دمشق)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ (سورة النور: ۳۲)

الأيامى جمع أيم، ويقال ذلك للمرأة التي لا زوج لها وللرجل الذي لا زوجة له، سواء كان قد تزوج ثم فارق، أو لم يتزوج واحد منها. (تفسير ابن كثير: ۳/۳۸۳، دار الفیحاء دمشق)

(۲) الخلوة بالأجنبية حرام، إلا للملازمة مديونة هربت ودخلت خربة أو كانت عجوزاً شوهاء، أو بحائل. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلام بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱-۵۵۸، سعيد)

الجواب

چونکہ مسلمان پر حسن ظن کرنا چاہیے اور بدظنی نہ کی جائے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمٌ﴾ (۱)

لہذا جب کہ وہ امام صاحب مسلمان کرنا اس عورت کا اور نکاح کرنا بیان کرتے ہیں تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور الزام معصیت ان پر نہ لگایا جاوے اور امامت ان کی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۹/۳-۲۵۰)

جس کو متہم کیا جائے، اس کی امامت:

سوال: زید کی والدہ نے چند مرتبہ یہ کہا ہے کہ زید کی زوجہ سے میرا شوہر صحبت کرتا ہے اور زید کو والدہ کے کہنے کا بالکل یقین نہیں ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے اور زید کو امام بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زید کی والدہ کے اس کہنے سے زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی، (۲) اور ایسی خبر کا یقین نہیں کرنا چاہیے، (۳) اور زید کو امام بنانا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۶/۳-۱۴۷)

متہم فاسق کی امامت:

سوال: ایک لڑکی کا خسر بدنیت ہے، اپنے بیٹے کی زوجہ کی عزت خراب کرنا چاہتا تھا، چنانچہ لڑکی کا بیان ہے کہ میں نے سردھو کر کرتہ اتارا تھا کہ میرا خسر دیوار کو دکر مکان میں آیا، میں نے شور مچایا، وہ بھاگ گیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، پس اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور زوجہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہوگئی، یا نہیں؟ ایسے باپ کے ساتھ بیٹا کیا برتاؤ کرے؟ بیٹو تو جروا۔

الجواب

جب کہ کوئی بات موجب حرمت مصاہرت نہیں ہوئی، جیسا کہ عورت کا بیان ہے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی؛ لیکن ایسے متہم فاسق شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے؛ مگر اس کو امام بنانا مناسب نہیں ہے، جب کہ اس کی شرارت معلوم ہوگئی، (۴) اور بحالت موجودہ بیٹے کو باپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کرنی چاہیے؛ لیکن اپنی زوجہ کو علیا حدہ رکھنے کا انتظام کر سکے تو کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۳)

(۱) سورة الحجرات: ۱۲، انیس

(۲) تزوج بکراً فوجدھا ثیباً وقالت أبوک فظنی إن صدقھا بانت بلامھر، وإلا لا. (الدر المختار علی هامش

ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۸۴/۲، ظفیر)

(۳) منها: الشهادة فی الزناء یعتبر فیھا أربعة من الرجال. (الهدایة، کتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفیر)

(۴) أن کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱)

### جس پر عورت تہمت لگائے، اس کی امامت:

سوال: ہندو بیوہ ایک بازاری عورت اپنا حمل حرام امام مسجد کا بتلاتی ہے اور امام انکار کرتا ہے کہ یہ مجھ پر ناحق الزام لگاتی ہے، چند اشخاص امام کو معزول کرنا چاہتے ہیں، شرعاً اس امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ کوئی شہادت زنا کی موجود نہیں ہے تو زنا اور حمل زنا سے ہونا ثابت نہیں ہے، (۱) اور محض اتہام ہے۔ پس امامت امام میں اس وجہ سے کچھ کراہت نہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۱/۳)

### غلط تہمت جس پر لگائی جائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عمدہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے۔ غرض شہر بھر قابل امامت اس کو جانتا ہے صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ اس نے دو ہندوؤں کو گواہ کر لیا ہے کہ بے شک یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ وہ امام بالکل انکار کرتا ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جس کو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہوں الزام لگا دے، اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب

جب کہ اس الزام و تہمت کا کچھ ثبوت نہ ہو، جو امام پر لگایا تو امامت اس کی بلا کراہت صحیح ہے، جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے، توبہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۳)

### بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی پر بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگاتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

کسی شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، (۳) اگر ایسا کرنے والا توبہ نہ کرے تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ لیکن اگر نماز پڑھ لی گئی تو ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم  
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۱/۵/۶ھ (فتویٰ نمبر ۲۲/۵۹۶ ب) الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۷۱)

== ویکرہ تقدیم العبد، الخ، و الفاسق؛ لأنه لا یهتم لأمر دینہ، الخ، وإن تقدموا اجاز لقلوله عليه السلام: صلوا خلف کل برّ و فاجر۔ (الهدایة، باب الإمامة: ۵۷/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت۔ ظفیر)

(۱) الشهادة فی الزناء یعتبر فیها أربعة من الرجال لقلوله تعالیٰ. (الهدایة، کتاب الشهادات: ۳۸/۳، ظفیر)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: سورہ نور کی آیت: ۴ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ الآية، تحت تفسیر معارف القرآن، ۳۵۳/۶، ==

مشتتبہ اور بدنام کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایسے امام کے پیچھے جو تہار ہتا ہو اور اکثر بے ریش لڑکے اس کے پاس تہائی میں پائے گئے ہوں اور اس کی بابت محلہ میں بدچلنی کا شہرہ بھی ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے، یا نہیں؟ دوسرے نیک آدمی کے ہوتے ہوئے جو کہ عقیف ہے، اس کو نماز پڑھانے دینا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اس امام کو نماز پڑھانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ مقتدیوں کی کراہت اس کی امامت سے بوجہ امام کی خرابی کے ہے، لہذا ایسے امام کو نماز پڑھانا نہ چاہیے اور دوسرا شخص جو عقیف و صالح ہے، وہ امام ہونا چاہیے۔  
 قال فی الدر المختار: (ولو أم قوماً وهم له كارهون) أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة كره) له ذلك تحريماً لحديث أبي داود: "لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون"، إلخ. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۵/۳)

جس امام پر شبہ ہو کہ اس نے زنا کیا:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس نے اپنی زوجہ کی والدہ سے زنا کیا ہے، حالانکہ وہ چار سال سے بیوہ تھی، اس کو حمل بھی ہوا، اگرچہ شہادت زنا ثابت نہیں؛ مگر وہاں بسبب پردہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا، اس کی اہلیہ نابالغ تھی، دو گاؤں کا اس کے اس برے فعل پر پورا شک ہے، ایسا شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ امام مذکور کی طرف ایسا شبہ ہے تو اس کو امام نہ بنانا چاہیے اور اس کو بھی چاہیے کہ امام نہ بنے۔  
 لقوله عليه الصلاة والسلام: "من أم قوماً وهم له كارهون". (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۴/۳)

بغیر ثبوت جس امام پر تہمت لگائی جائے، اس کی امامت:

سوال: یہاں کے مہتمم صاحب کے نام کسی شخص نے ایک خط لکھ کر مسجد کے پیش امام پر یہ الزام لگایا کہ تمہارے امام نے اپنی پہلی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے، بھیجنے والے نے اپنا نام و پتہ خط میں نہیں لکھا، اس خط کے سوا کوئی ثبوت

== الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المائتين: قذف المحصن أو المحصنة بزن أو لواط والسكوت على ذلك. (الزواج عن إقرار الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المائتين: ۸۵۰/۲، دار الفکر بیروت. انیس)  
 (۲۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر

اور گواہ نہیں ہے اور امام مذکور کو اس معاملہ سے صفا انکار ہے تو شرعاً ایسے خط پر اعتبار کر کے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے خط اور تحریر لاپتہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور جب کہ امام مذکور واقعہ مذکورہ سے انکار کرتے ہیں تو محض اس تحریر غیر ثابت کی بنا پر امام صاحب موصوف کو متہم بفعل مذکور نہیں کر سکتے اور ان کو امامت سے معزول نہیں کر سکتے اور خیرات و مبرات سے ان کو محروم نہیں کر سکتے۔

قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمٌ﴾ (الآية (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۹/۳)

جس پر زنا کی تہمت لگائی دی جائے؛ مگر گواہ کوئی نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے ہندہ کیساتھ زنا کیا ہے، عینی شہادت کوئی نہیں دیتا، سناسنائی کہتے ہیں، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اور جن لوگوں نے تہمت لگائی، ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

الجواب

بدون کسی ثبوت کے زید پر ایسا اتہام لگانا، حرام اور ناجائز ہے، تہمت لگانے والے گنہگار اور عاصی ہیں، وہ توبہ کریں، (۲) اور زید کی امامت درست ہے، بے تامل اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۱/۳)

(۱) سورة الحجرات: ۱۲، ظفیر

(۲) القذف هولغۃ الرمی وشرعاً الرمی بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار، باب حد القذف: ۲۳۰/۳، ظفیر)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات. (صحيح البخاري، باب رمي المحصنات (ج: ۶۸۵۷) / صحيح مسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ج: ۸۹) انيس)

فأصل القذف الرمی ثم استعمل فی السب ورميها بالزنا أو ما كان معناه حتى غلب عليه. (تاج العروس، مادة قذف: ۲۴۱/۲، دار الهداية. انيس)

تنبيه: عد القذف هو ما اتفقوا عليه لما علمت من النص في الآيتين الكريمتين المتقدمتين على ذلك صريحاً في الأولى للنص فيها على أن ذلك فسق. (الزواجر عن إقتراف الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المائتين: ۹۰/۲، دار الفكر بيروت. انيس)

بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) عشرت نام کا ایک شخص، ایک پاک دامن عورت پر جھوٹا الزام لگاتا ہے، جس کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟

(۲) اگر ایسا شخص امامت کرے تو کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) زنا ثابت ہونے کے لئے ہماری شریعت نے کیا اصول مقرر فرمایا ہے؟

هو المصوب

(۱) جھوٹا الزام لگانے والے کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنی اس شنیع حرکت سے باز آجائے اور اگر وہ نہیں مانتا تو اس پر اس طرح کا اخلاقی دباؤ ڈالا جائے کہ جھوٹا الزام لگانا چھوڑ دے، (۱) اس سلسلہ میں اگر بائیکاٹ کرنا پڑے، ملنا جلنا ترک کرنا پڑے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

(۲) اگر مذکور شخص بے بنیاد زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ تحریمی ہوگی۔ (۲)

(۳) زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۳)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۳/۲)

لواطت کے مرتکب کی امامت کا حکم:

سوال: ایک پیش امام نے جو شادی شدہ بھی ہے، ایک لڑکے سے لواطت کی اور اس پر دو عادل نمازیوں نے گواہی دی، یہ تمام ماجرا بستی کے مولوی صاحب سے (جو پیش امام کے علاوہ ہے) بیان کیا، مولوی صاحب نے پیش امام سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تو پیش امام نے اقرار جرم کر لیا، بعد ازاں پیش امام مذکور کو اپنے عہدہ سے الگ کر دیا گیا اور تمام لوگوں میں اس بات کی تشہیر کر دی گئی، اس کے بعد اس پیش امام نے ایک دفعہ نماز پڑھائی ہے، کیا کوئی صورت ہے کہ امام مذکور کو واپس اپنے منصب پر لایا جائے؟

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات قيل: يا رسول الله، وما هن؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل مال اليتيم وأكل الربوا، والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸)

(۲) ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾. (سورة النور: ۴)

(۳) ﴿وَالْآتَى يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَاءٍ كَمْ فَاسْتَشْهَدُوا عَلَيْهِنَ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۵)



الجواب

لواطت کا مرتکب فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ (۱) لیکن اگر نماز پڑھ لی جائے تو ہو جاتی ہے اور جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، البتہ اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے تو اسے امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۸۷ھ (فتویٰ نمبر ۶/۱۳۷۷/۱۸ الف)  
الجواب صحیح:

لیکن ایک مسلمان کے گناہ کی تشہیر کرنا ٹھیک نہیں، صرف اتنا کافی تھا کہ ان کو امامت سے معزول کر دے۔  
محمد عاشق الہی۔ (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۴/۱-۴۳۵)

جس سے اغلام کرے اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: کریم اور کلودوڑ کے تھے، کریم نے کلو سے اغلام کیا تو کریم کی نماز کلو کے پیچھے جو امام مسجد ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

کریم کی نماز کلو کے پیچھے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۳/۳-۲۴۴)

بدر کردار اور مفعول کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے؛ لیکن وہ اپنے کردار کے لحاظ سے بدنام ہے، مثلاً مفعولیت میں مشہور ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

(۱) وفي الدر المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰: ويكره إمامة عبد ... وفاسق.

وفي الشامية: قوله (وفاسق): من الفسق؛ وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، إلخ. (وراجع أيضاً البحر الرائق: ۳/۴۸۱/۱ والفتاوى الهندية: ۸/۱، انيس)  
عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربعة يصبحون في غيظ الله ويمسون في سخط الله أو يمسون في غيظه ويصبحون في سخطه، قيل: من هم يا رسول الله! قال: المتشبهون من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال والذي يأتي البهيمة والذي يأتي الرجل. (شعب الإيمان، تحريم الفروج وما يجب من التعفف (ج: ۵۰۰) انيس)

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبعة لا ينظر الله عز وجل إليهم يوم القيامة ولا يزيكهم ويقول ادخلوا الناس مع الداخلين الفاعل والمفعول به. (أمالی بن بشران: ۲۰۶/۱، دار الوطن الرياض. انيس)

## الجواب

موصوف کی بدنامی اگر امامت سے قبل کی ہو اور بعد میں اس نے توبہ کر لی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے؛ کیوں کہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اس کی حیثیت مجروح نہیں رہتی؛ لیکن اگر یہ بدنامی کسی ایسے فعل کی وجہ سے ہو، جس میں فی الحال یہ شخص مبتلا ہو تو بوجہ فسق اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔

قال ابن عابدين: تحت هذا القول (ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق) أي من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني، وأكل الربا ونحو ذلك. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۳۵)

## لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی شخص کسی لڑکے کا بوسہ لے لے اور اس کو انزال ہو جائے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

## الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلياً

شہوت پوری کرنے کے لئے لڑکے کا بوسہ لینا ناجائز ہے، (۲) جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۲/۶)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱ (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس) وفي الهندية: تجوز إمامة الأعرابي والأعمى والعبد وولد الزنا والفاسق، كذا في الخلاصة إلا أنها تكره، هكذا في المتن. (الفتاوى الهندية، باب الإمامة: ۸۵/۱)

(۲) قال في الهندية: والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحاً فحكمه حكم النساء، وهو عورة من فوقه إلى قدمه، لا يحل النظر إليه عن شهوة، وأما الخلوة والنظر إليه لا عن شهوة فلا بأس به، ولذا لم يؤمر باللقاب، كذا في الملتقط... وفوق ذلك الميل إلى التقبيل، أو المعانقة، أو المباشرة، أو المضاجعة، ولو بالتحرك آلة. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۵/۶، سعيد)

وذكر في فتاوى الإمام ناصر الحسامي: الغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحاً فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه إلى قدمه. (العناية شرح الهداية: ۱۳۴/۱۲، دار الكتب العلمية، انیس)

(۳) ”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“ (الدر المختار)

”قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، وأكل الربا، ونحو ذلك. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد) (مطلب: في تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

## جوامام لڑکے کا بوسہ لے، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص دو سال سے امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، ایک بچہ جو نہایت خوبصورت ہے اس کو کمرہ میں لے جاتے تھے اور بوسہ لیتے تھے، ایک مرتبہ اس بچے نے شکایت کی کہ امام صاحب نے میرا بوسہ لیا ہے، امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں! میں اس کو بیٹا سمجھ کر بوسہ لیتا ہوں اور مصری لوگ بھی بوسہ لیتے ہیں، میں کیوں جھوٹ بولوں، اس پر مسجد میں ہنگامہ ہوا دو پارٹیاں بن گئیں، بعدہ اس کو مسجد سے الگ کر دیا گیا، اب وہ پھر آنا چاہتے ہیں، حالانکہ بہت سے نمازی ان کو لانے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایسے امام کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

اگر امام صاحب سے بہتر صحیح العقیدہ، مسائل نماز اور طہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا، متبع سنت دوسرا امام مل جائے تو سابق امام کو دوبارہ لانے اور امام بنانے پر ہرگز اصرار نہ کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۲۶-۱۱۳)

## کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، ساتھ ہی بچوں کی تعلیم کا بھی کام ان کے ذمہ ہے، امام موصوف بسا اوقات فجر کی نماز مقتدیوں کے بار بار بلانے پر بھی نہیں پڑھاتے، عاجز آکر دوسرے آدمی کو پڑھانا پڑتا ہے اور امام صاحب سوئے رہتے ہیں، کچھ کسمن بچے ایسے بھی ہیں، جن کی عمر بارہ چودہ برس کی ہوگی، اپنے کمرہ میں بند کر لینے کے بعد اب بچوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، وہ اللہ جانے؛ لیکن بار بار ایسا دیکھنے کے بعد جب ان سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پر قطعاً ان کا دھیان نہیں، ایسی شکل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ امام موصوف کا یہ عمل ان کے لیے اچھا ہے؟ اگر نہیں تو امامت کے منافی تو نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

اگر نیند کا غلبہ ہے، جس کی وجہ سے بیدار نہیں ہو پاتے، تب تو ان کو علاحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، (۲) البتہ اس کا

(۱) والأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، آه۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(۲) وعن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتیٰ یستيقظ، وعن الصبی حتیٰ یبلغ، وعن المعتوه حتیٰ یعقل"۔ {رواه الترمذی وأبو داؤد والدارمی} {مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الخلع و الطلاق: ۲ / ۲۸۴، قدیمی (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۲۳۸۷، انیس)}

انتظام ضروری ہے کہ وقت پر بیدار ہو جایا کریں، رات کو بعد عشا جلد سو جائیں، گھڑی الارم کا انتظام کیا جائے، ایسی جگہ اور اس طرح سوئیں کہ ان کو بیدار کرنا سہل ہو، مؤذن یا کوئی اور شخص بیدار کر دیا کریں، (۱) اگر امام صاحب اس کی فکر اور انتظام نہ کریں، بلکہ لا پرواہی سے رہیں، جب چاہیں پڑھائیں، یا نہ پڑھائیں، وقت پرائیں، یا سوتے رہ جائیں، نماز ادا ہو، یا قضا ہو جائے، ان کو پرواہ بھی نہ ہو تو پھر وہ علاحدہ کئے جانے کے قابل ہوں گے۔ (۲)

ایسے بچوں کو بند کمرے میں ساتھ رہنے سے پرہیز کریں، جن سے تہمت کا اندیشہ ہو اور دوسروں کو بھی تہمت لگانے سے بچنا ضروری ہے، یہ سخت محصیت ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۹/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۳/۶-۱۱۵)

### اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک امام صاحب جب کہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے، دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے، ایک دوسرے امام صاحب پر ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کا الزام رکھتا ہے، امام مسجد خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ہم نے کوئی بد فعلی نہیں کی تو اب لڑکے کی بات پر اعتبار کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ہم سے تین چار بار بد تمیزی کی، یا امام کی قسم کا اعتبار کرنا چاہیے اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) امام نے دوسرے امام کے اوپر اغلام بازی کا الزام لگایا ہے، ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ امام پنج وقتہ نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے اور ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب یہ باہر جاتے ہیں تو کسی وقت کی نماز نہیں پڑھتے، جب ملازمت پر رہتے ہیں تو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، درست ہے، یا نہیں؟ یہ اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں، ان دونوں میں کون سے امام افضل ہیں؟ کس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؟

(۱) ”ویشوب بین الأذان والإقامة في الكل لكل بماتعارفوه“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب

الأذان: ۳۸۹/۱، سعید)

(۲) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى۔ (الدر المختار)

”وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب

الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ”اتقوا مواضع التهم“۔ ذكره في الأحياء: وقال العراقي في تخريج أحاديثه لم أجد له أصلاً لكنه بمعنى قول عمر رضي الله عنه: ”من سلك مسلك الظن اتهم“۔ ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: ”من أقام نفسه مقام التهم، فلا يؤمن من أساء الظن به“۔ وروى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب رحمه الله قال: وضع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثمانى عشرة كلمة... ”ومن عرض نفسه للتهمة، فلا يؤمن من أساء به الظن“۔ (كشف الخفاء: ۴۵۱، مؤسسة الرسالة، بيروت)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

- (۱) امام صاحب کو محض اس نابالغ لڑکے کے بیان پر مجرم قرار دے کر شرعی سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا، امام صاحب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، (۱) بغیر ثبوت شرعی کے کسی کے متعلق الزام لگانا کبیرہ گناہ ہے، (۲) امام صاحب کو بھی احتیاط سے رہنا چاہئے؛ تاکہ بدگمانی کا موقع کسی کو نہ ملے۔ (۳)
- (۲) الزام لگانا، فرض نماز ترک کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، تینوں سخت قسم کے گناہ ہیں، (۴) اگر واقعۃً ان میں یہ

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لو يعطى الناس بدعواهم، لا دعى ناس دماء رجال وأموالهم، ولكن اليمين على المدعى عليه". رواه مسلم وفي شرحه للنووي: "إنه قال: وجاء في رواية البيهقي بإسناد حسن أو صحيح، زيادة عن ابن عباس مرفوعاً لكن البينة على المدعى، واليمين على من أنكر". (مشکوۃ المصابيح، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات: ۳۲۶/۲، قدیمی) (الفصل الأول، ح: ۳۷۵۸، انیس)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا يَأْتِيَنَّ بِهِمَا يَفْتَرِيهِ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِمْ﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲)

"وأخرج أحمد: "خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله وقتل النفس بغير حق، وبهت مؤمن، والفرار من الزحف، ويمين صابرة يقطع بها مالا بغير حق. والطبراني: من ذكر أمر أبشئ ليس فيه ليعيبه به حبسه الله في نار جهنم حتى يأتي بنفاد ما قال فيه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين: البهت: ۴۱/۲، دار الفكر بيروت)

(۳) "اتقوا موضع التهم". ذكره في الإحياء: وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن اتهم".

ورواه الخوائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يؤمن من أساء الظن به". وروى الخطيب في المتفق والمفتق عن سعيد بن المسيب قال: وضع عمر بن الخطاب ثمانى عشرة كلمة... "ومن عرض نفسه للتهمة، فلا يؤمن من أساء به الظن". (كشف الخفاء: ۵۰/۱، مؤسسة الرسالة بيروت)

(۴) وأخرج أحمد: "خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله وقتل النفس بغير حق، وبهت مؤمن". إلى آخر الحديث". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين: البهت: ۴۱/۲، دار الفكر بيروت)

"عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: أو صاني خليلي: "أن لا تشرك بالله شيئاً وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمداً، فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة، ولا تشرب الخمر فإنها مفتاح كل شر". (رواه ابن ماجه) {مشکوۃ المصابيح، کتاب الصلاة، الفصل الثالث: ۵۹/۱، قدیمی} (رقم الحديث: ۵۸۰، انیس)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: "الكبائر: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان والنذر، باب: اليمين الغموس: ۹۸۷/۲، قدیمی) (رقم الحديث: ۶۶۷۵، انیس)

چیزیں موجود ہیں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ ان سب چیزوں سے پختہ تو بہ نہ کر لیں، ہرگز ان کو امام نہ بنایا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۹/۲-۱۲۱)

### اغلام بازی کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) زید مسجد کا امام ہو یا مولوی امامت کی خدمت کو انجام دیتا ہے اور اس کو ایک دیرینہ اغلام بازی کا بھی شوق ہے، اس کے اس فعل کا لوگوں کو صرف شک و شبہ تھا، مگر اب وثوق کے ساتھ وہ اس جرم کا پوری طرح مرتکب ہو چکا ہے تو کیا ایسے امام مولوی کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) دوسرا مرد دریافت طلب یہ ہے کہ من جملہ ایک کثیر جماعت کے کچھ تھوڑے لوگ امام کے موافق ہوں اور بہت سارا حصہ اس کے مخالف تو کیا ایسے امام کے پیچھے بھی نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟  
(المستفتی: ۲۴۶۷، جناب ابوالفرج صاحب (حیدر آبادی) ۲۸/رمحرم ۱۳۵۸ھ، ۲۰/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر زید کا یہ فعل ثابت ہو، یا جماعت کی اکثریت کو اس کی اس حرکت قبیحہ کا ظن غالب ہو تو ایسے امام کو معزول کر دیا جائے؛ کیونکہ مہتمم امام کو امام رکھنا جماعت کی نماز کو خراب کرتا ہے اور جب کہ جماعت کی اکثریت ناراض ہے اور ناراضی کی وجہ بھی شرعی ہے تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۱۸/۳-۱۱۹)

== عن البراء ابن عازب رضی اللہ عنہا قال: خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی أسمع العواتق فی بیوتہا أو قال: فی خدورہا. فقال: "یا معشر من آمن بلسانہ، لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم، فإنه من يتبع عورة أخیه، يتبع اللہ عورته، یفضحه فی جوف بیتہ". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۷۳، دار الفیحاء، دمشق. (سورة الحجرات: ۱۲)  
قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَأْتِيَنَّ بِهِمَا مَن يَفْتَرِي بَيْنَهُمَا أَوْ يَكْتُمُ إِيمَانَهُمْ﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲) انیس

(۱) ویکرہ امامہ عبد واعرابی وفاسق وأعمی. (الدر المختار)

"قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وأكل الربا، ونحو ذلك... على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

"وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانتة شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی فی حواشیه: "قال القهستانی: أى أو إصرار على صغيرة". (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، انیس)

(۲) ولوأم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريمًا ==

## اغلام باز کی امامت:

سوال (۱) ایک امام مسجد اغلام کراتا ہے اور اس کو اس کی عادت ہے، جو لوگ اس کے ساتھ اغلام کرتے ہیں، وہ مسجد کے اندر شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے یہ فعل اس امام کے ساتھ کیا، امام وہاں کے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے توبہ کر لیتا ہے اور مسجد میں اقرار کرتا ہے کہ اب ایسا فعل نہیں کراؤں گا؛ مگر پھر اس کے بعد بھی وہ اس فعل کو کراتا ہے تو اس صورت میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اور اگر توبہ کے بعد اس نے یہ فعل نہیں کرایا، مگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کراہت کرتے ہیں اور شک ہے کہ اس نے توبہ توڑ دی تو پھر شرع کا حکم کیا ہے؟

(۳) اور اگر توبہ کے بعد لوگوں کو شک نہ ہو اور فعل کی وجہ سے لوگوں نے نہیں پڑھی؛ یعنی ایک جماعت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے ایک نہیں پڑھتی؛ بلکہ دوسری جماعت اسی وقت دوسرا امام بلاتی ہے، ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دو امام نماز پڑھاتے ہیں، پہلی محراب میں پہلا امام اور دوسری محراب میں دوسرا امام، فساد کی جڑ جو ہے، یہ امام ہے تو اس صورت میں کون سی جماعت کی نماز ہوتی ہے، امام سے کہا جاتا ہے کہ تم چلے جاؤ، اس وجہ سے کہ تمہاری وجہ سے فساد ہو رہا ہے؛ مگر وہ نہیں جاتا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور امام کا جو حق ہے، وہ بھی اس کو دینا چاہیے، یا نہیں؟ (المستفتی: ۲۰۷۱، ضامن حسین صاحب بیت السلام دیوبند (سہارنپور) ۲۴/ رمضان ۱۳۶۵ھ، ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء)

### الجواب

اگر امام نے خود اس فعل فقیح کے ارتکاب کا اقرار کیا ہے اور اس کے فعل فقیح سے لوگ متفر ہو گئے ہیں تو ان کا تنفر بے جا نہیں ہے اور جب تک وہ طرز عمل سے اپنی پوری صلاحیت اور نیک اعمال کا ثبوت نہ دے اور لوگ مطمئن نہ ہو جائیں تو ان کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں معذور سمجھنا چاہیے اور اس امام کی حمایت میں جو لوگ اصرار کریں اور دو جماعتیں مسجد میں قائم کر لیں، وہ گنہگار ہوں گے۔ (۱)

== لحديث أبي داود: " لا يقبل الله صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهون " وإن هو أحق لا والكراهة عليهم. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۹۹/۱) (سنن أبي داود، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبد المغافري عن عبد الله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) انيس)

(۱) (قوله: ويكره) أي تحريماً لقول الكافي: لا يجوز، والمجمع: لا يباح، وشرح الجامع الصغير: إنه بدعة، كما في رسالة السندي (قوله بأذان وإقامة، الخ) عبارته في الخزانة أجمع مما هنا ونصها: ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة. (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱، دار الفكر، انيس)

یہ واضح رہے کہ اغلام کرنے والوں کی شہادت بالکل ساقط الاعتبار ہے، امام کے اقرار کی صورت میں یہ حکم ہے، جو تحریر کیا گیا ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۰۸/۳-۱۰۹)

### اغلام بازی کی بعد توبہ امامت:

سوال: مسمیٰ عبدالغنی اغلام بازی میں مشہور تھا، اب اس نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

بعد توبہ کے بے تردد اور بے کراہت عبدالغنی کے پیچھے نماز درست ہے، کچھ شبہ نہ کرنا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۹-۳۱۰)

### لواطت سے تائب کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کہ جس سے فعل قوم لوط علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سرزد ہوا ہو، مگر اس فعل شنیع سے توبہ کر لی ہو اور آئندہ اسی عہد پر قائم رہنے کا عزم رکھتا ہو، کیسا ہے؟ اور اگر مقتدی ایسے شخص کو امام بناویں تو ان پر کچھ وبال ہوگا، یا نہیں؟ اور اس فعل بد کا کفارہ کیا ہو سکتا ہے؟ بینو اب التفصیل تو جروا من اللہ الجلیل۔

الجواب

”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“، اس فعل کا کفارہ توبہ صادقہ ہی ہے، (۳) جو شخص توبہ کر لے اور قرآن

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق، إلخ. (الدر المختار: ۱/۱۶۰)

(۲) ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“، (مشکوٰۃ، ص: ۲۰۶، ظفیر) (کتاب الدعوات، باب التوبة

والإستغفار، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳ / انیس)

﴿ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (سورة البقرة: ۲۲۲) انیس)

فإن التوبة سبب الطهارة. (البرهان فی علوم القرآن، تابع النوع السادس والأربعون: ۲/۴۷۳، دارالمعرفة

بیروت لبنان. انیس)

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل بني آدم خطاء وخير الخطائين

التوابون، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۱) سنن الدارمی، باب فی التوبة (ح: ۲۷۶۹) / مسند البزار، مسند أبي حمزة

أنس بن مالک (ح: ۷۲۳۶) / مسند أبي يعلى الموصلي، فتاوة عن أنس (ح: ۲۹۲۲) نیس)

(۳) عن أبي الأحوص عن عبد الله في قوله ﴿توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (التحریم: ۸) قال: التوبة النصوح أن

يتوب ثم لا يعود. (مسند الإمام أحمد، كلام ابن مسعود (ح: ۳۴۵۶۰) انیس)



سے اس کی توبہ صحیح معلوم ہو کہ اب اس فعل سے اور اس کے مقدمات سے کُلّی اجتناب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن اگر یہ شخص بدنام ہو چکا ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگ کنارہ کریں تو کسی ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے، جو بدنام نہ ہو، لفصيلة الأورع من غيره وكون تقليل الجماعة مكروها۔ (۱) واللہ اعلم

۷ شعبان ۱۳۶۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۳۵-۱۳۶)

### ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں، بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں، جن سے امام مسجد بھی اقراری ہے؛ اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے، حرکات یہ ہیں:

(۱) ۱۳، ۱۲ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا، جب کہ بچے دوسرے قریب آئے، ۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چار پائی لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔

(۲) ۷، ۶ سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔

(۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں، اس طریقہ سے کھیلنا۔

(۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے، مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں، انہوں نے جواب دیا: میں شادی شدہ نہیں ہوں، اکیلا ہوں، مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے؛ لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے، ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے، صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے، اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں؛ کیوں کہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے، معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں؛ لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات

(۱) الأفضلية في الإمامة والأولى بالإمامة الأفقه ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الأكبر سناً ثم الأحسن خلقاً ثم الأشرف

نسباً ثم الأصبح وجهاً. (تحفة الملوک، فصل في الجماعة: ۱/۸۸، دار البشائر الإسلامية بیروت. انیس)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله عز وجل. (سنن الدارقطني، باب تخفيف القراءة لحاجة: ح: ۱۸۸۱) / السنن الكبرى البيهقي، باب اجعل أئمتكم خياركم (ح: ۵۱۳۳) انیس)

کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواست گار ہیں؛ اس لیے ہم اہالیانِ بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

الجواب

جب امام معافی کا خواست گار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے، جو شرعاً منع ہوں، یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں، امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۷۲۲)



(۱) عن عبد اللہ يقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: التوبة ندم، قال: نعم. (مصنف ابن أبي شيبة، باب من قال للقاتل توبة (ح: ۲۷۷۵۱) انیس)  
واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، انیس)  
عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰) / مسند الشهاب القضاعي، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انیس)

## غلط نکاح خواں کی امامت

منکوحہ کے نکاح پڑھوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنی منکوحہ لڑکی خاوند کے سپرد کے بجائے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے، جب کہ یہ فعل معاشرے میں بھی قبیح سمجھا جاتا ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

منکوحہ کا نکاح پڑھوانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، نکاح علی النکاح کا عدم ہو کر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، اگر امام مذکور نے عدا یہ کام کیا ہو تو بوجہ فاسق ہونے کے اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱)

قال الحصکفی رحمہ اللہ: (لو أم قوما وهم له کارهون أن) الکراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره) له ذلك تحريماً لحديث أبي داود: ”لا يقبل الله صلاة من تقدم وهم له کارهون“۔ (۲) (فتاویٰ حنائیہ: ۱۳۵/۳-۱۳۶)

(۱) أما نکاح منکوحہ الغیر ومعتدته فالدخول فيه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم یعتقد أصلاً فعلی هذا یفرق بین فاسده وباطله فی العدة ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنی، كما فی القنیة وغیرها۔ (رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، دار الفکر بیروت۔ انیس)

منکوحہ الغیر ومعتدته ومطلقة الثلاث بعد التزوج کالمحرم۔ (فتح القدیر، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه: ۲۶۰/۵، دار الفکر بیروت۔ انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف علی قوله تعالى: ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ معناه: وحرمت المحصنات من النساء وذلك عبارة عن منکوحہ الغیر ومعتدته فیکون نفياً لا نهياً۔ (أصول السرخی، فصل فی بیان موجب الأمر فی حق الکفار: ۹۰/۱، دار المعرفة بیروت۔ انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهی معطوفة علی قوله تعالى: ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج۔ (الکافی شرح البزدوی، باب حکم الأمر والنهی فی أضدادها: ۱۲۰/۳، مکتبة الرشد۔ انیس)

(۲) رد المحتار علی الدر المختار المعروف بشامی، باب الامامة: ۵۵۹/۱۔

(رجل أم قوما وهم له کارهون فإن كانت الکراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره له ذلك وإن کان هو أحق بالإمامة لا یکرهه لأن الجاهل والفساق یکرهه العالم والصالح۔) (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة، باب ما یصح الإقتداء فی ما لا یصح: ۹۲/۱)

## شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: کوئی شخص جو کہ پیش امام بھی ہو اور ایسا نکاح پڑھا دے جس کی طلاق نہ ہوئی ہو اور مدت عدت بھی پوری نہ ہوئی ہو اور ایسا نکاح دانستہ طور پر امام صاحب پڑھائیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اس کی امامت شرعاً جائز ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

اگر امام نے دیدہ دانستہ بالقصد ایسا نکاح پڑھایا ہے تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، امام کو فوراً تو بہ کرنا چاہیے اور جب تک تائب نہ ہو جائے اور اس کے حالات سے لوگوں کو اطمینان نہ ہو جاوے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر امام واقعہ نہیں جانتا تھا، اس کو دھوکہ دیا گیا تھا تو اس کا کوئی قصور نہیں ہے اور نہ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۲۹۲-۲۹۳)

## منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک عورت کا خاوند تین سال سے لام پر ہے، عرصہ تین ماہ کا ہوا، اس کا خط آیا تھا، اب معلوم نہیں، وہ زندہ ہے، یا مر گیا، نیز عورت کو پانچ ماہ کا حمل ہے، اس عورت کا نکاح ایک شخص نے پڑھا دیا ہے، باوجود لوگوں کے منع کرنے کے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

## شوہر والی عورت کا جو دوسرے سے نکاح کر دے، اس کی امامت:

(۲) ایک شخص نے ایک عورت کا نکاح کیا جس کا خاوند لام پر گیا ہوا تھا اور شخص مذکور نے یہ کہا کہ جس وقت اس کا خاوند آوے گا، اس کو واپس کر لے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، چھ ماہ تک اس خاوند کے گھر رہی، بعد میں خاوند اول آیا اور عورت کو لے گیا، ایسے نکاح پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية: ۲۸۰/۱)

(الباب الثالث في بيان المحرمات، وهي تسعة أقسام، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، انيس)

وحاصله أن المانع من النكاح خمسة أوجه النسب والسبب والجمع وحق الغير والدين ... والتحريم لحق الغير زوجة غيره ومعتدته، الخ. (الجوهر النيرة، كتاب النكاح: ۴/۲، المطبعة الخيرية. انيس)

وتجوز إمامة الأعرابي والأعمى والعبد وولد الزنا والفاسق، كذا في الخلاصة، إلا أنها تكره، هكذا في المتن. (الفتاوى الهندية: ۸۵/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)

الجواب

- (۱) اس حالت میں اس کا دوسرا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا اور جس نے باوجود علم کے اس کا نکاح ثانی پڑھایا، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱)
- (۲) ایسے نکاح کرنے والے اور نکاح پڑھنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، یہ فعل حرام ہے اور مرتکب اس کا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۹/۳-۱۵۰)

### غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کے گھر سے نکل کر مدت مدید تک ایک غیر شخص مثلاً زید سے ناجائز تعلق رکھتی رہی، پھر زید مر گیا تو عورت نے عمر سے ناجائز تعلق کر لیا اور حاملہ ہو گئی، عمر نے عورت سے نکاح کرنا چاہا تو مولوی صاحب نے عورت کے شوہر سے طلاق طلب کی، جب اس نے طلاق نہ دی تو بدوین طلاق ہی عورت کا نکاح پڑھا دیا، مولوی نکاح خواں اور شرکاء پر کیا حکم ہے؟ ایسے مولوی کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدوین طلاق شوہر اول کے عمر سے نکاح اس عورت کا ناجائز اور باطل ہے، (۳) اور جو لوگ فتویٰ جواز کا دینے والے اور معین اس نکاح میں ہیں وہ فاسق و عاصی ہیں، توبہ کریں اور اعلان کر دیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا اور تفریق کر دیں، بدوین توبہ کے ایسا مولوی لائق اقتدا نہیں ہے (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۶/۳-۲۶۷)

### غیر مطلقہ سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے جو عہدہ قضا رکھنے کے علاوہ امام مسجد بھی ہے، ایک ایسی منکوحہ کا جس کو نہ اس کے خاوند نے طلاق دی تھی، نہ کوئی اور سند تھی، صرف اس کے والدین کے ایک پرچہ لکھ دینے پر کہ وقت ضرورت ہم دیکھ لیں، دوسرے

(۲-۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة)

بل مشی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) قرآن پاک میں جہاں محرمات کا ذکر ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الآية، وہاں محرمات میں شادی شدہ عورتوں کو بھی شمار کیا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ظفیر

(۴) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

أما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمہ، إلخ، بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمہ کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

شخص سے نکاح پڑھادیا، کیا ایسا شخص جو مذہبی معاملات میں اس قدر واقفیت نہ رکھتا ہو، یا جان بوجھ کر ایسی جرأت کرے اور بلا کسی تحریک، یا گواہی کے ثبوت کے، خلاف احکام شریعت ایسا کرے تو کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے؟

الجواب

اگر فی الواقع امام مذکور نے غیر منکوحہ کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے، مرتکب کبیرہ کا ہوا، (۱) لہذا نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک توبہ نہ کرے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۳)

### عورت کے حلیہ بیان پر نکاح پڑھا دینا جرم نہیں:

سوال: ایک عورت نے حلیہ بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، اس پر قاضی نے اس کا نکاح دوسرے شخص سے پڑھا دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ طلاق نہیں ہوئی، لوگوں نے نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، اس قسم کا نکاح پڑھانے سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی زوجہ پر طلاق ہوگی، یا نہ؟

الجواب

عورت کے حلیہ بیان پر جبکہ وہ حلیہ شوہر اول کا طلاق دینا بیان کرے، نکاح کر دینا دوسرے شخص سے درست ہے، (۳) اور اس وجہ سے نکاح خواں امامت سے معزول کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے، لیکن جب محقق ہو گیا کہ وہ عورت غیر مطلقہ ہے تو اس وقت دوسرے نکاح کا باطل ہونا عام طور سے بیان کر دینا ضروری ہے اور علاحدگی کر دینا شوہر ثانی سے لازم ہے، پھر اگر طلاق ہو جائے تو عدت کے گزرنے پر دوبارہ نکاح ہونا چاہیے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قاضی صاحب کی زوجہ ان کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۳)

(۱) وأما نكاح منکوحۃ الغیر ومعتدته، إلخ، لم یقل أحد بجوازہ. (رد المحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفیر)

قال أبوبکر: اتفق هؤلاء على أن المراد بقوله تعالى: ﴿والمحصنات من النساء﴾ ذوات الأزواج منهم وأن نكاحها حرام مادامت ذات زوج. (أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم نكاح ذوات الأزواج: ۱۷۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت. انیس)

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، إلخ، وحب عليهم إهانتهم شرعاً. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) (و) حل (نکاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي). (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۷۱/۵)

لا تجوز خلف الرافضی والجهمی، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، مصری، باب الإمامة: ۷۸/۱، ظفیر) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغيره، انیس)

صرف عورت کے کہنے پر جو نکاح پڑھا دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص عورت کے حلفیہ بیان سے کہ ”میں بیوہ ہوں“ بے تحقیق کئے نکاح کر دے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۳)

مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ نکاح کرنے والا اور شرح وقایہ اٹھا کر پھینک دینے والا اور اس کی امامت:

سوال: جو امام جمعہ مطلقہ ثلاثہ کا نکاح طالق سے بدون تحلیل کر دیوے اور یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں بمنزلہ واحدہ رجعیہ کے ہیں، مباحثہ کر لو، پھر ایک دیوبندی تعلیم یافتہ سے گفتگو ہونے پر شرح وقایہ پیش کیا گیا تو شخص مذکور نے شرح وقایہ اٹھا کر مسجد کے صحن میں پھینک دیا اور یہ کہا کہ مولوی دیوبندی اور جو لوگ اس مسئلہ میں اس کے ہمراہی ہیں، سب منافق ہیں، ایسے شخص کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مطلقہ ثلاثہ سے بدون تحلیل کے شوہر اول سے نکاح کرنے والا فاسق ہے اور فقہ کی کتاب کو پھینک دینے والا اور علماء حقانی کو منافق کہنے والا اشد درجہ کا فاسق ہے؛ بلکہ توہین کتب دینیہ سے خوف کفر ہے، ایسا شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور تجدید ایمان نہ کرے، اس کو امام نہ بنایا جائے۔ شامی میں ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة فإنه لا يؤمن أن يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، إلخ. (۳۷۶/۱) (۲)

وفی شرح الفقہ الأكبر عن التتمة: من أهان الشريعة والمسائل التي لا بد منها كفر، إلخ. (ص: ۲۱۵)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۳۵-۱۳۶)

(۱) اس لئے کہ اس سلسلہ میں عورت کے بیان پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

(و) حل (نکاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي، أو كنت أمة لفلان فأعتقني) إن وقع في قلبه صدقها. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۷۱/۵. ظفیر)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد انيس

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۹۱، انيس)

## حرام نکاح خواں کی امامت:

سوال: زید نے تین نکاح ناجائز جن کی ممانعت قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھے، دو نکاح عدت طلاق کے اندر اور ایک نکاح سالی حقیقی سے (حالاں کہ دوسری بہن نکاح میں موجود تھی) پڑھا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا جاہل شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔

کذا فی الشامی: أن کراهة تقدیم الفاسق کراهة تحریم. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۸/۳)

## عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح کر دیا ہے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اگر باوجود علم کے ایسا نکاح کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گنہگار ہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے، (۲) اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے، دوسرے کو امام بنانا چاہیے، تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۶-۲۲۱)

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا بَيْنُوا﴾ (سورة البقرة: ۱۶۰)

”يدل على أن التوبة من الكتمان إنما يكون بإظهار البيان، وأنه لا يكتفى في صحة التوبة بالندم على الكتمان

فيما سلف دون البيان فيما استقبل.“ (أحكام القرآن للحصاص: ۱/۴۳، قديمي)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”من رأى منكم منكراً

فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان.“ {رواه مسلم} {مشكوة

المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۴۳، قديمي} (رقم الحديث: ۵۱۳۷، انیس)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد

الزنا، لهذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۲، سعيد)



### عدت پوری ہونے سے قبل نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے طلاق نامہ بی بی کو اور خلع نامہ شوہر کو دونوں کی راضی برضا پر دلوا دیا، ایک ماہ کے اندر ہی، یعنی عدت پورا نہ گزرنے پر اس بی بی نے دوسری بستی جا کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کے لئے آمادہ ہو کر اس بستی کے قاضی سے دریافت کیا تو اس قاضی نے طلاق نامہ دیکھ کر عدت پورا نہ ہونے پر نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا، بعد میں یہی امام جس نے طلاق نامہ و خلع نامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے دلوا دیا تھا، اس نے اپنی جماعت کو بغیر اطلاع کئے ہوئے خفیہ طور پر جا کر کچھ رشوت لے کر نکاح پڑھ دیا، کیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بعد ہفتہ عشرہ جماعت کو یہ خبر معلوم ہونے پر اس پیش امام سے اس نکاح کے متعلق جماعت کے دریافت کرنے پر ”اس نکاح کو میں نے نہیں پڑھایا“ کہہ کر جھوٹ بول کر جماعت کو انکار کر دیا، اس تاریخ سے جماعت نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا، بعد دو چار دن کے اس پیش امام نے عام جماعت میں کہا کہ خود میں نے ہی یہ نکاح پڑھایا، یہ اقرار کر کے معافی کا خواستگار ہوا تو کیا پھر یہ امام امامت کے قابل ہو گیا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۴۱۴، محمد غوث صاحب گوداوری ۲۳/رجب ۱۳۵۷ھ، ۱۹/ستمبر ۱۹۳۸ء)

الجواب

اس امام نے اول تو عدت کے اندر نکاح پڑھنے کا بڑا گناہ کیا، دوسرے رشوت لی (اگر رشوت لینا ثابت ہو) تیسرے جھوٹ بولا کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا۔

پس اگر چہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ مگر زجر اس امام کو کچھ دنوں کے لیے امامت سے علاحدہ کر دیا جائے اور جو رشوت لی ہے، وہ واپس کرائی جائے اور وہ نکاح عدت کے بعد از سر نو پڑھایا جائے، جب لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ امام نے سچی توبہ کر لی ہے اور آئندہ وہ ایسا کام نہ کرے گا تو پھر اس کو امام بنا سکتے ہیں۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت لمفتی: ۱۱۸-۱۱۷/۳)

(۱) قالت (عائشة رضي الله عنها في حديث طويل): فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم قال: أما بعد! يا عائشة: إنه بلغني عنك كذا وكذا فإن كنت بريئة فسيبرئك الله وإن كنت ألممت بذنب فاستغفري الله وتوبى إليه فإن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه. (صحيح البخاري، باب حديث الإفك (ح: ۴۱/۴۱) / الصحيح لمسلم، باب في حديث الإفك (ح: ۲۷۷۰) / السنن الكبرى للنسائي، حديث الإفك (ح: ۸۸۸۲) / مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عائشة (ح: ۴۹۲۷) / صحيح ابن حبان، ذكر ما يجب على المرأة من الأقراء بين النساء (ح: ۴۲۱۲) / المستدرک للحاكم، كتاب التوبة والإنابة (ح: ۷۶۱۳) / شعب الإيمان للبيهقي، معالجة كل ذنب بالتوبة (ح: ۶۶۲۸) انیس)

## خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے، صحیح ظن سے قرآن قرأت میں پڑھ سکتا ہے، نماز جمعہ بھی وہی پڑھاتے ہیں، جو کہ خطبہ میں پڑھتے ہیں، ہر روز پنجگانہ اذان بلا وضو کے دیتے ہیں، چند اشخاص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا ٹھیک نہیں ہے؛ لیکن امام صاحب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا جائز ہے اور صحیح ہو جاتی ہے اور وہ پیش امام عقائد نکاح سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے ہیں، ایک نکاح امام صاحب موصوف نے ناجائز پڑھا دیا ہے، نکاح بحیثیت دستور طریقہ سے پڑھایا، ایک شخص کے گھر میں خالہ موجود ہے، اس کی بھانجی سے اس کا نکاح جائز قرار دے دیا، آیا یہ مسئلہ جائز ہے، یا نہیں؟ خالہ اور بھانجی ایک مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

آپ نے لکھا ہے کہ ”ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے“، اس کا مطلب میں نے نہیں سمجھا ”ناظرہ حافظ“ کسے کہتے ہیں؟ قرأت قرآن شریف میں کیا غلطی کرتے ہیں؟ اس کو لکھئے؛ کیوں کہ غلطی معمولی ہوتی ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بعض غلطی سخت ہوتی ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، خطبہ کے متعلق کیا لکھا ہے، سمجھ میں نہیں آیا، صاف صاف لکھئے۔

اذان کے لئے افضل یہ ہے کہ با وضو کہے؛ لیکن اگر بے وضو کہہ دے، تب بھی ناجائز نہیں؛ بلکہ درست ہے۔

”ویکروہ اذان جنب، وإقامة محدث لا أذانه علی المذهب، إلخ“۔ (الدر المختار: ۴۰۷/۱) (۱)

امام صاحب کو اگر معلوم تھا کہ اس شخص کے گھر میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اور اب دوسری سے نکاح کرتا ہے اور وہ دوسری بھانجی ہے پہلی خالہ ہے اور یہ ناجائز ہے تو وہ شخص اور وہ عورت اور امام صاحب جس قدر لوگ نکاح میں شریک ہوئے، سب پر توبہ لازم ہے اور جس کو علم نہیں تھا، وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ (۲)

اب لازم ہے کہ اس مراد عورت میں تفریق کرا دیں، (۳) اور امام صاحب اور سب شریک ہونے والے توبہ کریں

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۲/۱، سعید

(۲) ومن استحل حراماً وقد غلم تحريمه في الدين: أي ضرورة كمنكاح المحارم أو شرب الخمر... وعن محمد رحمه الله بدون الاستحلال ممن ارتكب كفر: أي في رواية شاذة عنه ”والفتوى على التريدين استعمال مستحلاً كفرو إلا لا، فإن ارتكب غير استحلال فسق“۔ (شرح الملا على القاري على الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۸، قديمی)

(۳) ولا يجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها،

اور امام صاحب توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، بشرطیکہ دوسرا آدمی امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو، (۱) وہ مرد و عورت اگر مفارقت نہ کریں اور باوجود فہمائش کے نہ مانیں تو سب مل کر ان سے قطع تعلق کر لیں؛ تاکہ وہ دونوں تنگ آکر توبہ کریں، (۲) اگر وہ شخص دوسری عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو فی الحال دونوں کو الگ کر دے اور پہلی کو طلاق دیدے جب اس کی عدت ختم ہو جائے، تب دوسری سے نکاح کرے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۹/۶-۲۳۱)

### سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص نے اپنی ماں کی ماں سے؛ یعنی سوتیلی نانی سے نکاح کر لیا ہے، آیا یہ نکاح کیسا ہوا ہے اور سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر محرمات میں ہے تو جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اور جو لوگ اس میں شامل ہوں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو تو اس کے لیے امامت درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے تو نکاح فسخ کر دیا جائے، یا نہیں؟ اور امام صاحب جتنے دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے ہیں، وہ نماز لوٹانا پڑے گا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

== لقولہ علیہ السلام: ”لا تنکح المرأة علی خالتها، ولا علی ائمتہا، ولا علی ائمتہا، ولا علی ائمتہا، ولا علی ائمتہا“۔ (الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۸/۲-۳۰۹، شریکۃ علمیۃ، ملتان)

یجب علی القاضی التفریق بینہما“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید) ویکرہ إمامۃ عبد وأعرابی وفاسق وأعمی ومبتدع لایکفر بہا، وإن کفر بہا فلا یصح الاقتداء بہ أصلاً، وولد

الزنا، هذا إن وجد غیرہم، وإلا فلا کراہۃ“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاہ، باب الإمامۃ: ۵۵۹/۱-۵۶۲، سعید)

(۲) رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلنتہ، ولا یجوز فوقہا، إلا إذا کان الہجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلك“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر، الخ: ۷۵۸/۸، رشیدیۃ)

(۳) وإن أراد أن یتزوج أحدهما بعد التفریق فلہ ذلك إن کان التفریق قبل الدخول وإن کان بعد الدخول

فلیس لہ ذلك حتی تنقضی عدتہا وإن انقضت عدة إحداهما دون الأخری، فلہ أن یتزوج المعتدة دون الأخری ما لم

تنقض عدتہا، وإن دخل بإحداهما، فلہ أن یتزوج المعتدة دون الأخری ما لم تنقض عدتہا، وإن إنقضت عدتہا، جاز لہ

أن یتزوج بأیتھما شاء، کذا فی التبیین“۔ (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب النکاح، القسم الرابع المحرمات

بالجمع: ۲۷۸/۱، رشیدیۃ)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

(۱) سوتیلی نانی سے کیا مراد ہے، اگر یہ مراد ہے کہ حقیقی ماں کی سوتیلی ماں؛ یعنی حقیقی نانا کی بیوی، پھر تو اس سے نکاح ناجائز ہے۔

”حرم أصله وفرعه، وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيداً، آھ۔“ (الدر المختار) (۱)  
اور اگر یہ مراد ہے کہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں؛ یعنی کسی عورت سے اس کی باپ نے دوسرا نکاح کر لیا، اس عورت کی حقیقی ماں یا سوتیلی ماں سے اس نے نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔

”قال الخیر الرملی: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الابن ولا بنتها ولا زوجة الربیب ولا زوجة الأب، إلخ۔“ (الدر المختار) (۲)

(۲) جائز نکاح پڑھنا اور اس میں شامل ہونا تو جائز ہے اور ناجائز نکاح پڑھنا اور اس میں شامل ہونا جائز نہیں، جواز عدم جواز سے نمبر: ”۱“ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر جائز سے پڑھایا ہے پھر تو اس کی امامت میں کوئی اشکال نہیں، اگر ناجائز نکاح پڑھایا ہے اور مسئلہ سے واقف ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور مرد اور عورت نیز شرکاء سب کو گناہ ہوا سب کو توبہ لازم ہے، (۳) اور مرد و عورت میں تفریق ضروری ہے، (۴) اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (۵)  
اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کیا ہے تو گناہ نہیں ہوا، (۶) البتہ تفریق پھر بھی ضروری ہے، جو نمازیں ایسے امام

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳۔ ۳۱، سعید

قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳) ”عموم فی جمیع مایتناولہ الأسم حقيقة، ولا خلاف أن الجدات وإن بُعدن محرمات، واكتفى بذكر الأمهات؛ لأن إسم الأمهات يشملهن كما أن إسم الآباء يناول الأجداد وإن بعدوا“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۱۷۶/۲، قدیمی)

(۲) رد المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۱/۳، سعید

(۳) واتفقوا على أن الثوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة۔“ (شرح النووي على مسلم، کتاب الثوبة، ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) يجب على القاضي التفریق بينهما۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(۵) ويكره إمامة عبد أو أعرابي وفاسق وأعمى۔“ (تنوير الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱۔ ۵۶۰)

(۶) ”رفع عن أمتي الخطاء والنسيان“۔ الحديث: أي إثم لا حكمه... وقال ابن الهمام: قوله رفع الخ من باب المقتضى ولا عموم له؛ لأنه ضروري فوجب تقديره على وجه يصح والإجماع على أن رفع الإثم مراد، فلا يراد غيره، إلخ۔“ (فيض القدير: ۳/۷، ۳۴۰، رقم الحديث: ۴۶۱)، مكتبة نزار مصطفى الباز، رياض

کے پیچھے لوگ پڑھ چکے ہیں، اس نکاح پڑھانے کی وجہ سے ان کا اعادہ کسی حال میں لازم نہیں، خواہ نکاح جائز پڑھایا ہو، خواہ ناجائز، جواز عدم جواز کا حال نمبر: ۱ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۱۳۵۹ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۱-۲۳۳)

### زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ہندہ سے بکر کا زبردستی زیادہ مہر پر نکاح کروایا گیا، اس نکاح کے متعلق مسجد کا مستقل امام بخوبی واقف ہے، جب کمیٹی اور بکر کے درمیان نکاح و مہر کے متعلق جدوجہد ہوئی اس وقت پر وہ بھی حاضر تھے اور جان گئے کہ نکاح بالکل جبراً ہو رہا ہے، مگر کمیٹی کو کوئی شرعی رائے دیئے بغیر کمیٹی کا حکم پاتے ہی نکاح پڑھ دیا گیا، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟ اس نکاح کے بعد وہ جو نکاح پڑھائے گا، وہ شریعت کی بنیاد سے درست ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

اگر امام صاحب نے بھی اس ظلم میں حصہ لیا ہے تو وہ گناہ میں شریک ہیں؛ (۱) تاہم اس کے بعد جو نکاح پڑھیں گے، وہ صحیح ہو جائیں گے، نکاح خواں سفیر محض ہوتا ہے۔ (کذا فی البحر الرائق) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۱-۲۳۳)

### اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرتا ہے:

سوال: زید کو امام مسجد بنانا جس کے احوال مندرجہ ذیل ہیں، کیا ہے: زید عورتوں کو ورغلا تا ہے اور بے حیائی کی طرف بلاتا ہے اور مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور شریعت کی ہتک کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب —————

ایسے مبتدعین کی صحبت اور پاس بیٹھنے سے احتراز واجب اور لازم ہے اور امام بنانا اس کو ممنوع اور ناجائز ہے، ہرگز

اس کو امام نہ بناویں کہ فاسق کو امام بنانا حرام ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۳/۳)

- (۱) کسی بھی معصیت میں اعانت کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ﴾ (المائدة: ۲، انیس)
- (۲) قال فی فسخ القدير: وينبغي أن يزاد في الولي لا في الزوج والزوجة ولا في متولي العقد فإن تزويج الصغير والصغيرة جائز وتوكيل الصبي الذي يعقد العقد ويقصده جائز في البيع فصحته هنا أولى لأنه محض سفير، إلخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۳/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت. انیس)
- (۳) بل مثلی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم، لما ذكرنا. (رد المحتار، باب

الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

## غلطی سے نکاح درج کر دینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تہنیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کر دیا، اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا، ایسے مولوی کی اقتدا میں نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کر لیا ہے اور پھر معلوم ہو جانے پر صدق دل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو بنا بر حدیث پاک ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“، (۱) یہ شخص امامت کا اہل ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد اسحاق غفر اللہ لہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۷۲/۲)



(۱) سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، رقم الحدیث: ۴۲۵۰ / مسند الشہاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ، رقم الحدیث: ۱۰۸، انیس

## داڑھی اور امامت

### داڑھی کی شرعی حیثیت:

سوال (۱) داڑھی رکھنا واجب ہے، یا مستحب ہے؟ داڑھی منڈوانے والا اور کترنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ داڑھی کتروانے والے کی شہادت شرعاً جائز ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین کا کیا عمل رہا ہے، کیا ان کا عمل ہمارے واسطے موجب عمل ہے، یا کیا ہے؟

(۳) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا عمل ہمارے واسطے موجب اتباع ہے، جب کہ داڑھی رکھنے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے، ایک مٹھی کی مقدار پر داڑھی رکھنا واجب ہے، یا کہ نہیں؟ اس سے کم داڑھی رکھنے والے کی شہادت مقبول ہے، یا کہ نہیں؟ فقہا کا مقدار قبضہ کو متعین کرنا اور اس سے کم داڑھی والے کو مردود الشہادت کہنا، یہ فقہ کا قول امر منکرنا قابل ہے، یا کیا؟ اور داڑھی والے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ بے ایمان ہیں جائز ہے، یا کہ نہیں؟ یا کہنا حرام ہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

داڑھی اسلامی شعار میں سے ایک شعار ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور تمام اصحاب خیر القرون میں سے کسی کا بھی داڑھی رکھنا محض عادت کے طور پر، یا محض طبعی نہیں تھا؛ بلکہ شرعی حکم ہونے کی حیثیت سے تھا، اس پر ہنسنا، یا اس کا مذاق اڑانا بڑی ہی خطرناک بات ہے، یہ سب یورپ کی پیداوار ہے، احادیث صحیحہ کثیرہ سے اس کا وجوب ثابت ہے اور محض امت مسلمہ ہی کا شعار نہیں ہے؛ بلکہ تمام انبیاء سابقین علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شعار اور ان سب کی سنت ہے، یہ علماء کی من گڑھت بات، یا اختراع نہیں ہے۔ (۱)

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین، وقرؤا اللّٰحی وأحفوا الشوارب. (الصحيح للبخاری، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۷۹۲) / الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (ح: ۲۵۹) / السنن الكبرى للبيهقي، باب السنة في الأخذ من الأظفار والشوارب (ح: ۶۸۹) انیس)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة: قص الشارب وإعفاء اللحية والسواك واستنشاق الماء وقص الأظفار وغسل البراجم وتنف الإبط

==

داڑھی منڈانا یا چارنگی کی مقدار سے کم رکھنا اور اس پر اصرار کرنا فسق ہے، (۱) اس سے آدمی اللہ اور رسول کے نزدیک فاسق مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم نہ رکھنا چاہیے، تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس مقدار کی سنت پر اجماع ہے اور اجماع صحابہ خود بھی ایک حجت شرعی ہے، داڑھی مذہبی شعار کے ساتھ ساتھ ایک صحیح فطرت انسانی بھی ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخب نظام الفتاویٰ ۳۰۴/۱-۳۰۵)

== وحلق العانة وانتقاص الماء. قال زكريا: قال مصعب: ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة زاد قتيبة الخ. (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (ح: ۲۶۱) انيس)

(عشر من الفطرة) أى من الدين الذى فطر الله خلقه عليه واختاره لهم. (تفسير غريب ما فى الصحيحين: ۵۵۵/۱، مكتبة السنة القاهرة. انيس)

من أهان الشريعة أو المسائل التى لا بد منها، كفر. (شرح الفقه الأكبر: ۵۱۳، فصل فى العلم والعلماء، انيس)

(۱) ويحرم على الرجل قطع لحيته، الخ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۴۰۷/۶، انيس)

وأما الأخذ منها - وهى دون ذلك (أى دون القبضة) كما يفعل بعض المغاربة ومخنة الرجال - فلم ييحه أحد، الخ، وأخذ كلها كما يفعل يهود الهند ومجوس الأعاجم قبيح. (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲، انيس)

وقال العلائى فى كتاب الصوم قبيل فصل العوارض: إن الأخذ من اللحية وهى دون القبضة، كما يفعل بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم ييحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود والهند ومجوس الأعاجم، اه، فحيث أدمن على فعل هذا المحرم يفسق، وإن لم يكن ممن يستخفونه، الخ. (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الشهادة، لا يباح الأخذ من اللحية وهى دون القبضة: ۳۲۹/۱-دار المعرفة بيروت. انيس)

... فأقل ما فى الباب إن لم يحمل على النسخ كما هو أصلنا فى عمل الراوى على خلاف مرويه مع أنه روى عن غير الراوى وعن النبى صلى الله عليه وسلم، يحمل الاعفاء على اعفائها من أن يأخذ غالبها أو كلها كما هو فعل المجوس من حلق لحاهم كما يشاهد فى الهند وبعض أجناس الفرنج فيقع بذلك الجمع بين الروايات، يؤيد إرادة هذا ما فى مسلم عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم ”جزوا الشوارب واعفوا اللحى“ خالفوا المشركين“ فهذه الجملة واقعة موقع التعليل وأما الأخذ منها وهى ما دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم ييحه أحد. (فتح القدير، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۳۴۸/۲، انيس)

أن العلماء رحمهم الله اتفقوا على تحريم حلق اللحية وهى الشعر النابت على الخدين والذقن فيشمل عظم اللحى إلى ملتقى العظمين فى الذقن ويشمل ما على الخدين وخرج بهذا الشعر الذى على الحلق أما الشعر الذى على الفك السفلى فهو من اللحية فالشعر على الخدين والفكين فهو من اللحية، الخ. (مختصر شرح فصول الآداب، قوله وإعفاء اللحية: ۲۲/۱، جامع ابن القيم الرياض. انيس)

(۲) وأما إعفاء اللحية فهو توفيرها وتكثيرها ومنه قوله تعالى: ﴿حتى عفوا﴾ أى كثروا، ==



## داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق چند مسائل:

سوال (۱) غیر شرعی داڑھی والے حافظ قرآن جو نماز کے باہر ٹخنہ سے نیچے پتلوں بھی اکثر لٹکائے رہتا ہے، سینما بھی دیکھتا ہے، فوٹو بھی مستورات کی مجلسوں تک میں جا کر اتارتا ہو، نماز جماعت بھی اکثر چھوڑتا رہتا ہو، کا امام بن کر نماز فرض اور نماز سنت تراویح پڑھانا کیسا ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ جات کے تفصیلی جواب تحریر فرمادیں، جو اشاعت بھی کیا جانے والا ہو۔

(۲) داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۳) داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے؟

(۴) داڑھی کی شرعی مقدار سے کم وبیس رکھنا کیسا ہے؟

(۵) اور ایسے لوگوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۶) غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز فرض، نماز سنت تراویح ادا کرنا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والا شخص موجود ہو؟

(۷) غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کی اذان وتکبیر کہنا، نکاح پڑھوانا گواہی دینا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والے (خصوصاً اذان وتکبیر کہنے والے) موجود ہوں؟ (ابراہیم یوسف باوارگون)

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

نوٹ: ہر نمبر کا جواب دینے سے پہلے بطور تمہید کے چند باتیں معروض ہیں، اس سے مذکورہ نمبروں کا جواب آسانی سے ذہن میں آسکے گا۔

تمہید: بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے کی اور مونچھ کٹانے کی؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی کر لینے کی بہت زیادہ تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف کرنے پر سخت سخت مذمتیں وارد ہیں، یہاں بطور نمونہ محض چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، مثلاً: بعض روایات صحاح میں ہیں:

== وقد روى أن أبا هريرة رضي الله تعالى عنه كان يقبض على لحيته فما فضل من قبضته جزء، وكان عمر رضي الله تعالى عنه يقول: خذ ما تحت القبضة. (الغنية لطالبی طریق الحق: ۴۲/۱، فصل فی العشر الحصال النی فی الفطرة، دارالکتب العلمیة، انیس)

عن مروان بن سالم المقفع قال: رأيت ابن عمر يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف. (سنن أبي داؤد، باب القول عند الإفطار (ح: ۲۳۵۷) انیس)

”أوفروا للحي واحفوا الشوارب“ (۱).  
بعض میں ہے:

”أنهكوا الشوارب واعفوا للحي“ (۲).

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور موچھوں کو اس طرح چھوٹی کراؤ کہ کھل کر صاف ہو جائے۔  
بعض روایات میں ”قصوا الشوارب واعفوا للحي“ (۳) اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ:  
”وخالفوا المشرکین“ (۴) اور بعض میں ”خالفوا زی الأعاجم“ (۵) اور بعض میں ”خالفوا زی  
المجوس“ ہے۔ (۶)

ان روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکوں میں اور غیر مسلم عجمیوں کی مشابہت نہ اختیار کرو؛ بلکہ اس کی مخالفت کرو۔  
چنانچہ عجمیوں اور مشرکوں میں عموماً ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی مونڈانے اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی  
اعتبار سے مونچھ کٹانے اور مٹانے کا اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے۔ (۷)

(۲-۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”خالفوا المشرکین، وفروا للحي،  
واحفوا الشوارب، وفی رواية: انهكوا الشوارب، واعفوا للحي“ (مشکوٰۃ مع شرح الطیبی: ۲۴۷/۸، باب الترجل،  
كتاب اللباس (ح: ۴۴۲۱) والنسائی كتاب الطهارة: ۱۳/۱-۱۵)  
رواية ابن عمر رضی اللہ عنہما رواه البخاری، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۲) شعب الإيمان للبيهقي،  
فصل فی الکحل (ح: ۶۰۱۵) انیس)

رواية: ”أنهكوا الشوارب واعفوا للحي“ رواه ابن أبي شيبة، ما يؤمر به الرجل من إعفاء اللحية (ح: ۲۵۹۲)  
روالبخاری، باب إعفاء اللحي (ح: ۵۸۹۳) انیس)

رواية: ”قصوا الشوارب واعفوا للحي“ رواه أحمد في مسنده، إبتداء مسند أبي هريرة (ح: ۷۱۳۲) انیس)  
(۴) مشکوٰۃ، كتاب اللباس، باب الترجل: ۲۴۷/۸ (صحيح البخاری، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۲) انیس)  
(۵) داڑھی اور موچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: ”خالفوا المشرکین ووفروا للحي واحفوا  
الشوارب“ (مشکوٰۃ حوالہ مذکورہ)

عن عمر رضی اللہ عنہ أنه قال: إياكم وزی الأعاجم. (نصب الرأیة، فصل فی اللبس: ۲۲۶/۴، مؤسسة الريان  
بيروت. انیس)

(۶) عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خالفوا المجوس أحفوا الشوارب واعفوا  
للحي. (مستخرج أبي عوانة، بيان الطهارات (ح: ۴۶۸) انیس)

(۷) وقص اللحية من صنع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشرکین كالأفرنج والهنود ومن لاخلاق له في  
الدين من الطائفة القلندرية. (مرواة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۴/۲) (كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل  
الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، انیس)

بعض روایات میں ”عشرة من الفطرة“ (۱) اور بعض میں ”خمس من الفطر“ (۲) اور بعض میں ”من خصال الأنبياء“ (۳) اور تقریباً سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا ہے اور ”فطرہ کے معنی جبلہ سلیمہ (۴) کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا ہے، جس کے معنی یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوک ہے، جو یقیناً محبوب عند رب العالمین شکل بھی ہے۔

انہی روایات کی بنا پر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض و بعض خوارج کے، سب کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ) کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو اور یہ صورت اسلامی اور مذہبی شعار میں شمار ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو اور اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالاجماع ہے، (۵) بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعاً اجازت نہیں

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”عشرة من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، والاستنشاق بالماء، وقص الأظفار وغسل البراجم، وتنف الإبط وخلق العانة، وانتقاص الماء“۔ (دیکھئے: سنن الدارقطني، كتاب الطهارة: ۹۵/۱) (رقم الحديث: ۳۱۵۰) والصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (رقم الحديث: ۲۶۱) انيس (موسوعة أطراف الحديث: ۴۹۱/۵)

(۲) عن أبي هريرة قال: خمس من الفطرة، إلخ۔ (دیکھئے: أوجز المسالك باب ما جاء في السنة في الفطرة: ۲۲۳/۱۴، مشكوة المصابيح مع شرح الطيبي، كتاب اللباس: ۲۴۶/۸، أبو داؤد، رقم الحديث: ۴۱۹۸، كتاب الترجل: ۸۴/۴)

(۳) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عشر من الفطرة ... إلخ۔ (الحديث) قال الخطابي: فسر أكثر أهل العلماء الفطرة في هذا الحديث بالسنة تأويله أن هذه الخصال من سنن الأنبياء الذي أمرنا أن نفتدي بها، إلخ۔ (الرد على من أجاز تهذيب اللحية: ۵/۱، مكتبة المعارف، انيس)

(۴) ”كل مولود يولد على الفطرة ... والمعنى أنه يولد على نوع من الجملة والطبع المنتهني بقبول الدين، عشر من الفطرة أي من السنة؛ يعني سنن الأنبياء عليهم السلام التي أمرنا أن نفتدي بهم“۔ (النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۵۷/۳، باب الفاء مع الطاء، يزد دیکھئے: مرقاة المصابيح: ۴/۲)

(۵) ... لا نعلم وجود دليل صارف عن وجوب إعفاء اللحية فيبقى الإعفاء واجبا وحلقها محرم لأن فيها تشبها بالمشركين۔ (توضيح الأحكام من بلوغ المرام، باب الآنية: ۱۵۴/۱، مكتبة الأسدي مكة، انيس)

أن العلماء رحمهم الله اتفقوا على تحريم حلق اللحية، إلخ۔ (مختصر شرح فصول الآداب، قوله وإعفاء اللحية: ۲۲/۱، جامع ابن القيم الرياض، انيس)

دیتے، بالکل چھوڑے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد بن حنبل کا بھی یہی ہے، (۱) دوسرا قول دوسرے ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس توسع کی بنیاد روایات پر ہے، جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحيہ سے کچھ کٹوا کر مرصع اور جمیل بنا لیتے تھے، (۲) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحيہ مبارک کے بارے میں صحاح میں حوالہ جات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کٹ (لٹکی ہوئی) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) (۳) اس طرح پرتھی کہ وہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھوٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے؛ مگر ساتھ ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کٹا کر ایک قبضہ (چار انگلی کی مقدار) سے کم کرالینے کو کسی صحابی نے بھی جائز نہیں قرار دیا ہے۔ (کما فی رد المحتار: ۱۱۳/۲) (۴) یعنی ایک قبضہ (مشت) سے جو لوگ کم کرالیتے ہیں، اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔

(۱) وقال الحنابلة: لا يكره أخذ ما زاد عن القبضة منها نص عليه أحمد ونقلوا عنه أنه أخذ من عارضه، وذهب آخرون من الفقهاء إلى أنه لا يأخذ من اللحية شيئاً إلا إذا تشوهت بافراط طولها وعرضها نقله الطبري عن الحسن وعطاء واختاره ابن حجر وحمل عليه فعل ابن عمر، الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية، الأخذ من اللحية: ۲۲۵/۳۵، مطابع دارالصفوة مصر. انیس)

ويعفى لحيته وقال ابن الجوزي في المذهب: ما لم يستهجن طولها ويحرم حلقها، ذكره الشيخ تقي الدين ولا يكره ما زاد على القبضة ونصه: ولا بأس بأخذ ذلك وأخذ ما تحت حلقه وقال في المستوعب: وتركه أولى وقيل: يكره وأطلقهما ابن عيدان، الخ. (الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف عند الإمام أحمد، باب السواك وسنة الوضوء: ۲۵۰/۱، هجر القاهرة. انیس)

(۲) ... وقد روى أن أبا هريرة رضى الله تعالى عنه كان يقبض على لحيته فما فضل من قبضته جزءه، وكان عمر رضى الله تعالى عنه يقول: خذ ما تحت القبضة. (الغنية لطالبى طريق الحق: ۴۲/۱، فصل في العشر الخصال التي في الفطرة، دار الكتب العلمية. انیس)

وعن مروان بن سالم المقفع قال: رأيت ابن عمر يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف. (سنن أبي داؤد، باب القول عند الإفطار (ح: ۲۳۵۷) انیس)

سئل أحمد عن الأخذ من اللحية قال: كان ابن عمر يأخذ منها ما زاد على القبضة وكأنه قد ذهب إليه قيل له: فالإعفاء يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم قاك: كأن هذا عنده إعفاء. (مسائل حرب الكرماني، باب إعفاء الشوارب وإعفاء اللحى: ۴۴۸/۱، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة. انیس)

(۳) رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كثيف اللحية عظيم الهامة. (مسند الإمام أحمد (ح: ۱۱۲۲)

(۴) وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (أى القبضة) كما يفعله المغاربة ومختلة الرجال فلم يبيحه أحد. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۸/۳) (كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، انیس)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحيہ مبارک کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی لحيہ مبارکہ (داڑھی مبارک) کشف (گھنی) اور مسترسلہ (دراز لٹکی ہوئی) (۱) اس طرح پر تھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھوٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے اور پیچھے سے بھی نظر آتے تھے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لمبے ہوتے تھے کہ شانہ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو یا تین انگل ہو؛ مگر لٹکے ہوئے اور دراز ضرور ہوتے تھے اور اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے داڑھی کٹا دینے کا، یا مونڈا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے ڈاڑھ پر (یعنی نیچے کا جبرٹا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) اس پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہیں اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے، جو ابھی مذکورہ ہوا؛ کیوں کہ حدیث پاک میں صیغہ امر کے ساتھ: ”واعفوا اللحی، ارخوا اللحی“ وغیرہ حدیثیں وارد ہیں اور صیغہ امر وجوب کے لیے ہونا مسلم ہے اور اس سے مراد وہی بال ہیں، جو حستیں پر اُگے ہوتے ہیں۔ (۲)

انہی روایات کی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے حستیں میں کہیں چار انگل سے کم مقدار بالوں کی کٹا کر نہ ہو اور اس کی تائید مزید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

”وصح عن ابن عمر روى هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة (إلى قوله) وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (أى القبضة) كما يفعلها المغاربة ومخنة الرجال فلم يسه أحد.“ (۳)

غرض داڑھی مونڈا نازی اعام و مشرکین میں داخل ہو کر حرام ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہو کر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت و باعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہوگا، جیسا کہ شیخ احمد برفراوی مالکی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے، جس کو وہ فقہ مالکی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) یہ لفظ کسی حدیث میں نہیں ملا، البتہ بخاری کی اس حدیث سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔

”عن أبي معمر قال: قلنا لخباب رضي الله عنه أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر والعصر قال نعم، قلنا بما كنتم تعرفون ذاك قال: باضطراب لحيه.“ (صحيح البخارى مع فتح البارى: ۲/۲۳۳، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، رقم الحديث: ۷۴۶)

(۲) اللحية إسم لجميع من الشعر ما نبت على الخدين والذقن. (مجمع بحار الأنوار: ۴/۴۸۸)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۹۸ (كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، انيس)

فما علیہ الجند فی زماننا من أمر الخدم بحلق لحاهم دون شواربهم لاشک فی حرمتہ عند جمیع الأئمة لمخالفتہ لسنة المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ولموافقتہ لفعل الأعاجم والمجوس۔ (۱)

غرض زمانہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر برابر داڑھی کے معاملہ میں اسی پر جو باعمل ہونا چلا آ رہا تھا اور کتاب و سنت سے بھی یہی صورت متعین ہو کر اسلامی شعار متعارف ہے؛ مگر مسلمانوں کے اسباب زوال میں ایک سبب کہئے، جو اپنے نحوست اعمال سے پیدا ہوئے کہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی موٹڈانا شروع کر دیا، پھر بعض علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہو کر داڑھی کی شرعی حیثیت ہی کو مبتدل و متغیر کرنا شروع کر دیا اور داڑھی بالکل غیر شرعی چیز؛ بلکہ محض طبعی شے قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ بہت سے پڑھے لکھے ذی ہوش و ذی علم حضرات اور بہت سے خطبا اور ائمہ مساجد بھی متاثر ہونے لگے۔ (الامان والحفیظ) پھر یہ وبا ایشیا میں غالباً سب سے پہلے مصر میں آئی، پھر یہ وبا بلا بن کر اس قدر عام ہو گئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، وہ مردہ ہونے لگی اور حدیث پاک ”من ترک سنتی لم ینل شفاعتی“ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (۲) کے وبال میں مسلمانوں کو اس وبانے مبتلا کر دیا اور ترک سنت رسول علیہ السلام کا وبال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت و رسوائی و نامرادی و ناکامیابی ہے، جیسا کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے: ”أبغض الناس إلی اللہ ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الإسلام سنة الجاهلیة، ومطلب دم امرأ مسلم بغیر حق“۔ {رواہ البخاری} (مشکوٰۃ، ص: ۲۷) (۳) بلکہ تک سنت گمراہی کے شہر کا دروازہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے، موطاً امام مالک میں مروی ہے:

”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتما بهما کتاب اللہ وسنة رسوله“۔ (۴)

(ترجمہ: یعنی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم لوگ ان دونوں کے مطابق عمل کرتے رہو گے، گمراہ نہ ہو گے: ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ۔)

- (۱) داڑھی اور انبیاء کی سنتیں، مصنفہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری: ۲۶ (الفواکد الدوانی، باب فی الفطرۃ: ۳۰۶/۲، دار الفکر۔ انیس)
- (۲) رد المحتار: ۲۲۰/۱، کتب حدیث میں ان الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں: ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی و لم یرد علی الحوض“۔ (مجمع الزوائد: ۱۷۲/۱) (کتاب العلم، ثانی منہ فی اتباع الکتاب والسنہ ومعرفۃ الحلال والحرام، رقم الحدیث: ۷۹۸، انیس)
- (۳) صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲۱۰/۱۲، رقم الحدیث: ۶۸۸۲، وزاد: ”بغیر حق لیہر یق دمہ“
- (۴) موطاً امام مالک شرحہ تنویر الحوالک للسیوطی: ۹۳/۳۔

ظاہر ہے کہ جب سنت رسول اللہ علیہ السلام چھوڑ کر انسان گمراہی کے شہر میں داخل ہو جائے گا تو پھر جتنی بھی گمراہی و ذلت و کبت آوے، کم ہے۔ ”اللہم احفظنا من شرور أنفسنا ومن سئیات أعمالنا“۔ (آمین)

اس تمہید کے بعد اب استفتاء کے اندر مندرجہ سوالوں کا جواب نمبر وار مذکور ہے:

(۱) داڑھی شرعی و مذہبی شعار ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس کو نمایاں رکھنا شرعاً واجب ہے۔

(۲-۳) داڑھی کی شرعی مقدار کم سے کم ایک قبضہ (مست) ہے، جو کم و بیش چار انگلی ہوتی ہے اور اس کو برقرار رکھنا واجب ہے۔

(۴) ایسے لوگ واجب کے تاریک اور اسلامی و مذہبی شعار کو پامال کرنے والے اور مٹانے والوں کے مشابہ ہوتے ہیں، جو اللہ نہایت مبغوض ہیں اور انہی وجہ سے ایسے لوگ عند اللہ فاسق شمار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پیچھے ایسے لوگوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے، جو شرعی شکل و صورت رکھنے کے ساتھ ساتھ امامت کے بھی اہل ہوں۔

(۵) جب شرعی داڑھی رکھنے والے امامت کے اہل موجود ہوں؛ یعنی قرآن پاک صحیح پڑھتے ہوں اور طہارت و نماز کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہوں اور محتاط بھی ہوں تو ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے، ورنہ سب کی نماز بہ کراہت ادا ہوگی اور کراہت ادا ہوگی اور کراہت کے اندر غلظت و شدت میں تفاوت ہو تو یہ الگ بات ہوگی، مثلاً: ایک شخص داڑھی مونڈانے کا عادی ہے اور قصداً مونڈا تارہتا ہے، اس کے نماز پڑھنے سے کراہت تحریمی ہوگی اور اس کراہت میں غلظت و شدت باعتبار اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہوگی، جو مونڈا ہوتا نہیں؛ بلکہ وہ کٹا کر چھوٹی اور غیر شرعی رکھنے کا عادی ہے اور قصداً ایسا کرتا رہتا ہے، پھر اس شخص کی اقتدا کرنے میں کراہت کے اندر غلظت و شدت زیادہ ہوگی باعتبار اس شخص کی اقتدا کے جو ایسا کرنے کا عادی نہیں؛ بلکہ کبھی کبھی بعض اتفاق سے اس سے ایسا ہو جاتا ہے، البتہ ایسے شخصوں کو بھی مستقل عہدہ امامت دینا اور مستقل امام مقرر کرنا درست نہیں۔

اور اگر شرعی داڑھی رکھنے والا امامت کا اہل موجود ہی نہ ہو تو اس وقت انہی میں سے جو زیادہ دیندار اور متبع سنت ہو، اسی کو امام بنا کر نماز باجماعت پڑھ لیں، ہرگز ترک نہ کریں، یہی حکم فرض و تراویح سب کے بارے میں ہے۔

اگر کسی مسجد کا مقرر شدہ امام غیر شرعی ہو؛ مگر ایسا فاسد العقیدہ ہونا معلوم نہ ہو، جس کے پیچھے نماز نہ ہوتی ہو اور اس کا نصب و عزم بھی اپنے اختیار و استطاعت نہ میں ہو، یا کسی اجنبی جگہ پہنچ جائیں، جہاں کا امام اسی قسم کا ہو اور نصب و عزل اپنے اختیار میں نہ ہو تو صرف صبر کریں اور حدیث پاک: ”صلوا خلف کل بر وفاجر“، او کما قال علیہ السلام“ (۱) کے حکم کے مطابق پیچھے پڑھ لیں، جماعت ترک نہ کریں۔

اور اگر اصلاح کرنا چاہیں اور اصلاح کی توقع ہو، جب بھی: ﴿اذہبا الیٰ فرعون إنه طغیٰ، فقولا له قولا لّینا لعلہ یتذکر أو یخشی﴾ (۱) کے اصول کو اور ﴿أدع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنۃ و جادلہم بالتی ہی أحسن﴾ (۲) کے ضابطے کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور کبھی اس کو نہ چھوڑیں اور کبھی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں، جو آپس کے نفاق و شقاق، یا اختلاف و نزاع کا باعث بنے، ہمیشہ ﴿لست علیہم بمصیطر﴾ (۳) کو بھی پیش نظر رکھیں۔

(۶) ایسے شخص کو مؤذن، مکبر اور قاضی نکاح مقرر کرنا مذموم و مکروہ ہے، باقی متشرع آدمی کے موجود رہتے ہوئے بھی ان کی دی ہوئی اذان و تکبیر سے جو نماز پڑھی جائے گی، وہ بلا کراہت ادا ہو جائے گی، (۴) اسی طرح ایسے قاضی نکاح کا پڑھایا ہوا نکاح بھی بلا کراہت صحیح و نافذ ہو جائے گا، البتہ گواہی کے مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ جس گواہی میں محض تحمل شہادت کافی ہوتا ہے، اس میں اس کا گواہ بننا معتبر و مفید ہوگا، جیسے عقد نکاح کے اس میں ان کا شاہد بنانا معتبر اور کافی ہے؛ کیونکہ یہ گواہی محض عقد نکاح منعقد ہونے کے لیے ہوتی ہے اور محض تحمل شہادت کے درجہ کی چیز ہوتی ہے اور انعقاد نکاح کے بعد صحت نکاح کے نفاذ، یا بقا کے لیے، پھر ان شاہدوں کی ضرورت نہیں باقی رہتی؛ بلکہ شہرت عامہ و تسامع وغیرہ کافی ہو جاتی ہے، باقی یہ الگ بات ہے کہ اس میں بھی دیندار لوگوں کا گواہ بنانا اعلیٰ و افضل بات ہے، (۵) باقی جن معاملات میں تحمل شہادت کے ساتھ ساتھ ادائے شہادت بھی ضروری ہوتی ہے، جیسے رویت ہلال کے ثبوت کے لیے شہادت کہ اس میں تحمل شہادت اور ادائے شہادت دونوں چیزیں لازم ہوتی ہیں تو اس میں عادل ہونا، یا کم از کم مستور الحال ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(۱) سورة طہ: ۴۴

(۲) سورة النحل: ۱۲۵

(۳) سورة العاشیة: ۲۲

(۴) ویکرہ اذان الفاسق ولا یعاد، ہکذا فی الذخیرۃ. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۵۴/۱، الباب الثانی فی الأذان وفیہ فصلان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن، انیس)

(۵) ”وشرط فی الشاہد أربعة أمور الحریۃ والعقل والبلوغ والاسلام... و یصح (أی النکاح) بشہادۃ الفاسقین والأعمیین“. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۲۶۷/۱، کتاب النکاح) (الباب الأول فی تفسیرہ شرعاً وصفته و رکنہ و شرطہ و حکمہ، انیس)

”الفسق لا یمنع أهلیۃ الشہادۃ عندنا فینعقد النکاح بحضرته، وإنما یمنع أداء الشہادۃ لثمۃ الکذب“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ: ۴۰۷/۲، مرتب منتخب نظام الفتاویٰ) (کتاب الشہادات، فصل فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقه، انیس)



عادل شریعت کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں، جس کی صلاح زیادہ ہو، اس کے فساد سے اور صواب غالب ہو، خطا سے اور سلیم القلب ہو، کما فی قاضیخان علی ہامش الہدایۃ (۴۶۰/۲): ”إن کان صلاحہ اکثر من فسادہ و صوابہ أغلب من الخطأ و یكون سلیم القلب یكون عدلاً تقبل شہادۃ“۔ (۱) قاضی خان محض صاحب ترجیح ہی نہیں ہیں؛ بلکہ صاحب تخریج بھی ہیں، انہوں نے فساد زمانہ کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تحقیق کو قبول مفتی بہ میں ترجیح دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”وعن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: إن کان الفاسق وجیہا ذا مروءۃ جازت شہادۃ، لأن مثله لا یکذب“۔ (۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شرعی ضابطہ کے مطابق عادل و مستور الحال نہ ہو؛ لیکن ایسا باوجاہت اور ذی منصب و ذی مروءۃ ہو کہ جھوٹ بولنے کو اپنے منصب کے خلاف اور اپنی توہین سمجھتا ہو اور واقعہ ایسا ہی ہو کہ اس سے کذب صادر ہو تو اس کی بھی شہادت مقبول و معتبر ہوگی، اسی طرح اگر مالی معاملات میں اتنا دیانت دار و صاف مشہور ہو کہ اپنے مالی نقصان کے باوجود بھی جھوٹ نہ بولنا ہو تو ”لا یکذب“ کی علت کے اطراد سے اس کی بھی شہادت مقبول و معتبر ہوگی۔

### داڑھی منڈانے کو جائز سمجھنا:

سوال: یہاں مسلمان داڑھی منڈانا جائز سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بڑی بڑی مساجد کے امام و خطیب بھی داڑھی منڈاتے ہیں، جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے، ایک سنت ہے اور پہلے فرائض کی پابندی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں نیتوں کو دیکھتا ہے، اگر دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی محبت ہے اور فرائض کی پابندی کرتے ہیں تو بس ہے، براہ کرم اس پر بھی تفصیلی روشنی ڈالے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ وباللہ التوفیق

داڑھی منڈانا قطعاً ناجائز ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں اس کے رکھنے کا حکم وجوب کے صیغہ کے ساتھ ہے، مثلاً فرمایا گیا ہے:

(۱) قاضیخان علی ہامش الہدایۃ (۴۶۰/۲) (کتاب الشہادات، فصل فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقہ، انیس): ”لأن

غیر المعصوم لا یخلو عن قلیل ذنب فیعبر فیہ الغالب وعن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ... أن مثله لا یکذب“۔ (مرتب) (کتاب الشہادات، فصل فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقہ، انیس)

(۲) کتاب الشہادات، فصل فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقہ، انیس

(۳) باب ما یفسد الصلاۃ وما لا یفسدہ، مطلب فی الأخذ من اللحیۃ، انیس

”جزوا الشوارب و اعفوا اللحی۔ (۱)

(یعنی مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔) یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا امتثال واجب اور ضروری ہے، باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی اصلاح اور اس کا مطابق شرع کے ہونا ضروری ہے، پھر جب یہ لوگ بھی سنت سمجھتے ہیں تو ترک سنت پر جو وعید ہے، اس کو بھی انہیں سامنے رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے:

”من ترک سنتی لم ینل شفاعتی“ أو كما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲)

(یعنی سنت ترک کرنے والا شفاعت سے محروم رہے گا اور یہ محرومی معمولی محرومی نہ ہوگی۔)

اللہ تعالیٰ سب کو اتباع سنت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخب نظام الفتاویٰ ۳۰۴/۱-۳۰۵)

حدیث کے مقابلے میں ڈھٹائی کر کے داڑھی کتروانے والا امام سخت ترین مجرم ہے:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں ایک پیش امام ہیں، ان کی داڑھی تقریباً ایک انچ تھقی، ان سے کسی نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ داڑھی بڑھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں تو اور کٹاؤں گا، چنانچہ چند روز بعد انہوں نے اور کترائی، آدھا انچ رہ گئی، جب ان سے کہا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: بس بال برابر کئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے، یہ بات ان کی کس حد تک درست ہے، نیز ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

امام ابو یوسفؒ نے ایک بار حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی (کدو) مرغوب تھا، مجلس میں ایک شخص نے حدیث سن کر کہا کہ! مجھے تو مرغوب نہیں، حضرت امامؒ نے حکم فرمایا کہ اسے قتل کر دو، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے معارضہ کرتا ہے، اس نے توبہ کی۔ (۳) یہ واقعہ آپ کے پیش امام پر صادق آتا ہے، ابو یوسفؒ کی

(۱) مسند البزار، مسند أبی حمزة أنس بن مالک، رقم الحديث: ۸۶۷۵-۲۳۶۱/۱۵ شرح معانی الآثار، کتاب

الکراهية، باب حلق الشارب، رقم الحديث: ۶۵۶۳-۲۳۰/۴، عالم الکتب، انیس

(۲) ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

”ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی، ولم یرد علی الحوض“۔ (مجمع الزوائد: ۱/۱۷۲) (کتاب العلم، باب فی

العمل بالکتاب والسنة، باب ثانی منه فی اتباع الکتاب والسنة ومعرفة الحلال من الحرام، رقم الحديث: ۷۹۸، انیس)

(۳) وفي الخلاصة: عن أبی یوسف أنه قيل بحضرة الخليفة المأمون أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحب القرع،

فقال رجل: أنا لأحبه، فأمر أبو يوسف بإحضار النطع والسيف فقال الرجل: استغفر الله مما ذكرته. (شرح فقه أكبر: ۲۰۴)

مجلس میں پیش امام آیا ہوتا تو وہ اس پیش امام کے قتل کا فتویٰ دیتے؛ اس لیے نہیں کہ یہ داڑھی کٹاتا ہے؛ بلکہ اس لیے کہ یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کرتا ہے۔

رہا اس کا یہ کہنا کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں آیا، اس سے پوچھئے کہ داڑھی کٹانے کا حکم کس حدیث میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بڑھانے ہی کا حکم دیا ہے، (۱) البتہ بعض صحابہؓ سے ایک مشت سے زائد کا کاٹنا ثابت ہے، (۲) اس سے تمام فقہائے امت نے ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کو جائز اور اس سے کم کے کاٹنے کو حرام فرمایا ہے۔ بہر حال اپنے امام صاحب سے کہئے کہ اپنے اس گستاخانہ کلمہ سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں، اگر اس پر بھی بات ان کی عقل میں نہ آئے تو اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۴۳/۳)

### داڑھی منڈا، یا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت:

سوال: غیر مسنون داڑھی رکھنے والے کی اقتدا میں نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ نیز داڑھی منڈے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا، یا منڈا نا نا جائز اور حرام ہے، ایسا کرنے والا گناہگار اور فاسق ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر اتفاقاً کوئی نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

”وَأَمَّا قُطْعُهَا وَهِيَ دُونُهَا فَلَمْ يَبْهَ أَحَدٌ آه. وَفِيهِ، وَالسَّنَةُ فِيهَا الْقَبْضَةُ... وَلِذَا يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قُطْعَ لِحْيَتِهِ، آه.“ (۴) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۵/۷/۱۳۹۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۷۱/۲)

(۱) عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین: وفروا اللخی واحفوا الشوارب. (صحیح البخاری: ۸۷۵/۲، باب: تقليم الأظفار) (کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۵۸۹۲، انیس)

(۲) عن أبی زرعۃ قال: کان أبو هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبض علی لحيته ثم يأخذ من فضل عن القبضة. (مصنف ابن أبی شیبۃ، ما قالوا فی الأخذ من اللحية (ح: ۲۵۴۸۱) انیس)

عن أبی حنیفۃ عن الہیثم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه کان یقبض علی لحيته فیأخذ منها ما جاوز القبضة. (کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف، فی الخصاب والأخذ من اللحية (ح: ۱۰۴۰): ۲۳۴/۱، دار الکتب العلمیۃ. انیس)

(۳) ویکرہ إمامۃ عبد وفاسق. (الدر المختار) وفی رد المحتار: وأما الفاسق فقد عللوا کراهۃ تقدیمہ بأنه لا یهتم لأمر دینہ وبأن فی تقدیمہ للإمامۃ تعظیمہ، وقد وجب علیہم إہانتہ شرعاً. (رد المحتار: ۵۲۰/۱) (کتاب الصلاة، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۴) رد المحتار: ۳۵۹/۵ (کتاب الحظر والإباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، انیس)

## بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص داڑھی نہ رکھے اور نماز پڑھائے، اس کے پیچھے داڑھی بھی رکھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے، ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا، یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ (مٹھی) سے کم کروانا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں ہے۔

”وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبيحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (۱۱۳/۲، كتاب الصوم) (۳)  
لہذا ایسا کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

کذا فی رد المحتار (۵۲۳/۱): قال أصحابنا: لا ينبغي أن يقتل بالفسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يجلد إماماً غيره.

(بعد أسطر) تکرہ امامتہ بکل حال، بل مشی فی شرح المنية علی أن کراهة تقديمه کراهة تحریم، لما ذکرنا، قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک ورواية عن أحمد، إلخ. (۱)  
لہذا کسی دوسرے متشرع و متدین شخص کو امام بنائیں؛ لیکن اگر اس گناہ کے ارتکاب کے باوجود اس کے پیچھے نماز ادا کر لی تو نماز ہو جائے گی، البتہ ایسے شخص کو امام بنانے کی صورت میں سب کو مکروہ تحریمی کے ارتکاب کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حرره العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۵۲۲-۵۳) ☆

(۱) کتاب الصلاة باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

☆ داڑھی منڈانے والے کی امامت:

سوال: داڑھی منڈانے والے امام کے پیچھے نماز فجر و عصر کی پڑھ کر عادیہ نماز کرنا اولیٰ ہے، یا نہ کرنا عادیہ کا اولیٰ ہے؟ فقط

الجواب —————

فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو عادیہ کر لینا اچھا ہے، (کراہت تحریمی کی وجہ سے بہتر ہے کہ نماز کا عادیہ کر لے؛ لیکن ضروری نہیں ہے، اگر کسی نے نماز دوبارہ نہیں پڑھی تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ انیس) بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے۔ (تالیفات رشیدیہ، ۳۰۲-۳۰۳)

## داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں:

سوال: داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں بیان فرمادیں؟

الجواب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ”اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمادے تو چاہیے کہ امامت وہ لوگ کرائیں جو تم میں بہتر ہوں؛ اس لیے کہ امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔“ (۱) اور ظاہر ہے کہ خلاف سنت کام کرنے والا کیسے بہتر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لہذا ایسا کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ {رواہ الإمام حاکم فی مستدرکھ} (رد المحتار: ۴/۱ - ۵) (۱) فقط والسلام  
محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۳/۸/۱۳۹۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۷۱ - ۳۷۲)

## مخلوق اللہ کی امامت:

سوال: یہاں ایک مسجد میں کسی نماز میں پیش امام صاحب کسی کام کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہنچ پائے تو ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو پڑھا لکھا ہے، مگر داڑھی ترشواتا ہے، نماز پڑھاتا ہے، اس کے پیچھے جو مقتدی داڑھی صاف کراتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں اپنی نماز دہراتے ہیں، ان کو ایسا کرنا کیسا ہے؟  
(نثار احمد، خریدار نمبر: ۱۷۸)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

امام متبع سنت ہونا چاہیے؛ لیکن ایسے مقتدیوں کو ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی، نماز کا دہرا نا لازم نہیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم  
(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۱/۶)

## داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں:

سوال: داڑھی کتر واکر ایک مشیت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، نیز شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے؟ حدیث کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمائیں؟

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، دار الفکر بیروت. انیس

(۲) ”ویکیرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق“. (تنویر الأبصار) ”قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأکل الربا، ونحو ذلك. (الدرا المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ - ۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

اصول فقہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ جس اصل سے بھی جو مسئلہ ثابت ہو اور ثبوت بھی عبارة النص، اشارة النص، دلالة النص، اقتضاء النص، جس طرح بھی ہو، وہ قابل تسلیم ہے۔ کسی ایک دلیل میں منحصر قرار دے کر اس دلیل کا مطالبہ منصب مقلد کے خلاف ہے اور مجیب اس کا مکلف بھی نہیں، اس بنیادی تمہید کے بعد عرض ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مشیت داڑھی رکھنا سنت ہے، (۱) صحابہ کرام کا بھی عامۃً معمول یہی تھا، تو گویا یہ چیزیں اجماعی ہیں، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے:

”ویحرم علی الرجل قطع لحیته“۔ (۲)

ایک مشیت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا، یا چھوٹی چھوٹی رکھنا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔

”وأما الأخذ منها هو دون ذلك (دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة، ومخنشة الرجال

فلم يبيحه أحد“۔ (رد المحتار: ۱۱۳/۲) (۳)

جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا فاسق و کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم، کما فی

الغنیۃ و رد المحتار و غیر ہما۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۶-۱۲۳)

**جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے، اس کی امامت:**

سوال: جو امام لڑکوں کو داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو کہ ابھی تمہاری عمر داڑھی رکھنے کی نہیں ہے، ایسے امام کے

پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه

نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“۔ (كتاب الآثار، كتاب الحظرو الإباحة، باب حف الشعر من الوجه، يقال: حفت المرأة

وجھها: أى أخذت عنه الشعر، ص: ۱۹۸، إدارة القرآن کراچی)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”خالفوا المشركين، أحفوا

الشوارب و أوفوا للحي“۔

”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”جزوا الشوارب وأرخوا

الحلي، خالفوا المجوس“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمی) (ح: ۲۵۹-۲۶۰) انیس)

(۲) الدر المختار، كتاب الحظرو الإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد

(۳) الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۴۱۸، سعيد

(۴) الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳: سهيل اكيڈمی لاہور (فصل في الإمامة، وفيها مباحث، انیس)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

داڑھی رکھنے سے منع کرنا، حدیث پاک کا مقابلہ کرنا ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲ھ/۴/۷۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶)

### تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک موضع میں مسجد ہے جس میں زید امامت کرتا ہے، زید داڑھی نہیں رکھتا، موضع میں صرف زید ہی ایسا ہے جو امامت کے قابل تعلیم یافتہ ہے، دیگر اشخاص صرف نماز پڑھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خطبہ وغیرہ نہیں پڑھ سکتے، ایسی صورت میں امامت کے متعلق زید کو کیا حکم ہے؟ حالاں کہ جو لوگ خطبہ پڑھنے کی قابلیت نہیں رکھتے، ان میں سے چند داڑھی بھی رکھتے ہیں، کبھی کبھی ایسے شخص آجاتے ہیں، جو کافی علم داں ہوتے ہیں اور داڑھی بھی رکھتے ہیں، ان لوگوں کی موجودگی میں امام مذکور بالا کیا امامت نہیں کر سکتے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

زید کو چاہیے کہ داڑھی شریعت کے موافق رکھے پھر امامت کرے، جو شخص نماز پڑھا سکتا ہے، خطبہ نہیں جانتا، اس کو چاہیے کہ الحمد للہ شریف اور درود شریف، سوم کلمہ، استغفار پڑھ دے، بس خطبہ ادا ہو جائے گا، یہ ضروری نہیں کہ جو خطبہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے، وہی پڑھے، (۲) اور جب مسائل سے واقف متبع سنت شخص موجود ہو تو داڑھی نہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رمضان/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/رمضان/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶-۱۲۶)

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”خالفوا المشرکین، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی“. (الصحيح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۱/۲۹۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس)  
”وعن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”جزوا الشوارب وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس“. (الصحيح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۱/۲۹۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۶۰، صحیح البخاری، باب تقليم الأظفار (رقم الحدیث: ۵۸۹۲، انیس)

(۱) وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسيحة) للخطبة المفروضة مع الكراهة، وقالوا: لا بد من ذكر طويل، وأقله قدر التشهد الواجب آه“ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۴۸، سعید)

(۲) بل مشی فی شرح المنیۃ علی أن کراهۃ تقدیمہ کراهۃ تحریم لما ذکرنا، ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک، وروایۃ عن أحمد“. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامۃ: ۱/۵۶، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

## بغیر داڑھی والے کی امامت:

سوال: ۱۳ / رمضان ایک صاحب نے اعلان کیا کہ جو حافظ صاحب تراویح پڑھا رہے ہیں، ان کے پیچھے تراویح پڑھنا حرام ہے؛ کیوں کہ ان کو داڑھی مونچھ نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنی تراویح کا علاحدہ انتظام کیا، ﴿الم تر کیف﴾ سے پڑھنا شروع کیا، نتیجہ یہ کہ کچھ لوگ قرآن چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑھنا شروع کر دیا، یہاں زیادہ تعداد بغیر داڑھی والوں کی ہے، بعض دفعہ فرض جماعت پڑھانے کے لیے بغیر داڑھی والا فرض پڑھا دیتا ہے؛ اس لیے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی، شافعی، حنبلی کے تحت ارسال فرمادیں؛ کیوں کہ میرے ساتھیوں میں تینوں مسلک کے لوگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بغیر داڑھی والے کی امامت میں فرض نماز، یا تراویح پڑھنا جائز ہے؟

(محمد ارتقاء خان شروانی (پوسٹ بکس: ۱۴۱، دہران سعودی عربیہ)

الجواب \_\_\_\_\_ وبالله التوفیق

بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے اور مونچھ کٹانے؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی رکھنے کی بہت سخت تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف پر مذمتیں وارد ہیں، یہاں پر بطور نمونہ محض چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، مثلاً: بعض روایات صحاح ستہ میں ہے:

”أوفروا للحي وأحفوا الشوارب“.

بعض میں ہے:

”أنهكوا الشوارب وأعفوا اللحى“.

اور بعض میں ہے:

”قصوا الشوارب وأعفوا اللحى“.

اور بعض میں ان کلمات کے ساتھ ”وخالفوا المشركين“ اور بعض میں ”وخالفوا الأعاجم“ بھی ہے۔ (۱) چنانچہ عجیوں اور مشرکوں میں عموماً ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی منڈانے کا اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی اعتبار سے مونچھ کٹانے اور منڈانے کا اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے، بعض روایات میں ”عشر

(۱) داڑھی اور مونچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: ۱- ”خالفوا المشركين، ووفروا للحي وأحفوا الشوارب“ ۲- ”أنهكوا الشوارب وأعفوا اللحى“۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ج ۱ حدیث ۵۸۹۲، ۵۸۹۳) ۳- ”خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب وأوفروا اللحى“ ۴- جزوا الشوارب وارخوا اللحى، خالفوا المجوس“ (صحیح مسلم حدیث ۵۴، ۲۵۹/۵۵) ۵- ”أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى“۔ (صحیح مسلم حدیث ۲۵۹/۲۵ سنن ترمذی کتاب الادب باب ما جاء في إعفاء اللحية حدیث ۲۳۶۳، سنن نسائی ۱۶۱، إحقاء الشارب وإعفاء اللحية ۱۲۹/۸، إحقاء الشارب، ومسند احمد بن حنبل ۱۶۲، ”خالفوا زى الأعاجم“ کے الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔



”من الفطرة“ اور بعض میں ”خمس من الفطرة“ (۱) فرمایا گیا اور ان سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا گیا ہے اور فطرہ کے معنی جبکہ سلیہ کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا بھی تقاضا یہی ہے، کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا۔ (۲) جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوک ہے، جو یقیناً محبوب عند رب العالمین کی شکل ہے

انہی روایات کی بنا پر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض و بعض خوارج کے یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو، اسلامی و مذہبی شعائر ہے اور یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو، اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالاجماع ہے، بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے ہیں، بالکل چھوٹے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد ابن حنبل کا بھی یہی ہے، دوسرا قول دیگر ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس میں توسع کی بنا ان روایات پر ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحيہ سے کچھ کٹوا کر لحيہ کو مرصع و جمیل بنا لیتے تھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحيہ مبارکہ کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی داڑھی کش (گھنی) (۳) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) اس طرح پر تھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی داڑھی کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھوٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسلہ (لٹکے ہوئے) تھے، اس طرح پر کہ پیچھے سے بھی نظر آتے تھے۔ (۴)

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری: ۳۳۴/۱۰، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۴۹، ۲۵۷/۵۰، بلقظ خمس من الفطرة اور اس میں داڑھی کا ذکر نہیں ہے، نیز صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۲۶۱/۵۶، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرة حدیث ۵۳ بلقظ عشر من الفطرة اور اس میں اعفاء اللحيہ کا بھی ذکر ہے۔ (مرتب)

(۲) اس کی صراحت صحاح ستہ میں مجھے نہ مل سکی، البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے: ”نعم وقع التعبير بالسنة موضع الفطرة في حديث عائشة عند أبي عوانة في رواية....“ اور بیضاوی کا قول نقل کیا ہے: ”هي السنة القديمة التي اختارها الأنبياء واتفقت عليها الشرائع.“ (فتح الباری: ۳۳۹/۱۰) (کتاب اللباس، باب قص الشارب، انیس)

(۳) چنانچہ ”کث اللحيہ“ کے تحت ملا علی قاری جمع الوسائل فی شرح الشماک میں لکھتے ہیں: ”کث اللحيہ“ بتشديد المثناة أى غليظها وفي رواية كان كثيف اللحية وفي أخرى عظيم اللحية ذكره ميرك.“ (ص: ۴۵) (مرتب)

(۴) ”عن أبي معمر قال: قلنا لخباب رضي الله عنه: أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر والعصر؟ قال: نعم قلنا بم كنتم تعرفون ذاك؟ قال باضطراب لحيته.“ (صحيح البخاري مع فتح الباري: ۲/۲۳۲، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، رقم الحديث: ۷۴۶)

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لٹکے ہوئے تھے کہ شانہ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو، یا تین انگل ہو، یا چار انگل، مگر لٹکے ہوئے ضرور ہوتے تھے، کم و بیش اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے کٹا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے داڑھ (یعنی نیچے کا جڑا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہے اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے؛ کیوں کہ حدیث پاک: ”واعفوا للحي“ وغیرہ میں مراد ہی وہ بال ہیں جو حستین پر اُگے ہوئے ہوں، ان ہی روایات کی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے حستین میں کہیں چار انگلی سے کم مقدار بالوں کی نہ ہو اور اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کے اس اثر اور روایت سے ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

”صح عن ابن عمر راوی هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة (إلى قوله) وأما الأخذ منها وهي دون ذلك أي القبضة كما يفعله المغاربة، ومخنة الرجال فلم يبحه أحد“۔ (۱)  
اور مونڈا نا ذی اعاجم و مشرکین میں داخل ہو کر حرام ہے اور داڑھی مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہو کر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت و باعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہے۔  
اور در مختار میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے:

”وأخذ كلها أي حلق كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم“۔ (۲)

غرض بارہویں صدی ہجری تک ساری امت محمدیہ داڑھی کو اسلام کا شعار اور سنت انبیاء و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ضروری قرار دیتی تھی؛ مگر مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی مونڈنا شروع کر دیا اور اس میں پہل اہل مصر نے کیا پھر علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہو کر داڑھی کی شرعی حیثیت متبدل و متغیر کرنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ داڑھی کو بالکل طبعی و غیر شرعی چیز قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ علماء اور خطباء اور ائمہ مساجد بھی متاثر ہونے لگے۔ (الأمن حفظه الله) پھر یہ بلا اس قدر عام ہو گئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ السلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، مردہ ہونے لگی۔ (العیاذ باللہ اللهم احفظنا من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا) حالاں کہ مسئلہ یہ ہے کہ مقتدیوں میں اگر کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو، جو مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بخوبی واقف ہو اور قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو

(۱) ردالمحتار: ۱۱۳/۲، مطبوعہ مکتبہ زکریا ورد المحتار ۳۹۸/۳ (کتاب الصوم، باب ما یفسد الصلاة)

ومالا یفسده، مطلب فی الأخذ من اللحية، انیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۸/۳ (کتاب الصوم، باب ما یفسد الصلاة ومالا یفسده، مطلب فی الأخذ من

اللحية، انیس)

اور داڑھی بھی شرعی رکھتا ہو، اس کے ہوتے داڑھی مونڈانے والے کو امام بنانا درست نہیں۔ اگر وہ امامت کرے گا تو سب مقتدیوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسا نہ ہو، سب داڑھی مونڈانے والے ہی ہوں تو یہ حکم نہ ہوگا؛ بلکہ ان میں کا جو افضل ہو، اس کو امام بنادینا درست ہوگا، یہی حکم تراویح میں بھی امامت کا ہے، باقی اقتدا کو بھی مطلقاً حرام کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔ (۱)

بلکہ یوں کہیں گے کہ ایسے امام کے پیچھے پڑھنے سے ﴿الم تر کیف﴾ سے پڑھ لینا بہتر ہوگا۔ اس وقت جو شخص داڑھی کی سنت کا احیا کرے گا، وہ ان پاک حدیثوں: ”من أحيى سنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد أو كما قال“ (۲) اور ”من أحيى سنة من سنتي قد أمتت بعدى فإن له من الأجر مثل من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً ومن ابتدع بدعة ضلالة لا ترضى الله ورسوله كان عليه من الإمام مثل آثام من عمل بها ولا ينقص من أوزار الناس شيئاً“۔ {رواه الترمذی وابن ماجه} (مشکوٰۃ، ص: ۳۰) (۳) کا مصداق بنے گا اور ان حدیثوں کی فضیلت سے کامران و بامراد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۴/۱۰/۱۴۰۰ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲۸۸/۱-۲۹۲)

### داڑھی منڈانے، یا کٹوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنے آپ کو حافظ وقاری اور فاضل الہ آباد اور داڑھی فرنیچ قریب صفایا کرتا ہے اور روزانہ تاش کھیلتا ہے اور کھیلاتا ہے اور اعتراض کرنے پر تاش کھیلنے کو جائز و مباح بتاتا ہے اور امامت کرتا ہے، حالاں کہ اس

(۱) ”ویکره تقدیم العبد... والفساق لأنه لا يهتم لأمر دينه... وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر“۔ (الهداية: ۱۰/۱، نصب الراية: ۲۶/۲) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس) میں اس کی روایت کو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس پر کلام بھی نقل کیا ہے، نیز ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ دیا ہے جو سنن میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

”والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برأ كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر...“ الحديث۔ (أبو داؤد، کتاب

الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور، رقم الحديث: ۲۵۳۳، نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۶۱۰/۱) (مرتب)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد۔ (مشکوٰۃ مع شرح الطیبي: ۴۰/۱، کتاب الإيمان، باب الاعتصام بالکتاب السنة) (الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۷۶، انیس)

(۳) سنن ابن ماجه: ۷۷/۱، مقدمة باب من أحيى سنة قد أمتت، رقم الحديث: ۲۱۰، اور سنن الترمذی: ۴۵/۵، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة، رقم الحديث: ۲۶۷۷۔

دونوں کتابوں میں مروی احادیث کے الفاظ میں فرق ہے معنی ایک ہے، یہاں مذکور حدیث میں دونوں کے الفاظ خلط ملط ہیں، البتہ مشکوٰۃ میں دوسری روایت من وعن ہے۔ (مرتب)

شخص سے زیادہ پابند شریعت و صوم و صلوٰۃ خواندہ حضرات موجود ہیں، کیا ایسا حافظ و نام کا قاری جو پابند شریعت غزّانہ ہو اور پورے طریق فرائض و سنن کے مسائل سے واقف نہ ہو، یا ہو اور دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے شخص کو زبردستی امام مسجد بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الابانت ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے؛ اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔  
شامی باب الامامة: ۶/۱: ۳۷۱ (۱) میں ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. واللّٰه تعالى أعلم (امداد المقتنين: ۲۸۰/۲-۲۸۱)

داڑھی کٹانے والے کی امامت:

سوال: زید حافظ ہے، پابند صوم و صلوٰۃ ہے؛ مگر داڑھی قدرے کتر وادیتا ہے، ایک انگل کے اندازے سے رکھتا ہے۔ اس حالت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی مولوی اس کو جمع میں کہے کہ یہ فاسق ہے اور مرتد ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک قبضہ سے کم داڑھی کو کتر وانا؛ یعنی اس قدر کتر وانا کہ قبضہ سے کم رہ جاوے، ممنوع ہے، ایسے داڑھی منڈانے والے اور کتر وانا والے پر فسق کا اطلاق صحیح ہے، وہ فاسق ہے، مرتد اور کافر کہنا اس کو حرام اور ناجائز ہے، (۲) اور مرتد کہنے میں سخت گناہ کہنے والے کو ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ نماز اس کے پیچھے بکراہت ادا ہو جاتی ہے اور مرتد کہنے والا مولوی سخت معصیت اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، وہ اس کہنے سے فاسق ہو گیا تو بہ کرے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۹/۳-۹۰)

(۱) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

(۲) ولا بأس بتنظيف الشيب وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، إلخ، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۵۹/۵، ظفیر) (باب الاستبراء وغيره، انیس)

(۳) (وعزّر) الشاتم ب (یا کافر) وهل يكفر إن اعتقد المسلم كافراً؟ نعم، وإلا لا، به يفتي. (الدر المختار، باب التعزير: ۲۵۳/۳، ظفیر) (كتاب الحدود، انیس)

## داڑھی منڈے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: جو مسلمان داڑھی منڈاتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، وہ فاسق ہیں۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ

ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۰/۳)

## داڑھی کے خلاف قولاً وعملاً مظاہرہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک مولوی صاحب ایک مسجد کے امام اور خطیب ہیں، محدث اور طبیب ہیں، داڑھی خشکی رکھتے ہیں اور اثبات مدعا میں فرماتے ہیں کہ داڑھی کا رکھنا کسی صحیح واجب العمل حدیث سے ثابت نہیں، منڈوانا، یا زائد از قبضہ مشت کٹوانا حرام تو بجائے خویش مکروہ تحریمی بھی نہیں اور احیاناً عند الہیجان والغلیان یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ داڑھی منڈوانے والے احباب کا سردار اور پیشوا ہوں، داڑھی منڈوانا، یا کٹوانا حرام ہے، یا مکروہ؟ قبضہ کسی حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں داڑھی کے بڑھانے اور چھوڑنے کا حکم ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے:

”عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية“۔ (الحديث) (۲)

اس سے قطع کرنا داڑھی کا حرام ہونا ثابت ہوا اور فقہانے حلق لحيہ اور مادون قبضہ کو کتر وانا حرام لکھا ہے۔

كما في الدر المختار: ولذا يحرم على الرجل قطع اللحية الخ والسنة فيها القبضه، الخ. (۳)

پس معلوم ہوا کہ داڑھی کو قبضہ سے کم کتر وانا اور قطع کرانا، یا منڈ وانا حرام ہے اور یہ قول اس شخص کا کہ داڑھی کا رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور منڈ وانا اور مادون قبضہ کو قطع کرنا حرام اور مکروہ نہیں ہے بالکل غلط ہے اور امامت

(۱) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، الخ، ولذا قال: يحرم على الرجل قطع

لحيته. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۵۹/۵، ظفیر) (باب الاستبراء، انیس)

(۲) باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، انیس)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أوفروا اللحية. (مشكوة، باب الترجل، ص: ۳۸۰) (الفصل الأول، رقم

الحديث: ۴۴۲۱، انیس)

(۳) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۵۹/۵، ظفیر) (باب الاستبراء، انیس)

اس شخص کی مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے۔ (کذا فی الشامی) (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۸۹-۲۹۰)

### داڑھی منڈے کی امامت:

سوال: ایک شہر میں انگریزی مدرسہ ہے، جس میں علاوہ درسی تعلیم کے دینیات بھی پڑھاتے ہیں؛ لیکن سرکاری قانون پر عمل درآمد ہوتا ہے، مثلاً: آج کل مدرسہ کا وقت دس بجے صبح سے تین بجے شام تک ہے، درمیان میں ایک بجے بیس منٹ کی چٹھی ہوتی ہے اور اس وقت میں وہ نماز ادا کرتے ہیں اور جمع ہو کر جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں، اگر طلبہ کو کسی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے تو قطع نظر نقصان کے اسکول سے ان سے جواب طلب ہو جاتا ہے؛ اس لیے اگر دیر ہوتی ہو اور امام موجود نہ ہو تو کسی طالب علم کو جو کہ داڑھی منڈا تا ہے؛ لیکن حافظ قرآن اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے اور دوسرے طلبہ میں فوقیت رکھتا ہے، امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو لڑکوں کو جدا گانہ نماز پڑھ کر مدرسہ چلا جانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس مسجد کے امام اور نمازی نہ آئے ہوں تو لڑکوں کو مسجد میں جماعت نہ کرانی چاہیے، البتہ مسجد سے خارج کوئی جگہ ہو تو اس میں علاحدہ جماعت کر لیں اور اپنی جماعت میں سے جو امامت کے لائق ہو اس کو امام بنا لیا جائے۔ نماز ہر ایک مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ یہ فرق ضرور ہے کہ نیک آدمی کے پیچھے زیادہ ثواب ہے اور داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور ثواب کم ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۲۳-۳۲۴)

### داڑھی منڈے کے پیچھے تراویح درست ہوگی، یا نہیں:

سوال: ایک شخص داڑھی منڈا تا ہے اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی نہیں کرتا اور تراویح پڑھاتا ہے، آیا اس کے پیچھے تراویح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے، تراویح میں بھی مکروہ ہے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۲۶)

(۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه إلخ، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس)

(۲) قال في الجوهرة، ص: ۵۸: فإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: "صلوا خلف كل برو فاجر". (جميل الرحمن) (باب صفة الصلاة، انیس)

(۳) أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه

==

## داڑھی منڈنے اور انگریزی بال والے کی امامت:

سوال: انگریزی بال جس کے ہوں، اس کے پیچھے نماز، یا تراویح اور بوجہ داڑھی منڈنے کے نماز، یا تراویح جائز ہے، یا نہیں؟

(محمد ادریس)

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو۔

”وکرہ إمامة العبد والأعرابی و الفاسق“۔ (البحر الرائق: ۳/۸۱) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۲۸)

## ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت:

سوال: اگر کسی شخص کے ٹھوڑی کے بال کٹے ہوئے ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز داڑھی طول میں کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً ومصلیاً

جو بال داڑھی کا جز ہیں، ان کو ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا اور منڈوانا جائز نہیں، (۲) جو امام ایسا کرتا ہے

== وقد وجب علیہم إہانتہ شرعاً، بل مشی فی شرح المنیۃ علی أن کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لما ذکرنا وقال: لذا لم یجز الصلاۃ خلفہ أصلاً عند مالک و روایۃ عن أحمد، إلخ. (ردالمحتار: ۳۷۶/۱، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۶۰۷/۱۔ ۶۱۰، رشیدیۃ

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشرکین، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحی“۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب وأحفوا اللحی“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۱۲۹/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس)

”والسنة فیہا القبضۃ... ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ“۔ (الدر المختار)

”قولہ: والسنة فیہا القبضۃ) وهو أن یقبض الرجل لحیتہ، فما زاد منها علی قبضۃ قطعہ، کذا ذکرہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الآثار عن الإمام قال: وبہ آخذ، محیط، آہ“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، قدیمی، سعید) (باب الاستبراء وغیرہ، انیس)

اس کی امامت مکروہ ہے، (۱) داڑھی ایک مٹھی رکھی جائے، جب تک ایک مٹھی نہ ہو جائے کٹوانا درست نہیں، جو ایک مقدار مٹھی سے زائد ہے، اس کو کٹوانا درست ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۱۳۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۶-۱۲۹)

### داڑھی منڈے صاحب علم کے ہوتے ہوئے کم علم باریش کی امامت:

سوال: پوری مسجد میں تمام لوگ جن میں صاحب علم بھی ہیں، سب داڑھی منڈے ہیں، علاوہ آدمی کے، اب ایسی صورت میں اقامت اور امامت کس ترتیب سے ہو، جبکہ باریش شخص کم علم ہے؟

الجواب

اگر باریش آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہیں، تو نماز انہی کو پڑھانی چاہیے۔ اقامت بھی وہ خود ہی کہہ لیا کریں، داڑھی منڈے اہل علم نہیں، اہل جہل ہیں، بقول سعدیؒ۔  
”علمی کہ راہ حق نہ نماید۔ جہالت است“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۲۹/۳)

### جہاں ننانونے فیصدی داڑھی منڈوانے، یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانونے فی صدی داڑھی منڈے، یا دو دو انگل والے ہیں، ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں؛ لیکن

(۱) ”ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ، آہ۔ (الدر المختار)

”(قوله: وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، وأكل الربا، ونحو ذلك، (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشرکین، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحی“.

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قدیمی)

”والسنة فيها القبضة:.... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته“۔ (الدر المختار)

”(قوله: والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكره محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الآثار عن الإمام قال: وبه آخذ، محیط، آہ۔ (ردالمحتار، کتاب الحظرو الإباحة، فصل فی البيع: ۴۰۷/۶، قدیمی، سعید)



سارے کے سارے داڑھی منڈے، یا داڑھی کتروانے والے دوانگل، یا تین انگل داڑھی والے ہیں، جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں، کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں، یا ان میں سے کوئی امام بن جائے، جماعت کرائے تو سب کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں، وہ بالکل ان پڑھ ہیں، قل شریف بھی صحیح نہیں آتی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے، لہذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے، اس صورت مسئلہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بہ سبب داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے، جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آجائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوٰۃ خلف الفاسق واجب الاعادة نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۹۹/۲) ☆

☆ داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈاتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے، جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں، رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے، یا کتروادیتے ہیں، خصوصاً ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنہوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈاوا دی ہے، شرعاً نماز تراویح پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈاوانا یا حد شرعی سے کم کرنا گناہ ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے: وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعلها بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم يبيحه أحد. (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة مطلب في الأخذ من اللحية: ۱۲۳/۲) نیز درمختار میں ہے: ”وكذا يحرم على الرجل قطع لحية“ اس سے پہلے ہے:

”والسنة فيها القبضة“. (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۵۹/۵)

نیز رد المحتار ج ۵، ۵۲۳، باب الامامة میں ہے:

”إن كراهة تقديمه (أي الفاسق) كراهة تحريم“.

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں، تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۱-۱۰۲)

بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتدا کی، حالاں کہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں، اس صورت میں اقتدا کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی، یا لوٹانی پڑے گی؟

(۲) اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے، یا فرداً نماز پڑھنی اولیٰ ہے؟ بینو اتو جروا۔

الجواب

در مختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

وَأَمَّا قَطْعُهَا وَهِيَ دُونُهَا فَلَمْ يَبْهَ أَحَدٌ، إلخ. (۱)

اور نیز در مختار میں ہے:

وَكُذًا يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعَ لَحْيَةٍ. (۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگرچہ بحکم صلوٰۃ خلف کل بروفا جراس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔

لأن في إمامته تعظيم الفاسق وهو حرام. (رد المحتار) (۳)

اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے، اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔

در مختار: ۴۱۵/۱ میں ہے:

وفي النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (۴)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

(قوله نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد. (۵) فقط والله أعلم

(فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۲۲)

(۱) وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمَخْنِئَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ يَبْهَ أَحَدٌ. (رد المحتار،

كتاب الصوم، باب نأففسد الصوم وما لا ففسده: ۱۸/۲، دار الفکر بیروت. انیس)

(۲) ويحرم على الرجل قطع لحيته، إلخ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، انیس)

(۳) وَأَمَّا الْفَاسِقُ فَقَدْ عَلَّلُوا أَكْرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ بِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِأَمْرِيْنِهِ وَأَنَّهُ فِي تَقْدِيمِهِ لِلْإِمَامَةِ تَعْظِيمُهُ، وَقَدْ وَجِبَ عَلَيْهِمْ

إِهَانَتُهُ شَرْعاً. (رد المحتار: ۵۶۰/۱، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، دار الفکر بیروت. انیس)

(۴) الدر المختار، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، دار الفکر بیروت. انیس

امام و مقتدی سب داڑھی منڈے ہوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ!

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یا نہ؟

(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے، سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا

کی جائے، یا مع الجماعة ادا کی جائے، جیسے حدیث شریف میں ہے: ”صلوا خلف کل برو فاجر“.

(۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں تو ان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے، یا فرداً فرداً پڑھیں؟

(۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے؟

الجواب

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکرہت۔

(۲) ایسے موقع میں انفراد سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ الدر المختار: ۱/۲۱۵ میں ہے:

وفي النهر عن المحيط صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (۱)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد، انتهى (۲)

(۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعة ہونی چاہیے؛ بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔

(۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق و فاجر ہوگا، حتیٰ کہ اس فعل شنیع پر

مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا؛ اس لیے کہ ”لا صغيرة مع الاصرار ولا كبيرة مع الاستغفار“ (۳)

ہمارے فقہاء احناف نے محققین اور مقصرین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔

الدر المختار میں ہے کہ: وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنة

الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (۴) (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۳) ☆

(۲-۱) الدر المختار، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، دار الفکر بیروت. انیس

(۳) بدائع الصنائع من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فصل فی شرائط رکن الشهادة: ۲۷۰/۶، دار الکتب

العلمیة بیروت. انیس

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: هی إلى سبع مائة أقرب إلا أنه لا كبيرة مع الإستغفار ولا صغيرة مع

إصرار. (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، قول ابن عباس (ح: ۱۹۱۹) انیس)

(۴) رد المحتار، کتاب الصوم، باب نا یفسد الصوم وما لا یفسده: ۴۱۸/۲، دار الفکر بیروت. انیس ==

بہ مجبوری بغیر داڑھی والے کے پیچھے نماز اکیلے پڑھنے سے بہتر ہے:

سوال: نماز کا اہتمام ایک بزرگ ٹیچر کی زیر نگرانی کیا جاتا ہے، جو کہ باریش ہیں، پورے اسکول میں ان کے علاوہ اور کوئی باریش ٹیچر موجود نہیں، یہی امامت فرماتے ہیں؛ لیکن جس دن وہ نہیں آتے، کوئی دوسرا ٹیچر جس کی داڑھی ہوتی، امامت فرماتا ہے، بغیر داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب

مکروہ تحریمی ہے: (۱) لیکن اگر پوری جماعت میں کوئی بھی باشرع آدمی نہیں، تو تنہا نماز پڑھنے کے بجائے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲۹/۳

انگریزی بال اور چھوٹی داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی کھنکھی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کو بغیر بڑھائے امامت کے مصلیٰ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، جس شخص کے سر کے بال

☆ = سارے مقتدی مخلوق اللہی ہوں تو امام کون ہوگا:

سوال: مقتدیوں میں تمام اپنی داڑھی کترواتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

سب فاسق ہیں، ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۶/۴)

(۱) داڑھی منڈوانا، یا کترانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے، حرام ہے اور مرتکب حرام فاسق ہے۔

والفاسق من فعل کبیرة أو أصر علی صغیرة۔ (رد المحتار: ۵۳۱/۴، طبع ایچ ایم سعید) (کتاب الشهادات،

باب القبول وعدمہ، انیس)

ویکرہ تقدیم تقدیم العبد۔ والفاسق؛ لأنه لا یهتم لأمر دینہ۔ (الہدایة: ۱۰۱/۱) (باب الإمامة، انیس)

وأيضاً فی الشامیة: ۵۶۰/۱: وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمہ بأنه لا یهتم لأمر دینہ، وبأن فی تقدیمہ

للإمامة تعظیمہ، وقد وجب علیہم إہانتہ شرعاً، إلخ۔ (رد المحتار: ۵۶۰/۱، باب الإمامة) (مطلب فی تکرار الجماعة فی

المسجد، انیس)

(۲) فإن أمکن الصلاة خلف غیرہم فهو أفضل وإلا فالافتداء أولى من الانفراد۔ (رد المحتار: ۵۵۹/۱، باب الإمامة)

داڑھی، لباس، خلاف شرع ہو اس کو نہ دوسرے لوگ بنائیں، نہ وہ خود امامت کے لیے مصلیٰ پر جائے، چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۹/۶)

**داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب:**

سوال (۱) آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کر رہے ہیں، ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں، مع ہذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے، لہذا براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو، یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں؟

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر تحدید تھی، اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جتنی روایات ثابت ہیں، وہ ضرور تحریر کریں؟

(۴) صحابہ کرامؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی، جیسا کہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے، اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں؛ تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جائے؟

(المستفتی: محمد شریف، پانی پتی، ساکھڑ)

الجواب

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه أمر بإحفاء الشوارب وإعفاء اللحية. (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشركين احفوا الشوارب، وأوفوا اللحي". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱) (۲)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد)

بل مثلى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا. قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك، ورواية عن أحمد. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲۵۹، انيس

(۳) عن أبي هريرة-رضي الله عنه قال: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جزوا الشوارب، وأرخوا اللحي خلفوا المجوس". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱) (۱)

(۴) عن عائشة رضي الله عنها قالت: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱) (۲)

(۵) قال النووي: وفي رواية البخاري: وفروا اللحي. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۲-۱) احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم دیا اور حدیث نمبر: ۴ میں اسے نہ صرف اپنی؛ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ لفظ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قالوا: معناه أنها من سنن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۸/۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ ”اعفاء اللحية“ جسے سنت الانبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلف بنایا گیا، پس اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی؛ کیوں کہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی، وہی مقدار امت محمدیہ (علی صاحبها الوفاء والتحيات والتسليمات) کے لیے مسنون و مامور ہوگی بوجہ اشتراک و اتحاد لفظی؛ کیوں کہ دونوں جگہ پر لفظ ”احفاء“ وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے:

﴿يَا بَنِي أُمِّ لَآ تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي﴾ (الآية) ”وكان أخذها بشماله“. (تفسير الجلالين) (۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی سے کم نہ تھی اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار؛ بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

”عن أبي معمر قال: قلت لخباب بن الأرت: أكان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر والعصر؟ قال: نعم قلت بأى شيء كنتم تعلمون قرأته؟ قال باضطراب لحيته. (البخاري: ۱۰۵/۱) (۴)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحيہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے، جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحيہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پر تراشیدہ بخشی داڑھی نہ تھی؛ بلکہ اہل حق کی طرح پوری اور

(۱) کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲۶۰، انیس

(۲) کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲۶۱، انیس

(۳) تفسير الجلالين: ۱/۴۱۴، دار الحديث القاهرة. انیس

(۴) کتاب الأذان، باب: القراءة في العصر، رقم الحديث: ۷۶۱، انیس

مکمل داڑھی تھی اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے، پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ۴۱ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر: ۱ میں جس کا امر فرمایا، وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے، نہ کہ بریدہ و تراشیدہ خشکی داڑھی، اس کی مقدار مامور کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ثانیاً: یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفت مجوس کا حکم بھی دیا ہے، (۱) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے، نہ کہ خشکی رکھنے اور کتراتے رہنے میں؛ کیوں کہ کتراتے رہنا بھی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وأما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى أوفوا للحي في الرواية الأخرى وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك. (شرح مسلم: ۱/۲۹۱) (۲)

بذل المجہو دیں ہے:

”وكان من عادة الفرس قص اللحية“. (۷۹/۵) (۳)

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا مامور ہے اور خشکی رکھ کر کتراتے رہنا مجوسیوں کی موافقت ہے اور ممنوع ہے، اس سے معلوم و ظاہر ہے کہ خشکی رکھنا انتہا امر نبوی کے لیے کافی نہیں اور یہ مقدار مسنون نہیں؛ بلکہ عادت مجوس ہے۔

ثالثاً: یہ کہ حدیث نمبر ۲ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے؛ کیوں کہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے، ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”لأنهم كانوا يقصون اللحي“ ۵. (۴)

پس اگر ہم بھی کتراتے رہیں تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ مخالفت۔

رابعاً: ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں: ”واعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووفروا“۔

(۱) دیکھئے! حدیث: ۲

(۲) کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، انیس

(۳) بذل المجہود، باب فی أخذ الشارب: ۸۶/۱۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت. انیس

(۴) مجھے مرقاۃ میں یہ الفاظ ملتے ہیں: أى فإنهم يقصون اللحي. (مرقاۃ، کتاب اللباس، باب الترجل: ۲۷۳/۸، رقم

الحديث: ۴۴۲۱، دار الکتب العلمیۃ، انیس)

ان میں سے ہر لفظ کا مقتضی یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے، نہ کہ ششٹی وینسی۔ ”الشعر الوافی“ کا ترجمہ ”الشعر الطویل“ ہے۔

”و(عفا) شعر البعیر کثرو طال فغطی دبرہ ... والأرض: غطاها النبات ... و(العفا) ما کثر من ریش النعام والشعر الطویل الوافی“۔ (القاموس: ۹۵۸) (۱)

یہ تمام استعمالات ”واعفوا“ کے معنی کی وضاحت کے لیے کافی ہیں اور اسی طرح ”وقفروا وفرة“ سے ماخوذ ہے۔ ”وفرة“ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو تک بڑھ گئے ہوں یا اس سے بھی متجاوز ہوں۔

”والوفرة الشعر المجتمع على الرأس أو ما سال على الأذنين منه أو ما جاوز شحمة الأذن ثم الجملة ثم اللمة جمع: وفار“۔ (القاموس: ۳۶۲) (۲)

ان میں سے ایک لفظ ”ارخوا“ ہے یہ ارخاء سے لیا گیا ہے اور ارخاء کا معنی لٹکانا ہے، ایفاء اور ارخاء کے معنی بھی ان کے قریب قریب ہیں۔

”كان كبير اللحية وطويل اللحية“۔ (أسد الغابة: ۳۹/۴) (۳)

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے، انکار کی جرأت نہیں، ہاں! جو شخص حقائق لغویہ و شرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے ”وقفروا“ وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو، یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

”وقفروا“ کا لفظ ارشاد فرمایا، مقصد یہ کہ داڑھی و فرہ کی مثل مطلوب ہے، و فرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں، اگر کسی نے دو دن سر کے بال نہیں منڈوائے، بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں و فرہ نہیں کہا جاسکتا، ہندی میں یہ نہیں کہتے کہ ”اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں“ تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو ”وقفروا اللحي“ ارشاد نبوی کی عمل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے، بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے، احادیث صحیحہ میں مشرکین و مجوس کے جس طرز قصر اللحية کی مخالفت مصرح ہے، اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عالمین سنت پر طنز و تشنیع، استہزاء و تمسخر۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

(۱) القاموس المحيط، فصل العين: ۱۳۱۳/۱، مؤسسة الرسالة بيروت. انیس

(۲) القاموس المحيط، فصل الواو: ۹۳/۱، مؤسسة الرسالة بيروت. انیس

(۳) وقال أبو رجاء العطاردي: رأيت عليا ربيعة ضخم البطن كبير اللحية قد ملأت صدره أصلح شديد الصلح

.... عن رزام بن سعيد الضبي قال: سمعت أبي ينعث عليا قال: كان رجلا فوق الربيعة ضخم المنكبين طويل

اللحية. (أسد الغابة، مقتله وإعلامه أنى مقتول رضي الله عنه: ۶۲۰/۳، دار الفكر بيروت. انیس)



آپ نے سوال کیا ہے کہ!

”ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے، جنہوں نے داڑھی رکھی؛ کیوں کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں کسی کی داڑھی نہ تھی“۔ (والعیاذ باللہ)

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا؛ لیکن اسے ایک بزاری گپ سمجھ کر قابلِ اعتناء نہیں سمجھا گیا، مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا، فاضل موصوف کے کلام کا حاصل یہ ہے:

”کتب رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں، معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لیے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں۔ (اوکا قال)

اس عبارت میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز و استہزاء کیا ہے، اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں، جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے۔

(۱) موصوف کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)۔

(۲) دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدم ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشمس ہے؛ کیوں کہ سب عقلاء و اہل علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں؛ بلکہ عدم علم بھی عدم وجود کو مستلزم و مقتضی نہیں، حالاں کہ عدم علم عام ہے، جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا، اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا، اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا، سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے، کروڑ ہا بلکہ اربوں انسان ہو گزرے ہیں؛ لیکن ہر انسان کا اجمالی تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا، رفتگان سے گزر کر موجود انسانوں اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا اگر ہوتا تو ذکر ہوتا کہ مفروضے کی بنا پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہوگا؟ اپنے گرد و پیش؛ بلکہ اپنی یومیہ حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ ”موجود، مذکور“ کی نفی نہیں کر رہا ہے؟ کیوں کہ یہ سب موجود ہیں؛ لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا، شریعات اعمالِ حسنہ و عبادات کا بھی یہی حال ہے، کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں، سرکاری محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یادداشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے، ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء اعمال و عبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے، ذکر کسی عارض کی وجہ

سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص مفروضہ ”موجود، مساوی، مذکور“ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے، اس کی جہالت و نادانی اظہر من الشمس ہے۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب و تاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دو، تین کے علاوہ کسی صحابیؓ کی داڑھی نہ تھی، یہ ایسے ہی غلط ہے، جیسے دھوپ میں کھڑے ہوئے طلوع شمس کا؛ اس لیے انکار کر دیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے، پس اس کی بنا پر امر متواتر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے؛ کیوں کہ عدم ذکر جیسے عدم وجود کو مستلزم نہیں، ایسے ہی عدم اہتمام کو بھی مستلزم نہیں، کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

غور کیجئے! اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں؛ لیکن ”سورج طلوع ہو گیا“ یہ خبر کبھی نہیں چھپی، حالاں کہ دنیا کی حیات طلوع شمس پر موقوف ہے، اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوئی، کیوں؟ غایت ظہور کی وجہ سے۔

کتب سیر و اسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا، رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا، بے وضو نماز نہیں پڑھتا تھا، غسل جنابت کرتا تھا وغیرہ ذلک۔

گویہ اہم ترین مسلمہ فرائض میں سے ہے؛ لیکن غایت ظہور کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا، کیوں کہ ایک مسلمان مقتداء راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو، البتہ فرائض و واجبات و شرائع دینیہ کے علاوہ نوافل و تطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً: ”کان یقوم لیلہ، و یصوم نہارہ، و کان یقرء القرآن فی رکعتہ و حج أربعین حجة و غیر ذلک“۔

اسی طرح کاملہ داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملت اسلامیہ میں سے ہے اور اہل اسلام بالخصوص مقتداء اور صلحا کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے تو ایک مقدس صحابیؓ سے یا ایک متدین راوی حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے، یا اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے، لہذا غایت ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی بھی اہم نہیں ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ؛ کیوں کہ تارکِ صلوٰۃ ہونا کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہوتا؛ لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آ جاتا ہے۔

الحاصل: فاضل موصوف کا یہ مفروضہ بھی باطل ہے اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

میں سے ہے، جس کی پابندی حضرات صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، ائمہ مجتہدینؒ، اولیاء عظامؒ اور صلحاء امت نے کی ہے اور اس کی سنیت دیگر دلائل کے علاوہ تعامل و توارث امت سے ثابت ہے، سوائے اہل زیلع کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان (خیر الفتاویٰ: ۳۳۶/۲: ۳۳۲) ☆



### شخصی داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم:

- سوال (الف) زید کی داڑھی چار، یا پانچ انگل لمبی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟  
 (ب) عمر کی داڑھی شخصی (فرنج) ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟  
 (ج) بکر کی داڑھی بالکل صفا چٹ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(الف) جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے: ”والسنة القبضه وهو أن يقبض الرجل لحيته فمأزاد منها على قبضة قطعه“ (۲۶۱/۱) (كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع، انيس) (سنت ایک مٹھی کی داڑھی ہے، وہ یہ کہ آدمی مٹھی سے اپنی داڑھی کو پکڑے جو مٹھی سے زیادہ ہو اسے کاٹ دے۔ محشی)

(ب و ج) ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے، (واجب الاعادہ کا قول دیگر مفتیان کا نہیں ہے۔ انیس) کیوں کہ داڑھی رکھنا ایک مشیت تک واجب ہے، اور ترک واجب گناہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے، لہذا ایسے شخص کے پیچھے کہ جو داڑھی منڈائے، یا اتنی کٹائے کہ ایک مشیت سے کم رہ جائے، نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”خالفوا المشركين أو فروا اللحي وأعفوا المشركين“ (باب الترحيل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۱، انيس) (ترجمہ: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھی بڑھنے کے لیے چھوڑ دو، مونچھیں کتروانے میں مبالغہ کرو“۔ محشی)

”هداية النور فيما يتعلق بالأظفار والشعور“ میں ہے: ”گذاشتن ریش تا قدر قبضه واجب است“۔ (ص: ۱۸) (ترجمہ: ”داڑھی مٹھی کی مقدار چھوڑنا واجب ہے“۔ محشی)

نیز اسی کتاب میں ہے: ”قص اللحية كان من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومن لا خلاق لهم في الدين“۔ (ص: ۲۰) (ترجمہ: ”داڑھی کتروانا عجمیوں کے افعال میں سے ہیا اور اب یہ بہت سے مشرکوں و بت پرستوں کا شعار بن چکا ہے، جیسے انگریز، ہندو اور وہ لوگ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں، محشی) شرح عقائد لٹنی میں ہے: ”مرتکب الکبيرة فاسق“۔ (ص: ۸۴) (ترجمہ: ”مرتکب کبیرہ فاسق ہے“۔ محشی)

فتح القدر میں ہے: ”وأما الأخذ منها وهي مادون القبضه كما يفعلها بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم يسه أحد“۔ (۷۷/۲) (باب ما يوجب القضاء والكفارة، انيس) (ترجمہ: ”ایک مٹھی سے کم پر داڑھی کو کتروانا جیسا کہ بعض کچھی ممالک میں رہنے والوں اور ہجرتے قسم کے لوگوں کا طریقہ ہے، اسے کسی نے بھی مباح نہیں کہا“۔ محشی)

## شخصی داڑھی والے کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی داڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے، پوری چار انگل نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

”وَأَمَّا قَطْعُهَا وَهِيَ دُونَهَا فَلَمْ يَبْهَ أَحَدٌ“ الخ. (۱)

اور نیز درمختار میں ہے: ”وَلِذَا يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ“۔ (۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگرچہ تکم ”صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ“ (۳) اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔

”لَأَنَّ فِي إِمَامَتِهِ تَعْظِيمَهُ وَتَعْظِيمَ الْفَاسِقِ حَرَامٌ“۔ (رد المحتار) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۱/۳)

## چھوٹی چھوٹی داڑھی کے ساتھ امامت:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ جہاں میں کام کرتا ہوں، وہاں بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے، ہم پانچ چھ ساتھی ہوتے ہیں، کوئی بھی باشرع نہیں ہوتا، میری چھوٹی چھوٹی داڑھی ہے اور قرأت بھی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل سے بھی واقف ہوں، ساتھی مجھے نماز پڑھانے کو کہتے ہیں تو جماعت کر لیتے ہیں؛ لیکن جب بھی ایک پوری داڑھی والا ہو تو میں اسے امامت پر مجبور کرتا ہوں، آپ یہ بتائیں کہ ایسی صورت میں جب کہ مقتدیوں کی صف میں کوئی بھی پوری داڑھی والا نہ ہو، میں نماز پڑھا سکتا ہوں کہ نہیں؟

== ہدایہ میں ہے: ”یکرہ تقدیم الفاسق؛ لأنه لا يهتم لأمر دينه“ انتہی ملخصاً۔ (۸۴/۱) (باب الإمامة، انیس) (ترجمہ: ”فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا مکروہ ہے، اس لیے کہ وہ اپنے دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے“۔ انتہی، ملخصاً۔ محشی) کبیری میں ہے: ”کراهة تقديمه كراهة تحريم“۔ (ص: ۴۷۹) (فصل فی الإمامة، انیس) (ترجمہ: ”فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانے کی کراہت کراہت تحریمی ہے“۔ محشی)

درمختار میں ہے: ”کل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعجب إعادتها“۔ (۳۰۷/۱) (باب صفة الصلاة،

انیس) (ترجمہ: ”جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے“۔ محشی) (فتاویٰ احیاء العلوم: ۳۰۱/۱-۳۰۲)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، مطلب فی الأخذ من اللحية: ۱۲۵/۲

(۲) الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۵۹/۵ (باب الاستبراء، انیس)، اس سے پہلے ”والسنة فیها القبضة“

(۳) السنن الكبرى للبيهقي، باب الصلاة علی من قتل نفسه غیر مستحل (ح: ۶۸۳۲) انیس

(۴) رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر

الجواب

آپ کو اگر نماز پڑھانے کا موقع ملتا ہے تو آپ کو پوری داڑھی رکھنی چاہیے، آپ کو صحیح امامت کا ثواب ملے گا اور مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی ہوگا، موجودہ صورت میں آپ کی امامت مکروہ ہے، گو تہا پڑھنے کے بجائے اس طرح جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۰/۳) ☆

### ایک مشیت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: ہمارا امام کچھ جدت پسند ہے، ویسے تو دیندار آدمی ہے، مگر داڑھی ایک مشیت سے کم رکھتے ہیں، نیز وہ بعض فلموں کو جائز سمجھتے ہیں، جیسے جن فلموں میں جج وغیرہ دکھایا جاتا ہے، اس کے پیچھے نماز کا حکم ہے؟

(۱) داڑھی منڈوانا یا اتنی کتر وانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے، اور مرتکب حرام فاسق ہے۔  
والفاسق من فعل کبیرۃ أو أصر علی صغیرۃ. (ردالمحتار: ۴۳۱/۴، طبع ایچ ایم سعید)  
ویکرہ تقدیم العبد... والفاسق؛ لأنه لایهتم لأمر دینہ. (الہدایۃ: ۱۰۱/۱)  
وأيضاً فی الشامیۃ: ۵۶۰/۱: وأما الفاسق قد عللوا کراهۃ تقدیمہ بأنه لایهتم لأمر دینہ، وبأن فی تقدیمہ للإمامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم إہانتہ شرعاً... إلخ. (ردالمحتار: ۵۶۰/۱، باب الإمامۃ)  
☆ تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت:

سوال: اس رمضان شریف میں جو کہ اب گزر چکا ہے، اس میں ایک حافظ جو کہ غالباً ملتان سے تعلق رکھتا ہے، اس کی داڑھی سنت کے مطابق نہ تھی؛ یعنی چھوٹی تھی، اس نے کتر وائی تھی اور مسجد کے مولانا صاحب نے اسے کہا کہ آپ کی داڑھی چھوٹی ہے، آپ نے کیوں نہیں پڑھائی، اس نے جواب میں کہا کہ میں بیمار تھا اور اس وجہ سے میری داڑھی چھوٹی ہے اور کچھ دنوں کے بعد اس نے داڑھی پھر کتر وادی، پھر مولانا اس سے ناراض ہو گئے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی توہین کی ہے اور جماعتوں کی نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوگی، البتہ جماعتی سارے حافظ صاحب کی تائید کر رہے تھے اور اگلے رمضان کو بھی دعوت دی ہے، آپ مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں، کیا جماعتیں ہو گئیں ہیں؛ یعنی کہ تراویح نماز اس حافظ کے پیچھے ہو گئی، جس کی داڑھی بالکل چھوٹی تھی؟ مولانا صاحب کے منع کرنے کے بعد بھی اس نے کتر وائی، کیا حافظ گناہ گار ہے، یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ جو جماعتی تائید کر رہے تھے، وہ بھی گناہ گار ہیں؟ کیا اگلے سال وہ حافظ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے؟

الجواب

جو حافظ داڑھی کتر اتا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، (البتہ نماز اگر پڑھ لے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگئی۔ انیس) مولانا صاحب نے ٹھیک فرمایا اور لوگوں کا اس حافظ کو بلا نا گناہ ہے، ان کو توبہ کرنی چاہیے، ایسے حافظ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (و تجوز إمامۃ الأعرابی والأعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ إلا أنها تکرہ. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۸۵۱/۱ باب الإمامۃ) ویکرہ تقدیم العبد. والفاسق؛ لأنه لایهتم لأمر دینہ. (فتح القدیر: ۲۴۷/۱، الہدایۃ: ۱۰۱/۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۰/۳)

الجواب

ایک مشیت سے کم داڑھی کو کٹوانا ناجائز ہے اور جو شخص اس پر اصرار کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۵/۷/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۲۹/۱)

### داڑھی کتروانے والے کی امامت:

سوال: داڑھی کتروانے والے امام کے پیچھے کیا نماز مکروہ ہوتی ہے، کیا وہ فاسق کہلاتا ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ بحوالہ کتب جواب سے نوازیں۔

الجواب ————— وباللہ التوفیق

جو شخص داڑھی منڈاتا ہے، یا کتر واکر ایک مشیت سے کم رکھتا ہے، اس کے پیچھے نماز بہ کراہیت ادا ہو جاتی ہے۔

لأنه في الدر: "ويكره إمامة عبد وفاسق". (۲)

اور داڑھی کا مسئلہ بہت اہم ہے داڑھی رکھنا سنت انبیاء ہے اور شعار اسلام میں داخل ہے، حدیث شریف میں جو صحیحین میں ہے:

"احفوا الشوارب واعفوا اللحى".

نیز مسلم شریف میں ہے:

"جزوا الشوارب واعفوا اللحى وخالفوا المجوس" (۳)

(۱) وفي الدر المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰: ويكره إمامة عبد... وفاسق.

وفي رد المحتار: قوله (وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وفي المعراج قال أصحابنا: لا ينبغي أن يقتل بالفسق، إلخ.

وفيه أيضاً: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (وكذا في مراقي الفلاح: ۱۶۵- وفي البحر الرائق: ۳۴۸/۱)

وفي الدر المختار: ۴۱۸/۲. وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة مخشنة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم.

وفيه أيضاً: ۵۶۲/۱. صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

وقال الشامى تحتہ (قوله نال فضل الجماعة): أفاد إن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما

ينال خلف تقى ورع. (وكذا في كفاية المفتى: ۷۹/۳- ۹۹ (دار الإفتاء) وفتاوى دار العلوم دیوبند: ۲۲۶/۳- ۲۴۰)

(۲) البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة: ۳۷۶/۱، دار إحياء التراث، بيروت وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب

الإمامة: ۱۲۲/۱، رشیدیہ، دیوبند

(۳) الصحيح لمسلم: ۱/۲۹، انيس (شامی: ۱۵۵/۲) (مطلب في الأخذ من اللحية، باب ما يفسد الصوم: ۱۱۳/۲)

اور یہ سب حکم صیغہ امر کے ساتھ ہے جو وجوب کے لیے ہوتا ہے اور درمختار علی الشامی ص ۱۵۵ میں ہے:

”وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (أى القبضه) كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم“۔ (۱)

ان سب عبارتوں کا مفاد کم از کم اتنا ضرور نکلے گا کہ اس کے مرتکب کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۵/۵/۱۴۰۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲۹۴)

مذہب اربعہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کے کاٹنے والے پر فسق کا حکم:

### مذہب احناف:

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

”لا يحل للرجل أن يقطع اللحية“۔ (۲)

فتح القدیر میں ہے:

”وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم يبحه أحد“۔ (۳)

### مذہب مالکیہ:

مواہب الجلیل میں ہے:

”وحلق اللحية لا يجوز وكذلك الشارب وهو مثله وبدعة، ويؤدب من حلق لحيته

أو شاربہ“۔ (۴)

حاشیۃ العدوی میں ہے:

”فإن قلت: وما حکم القص عند عدم الطول أو الطول القليل؟ قلت: صرح بعض الشراح بأنه

يحرم القص إن لم تكن طالت كالحلق“۔ (۵)

(۱) مطلب فی الأخذ من اللحية، باب ما یفسد الصوم: ۱۱۳/۲، دار إحياء التراث، بیروت، وکذا فی

المراقبة: ۹۱/۲، کتاب الطهارة، باب السواک

(۲) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الاستحسان: ۳۷۹/۳۔

(۳) فتح القدیر: کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء ولا کفارة: ۳۴/۲، دار الفکر بیروت

(۴) مواہب الجلیل الشرح مختصر خلیل، کتاب الطهارة، فصل فی فرائض الوضوء: ۳۱۳/۱ (تنبیہات: إذا

ثبت للمرأة لحية، انیس

(۵) حاشیۃ العدوی باب فی بیان الفطرة: ۵۸۱/۲۔

**مذہب شافعیہ:**

حواشی الشروانی میں ہے:

”قال الشيخان: يكره حلق اللحية واعترضه ابن الرفعة في حاشية الكافية بأن الشافعي نص في الأم على التحريم، قال الزركشي وكذا الحلبي في شعب الإيمان وأستأذه القفال الشاشي في محاسن الشريعة وقال الأوزاعي: الصواب تحريم حلقها جملة لغير علة بها كما يفعله القلندرية“ (۱)

فتح الباری میں ہے:

”ثم حكى الطبرى اختلافا فيما يؤخذ من اللحية هل له حد أم لا؟ فأسند عن جماعة الاقتصار على أخذ الذى يزيد منها على قدر الكف، وعن الحسن البصرى أنه يؤخذ من طولها وعرضها ما لم يفحش وعن عطاء نحوه“ (۲)

شرح مہذب میں ہے:

”سبق فى الحديث أن إعفاء اللحية من الفطرة فالإعفاء بالمد، قال الخطابى وغيره: هو توفيرها وتركها بلاقص، كره لنا قصها كفعل الأعاجم، قال: وكان من زى كسرى قص اللحي وتوفير الشوارب“ (۳)

**مذہب حنابلہ:**

کشاف القناع میں ہے:

”(وإعفاء اللحية) بأن لا يأخذ منها شيئا، قال فى المذهب ما لم يستهجن طولها (ويحرم حلقها) ذكره الشيخ تقي الدين (ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة)“ (۴)

بخارى شریف میں ہے:

حدثنا محمد بن منهل: حدثنا يزيد بن زريع: حدثنا عمر بن محمد بن زيد، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين: وفروا للحي، واحفوا الشوارب، وكان ابن عمر: إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته، فما فضل أخذه“ (۵)

(۱) حوشى الشروانى على تحفة المحتاج شرح المنهاج، فصل فى العقيقة: ۴۳۶/۹۔

(۲) فتح البارى: ۳۵۰/۱۰، باب تقليم الأظفار، دار النشر للكتب الإسلامية

(۳) المجموع شرح المذهب مسائل مستحبة من خصال الفطرة: ۲۹۰/۱، دار الفكر (باب السواك، انيس)

(۴) كشاف القناع عن متن الاقناع، كتاب الطهارة، ويسن الإمتشاط.....: ۷۵/۱۔

(۵) صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار: ۸۷۵/۲ (رقم الحديث: ۵۸۹۲، انيس)



علامہ عینی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قوله: (خالفوا المشركين) أراد بهم المجوس، يدل عليه رواية مسلم: خالفوا المجوس؛ لأنهم كانوا يقصرون لحاهم، ومنهم من كان يحلقها“۔ (۱)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں:

”قوله خالفوا المشركين“ فی حدیث أبی هريرة عند مسلم خالفوا المجوس، وهو المراد فی حدیث بن عمر فإنهم كانوا يقصرون لحاهم ومنهم من كان يحلقها“۔ (۲)

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”أما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى أوفوا اللحية في الرواية الأخرى وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك“۔ (۳)

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

”عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (۴)

مرقاۃ میں ہے:

”أى من شبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار. (فهو منهم): أى في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب، قلت بل الشعار هو المراد بالشبه لا غير فان الخلق الصوري لا يتصور فيه التشبه والخلق المعنوي لا يقال فيه التشبه بل هو التخلق“۔ (۵)

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک داڑھی کا منڈانا حرام ہے، اور اس کا کاٹنا جو کہ کفار کے مشابہ ہو بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے، پھر مکروہ پر اصرار کرنے والا فاسق ہوگا؛ کیوں کہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ کا حکم لے لیتا ہے، جیسے کہ علامہ شامیؒ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے:

”أن الصغيرة تأخذ الكبيرة بالإصرار“۔ (۶)

(۱) عمدة القاری: ۹۰/۱۵ (باب تقليم الأظفار، انیس)

(۲) فتح الباری: ۳۴۹/۱، دار نشر الكتب الإسلامية (باب تقليم الأظفار، انیس)

(۳) شرح الصحيح لمسلم للنووی: ۱۲۹/۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، فیصل

(۴) مشکاة المصابيح: ۲۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، قدیمی

(۵) مرقاۃ المفاتیح علی مشکاة المصابيح: ۲۵۵/۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مسئلة النشبه، إمدادیة

(۶) رد المحتار: ۴۷۳/۵، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، سعید

اور ائمہ اربعہ کے نزدیک فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

”الفقه على المذاهب الأربعة“ میں ہے:

”تكره إمامة الفاسق إلا إذا كان إماماً لمثله باتفاق الحنفية، والشافعية، أما الحنابلة قالوا: إمامة الفاسق ولو لمثله، غير صحيحة إلا في صلاة الجمعة والعيد إذا تعذرت صلاتهما خلف غيره، فتجوز إمامته للضرورة، والمالكية قالوا: إمامة الفسق مكروهة ولو لمثله“ (۱)

خلاصہ: باتفاق ائمہ اربعہ داڑھی منڈوانے والے یا ایک مشیت سے اوپر کترانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲۵۵/۲-۲۵۹)

### عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قرآن مجید سناتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی مونڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟ اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے؟

الجواب

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے، ”اعفوا للحي ارخوا للحي وأوفوا للحي وغير ذلك“ امر کے صیغہ وارد ہیں اور بقدر مشیت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا قدر مشیت سے کم کترانا؛ یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے، اس سے کم کرنا اور اس پر دوام و اصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے، شرعاً فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض و تراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں، بجائے ایسے حافظ غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں، فرائض ہوں یا تراویح، دونوں میں داڑھی مونڈانے والے کو جو کہ فاسق ہے، امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے، جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد اللہ عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۵/۲) ☆

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة: ۳۴۷/۱، مبحث مکروہات الصلاة

(۲) صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب تعليم الأطفال (ح: ۵۸۹۲) / فتح القدير: كتاب الصوم، باب ما يوجب

القضاء ولا كفارة: ۳۴۷/۲، دار الفكر بيروت / رد المحتار: ۵۲۰/۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں! علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے، منڈاواتا ہے؛ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے، وہ شخص امامت نہ کرائے، چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو؟ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ دہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈاواتا ہے اور کٹواتا ہے، وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: عشر من الفطرة منها إعفاء اللحية.

نیز وارد ہے: ”اعفوا اللحى، أرخوا اللحى وأوفوا اللحى، وكشروا اللحى“ اور ”وفروا اللحى“۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے، بڑھانے، پورا کرنے، لٹکانے کا، ان احادیث میں حکم فرمایا ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو، وہ امر واجب ہوتا ہے، اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے؛ اس لیے داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے، امامت کے لیے متقی، متورع عالم کی ضرورت ہے، البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے، وغیرہ غیرہ، یہ سب باتیں محض لغو ہیں، انہیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے؛ تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، ۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۹/۲)

== ☆ بوقت ضرورت داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے؛ لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے، حالاں کہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے، یہ شخص بھی عالم دین ہے؛ لیکن داڑھی کٹاتا ہے، آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۹ شعبان ۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۸/۲)

سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مدرسہ فتح پوری دہلی کا فارغ التحصیل ہے؛ لیکن اس کی داڑھی سنت کے موافق نہیں ہے اور پینتالیس سال سے عیسائی مشنری میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے، نیز مقتدیوں سے بد اخلاقی بھی کرتا ہے، شعائر دین کا لحاظ نہیں رکھتا، ایسے امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟ بیذاتو جروا۔

(المستفتی: عبد الرحیم حامد گلی صدر روڈ پشاور، ۱۲/ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لفسقہ کما فی شہادات. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ) (۱) البتہ اگر قوم کی دینی حالت اس سے بدتر ہو تو یہ امام اندھوں میں کانٹا ہے تو کراہت نہیں ہے، کما فی البحر الرائق، ص: ۳۴۹، جلد: ۱: ”وینبغی أن یکون محل کراهة الاقتداء بهم عن وجود غیرهم وإلا فلا کراهة“۔ (۲) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۶/۲)

بغیر داڑھی والا قرآن پاک درست پڑھتا ہو اور داڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں چنانچہ فی صدی لوگ داڑھی مندواتے ہیں اور پانچ فی صدی داڑھی رکھواتے ہیں اور ان میں جو داڑھی رکھواتے ہیں، قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے، کہیں عین کی جگہ الف، ح کی جگہ ہ، ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں، کھڑے کو پڑا، پڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں اور جو داڑھی کٹواتے ہیں، ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں، یہ نماز پڑھائیں، کیا جو داڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے، ان کے پیچھے نماز داڑھی والوں کی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے داڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں، مستقل امام نہ تو

(۱) قال العلامة محمد أمين: أن الأخذ من اللحية وهى دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يسه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية: ۳۵۱/۱، لا يباح

الأخذ من اللحية وهى دون القبضة)

(۲) البحر الرائق: ۳۴۹/۱، باب الإمامة

داڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے، البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے داڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۲۲)

### داڑھی کتروانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد فوت ہو گئے، ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے، ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا والا حق سمجھ کر خود بخود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، یا مقتدیوں کے استیلاء پر، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا، وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں، وہ قابل امامت نہیں ہوتا، نماز پابندی سے نہیں پڑھتا، کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا، سگریٹ بھی پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں اور داڑھی بھی منڈاتا ہے، اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا و فساد برپا ہو جاتا ہے، جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارت دائمی کو ختم فرمادیں؟ نوازش ہوگی۔

الجواب

(۱) اولاً: امامت کا وارث سے کوئی تعلق نہیں، امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں، امام بنا سکتے ہیں۔ (۱)

(۲) امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ثانیاً: ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے، امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں؛ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کر لیں، وہی امام بن سکے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۳۲)

(۱) امام متعین کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے، نہ کہ امام کو۔ (البانی) للمسجد (أولی) من القوم (ینصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عینہ) البانی۔ (الدر المختار) وفی رد المحتار: (قوله البانی أولی) (وکذا ولده وعشیرته أولی من غیرهم، أشباه۔ (رد المحتار، کتاب الوقف: ۶/۴۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس) =

## داڑھی کتروانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام مسجد جو کہ ہر وقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے، رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے؛ کیوں کہ قرآن مجید کا حافظ ہے؛ لیکن حد شرعی سے اس کی داڑھی کم ہے، کٹوایا کرتا ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے، نہ فرض نہ نفل؛ یعنی تراویح نہیں ہوتی، جو پڑھی گئی ہیں، ان کو بھی پھر لوٹایا جائے، اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا داڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری ہے، یا نہیں؟  
دلیل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

الجواب

در مختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

”وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ فَلَمْ يَبْهَ أَحَدٌ“۔ (۱)

نیز در مختار میں ہے:

”وَالسَّنَةُ فِيهَا الْقَبْضَةُ الْخِ، وَكَذَا قَالَ يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ“۔ (۲)

لہذا جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

”وَيَكْرَهُ إِمَامَةُ عَبْدٍ، الْخِ، وَفَاسِقٌ“۔ (۳)

اگرچہ ”بحکم صلوا خلف کل برو فاجر“ اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، لہذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں؛ لٰن فی امامتہ تعظیم و تعظیم الفاسق حرام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۵/۲)

== والبنی أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولى بذلك من غيرهم. (البحر الرائق: ۲۷۰/۵، دارالکتاب الإسلامی بیروت۔ انیس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأهل المحلة ولا يكون للبناني منهم ذلك وقال أبو بكر الإسكافي: الباني أحق بتنصيبها من غيره كما في العمارة كالقاضي، وقال أبو الليث: وبه نأخذ إلا أن يريد الثاني إماماً ومؤذناً والقوم يريدون أصلح فلهم أن يفعلوا ذلك، كذا في النوازل. (البنایة شرح الهدایة، شرط الواقف أن یستبدل بالوقف أرضاً أخرى: ۴۵۱/۷، دارالکتاب العلمیة بیروت/وکذا فی البحر الرائق، الناظر بالشرط فی الوقف: ۲۵۱/۵، دارالکتاب الإسلامی بیروت۔ انیس)

(۱) الدر المختار، مطلب فی الأخذ من اللحية: ۱۲۴/۲۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ: ۲۸۸/۵۔

(۳) بل مشی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم (الدر المختار، باب الإمامة: ۴۱۴/۱۔

### داڑھی کٹانے سے توبہ کر لے تو کب امام بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم و صلوٰۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے؛ لیکن داڑھی منڈاتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز؟ نیز اگر وہ آج تا تب ہو جائے، تب شرعاً کیا حکم ہے؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور بقدر مشمت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا حد سنت؛ یعنی بقدر مشمت سے قبل کتر وانا اور اس پر دوام و اصرار کرنا شرعاً فاسق و کبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسا شخص جو داڑھی منڈاتا ہے، شرعاً فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض و تراویح میں امام بنانا جائز نہیں، ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے، لہذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تا تب ہو جانے کے بعد بھی جب تک داڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو، امام نہ بنایا جائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۱/۲)

### داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ:

سوال: ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں، جن کی داڑھی مونچھ صاف ہے، نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دعا تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب داڑھی کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لیے داڑھی کی کوئی قید نہیں ہے، اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسیٰ داڑھی رکھ لیں گے؛ یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے، اگرچہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہو جائیں گے، (۲) وکیل صاحب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مان کر شرعی داڑھی رکھ لیں تو بہت بڑے

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووي: واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة إلخ". (الصحيح لمسلم مع شرح النووي، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، انیس)

(۲) ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب؛ لأن الجمعة مع الخطبة كشيء واحد، فلا ينبغي أن يقيمها إثنان، =

اجر کے مستحق ہوں گے، موسمی داڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں؛ بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے کہ خطبہ پڑھنے کی خاطر رکھی گئی ہے؛ تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں، کام وہ مقبول ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے ہو۔ (۱)

دعا کے لیے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہر شخص اپنی اپنی دعا جس طرح پیچ گانہ نماز کے بعد مانگتا ہے، اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹ھ/۱۱/۵۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۱-۱۳۰/۶)

### بڑی مونچھ والے کی امامت:

سوال: اگر امام حافظ ہو اور وہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہو جن سے ہونٹ ڈھکے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ داڑھی میں مونچھ رکھتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اتنی بڑی مونچھ رکھنا جس سے ہونٹ بالکل ڈھک جائے، حدیث شریف کے خلاف اور مکروہ ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲ھ/۴/۷۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۱/۶)

== وإن فعل جاز، اھ۔ خطب صبی یاذن السلطان و صلی بالغ، جاز هو المختار. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱۶۲/۲، سعید) (مطلب فی جواز نیابة الخطیب، انیس)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَنِیْنَالَ اللّٰهَ لِحَوْمِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَکِنِیْنَالَہِ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾ (سورة الحج: ۳۷)

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إنما الأعمال بالنیات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى اللہ ورسوله، فہجرته إلى اللہ ورسوله، ومن كانت ہجرته إلى دنیا یصیبها أو امرأة یتزوجها، فہجرته إلى ما ہاجر إلیہ“. (مشکوۃ المصابیح: ۱۱/۱، قدیمی)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشرکین، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحي“.

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب وأعفوا اللحي“.

”عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”جزوا الشوارب وأرخوا اللحي، وخالفوا المجوس“ (الصحيح لمسلم، کتاب الطہارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قدیمی)

”وأما روايات ”أحفوا الشوارب“ فمعناها: أحفوا ما طال علی الشفتين“. (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب الطہارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قدیمی)

”وتفسير القص أن ينقص حتى ينتقص عن الإطار، وهو بكسر الهمزة، ملتقى الجلد واللحم من الشفة“. (رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات: ۵۵۰/۲، سعید)

قال القاری: قال ابن حجر: فیسن إحفائه حتى تبدو حمرة الشفة العليا“. (بذل المجہود، کتاب الطہارة، باب السواک من الفطرة: ۳۳/۱، مکتبة امدادیة ملتان)



جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز:

سوال: اگر کسی امام کی مونچھیں بڑی ہوں اور داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو اور ان کی باتوں کی وجہ سے کسی مقتدی کو نفرت ہو تو اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲ھ/۴/۷۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۳)

جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص کی موقوف علیہ تک تعلیم ہے اور عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہے، نیز ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے کچھ بال نکل رہے ہیں، باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان کم ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی، یا تنزیہی؟ اور اگر باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب: \_\_\_\_\_ حامداً و مصلیاً

وہ شخص جس کی عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کچھ بال نکلے ہوں اور باقی حصہ چہرہ میں بال نکلنے کا امکان کم ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گول داڑھی اس کی نہیں ہوگی اور وہ نماز کے مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔

”قد نبت له شعرات في ذقنه تؤذن؛ لأنه ليس من مستدير اللحي، فهل حكمه في الإمامة كالرجال الكاملين أم لا؟ فأجاب السيد العلامة أحمد بن يونس المعروف بابن الشلبی من متأخري علماء الحنفية عن مثل هذه المسئلة، فأجاب بالجواز من غير كراهة“۔ (ردالمحتار: ۵۸۷/۱) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ/۶/۲۰۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸ھ/۶/۲۳۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۱/۶)

(۱) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برأ كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برأ كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم برأ أو كان فاجراً وإن عمل الكبائر“۔ (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية، ملتان)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، سعيد

## داڑھی کے سفید بال اکھڑوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: زید پیش امام ہے اور اپنی داڑھی کے سفید بال اکھڑواتا ہے، آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور داڑھی کے سفید بال اکھڑوانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ شخص قبل از وقت بوڑھا ہو گیا ہو، تب تو نفث شیب جائز ہے بشرطیکہ محض زینت کی نیت نہ ہو، بلکہ ارضاء زوجہ مقصود ہو، یا اور کوئی ضرورت ہو اور اگر بوڑھا قبل از وقت نہیں؛ بلکہ وقت پر ہوا ہے... تو نفث شیب مکروہ ہے اور کراہت تنزیہیہ ہے۔

قال فی الہندیۃ: ونفث الشیب مکروہ للتنزیین لا لترہیب العدو وکذا نقل عن الإمام، کذا فی جواهر الأخلاطی. (۱) (۲۳۸/۶)

قلت: واحفظ عن موضع لا یحضر فی الآن لفظ لا بأس به فی ذلک والجمع بینہما ما ذکرته ولعلہ جمع حسن واللہ أعلم

۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۴۰/۲)

## سر اور داڑھی کو خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: ہم جس دفتر میں کام کرتے ہیں، اس میں ہم نے ایک جگہ نماز ادا کرنے کے لیے مخصوص کر لی ہے، جہاں پر آفس کے اوقات میں ظہر اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، جو حافظ صاحب اس کی امامت فرماتے ہیں، وہ یہاں اس ادارے میں ملازم ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امامت کے سلسلے میں وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے، مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اب کچھ دنوں سے انہوں نے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو خضاب سے رنگنا شروع کر دیا ہے، جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں آتی، لہذا آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا حنفی فقہ کے تحت ان کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں، کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

جو امام سیاہ خضاب لگاتا ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۲/۳)

(۱) کتاب الکراہیۃ وهو مشتمل ثلاثین باباً، الباب العشرون فی الزینۃ واتخاذ الخادم للخدمة، انیس

(۲) وأما الخضاب بالسواد ومن فعل ذلک لیزین نفسه للنساء، ولیحب نفسه إلیہن فذلک مکروہ وعلیہ عامۃ

المشاخ. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۵۵۹/۵، کتاب الکراہیۃ، والباب العشرون)

## سیاہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص خضاب لگاوے اور سیاہ بال رکھے اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۸/۳)

## تعزیر دار اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: تعزیر دار کے پیچھے اور سیاہ خضاب کرنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

تعزیر دار فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور سیاہ خضاب کو بعض فقہانے جائز فرمایا ہے اور بعض نے مکروہ اور یہی صحیح ہے، (۲) لہذا سیاہ خضاب کرنے والے کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ فقط

☆ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۱/۳)

(۱) ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولوفى غير حرب فى الأصح، والأصح أنه عليه الصلاة والسلام لم يفعلہ، ويكره بالسواد، وقيل: لا. (الدر المختار)

(قولہ يكره بالسواد) أى لغير الحرب، إلخ وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشايخ، وبعضهم جوزہ بلا كراهة، روى عن أبى يوسف رحمه الله تعالى أنه قال: "كما يعجبني أن تتزين لى يعجبها أن أتزين لها. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۷۲/۵) (باب الاستبراء وغيره، انيس)

اگر سیاہ خضاب مکروہ مانا جائے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی، ورنہ نہیں: اس لیے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ظفیر

(۲) ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولوفى غير حرب فى الأصح، والأصح أنه عليه الصلاة والسلام لم يفعلہ ويكره بالسواد وقيل: لا. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب فى البيع: ۳۷۲/۵، ظفیر)

عن أبى ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم. (سنن ابن ماجه، باب الخضاب بالحناء (ح: ۳۶۲۲) انيس)

عن جابر قال: جىء بأبى قحافة يوم الفتح إلى النبى صلى الله عليه وسلم وكان رأسه ثغامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهبوا إلى بعض نساءه فلتغيره وجنبوه السواد. (سنن ابن ماجه، باب الخضاب بالسواد (ح: ۳۶۲۴) سنن أبى داؤد، باب فى الخضاب (ح: ۴۲۰۴) انيس)

## ☆ کالا خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: کچھ ایسے امام ہوتے ہیں جو اپنے بالوں کو کبھی تو کالی مہندی لگا کر کالا اور کبھی لال مہندی لگا کر بالوں کو لال کر لیتے ہیں یا خضاب وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور کچھ تو داڑھی کو آدھی لال اور آدھی کالی رنگتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

==

## مہندی کا خضاب لگانے والے اور تارکِ جماعت کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: خضاب مہندی جائز است یا نہ، وامامت تارکِ جماعت جائز ست، یا نہ؟ (۱)

الجواب

خضاب مہندی جائز است وترکِ جماعت بلا عذر معصیت است، امامت تارکِ جماعت مکروہ است۔ (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۴/۳-۳۰۵)



==

هو المصوب

کالا خضاب لگانا مکروہ ہے۔ (غیر و اھذا بشئ واجتنبوا السواد). (الصحيح لمسلم، کتاب اللباس، باب فی صبغ الشعر وتغییر الشیب، رقم الحدیث: ۲۱۰۲) قوله ”ویکرہ بالسواد“ ای لغير الحرب... وإن لیزین نفسه فمکروہ وعلیہ عامة المشائخ. (رد المحتار: ۶۰۵/۹) اس لیے کالا خضاب لگانے والے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، دورنگ ملانا مناسب نہیں ہے، ایک رنگ استعمال کیا جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۸/۲)

(۱) خلاصہ سوال: مہندی کا خضاب جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت چھوڑنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ انیس

(۲) خلاصہ جواب: مہندی کا خضاب جائز ہے اور بلا عذر جماعت ترک کرنا گناہ ہے، جماعت چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ انیس

(وَقَصَّلَ فِي الْمَحِيطِ بَيْنَ الْخَضَابِ بِالسَّوَادِ (إِلَى قَوْلِهِ) وَمَذْهَبُنَا أَنَّ الصَّبْغَ بِالْحِنَّاءِ وَالْوَسْمَةَ حَسَنٌ، كَمَا فِي الْخَانِيَةِ. (رد المحتار: ۳۳۹/۵) (کتاب الخنثی، مسائل شتی، انیس)

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكنم. (سنن أبي داود، باب فی الخضاب: ح: ۴۲۰۵) / سنن الترمذی، باب ماجاء فی الخضاب (ح: ۱۷۵۳) انیس

الجماعة سنة (إلى قوله) وقيل واجبة وعليه العامة. (الدر المختار) (كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۹۰/۲، دارالکتب العلمیہ، انیس)

فی الأجناس: لا تقبل شهادته إذا تركها استخفافاً أو مجاناً. (رد المحتار: ۵۷۹/۱، باب الإمامة)

ویکرہ إمامة الفاسق، إلخ. (کبیری) (فصل فی الإمامة وفيها مباحث، ص: ۵۸۰، انیس)

# اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، و مالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفر نگر) یو پی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ابن فضل الرحمن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ابن فضل الرحمن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۸)	الحدیث الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد مولانا عبدالکریم گتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۲)	امداد المفتیین	مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۳)	مجموعہ فتاویٰ عبدالحق	ابوالحسنات محمد عبدالحق بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یو پی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابو ابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انہووی محدث سہارنپوری	شعبہ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبہ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواڑی شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری دیلوری بن عبد القادر	جامعہ باقیات صالحات، دیلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یونس مبارک پوری بن عبد السبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارک پور، یو پی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا

- (۲۱) نظام الفتاویٰ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی ایفا پبلیکیشن، جگابائی، نئی دہلی، انڈیا
- (۲۲) خیر الفتاویٰ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
- (۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یو پی، انڈیا
- (۲۴) فتاویٰ حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی دکن ٹریدرس بک سیلرا اینڈ پبلیشرز، نزد وائٹنیک مغل پورہ، حیدرآباد
- (۲۵) احسن الفتاویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- (۲۶) فتاویٰ عثمانی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- (۲۷) فتاویٰ قاضی قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی ایفا پبلیکیشن، جگابائی، نئی دہلی، انڈیا
- (۲۸) فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاچپوری مکتبہ رحیمیہ نشی اسٹریٹ راندر، سورت گجرات
- (۲۹) کتاب الفتاویٰ مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
- (۳۰) محمود الفتاویٰ مولانا مفتی احمد خانیوری صاحب مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
- (۳۱) حبیب الفتاویٰ مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی
- (۳۲) فتاویٰ فرنگی محل حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محل مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یو پی، انڈیا
- (۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب مجلس صحافت و نشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
- (۳۴) فتاویٰ بینات مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
- (۳۵) فتاویٰ فریدیہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
- (۳۶) فتاویٰ مفتی محمود مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
- (۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
- (۳۸) مرغوب الفتاویٰ مولانا مفتی مرغوب الرحمن صاحب لاچپوری جامعۃ القرأت کفلیہ، مولانا عبدالجبار نگر، سورت، گجرات
- (۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی - ۶، انڈیا
- (۴۰) فتاویٰ شا کر خان مولانا مفتی محمد شا کر خان صاحب پونہ، انڈیا مدرسہ بیت العلوم کوئٹہ، واٹر دسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوزک پیجیج، پونہ ۴۸، انڈیا
- (۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، جوگیشوری، جوپور (یو پی)
- (۴۲) فتاویٰ بسم اللہ حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ جامعۃ القرأت، مولانا عبدالحق نگر، کفلیہ، سورت گجرات
- (۴۳) فتاویٰ یوسفیہ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاولوی مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

## مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	------------	------------	---------

### ﴿قرآن (مع تفاسیر و علوم قرآن)﴾

(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الہی
(۲)	جامع البیان فی تائیل القرآن	ابو جعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآطی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفتاح الغیب)	أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل و اسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد الجلی	۸۶۳ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۹)	تفسیر عزیزی	جلال الدین سیوطی، عبد الرحمن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	جواہر تفسیر (اردو ترجمہ)	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ
(۱۱)	تفسیر مظہری	مولانا محمد محفوظ الحق شاہ چشتی صابری قادری	--
(۱۲)	فتح القدیر	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴)	بیان القرآن	محمود بن عبد اللہ شہاب الدین ابوالشہاء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۵)	فوائد تفسیر عثمانی	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۱۶)	معارف القرآن	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
		مفتی شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	-----------	------------	---------

## ﴿عقائد (مع شروحات)﴾

- (۱۷) فقہ اکبر ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز ۱۵۰ھ
- (۱۸) العقیدۃ الطحاوی ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی ۳۲۱ھ
- (۱۹) شرح العقیدۃ الطحاوی صدر الدین علی بن محمد بن العزراحنی الأذرعی الصالحی الدمشقی ۴۲ھ
- (۲۰) شرح العقائد النسفیة سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی ۷۹۱-۷۹۲ھ
- (۲۱) شرح فقہ اکبر نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ
- (۲۲) مخ الروض الأزهري شرح فقہ اکبر نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ

## ﴿متون و اطراف و اجزاء حدیث﴾

- (۲۳) مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحسکفی والبی نعیم امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز ۱۵۰ھ
- (۲۴) موطأ امام مالک موطأ امام مالک امام دارالبحر، مالک بن انس بن مالک بن عامر الأصحی المدنی ۷۹ھ
- (۲۵) کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبیبۃ انصاری ۱۸۲ھ
- (۲۶) الزهد والرقائق لابن المبارك ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترمذی ثم المروزی ۱۸۱ھ
- (۲۷) کتاب الآثار بروایۃ امام محمد ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۲۸) موطأ امام مالک موطأ امام محمد ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۲۹) الجامع لابن وهب ابو محمد عبد اللہ بن وهب بن مسلم المصري القرشي ۱۹۷ھ
- (۳۰) مسند الشافعی بترتیب السندی امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادريس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشي المکی ۲۰۴ھ
- (۳۱) مسند ابوداؤد الطيالسی السنن الماثورة بروایۃ المروزی ابوداؤد سليمان بن داؤد بن الجارود الطيالسی البصري ۲۰۴ھ
- (۳۲) مصنف عبد الرزاق صنعانی عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی ۲۱۱ھ
- (۳۳) مسند الحمیدی ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ القرشي الأسدی الحمیدی المکی ۲۱۹ھ
- (۳۴) الصلوة ابو نعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشي المروفي باین دکن ۲۱۹ھ
- (۳۵) مسند ابن الجعد علی بن الجعد بن عبید الجوهري البغدادي ۲۳۰ھ



نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۶)	مصنف ابن ابی شیبہ مسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورسی	۲۳۵ھ
(۳۷)	مسند اسحاق بن راہویہ	ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الجعفی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۸)	مسند امام احمد	امام احمد، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی	۲۴۱ھ
(۳۹)	فضائل الصحابة	ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	لمنتخب من مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد الحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۱)	صحیح البخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۲)	خلق افعال العباد	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	احادیث کتاب التاريخ الکبیر	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	القرءة خلف الإمام	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۵)	الادب المفرد	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۶)	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج بن داؤد القشیری	۲۶۱ھ
(۴۷)	آخبار مکنتی فی قدیم الدهر و حدیث	ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۸)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۹)	سنن ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی الجستانی	۲۷۵ھ
(۵۰)	سنن الترمذی	ابوعبسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۱)	شئکل الترمذی	ابوعبسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۲)	مسند الحارث	ابو محمد الحارث بن محمد بن داہر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن اسماء	۲۸۲ھ
(۵۳)	البدیع	ابو عبداللہ محمد بن وضاح بن یزید المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۴)	الآحاد والمثنائی	ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۵)	السنة	ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۶)	الجزا الخار المعروف بمسند البرار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالحق بن خلاد بن عبید اللہ العتقی، البرار	۲۹۲ھ
(۵۷)	تعظیم قدر الصلاة	ابو عبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۸)	مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر	ابو عبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۹)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۰)	سنن النسائي	احمد بن شبيب بن علي بن سنان النسائي	۳۰۳ھ
(۶۱)	عمل اليوم والليلة	احمد بن شبيب بن علي بن سنان النسائي	۳۰۳ھ
(۶۲)	المسند	حافظ ابو يعلى احمد بن علي الموصلي	۳۰۷ھ
(۶۳)	المستقى	ابن الجارود ابو محمد عبد الله بن علي النيشاپوري	۳۰۷ھ
(۶۴)	مسند الروياني	ابو بكر محمد بن هارون الروياني	۳۰۷ھ
(۶۵)	الكنى والأسماء	ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعيد بن مسلم الانصاري الدولابي الرازي	۳۱۰ھ
(۶۶)	صحيح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري الشافعي	۳۱۱ھ
(۶۷)	التوحيد	محمد بن اسحاق بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري الشافعي	۳۱۱ھ
(۶۸)	السنن لابن ابى بكر بن الخلال	ابو بكر احمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلال البغدادي الحنبلي	۳۱۱ھ
(۶۹)	مسند السراج رحديث السراج	ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراهيم بن مهران الخراساني النيسابوري	۳۱۳ھ
(۷۰)	مستخرج ابو عوانه	ابو عوانه يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم النيسابوري الاسفرائني	۳۱۶ھ
(۷۱)	شرح معاني الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوي	۳۲۱ھ
(۷۲)	شرح مشكل الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوي	۳۲۱ھ
(۷۳)	المستقى من مكارم الأخلاق ومعاليجها	ابو بكر محمد بن جعفر بن محمد بن بهل بن شاكر الخراشي السامري	۳۲۷ھ
(۷۴)	مسند الشافعي	ابو سعيد الهيثم بن كليب بن سرتج بن معقل الشافعي البتائشي	۳۳۵ھ
(۷۵)	معجم ابن الأعرابي	ابو سعيد بن الأعرابي احمد بن محمد بن زياد بن بشر بن درهم البصري الصوفي	۳۴۰ھ
(۷۶)	صحيح ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التميمي الدارمي البستي	۳۵۴ھ
(۷۷)	المعجم الأوسط والمعجم الكبير	سليمان بن احمد بن ايوب بن مطر ابو القاسم الطبراني	۳۶۰ھ
(۷۸)	الدعاء	سليمان بن احمد بن ايوب بن مطر ابو القاسم الطبراني	۳۶۰ھ
(۷۹)	مسند الشاميين	سليمان بن احمد بن ايوب بن مطر ابو القاسم الطبراني	۳۶۰ھ
(۸۰)	عمل اليوم والليلة	ابن السني، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراهيم بن اسباط بن عبد الله	۳۶۴ھ
(۸۱)	سنن الدارقطني	ابو الحسن علي بن عمر بن احمد بن مهدي بن مسعود البغدادي الدارقطني	۳۸۵ھ
(۸۲)	الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك	ابن شاين، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ايوب بن ازداد البغدادي	۳۸۵ھ
(۸۳)	شرح مذاهب أهل السنة	ابن شاين، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ايوب بن ازداد البغدادي	۳۸۵ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۸۴)	الإبائۃ الکبریٰ	ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکمری المعروف بابن بطہ	۳۸۷ھ
(۸۵)	معالم السنن	ابو سلیمان حمد بن محمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۶)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبد اللہ بن حمد بن الحاکم النیسافوری	۴۰۵ھ
(۸۷)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابو القاسم ہیتہ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی الدلاکائی	۴۱۸ھ
(۸۸)	حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابو القاسم عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مہران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشہاب	ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاۃ المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ	ابو بکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الایمان	ابو بکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفۃ السنن والآثار	ابو بکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابو بکر احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	جامع بیان العلم و فضلہ	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النعمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۶)	تفسیر غریب ما فی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیوڑی الحمیدی	۴۸۸ھ
(۹۷)	الفردوس بمآثور الخطاب	ابو شجاع شیریہ بن شہر دار بن شیریہ بن فناخسرو الدیلی الہمدانی	۵۰۹ھ
(۹۸)	شرح السنۃ	محی الدین ابو محمد الحسن بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۹)	سنن الدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بہرام التیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۰)	المعجم	ابو القاسم، علی بن الحسن بن ہیتہ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۱)	کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین البہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۲)	جامع الاصول فی احادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۳)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب البتریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۴)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الجلیل بن تیمیہ الجرجانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۵)	الوجہ التقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المارذی ابن الترمکانی	۷۵۰ھ
(۱۰۶)	جامع المسانید و السنن الہادی لا قوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۷)	نصب الرایۃ فی تخریج احادیث البہدایۃ	جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزلیعی	۷۶۲ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۸)	البدرا لمیر مختصر تلخیص الدہمی	ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۹)	تخریج أحادیث إحياء علوم الدین	عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد تقی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۰)	مجمع الزوائد منبع الفوائد	نور الدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان البیہقی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	موارد القلماں إلی زوائد ابن حبان	ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان البیہقی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی	ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان البیہقی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدراية فی تخریج أحادیث الهدایة	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الجبیر	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنة	محمد بن عبد الرحمن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغير	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحواکک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الأصول وجمع الزوائد	العلامة محمد بن محمد بن محمد سلیمان المغربي	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آثار السنن	محمد بن علی الشبیر بظہیر احسن المیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

## ﴿شرح وعلل حدیث﴾

(۱۲۱)	مختصر صحیح مسلم	ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشافعی	۶۵۶ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی دمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	تهذيب الأسماء واللغات	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی دمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۴)	التقریب والتیسیر	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی دمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۵)	احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام	تقی الدین ابو الفتح الشبیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۶)	المفتاح شرح المصباح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیادانی الکونی الضریر البیہقی	۷۲۷ھ
(۱۲۷)	اکشاف عن حقائق السنن شرح الطبری	شرف الدین حسین بن عبد اللہ بن محمد الحسن الطبری	۷۴۳ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۸)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن السلاوی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۹)	رسالۃ فی فن اصول الحدیث	السید الشریف علی بن محمد بن علی البحر جانی	۸۱۶ھ
(۱۳۰)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	تہذیب التہذیب	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۲)	لسان المیزان	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۳)	شرح خبۃ الفکر	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۴)	شرح المصابیح	محمد بن عبداللہ بن عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابا بن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۵)	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۶)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۷)	قوت المعتقدی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۸)	مصباح الترغیب شرح سنن ابن ماجہ	جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۹)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۴۰)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۱)	جمع الوسائل فی شرح الشیائل	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۲)	الموضوعات الکبریٰ	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۳)	الموضوعات الصغریٰ	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۴)	فیض القدری شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۵)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
	مصطلحات علم الحدیث الملحقۃ بالمشکوٰۃ		
(۱۴۶)	شرح الترغیب علی موطا الامام مالک	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الترغانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۷)	شرح الترغیب علی المواہب اللدنیۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الترغانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۸)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ	ابوالحسن نور الدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۹)	فتح الودود شرح ابوداؤد	ابوالحسن نور الدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۵۰)	الجہد الحشیف فی بیان مالیس بحدیث	احمد بن عبدالکریم بن سعودی الغزوی العامری	۱۱۳۳ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۱)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبد البہادی بن عبد الغنی الجلیونی دمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۵۲)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمنی	۱۱۸۲ھ
(۱۵۳)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۴)	القوائد المجموعۃ فی الآثار حدیث الموضوعۃ	محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۵)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۵۶)	بذل الحجب و فی حل ابی داؤد	الحمد شخلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۷)	تعلیق لمحمد علی موطا الامام محمد	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین کھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۸)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین کھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۹)	تعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بطہیر احسن النیوی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۶۰)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۱)	الکوکب الدرری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۲)	عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد	ابوالطیب محمد بن الحسن بن امیر علی بن مقصود علی الصدیق العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۶۳)	مصباح الظلام شرح نیل المرام	السید محمد بن عبد اللہ الجردانی الدیلمی	۱۳۳۱ھ
(۱۶۴)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۵)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۶)	تھنۃ الا حوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبد الرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۷)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۸)	تعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۹)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۷۰)	اوجز المسالک الی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۷۱)	مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبید اللہ بن بن محمد عبد السلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۷۲)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۷۳)	تکملیۃ فتح الملہم	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ
(۱۷۴)	کتاب درس ترمذی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	-----------	------------	---------

## ﴿سیرت و شمائل﴾

- (۱۷۵) زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی ۶۲۰ھ
- (۱۷۶) المواہب اللدنیۃ بالمرحۃ المحمدیۃ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی ۸۵۲ھ

## ﴿کتب فقہ احناف﴾

- (۱۷۷) الحجۃ علی اہل المدینۃ ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۱۷۸) کتاب الاصل ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۱۷۹) الجامع الصغیر ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۸۹ھ
- (۱۸۰) مختصر الطحاوی ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی ۳۲۱ھ
- (۱۸۱) شرح مختصر الطحاوی ابو بکر احمد بن علی الرازی البصا ص الحنفی ۳۷۰ھ
- (۱۸۲) عیون المسائل ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی ۳۷۳ھ
- (۱۸۳) مختصر القدوری محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری ۴۲۸ھ
- (۱۸۴) الثنف فی الفتاوی ابو الحسن علی بن الحسن بن محمد السعدی الحنفی ۴۶۱ھ
- (۱۸۵) المبسوط شمس الائمۃ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السمرحسی ۴۸۳ھ
- (۱۸۶) شرح السیر الکبیر شمس الائمۃ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السمرحسی ۴۸۳ھ
- (۱۸۷) تحفۃ الفقہاء علاء الدین محمد بن احمد بن ابوالاحمد السمرقندی الحنفی ۵۳۹ھ
- (۱۸۸) خلاصۃ الفتاویٰ و مجموع الفتاویٰ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری ۵۴۲ھ
- (۱۸۹) الحیط البرہانی فی الفقہ العثماني ابو المعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری ۵۷۰ھ
- (۱۹۰) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی ۵۸۷ھ
- (۱۹۱) فتاویٰ قاضی خان محمود اوز جندی قاضی خان حسن بن منصور ۵۹۲ھ
- (۱۹۲) بدایۃ المبتدی و شرح الہدایۃ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابوبکر المرغینانی ۵۹۳ھ
- (۱۹۳) قنیۃ المذنبۃ للتمیم الغنیۃ ابو الرجا مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزینی ۶۵۸ھ
- (۱۹۴) المحتجی شرح مختصر القدوری ابو الرجا مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزینی ۶۵۸ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۵)	غایۃ البیان و نادرۃ القرآن فی آخر الزمان	قوام الدین امیر کاتب ابن عمر ابن العمد غازی الفارابی الاتراری الاتقانی	۶۵۸ھ
(۱۹۶)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الجعفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۷)	مجمع البرکات	ابو البرکات بن حسام الدین الدمنوی المداینی	۶۶۷ھ
(۱۹۸)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم الحجو بی الجعفی	۶۷۳ھ
(۱۹۹)	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابو الفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۲۰۰)	الفتاویٰ الغیثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف النطیب الجعفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۲۰۱)	مجمع البحرین و ملتقى النیرین	منظر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۲۰۲)	مدیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۲۰۳)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النشفی	۷۰۱، ۷۱۰ھ
(۲۰۴)	تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محسن الزلیعی	۷۳۳ھ
(۲۰۵)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبد اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد الحجو بی الجعفی	۷۴۷ھ
(۲۰۶)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبد اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد الحجو بی الجعفی	۷۴۷ھ
(۲۰۷)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۸)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن جاج السغنائی	۷۷۱ھ
(۲۰۹)	جامع المضممرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۱۰)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابر قی	۷۸۶ھ
(۲۱۱)	الفتاویٰ التاتاریخانیۃ	علامہ عالم بن علاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۱۲)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۳)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۴)	شرح مجمع البحرین علی ہامش الجمع	ابن الملک، عبد اللطیف بن عبد العزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۵)	الفتاویٰ البرزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکدوری الخوارزمی المعروف بابن بزاز	۸۲۷ھ
(۲۱۶)	معین الحکام	ابو الحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الجعفی	۸۴۴ھ
(۲۱۷)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۸)	منہج السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ



نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱۹)	فتح القدر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۲۰)	کتاب التصحیح والتزج علی مختصر القدوری	ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۲۱)	درر الحکام شرح غرر الا حکام	ملا خسر و محمد بن فرامرزی علی	۸۸۵ھ
(۲۲۲)	شرح النقایۃ	ابو المکارم عبد العلی بن محمد بن حسین البرجدی	۹۳۲ھ
(۲۲۳)	حاشیہ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعد اللہ بن عینی بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلی و بسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۲۴)	ملتی الا بحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلی حنفی المعروف بالحنلی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۵)	الصغیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلی حنفی المعروف بالحنلی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۶)	الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلی حنفی المعروف بالحنلی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۷)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمی بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۸)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۹)	الفتاویٰ الخامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمدی الحنفی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۳۰)	تنویر الا بصار و جامع البحار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن ترمناش الغزوی الحنفی الخطیب الترمناشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۱)	منح الغفار شرح تنویر الا بصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن ترمناش الغزوی الحنفی الخطیب الترمناشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۲)	انھر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۴)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۵)	حاشیہ الغنمی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الغنمی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۶)	نور الایضاح و نجات الارواح	ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۹)	مجمع الا نہر فی شرح ملتی الا بحر	عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلکیو لی المردغشی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۴۰)	الفتاویٰ الخیریۃ لفتح البریۃ	خیر الدین بن احمد بن نور الدین علی ابو بنی علی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۱)	الدر المختار شرح تنویر الا بصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن حسن الحنفی المعروف بالعلاء الحنفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الہندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجامعۃ من اعلام فقہاء الہند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۳)	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسوی قدوسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالا بدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثماني البھندی پانی پتی	۱۲۴۵ھ
(۲۴۷)	رسالہ فیض عام	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۲۴۸)	رد المحتار حاشیہ الدر المختار (شامی)	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	العقود الدرر فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	منہجہ الخالق حاشیہ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۲)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۵۳)	التحریر المختار حاشیہ رد المحتار	عبدالقادر الرفعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۴)	مفتاح الحجۃ	شاہ کرامت علی جوہری حنفی	۱۲۹۰ھ
(۲۵۵)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادہ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۶)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	السعایہ فی کشف مانی شرح الوقایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	عمدۃ الرعاۃ فی حل شرح الوقایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	مجموعۃ رسائل اللکھوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	تحفۃ النبیاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۵)	بہشتی گوہر	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۶)	بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۷)	نفائس مرغوبہ	مفتی کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
(۲۶۸)	احکام دعاء	مفتی شفیق دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۶۹)	بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۱۳۹۷ھ
(۲۷۰)	طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل	مولانا اولیس احمد قاسمی	۱۴۳۶ھ
(۲۷۱)	بحوث فی فضا یافقیہ معاصرہ	محمد تقی عثمانی بن محمد شفیق دیوبندی	مدظلہ
(۲۷۲)	تسہیل ادلہ کاملہ	مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری	مدظلہ
(۲۷۳)	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری	مدظلہ
(۲۷۴)	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ نماز		مدظلہ
(۲۷۵)	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۲۷۶)	احکام نماز اور احادیث و آثار	مولانا عبید اللہ اسعدی باندہ	مدظلہ
(۲۷۷)	ہدایۃ النور فیما یجعلک بالآظفار والشعور	محمد سعد اللہ	--
(۲۷۸)	اہم مسائل	جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر مرتب مولانا محمد جعفر علی	--

## ﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

(۲۷۹)	المدونہ	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاحمدی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۸۰)	کتاب الام	امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادريس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۸۱)	مسائل حرب الکرمانی	ابو محمد حرب بن اسماعیل بن خلف الکرمانی	۲۸۰ھ
(۲۸۲)	التلقین فی الفقہ المالکی	ابو محمد عبد الوہاب بن علی بن نصر الثعلبی البغدادی المالکی	۴۳۲ھ
(۲۸۳)	المغنی	ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۴)	المجوع شرح المہذب	محی الدین ابو زکریا عینی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۵)	شرح المقنع	ابو المحاسن یوسف بن محمد بن عبد اللہ المقدسی الحسنبلی	۷۱۹ھ
(۲۸۶)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الجرجانی الحسنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۷)	شرح العباب	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۸)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۹)	الانصاف فی معرفۃ الراۃ من الخلاف عند الامام احمد	علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرادوی دمشقی الصالحی الحنبلی	۸۸۵ھ
(۲۹۰)	فتح المعین فی شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد المعمری الملبیاری الشافعی الصوفی	۸۷۲ھ
(۲۹۱)	مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن الطرابلسی المغربي المالکی	۹۵۴ھ
(۲۹۲)	تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج	شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر بیہقی شافعی	۹۷۳ھ
(۲۹۳)	کشاف القناع عن متن الاقناع	منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن ادريس البھوتی الحنبلی	۱۰۵۱ھ
(۲۹۴)	شرح مختصر خلیل	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحرشی المالکی	۱۱۰۱ھ
(۲۹۵)	الفواکد الدوانی	احمد بن غانم بن سالم بن مہنا شہاب الدین النفر اوی الازہری المالکی	۱۱۲۶ھ
(۲۹۶)	حاشیۃ العدوی علی شرح کفایۃ الطالب الربانی	ابوالحسن علی بن احمد بن مکرم الصعیدی العدوی	۱۱۸۹ھ
(۲۹۷)	حاشیۃ علی تحفۃ المحتاج	الامام عبدالحمید الشروانی البکی	۱۳۰۱ھ
(۲۹۸)	فتاویٰ ندیریہ	مولانا ندیر حسین دہلوی	۱۳۲۰ھ
(۲۹۹)	فتاویٰ غزنویہ	مولانا عبد الجبار بن سید محمد عبداللہ غزنوی	۱۹۱۳ء
(۳۰۰)	فتاویٰ ثنایہ	ابوالوفاء محمد ثناء اللہ امرتسری	۱۳۶۸ھ
(۳۰۱)	فتاویٰ علماء اہل حدیث	مفتی ابوالقاسم بن مولانا محمد سعید بناری	۱۳۶۹ھ

## ﴿فقہ مقارن﴾

(۳۰۲)	بلوغ المرام	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۳۰۳)	الفقہ علی المذہب الاربعۃ	عبدالرحمن بن محمد بن عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۳۰۴)	توضیح الا حکام من بلوغ المرام	ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عبدالرحمن بن صالح بن حمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم البسام التیمی	۱۴۲۳ھ
(۳۰۵)	الموسوعة الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

## ﴿اصول فقہ﴾

(۳۰۶)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوبہل شمس الاممہ السرخسی	۴۸۳ھ
-------	--------------	---	------

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۷)	الکافی شرح البرز دوی	الحسین بن علی بن ججاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۸)	کشف الاسرار شرح اصول البرز دوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۹)	الکوکب الدری	عبدالرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی الشافعی ابو محمد جمال الدین	۷۷۲ھ
(۳۱۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۱۱)	غریبون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابو العباس شہاب الدین الحسینی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۱۲)	شرح عقود رسم لمفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

## ﴿ترکیہ واحسان﴾

(۳۱۳)	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۴)	خط امام غزالی بنام خاص شاگرد خود	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۵)	فصول الآداب	ابو الوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل البغدادی الظفری	۵۱۳ھ
(۳۱۶)	غنیۃ لطائفین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن ابی صالح الجبلی	۵۶۱ھ
(۳۱۷)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن ابی صالح الجبلی	۵۶۱ھ
(۳۱۸)	شرعۃ الاسلام	رکن الاسلام، محمد بن ابوبکر المعروف بامام زادہ الحنفی	۵۷۳ھ
(۳۱۹)	تلمیس البلیس	جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی	۵۹۷ھ
(۳۲۰)	الترغیب والترہیب	ابو محمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۲۱)	الأذکار للعوای	محمی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۲۲)	تنوع العبادات	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالخلیم بن تیبہ الجرجانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۲۳)	الاعتصام	احمد بن ابوالحواری	۸۸۹ھ
(۳۲۴)	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن علی البروسوی سید علی زادہ	۹۳۱ھ
(۳۲۵)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر البیہقی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۲۶)	مکتوبات الإمام الربانی	شیخ احمد سرہندی بن شیخ عبدالاحد فاروقی مجدد الف ثانی	۱۰۳۲ھ
(۳۲۷)	مجالس الابرار ومسا لک الاخیار	احمد بن عبدالقادر الرومی الحنفی	۱۰۴۱ھ
(۳۲۸)	اتحاف السادة المتقین شرح احیاء علوم الدین	محمد بن محمد بن عبدالرزاق الشہیر بالسید مرتضیٰ الزبیدی الحنفی	۱۲۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
-----------	------------	------------	---------

- (۳۲۸) تحفۃ الزاكرين بعدة الحسن والحسين محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوكاني البیہنی ۱۲۵۰ھ
- (۳۲۹) شرح مختصر فصول الآداب ابو محمد عبد اللہ بن مانع بن غلاب الغبیوی الروقی البیہنی مدظلہ

## ﴿لغات، معاجم، ادب و تارنخ، طبقات و تراجم﴾

- (۳۳۰) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البصری البغدادی ۲۳۰ھ
- (۳۳۱) التاریخ الکبیر ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری ۲۵۶ھ
- (۳۳۲) النہایۃ فی غریب الحدیث والآثر مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری ۶۰۶ھ
- (۳۳۳) أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابة ابو الحسن علی بن ابوالکریم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، ابن اثیر ۶۰۶ھ
- (۳۳۴) بوستان شرف الدین مصلح بن عبد اللہ الثمیر بسعدی الشیرازی الادیب الکامل الصوفی ۶۹۱ھ
- (۳۳۵) القاموس المحیط مجد الدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عمر الشیرازی الفیروزآبادی ۸۱۷ھ
- (۳۳۶) مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنئی ۹۸۶ھ
- (۳۳۷) تاج العروس من جواهر القاموس ابو الفیض محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی المرتضیٰ الزیدی ۱۲۰۵ھ
- (۳۳۸) فیروز اللغات الحاج مولوی فیروز الدین ---

## ﴿متفرقات﴾

- (۳۳۹) الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی الشافعی، المعروف بالدواء والدواء ۶۲۰ھ
- (۳۴۰) العبودیۃ الصارم المسلمون تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحکیم بن تیمیۃ الجرائنی الحسنبی الدمشقی ۷۲۸ھ
- (۳۴۱) حصن حصین شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف ۸۳۳ھ
- (۳۴۲) فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی ۹۱۱ھ
- (۳۴۳) لوائح الانوار لطائف المنن عبد الوہاب بن احمد اشعرانی ۹۷۳ھ
- (۳۴۴) شرح سفر السعادة عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی ۱۰۵۲ھ
- (۳۴۵) حجة اللہ البالغة شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم ابو عبد العزیز ابو عبد اللہ ۱۱۷۶ھ
- (۳۴۶) ازالة الخفاء شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم ابو عبد العزیز ابو عبد اللہ ۱۱۷۶ھ

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۴۷)	الانصاب مع ترجمہ کشاف	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابو عبدالعزیز ابو عبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۴۸)	دلیل الطالب	ابوالطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی	۱۳۰۷ھ
(۳۴۹)	کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات	محمد علی بن حسین مفتی الممالکیہ	۱۳۱۰ھ
(۳۵۰)	الازہار المربوعۃ فی رد الآثار المبتوعۃ	مولانا حبیب الرحمن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۱)	العلام المرفوعۃ فی حکم الطلاقات المجموعۃ	مولانا حبیب الرحمن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۲)	الرد علی من أجاز تہذیب الخیۃ	حمود بن عبداللہ بن حمود بن عبدالرحمن التویمجری	۱۴۱۳ھ
(۲۵۳)	مکاتیب شیخ الحدیث	مولانا محمد یونس صاحب جوہر پوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور	مدظلہ
(۲۵۴)	رسالہ آداب دعاء	مولانا محمد اجمل صاحب	--
(۲۵۵)	الموسوعۃ العقدیۃ	مجموعۃ من الباحثین بإشراف الشیخ علوی بن عبدالقادر السقاف	--

**نوٹ:** ”فتاویٰ علماء ہند، جلد-۹“ کے متن و حاشیہ میں مذکورہ کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمن قاسمی/محمد اسامہ شمیم ندوی)